ریاض القدس

جلد دوم

مؤلف

آقائی صدرالدین واعظ القزوینی

مترجم

مولانا سید ظل حسنین زیدی سروی مرحوم

پیش کش

سید محمد شبر عباس بخاری مرحوم

ناشر

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

FROM PAGE 374
TO PAGE 800

انتساب

میں اپنی اس محنت کو اس ام السادات کے نام سے منسوب کرتا ہوں جن کے تسبیح گزار ہاتھ چکی پیستے پیستے رنگین ہو جاتے تھے اور جس کی خاموش آہوں سے آج بھی عرش الٰہی لرزلرز جاتا ہے۔

مجھے امید ہے کہ رسول اعظم کی اکلوتی بیٹی میری اس پیشکش کو دامن قبولیت میں جگہ عنایت فرمائیں گے۔

○

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ از مؤلف۔	۲۱
۲	مجلس در مقدمہ شہادت جوانان محمّدی و مرتضوی اور خود امام حسینؑ کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔	۲۳
۳	روزِ عاشورا جوانان ہاشمی میں اوّل شہید کا اذن جہاد طلب کرنا۔	۲۶
۴	شہدا کربلا میں اوّل شہید علی اکبرؑ اور زیارت حضرت امام جعفر صادقؑ علیہ السّلام۔	۳۰
۵	حضرت علی اکبرؑ کا اذن جہاد طلب کرنا اور امام حسینؑ کا لباس جنگ پہنانا اور رخصت کرنا	۳۴
۶	اس بارے میں کہ حضرت علی اکبرؑ پہلے شہید ہیں۔	۳۷
۷	حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ حضرت علی اکبرؑ کی صوری و معنوی مشابہت۔	۴۱
۸	حضرت علی اکبرؑ کی جنگ اور شجاعت۔	۴۲
۹	محمد حنفیہ جنگ صفّین میں اور معرکۂ کربلا میں علی اکبرؑ۔	۴۵
۱۰	دنیا میں نعمتِ ہائے بہشتی کے نمونے اور توصیف شمائل و خصائل پیغمبر خدا۔	۴۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱	مجلس دربارۂ معرفت علی اکبرؑ اور تعریف شکل و شمائل۔	۵۰
۱۲	بہ شان حیدری لشکرِ باطل پر حضرت علی اکبرؑ کے حملے۔	۵۱
۱۳	بروایت شیخ طریحی حضرت علی اکبرؑ کا میدان کارزار میں جانا۔	۵۴
۱۴	نسب حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام اور آپ کے زخموں کی کیفیت	۵۶
۱۵	ثواب عیادت ۔	۵۹
۱۶	حضرت علی اکبرؑ کا مرکب عقاب سے زمین پر گرنا اور امام حسینؑ کا پہنچنا۔	۶۰
۱۷	حضرت یعقوبؑ کا اپنے فرزند یوسف سے ملنا اور امام حسینؑ کا لاش پسر پر پہنچنا۔	۶۳
۱۸	لاش علی اکبرؑ پر امام حسینؑ کی پریشانی کی حالت ۔	۶۶
۱۹	عقاب نامی گھوڑے کا نسب اور آنحضرتؑ کا اس پر سوار ہونا ۔	۶۹
۲۰	شہادت برادر خورد بر لاش حضرت علی اکبرؑ علیہ السلام۔	۷۳
۲۱	اولاد حضرت امام حسین علیہ السلام۔	۷۵
۲۲	شہادت عبداللہ بن مسلمؑ بن عقیلؓ۔	۷۷
۲۳	روز عاشوراء محرم شہادت اولادِ جناب عقیلؓ۔	۸۰
۲۴	روز عاشوراء محرم شہادت اولاد جناب جعفر بن ابی طالبؑ	۸۳
۲۵	عروسی اور شہادت حضرت قاسم ابن امام حسن علیہ السلام۔	۸۶
۲۶	حضرت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کا قصر الذہب میں	۸۹

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	جنات سے جنگ کرنا۔	
۲۷	تحقیقات ضروری برائے رفع بعض شبہات اور حکایت داؤد علیہ السلام۔	۹۸
۲۸	حضرت قاسم کا میدان جنگ میں جانا اور مکالمۂ عروس و قاسم نوشاہ۔	۱۰۲
۲۹	میدان قتال میں جمال قاسمؑ نوشاہ کے نظارے۔	۱۰۵
۳۰	حضرت قاسمؑ کا لشکر کوفہ و شام کو موعظۂ و نصیحت کرنا۔	۱۰۷
۳۱	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے چار بیٹوں سے جنگ اور ان کو قتل کرنا۔	۱۰۹
۳۲	حضرت قاسمؑ کی ازرق شامی کے ساتھ جنگ اور اس کو قتل کرنا۔	۱۱۱
۳۳	حضرت امام حسینؑ علیہ السلام اور محبت قاسم ابن حسنؑ۔	۱۱۵
۳۴	حضرت قاسمؑ کی شہادت کے بارے میں اختلاف اور پائمالی قاسمؑ کی تحقیق۔	۱۱۷
۳۵	شہادت عبداللہ اکبر بن الحسن علیہ السلام۔	۱۲۲
۳۶	شہادت احمد بن الحسنؑ ابوبکر بن الحسنؑ ۔	۱۲۴
۳۷	احوال حسن مثنیٰؑ بن الحسن علیہ السلام ۔	۱۲۵
۳۸	فرزندان حضرت امیرالمومنین علی علیہ السلام کی جنگ اور علیہ السلام ۔	۱۲۱
۳۹	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کا اپنے بھائیوں کو شوق شہادت دلانا۔	۱۳۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۴۰	آغاز داستان شیر بیشۂ حیدر کرار عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۳۵		علمداری عباس علیہ السلام بروز قیامت۔	
۴۱	شہادت عون بن علی علیہ السلام	۱۳۸	۴۹	حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی شجاعت ارشادات اور شہادت۔	۱۷۰
۴۲	شہادت محمدؑ بن عباس بن علی علیہ السلام۔	۱۳۹	۵۰	بروایت بحار و ابن شہر آشوب شہادت حضرت عباس علیہ السلام۔	۱۷۵
۴۳	بزبان جناب عقیلؑ توصیف امّ البنین مادر حضرت عباسؑ۔	۱۴۳	۵۱	حضرت عباس علیہ السلام کا لشکر کوفہ کو وعظ و نصیحت کرنا بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۱
۴۴	فضائل و مناقب حضرت عباس علمدار علیہ السلام۔	۱۴۸	۵۲	حضرت عباس علیہ السلام کی شہادت بروایت شیخ طریحی۔	۱۸۷
۴۵	بروایت مرحوم دربندیؒ حضرت عباسؑ کی جنگ اور شہادت۔	۱۵۱	۵۳	حضرت عباسؑ کی شہادت بروایتے ابی مخنف۔	۱۹۰
۴۶	مناصب امیرالمومنین بعطاء رسول خدا اور مناصب عباسؑ بعطائے سید الشہداء علیہ السلام	۱۶۰	۵۴	ہاشم بن عتبہ علمدار حضرت امیرالمومنین کی جنگ صفین میں	۱۹۴
۴۷	قیامت میں حضرت علی علیہ السلام اور حضرت عباسؑ کے منصب۔	۱۶۴			
۴۸	تعریف لواء الحمد و حامل علم اور	۱۶۶			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	شہادت۔			کا تنہا رہ جانا اور عازم میدان قتال ہونا۔	
۵۵	علمداری حسین بن منذر رقاشی اور شہادت ابوالعرفا ذہلی۔	۱۹۹	۶۲	حضرت امام حسینؑ کا حضرت سید سجادؑ سے رخصت ہونا	۲۲۲
۵۶	عبداللہ بن بدیل بن ورقا خزاعی کا جنگ صفین میں علمدار ہونا اور شہادت۔	۲۰۱	۶۳	احوال شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۲۶
۵۷	جنگ جمل میں مسلم مجاشعی کی شہادت۔	۲۰۶	۶۴	مجلس شہادت حضرت علی اصغر علیہ السلام۔	۲۳۱
۵۸	حکایت غلام امیرالمومنین علیہ السلام۔	۲۰۹	۶۵	محبت اولاد۔	۲۳۷
۵۹	واقعۂ صفین اور گفتگوئے امیرالمومنین علیہ السلام با معاویہ اور غلام حریث کا قتل ہونا۔	۲۱۱	۶۶	قوم جن ملائکہ و ارواح انبیاء کا نصرت امام حسینؑ کے لیے آنا۔	۲۴۰
			۶۷	واقعۂ بئر ذات العلم۔	۲۴۴
۶۰	دربار حجاج بن یوسف ثقفی میں قنبرؓ کا حضرت علی کی مدح کرنا اور شہادت قنبرؓ۔	۲۱۵	۶۸	روز عاشورا زعفر جن کا نصرت امام حسین علیہ السلام کے لیے پہنچنا۔	۲۵۶
۶۱	روز عاشورا حضرت امام حسینؑ	۲۲۰	۶۹	ثواب گریہ اور عزاداری	۲۵۸

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	امام حسین علیہ السلام۔	
۷۰	روز عاشورا ایک سیاح درویش کا وارد کربلا ہونا۔	۲۶۱
۷۱	جناب فاطمہ صغریٰ کا مدینہ سے اپنے پدر بزرگوار امام حسینؑ کو نامہ بھیجنا۔	۲۶۶
۷۲	حضرت امام حسین علیہ السلام کا اہلحرم سے دومرتبہ رخصت ہونا۔	۲۷۰
۷۳	احوال جناب شہربانو دختر یزدجرد بادشاہ عجم۔	۲۷۷
۷۴	روز عاشورا محرم حضرت امام حسین علیہ السلام کا جناب زینب خاتون کو وصیتیں کرنا۔	۲۷۹
۷۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کا عازم میدان کارزار ہونا اور حضرت زینب خاتون کا مکالمہ۔	۲۸۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۷۶	شکوہ و ملال امیرالمومنین بوقت سواری اور روز عاشورا غربت حضرت امام حسینؑ بموقع سواری۔	۲۸۵
۷۷	حضرت امام حسینؑ کا جنگ صفین میں زبرقان کے مقابلہ کے لیے جانا۔	۲۸۷
۷۸	روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کا اشتیاق جہاد اور اتمام حجت کرنا۔	۲۹۱
۷۹	حضرت امام حسین علیہ السلام کا میدان اعداء میں جانا اور اتمام حجت کرنا۔	۲۹۷
۸۰	میدان کارزار میں حضرت امام حسینؑ کا اتمام حجت فرمانا۔	۳۰۰
۸۱	روز عاشورا حضرت امام حسینؑ کی مبارز طلبی و رجز خوانی۔	۳۰۳

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۸۲	روز عاشورا جنگ و قتال امام حسینؑ اور شجاعت کا مظاہرہ بروایت حمید بن مسلم۔	۳۱۱
۸۳	تحقیق شجاعت و شجاع۔	۳۲۰
۸۴	زخموں کی وجہ سے ضعف اور امام حسین علیہ السلام کا جہاد سے ہاتھ روکنا۔	۳۲۴
۸۵	حضرت امام حسین علیہ السلام کی اہلحرم سے رخصت آخر۔	۳۲۷
۸۶	حضرت امام حسین علیہ السلام کا امام زین العابدین سے رخصت ہونا۔	۳۳۰
۸۷	معرکۂ قتال میں حضرت امام حسینؑ کا دوبارہ آنا۔	۳۳۵
۸۸	بموقع جنگ صفین امام حسینؑ کا نہر فرات پر تصرف۔	۳۴۴
۸۹	کسی ضرب سے امام حسینؑ	۳۵۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	گھوڑے سے زمین پر گرے۔	
۹۰	روز عاشورا حضرت امام حسین علیہ السلام کس رخ سے گھوڑے سے زمین پر گرے۔	۳۵۵
۹۱	روز عاشورا ہنگام عصر ذوالجناح کا امام حسین علیہ السلام کی حمایت کرنا۔	۳۶۰
۹۲	مقتل سے ذوالجناح کا در خیمہ اہلبیتؑ پر پہنچنا۔	۳۶۲
۹۳	حضرت سید الشہداء علیہ السلام خاک پر گرنا اور زخموں سے چور چور ہونا۔	۳۶۸
۹۴	روز عاشورا شہادت عبداللہ بن الحسین علیہ السلام۔	۳۷۲
۹۵	حضرت امام حسینؑ کا گھوڑے سے زمین پر گرنا اور لشکر اعداء کا بصورت تماشائی جمع ہونا	۳۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۹۶	شرح احوال جوانِ نصرانی۔	۳۷۷
۹۷	قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام پر لشکرِ اعداء کا ہجوم۔	۳۸۵
۹۸	جنگ خندق میں خوات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی بیہوشی۔	۳۸۷
۹۹	اختلافِ اقوال دربارۂ قتل حضرت سید الشہداء علیہ السلام۔	۳۹۱
۱۰۰	روایات دربارۂ قتل امام حسین علیہ السلام باجماع۔	۳۹۳
۱۰۱	بروایت اہلبیتؑ کی موجودگی میں سر امام حسینؑ کا قطع ہونا۔	۳۹۵
۱۰۲	تحقیقات دربارۂ قطع سر مطہر امام حسین علیہ السلام۔	۴۰۰
۱۰۳	قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات پر اثر۔	۴۰۳
۱۰۴	روحِ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کا عرشِ خدا کی طرف عروج۔	۴۰۵
۱۰۵	لشکر عمر بن سعد کا لباس حضرت امام حسین علیہ السلام غارت کرنا اور احوال ذوالجناح	۴۰۶
۱۰۶	تاراجیٔ خیام اہلبیتؑ۔	۴۰۹
۱۰۷	خطبۂ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دربارۂ فضیلت جہاد اور حالت سید سجادؑ وقت تاراجیٔ خیام۔	۴۱۲
۱۰۸	سرہائے شہداء کے ساتھ ساتھ اہلحرم کا مقتل سے گزرنا۔	۴۱۶
۱۰۹	حضرت امام حسینؑ کی لاش مطہر کی نگہبانی کے لیے شیر کا آنا۔	۴۲۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۱۰	تحقیقات اہل تواریخ و شعرا دربارہ پائمالی لاش ہائے شہداء۔	۴۲۲
۱۱۱	کبوتروں کا خبر شہادت امام حسین علیہ السلام منتشر کرنا۔	۴۲۸
۱۱۲	خون امام حسینؑ کے قطرے سے یہودی لڑکی کا بینا ہونا۔	۴۲۹
۱۱۳	محرم کی گیارہویں شب کے حالات۔	۴۳۱
۱۱۴	حکایت جمال ملعون۔	۴۳۲
۱۱۵	آنحضرتؐ اور انبیاء و مرسلینؑ کا قتل گاہ میں وارد ہونا۔	۴۳۶
۱۱۶	خواب جناب ام المومنین ام سلمہؓ	۴۳۸
۱۱۷	فرزندان جعفر طیارؑ کا لشکر عمر ابن سعد سے فرار کر جانا۔	۴۴۰
۱۱۸	شمر ولد الحرام یا خولی ملعون کا سر امام حسینؑ کوفہ لیجانا۔	۴۴۱
۱۱۹	خولی اصبحی ملعون کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا۔	۴۴۶
۱۲۰	لشکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم سرہائے شہداء۔	۴۴۹
۱۲۱	عمر ابن سعد ملعون اور لشکر یزیدین کی کربلا سے روانگی اور اسیری اہلحرم۔	۴۵۱
۱۲۲	اسیر ہو کر اہلحرم کا مقتل شہداء سے گزرتے ہوئے گریہ و زاری کرنا۔	۴۵۴
۱۲۳	جبرئیل امین کا صحیفۂ سماویہ لے کر خدمت رسول خدا میں حاضر ہونا۔	۴۵۷
۱۲۵	عزلت نشینی امر مستحسن ہے۔	۴۵۹
۱۲۶	اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل شہداء سے گزرنا۔	۴۶۱

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۲۷	کیفیت دفن اجساد شہداء کربلا۔	۴۶۲	۱۳۵	عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین کا ابن زیاد سے صلہ نہ ملنا۔	۴۸۵
۱۲۸	تحقیقات دربارۂ دفن حضرت سید الشہداء علیہ السلام۔	۴۶۵	۱۳۶	قید خانہ سے اہلبیتؑ اطہار کی دربار ابن زیاد میں طلبی۔	۴۸۷
۱۲۹	اہلبیتؑ اطہار کا کوفہ میں داخلہ پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم۔	۴۷۰	۱۳۷	سر بریدۂ امام حسینؑ کی کوفہ میں تشہیر۔	۴۹۲
۱۳۰	امام حسین علیہ السلام کے سر بریدہ کا نیزہ پر قرآن پڑھنا۔	۴۷۳	۱۳۸	سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام کا متعدد مقامات پر کلام کرنا	۴۹۴
۱۳۱	کوفہ میں اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی کے بقیہ حالات۔	۴۷۵	۱۳۹	بعد قتل امام حسین علیہ السلام ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور عبداللہ ابن عفیف کی شہادت۔	۴۹۷
۱۳۲	شہر کوفہ میں حضرت زینب خاتون کا خطبہ۔	۴۷۸	۱۴۰	ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خبر قتل امام حسین دینا۔	۵۰۰
۱۳۳	روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازۂ کوفہ پر پہنچنا۔	۴۸۲	۱۴۱	تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسینؑ مدینہ میں یزید نے بھیجی	۵۰۳
۱۳۴	اسیران اہلبیتؑ اطہار اور زندان کوفہ۔	۴۸۳			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	یا ابن زیاد۔			زندان کوفہ سے باہر آنا۔	
۱۴۲	عبداللہ بن جعفر طیار کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا۔	۵۰۹	۱۴۹	دختران علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کوفہ سے دو مرتبہ باخفت نکلنا۔	۵۴۰
۱۴۳	بحکم یزید مدینہ میں اہلبیتؑ طاہرین کے مکانات کی بربادی	۵۱۰	۱۵۰	اسیران اہلبیت اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی۔	۵۴۱
۱۴۴	جناب ام المومنین ام سلمہؓ کو قتل امام حسین علیہ السلام کی خبر ملنا۔	۵۱۱	۱۵۱	حکایت جناب فضہؑ اور غذائے بہشتی۔	۵۴۴
۱۴۵	حدیث شریف کساء اور فضیلت پنجتن پاک۔	۵۱۳	۱۵۲	واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ اطہار۔	۵۴۹
۱۴۶	واقعہ مباہلہ اور حقانیت پنجتن پاک۔	۵۲۲	۱۵۳	غم امام حسین علیہ السلام میں جمادات و حیوانات کا آنسو بہانا۔	۵۵۳
۱۴۷	پنجتنؑ پاک کی شیعوں اور محبوں کے حق میں دعاء مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہؑ زہرا۔	۵۲۷	۱۵۴	منزل نصیبین میں ملعونوں کا آل رسولؑ کی بے احترامی کرنا۔	۵۵۹
۱۴۹	شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا	۵۳۶	۱۵۵	واقعہ شیرین درراہ شام اور سر امام حسینؑ کا اعجاز۔	۵۶۲

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۶	جناب شہر بانو کا اسیر ہو کر زمانہ خلافت حضرت عمر میں مدینہ آنا۔	۵۶۵	۱۶۲	یحییٰ حرانی کی حمایت اسیران آل محمدؐ میں شہادت اور بعض منازل راہ شام کے واقعات۔	۵۸۷
۱۵۷	حضرت شہر بانو کے حالات اور نام کی تحقیق۔	۵۶۹	۱۶۳	روضہ خوانی مجالس عزا۔	۵۹۶
۱۵۸	شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت فاطمہ زہرا کے ہاتھ پر اسلام لانا۔	۵۷۱	۱۶۴	منزل عسقلان اور زریر خزاعی کا حمایت اہلبیت اطہار میں خروج۔	۶۰۱
۱۵۹	دیر راہب میں سرہائے شہداء کربلا کا رکھا جانا۔ جنت سے سیدہ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی کا مسلمان ہونا۔	۵۷۵	۱۶۵	یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلۂ دمشق ملنا۔	۶۰۵
۱۶۰	منزل قنسرین میں سر بریدۂ امام حسینؑ کا راہب کو دعوت اسلام دینا۔	۵۸۱	۱۶۶	اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام شام میں	۶۰۷
۱۶۱	شہر سہدین میں ورود اسیران اہلبیتؑ اور وہاں کے حالات۔	۵۸۶		ورود اہلبیتؑ اطہار اور صدر دروازۂ مسجد پر حضرت امام زین العابدینؑ کا ایک شامی بزرگ کے ساتھ احتجاج۔	۶۱۲
			۱۶۷	مقدمہ ورود اہلبیتؑ اطہار	۶۱۷

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	باخرابۂ شام اور شکوہ مؤلف۔		۱۷۴	جاثلیق نصاریٰ کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۴۱
۱۶۸	دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور سرہائے شہداء کا داخل دربار ہونا۔	۶۲۰	۱۷۵	عبدالوہاب سفیر شاہ روم اور دربار یزید۔	۶۴۴
۱۶۹	قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سرہائے شہداء کی طلبی۔	۶۲۳	۱۷۶	حضرت امام زین العابدین کے ساتھ یزید کا مکالمہ۔	۶۴۷
۱۷۰	یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر سید الشہداء کے ساتھ جسارت کرنا۔	۶۲۵	۱۷۷	یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت۔	۶۵۴
۱۷۱	یزید کے اہل حرم میں سے ایک عورت کا دربار میں خواب بیان کرنا اور اس کا شہادت پانا۔	۶۳۱	۱۷۸	کیفیت ورود اہلبیتؑ اطہار با دربار یزید اور جناب فاطمہؑ جناب ام کلثوم کو کنیزی میں طلب کرنا۔	۶۵۶
۱۷۲	راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا۔	۶۳۵	۱۷۹	دربار یزید میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ۔	۶۶۴
۱۷۳	شہر واسط میں ایک دوستدار اہلا کی موت۔	۶۳۷	۱۸۰	بروایت منتخب حضرت زینبؑ خاتون کا دربار یزید میں احتجاج۔	۶۷۲
			۱۸۱	محاجہ یزید با امام زین العابدینؑ	۶۷۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۸۲	دربار یزید میں اموی کا خطبہ اور حضرت امام زین العابدینؑ کا احتجاج۔	۶۸۰
۱۸۳	حضرت سکینہؑ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا۔	۶۸۲
۱۸۴	دربار یزید سے اسیران اہلبیتؑ اطہار کا زندان شام میں داخلہ	۶۸۶
۱۸۵	زندان شام میں اسیران اہلبیتؑ اطہار کی پریشانی اور نوحہ خوانی۔	۶۹۰
۱۸۶	امام حسینؑ و اصحابہ کے سر ہائے مبارک کا مسجد جامع دمشق میں لٹکایا جانا۔	۶۹۵
۱۸۷	سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیسہ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا۔	۶۹۸
۱۸۸	بروایت لہوف زندان شام میں سکینہؑ خاتون کا خواب دیکھنا۔	۷۰۱
۱۸۹	حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام میں وفات۔	۷۰۴
۱۹۰	حضرت امام زین العابدینؑ کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا۔	۷۱۰
۱۹۱	حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ منہال کوفی کی گفتگو۔	۷۱۷
۱۹۲	واقعہ ہندہ زوجۂ یزید۔	۷۱۹
۱۹۳	شام میں تعین مکان برائے اقامۂ عزاء امام حسین علیہ السلام	۷۲۲
۱۹۴	یزید کا ستمگاران کوفہ و شام سے قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا۔	۷۲۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۹۵	یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہوتا۔	۷۲۷
۱۹۶	یزید کا اہلبیت اطہار کو مدینہ جانے کی اجازت دینا۔	۷۳۱
۱۹۷	اہلبیت اطہار کی شام سے مدینہ منوّرہ واپسی۔	۷۳۲
۱۹۸	اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا۔	۷۳۷
۱۹۹	حضرت زینب خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبہ احتجاج۔	۷۳۸
۲۰۰	جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب کرنا	۷۴۳
۲۰۱	حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۴۹
۲۰۲	حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا۔	۷۵۲
۲۰۳	تحقیقات اس بارے میں کیا جابر ابن عبداللہ انصاری روز اربعین وارد کربلا ہوئے ہیں اور امام زین العابدین سے ملاقات کی ہے۔	۷۵۶
۲۰۴	جابر ابن عبداللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیت اطہار کا ملنا۔	۷۶۰
۲۰۵	جابر ابن عبداللہ انصاری اور زیارت اربعین۔	۷۶۳
۲۰۶	روایت دیگر روز اربعین جابر بن عبداللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر۔	۷۶۵
۲۰۷	ثواب زیارت اربعین۔	۷۶۷
۲۰۸	حکایت ابراہیم دیرج۔	۷۷۰
۲۰۹	زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ کربلا جانا۔	۷۷۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ	نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۲۱۰	اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت۔	۷۷۸	۲۱۴	حضرت سید سجادؑ سے محمدؑ حنفیہ ابن علیؑ مرتضیٰ کی ملاقات۔	۷۹۲
۲۱۱	بساط سخن در فتح مکہ	۷۸۱	۲۱۵	حضرت امام زین العابدینؑ کا نعمان قافلہ سالار کو رخصت کرنا	۷۹۴
۲۱۲	آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ) تشریف آوری		۲۱۶	مدینہ میں صف عزا امام حسینؑ علیہ السلام۔	۷۹۵
۲۱۳	اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد مدینہ پہنچنا۔	۷۸۴	۲۱۷	تحقیق دربارۂ دفن سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام۔	۷۹۷

دیباچہ از مؤلفؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَوْلَادِہِ الْمَعْصُوْمِیْنَ اُمَنَآءِ اللّٰہِ وَخُلَفَآءِ اللّٰہِ صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْدُ :-

اس طرح کہتا ہے کہ بادیہ پیمائے وادیٔ مودّت اہلبیتؑ طاہرین، کلب آستان، ابوعبداللہ الحسین "محمد" المشتہر بہ صدر الواعظین المتخلّص باقدس ابن الفاضل العلامۃ القزوینی محمد حسن اکرم اللہ رمۂ ۔ مؤلف ریاض الاحزان وحدائق الاشجان اوائل عمر ہی سے مداحیٔ وثنا خوانیٔ آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین کی نعمت لازوال سے مالامال تھے۔ اور اپنی زندگی کو حضرت امام حسین علیہ السلام کی خدمت گزاری کے لیے وقف کر دیا تھا۔ اور امام حسین علیہ السّلام کے فضائل ومصائب بیان کرنا اپنا شعار قرار دیا تھا حضرت امام حسینؑ کے عشق میں سرشار تھے۔ وادیٔ عشق مظلوم کربلا پُرخار وادی ہے ؎

ابجد عشقش چہ بیا آموختم — پیرہن محنت وغم دوختم
خوش دلی ہر چہ مرا بود پاک — در رہ اندوہش بفروختم
حاصل عمرم سہ سخن بیش نیست — سوختم، سوختم، سوختم

حضرت مظلوم کربلا سے عشق رکھنے والے کا لباس محنت وغم واندوہ ہے میں

خوش نصیب ہوں کہ امام حسینؑ کا غم میرا سرمایۂ دِل ہے اور میں نے اس راہ محبت حسین سید الشہداء کو اختیار کیا ہے میری عمر کا حاصل یہ ہے کہ پروانہ وار شمع محبت مظلوم کربلا میں سوختہ ہوں۔

اسی محبت خامس آل عبا علیہ السلام نے منتخب فرمالیا اور اب تک چالیس کتب دینیہ و علمیہ ہدیۂ قوم کی ہیں چند کتب متواتر طبع ہوتی رہیں۔ مقبول خاص و عام ہوئیں۔ یہاں تک کہ پیش نظر کتاب ریاض القدس جو کہ حدائق الانس کے نام سے بھی موسوم ہے۔ بکمال دقت طبع ہوئی۔ عیوب سے پاک بعض الحاقات ضروریہ سے آراستہ ہے۔ مؤلفین کا طریقہ ہے کہ کتاب کو کس معزز و مکرم شخصیت کے نام سے معنون کیا جاتا ہے لیکن بحمداللہ اس ناپسندیدہ روش کو ترک کر دیا۔ البتہ اس کتاب کی طباعت و اشاعت میں حاجی آتابک اعظم میرزا علی اصغر خان صاحب کی توجہات کو دخل عظیم حاصل ہے ورنہ یہ کتاب طبع نہ ہو سکتی۔

بہر حال نام نکوکار ہمیشہ زندہ رہتا ہے ؎

سعدیا مردِ نکونام نمیرد ہرگز!
مُردہ آنست کہ نامش بنکوئی نبرند

اب ہم اس کتاب میں حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السلام کے حالات میں سے بین امور و مطالب کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ امور روز عاشوراء ظہر کے بعد رونما ہوئے ہیں جو کہ خصوصاً اصحاب حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کے حالات پر مبنی ہیں۔ ان امور میں حضرت علیؑ و فاطمہ سلام اللہ علیہما کے جوانوں کی شہادت کا تذکرہ ہے۔ اور ان میں اول قتیل شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام ہیں۔

مجلس دوم مقدمۂ شہادت جوانان محمدیؐ و مرتضوی اور خود امام حسین کا برائے کارزار تیار ہونا لیکن جوانوں کا سبقت کرنا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لما هبت الرياح خريف الحتوف من مهب الرماح و النبال والسيوف على حدائق الاصحاب والانصار و ذهبت بما فيها من الخضارة والنضارة والماء والاوراق و الازهار۔

جب کہ زمین کربلا پر دشمنوں کی طرف سے ظلم و ستم شروع ہوا۔ اور کوفہ و شام کے بدنہاد مسلمانوں نے چمن فاطمیہ کو برباد کر دیا۔ بوستان دین نبوی مرجھا گیا۔ اور اوراق کتاب ناطق پارہ پارہ ہو گئے۔ اور اکثر اشجارِ چمن نبیؐ و فاطمہؑ قطع کر دیے گئے چمن کی حفاظت کرنے والی باڑھ ریختہ ریختہ کر دی گئی۔ اس وقت یہ عالم ہوا کہ ؎

برآمد یکی صرصر از دشت کین | بسی نخل تن ریخت از باغ دین
خزاں آمد و بوستاں از دشد | دل از آتش تشنگی سرد شد

یعنی دشت کربلا میں ایک تند و تیز آندھی چلی جس سے بہت نخلِ (اشجار) باغ مصطفویؐ مرجھا مرجھا گر پڑے۔ چمن فاطمیؑ میں خزاں چھا گئی۔ بوستان مرتضوی زرد پڑ گیا۔ اور دل آتش تشنگی سے ٹھنڈا پڑ گیا ؎

وما قنعت بنشر اوراق موان دات الخدود
بل قمعت اصول نخيل موزونات القدود

بے رحم کوفیوں نے دین نبوی اور گلستان مرتضوی کو خراب و برباد کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اشجار دینیہ اور ایمانی شگوفوں کو قطع کر دیا ؎

سامنے موجود ہے ہاتھ پھیلا کر اس کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا کہ ایک ظالم آیا اور اِس نے بچہ کو آغوش امام سے کھینچ کر شہید کر دیا۔ فاخذہ رجل من بنی اسد فذبحہ یعنی کہ بنی اسد میں سے ایک ظالم نے اس کو آغوش امام حسینؑ سے جدا کر کے شہید کر دیا فارسی شاعر نے ایک عجیب انداز میں قاتل کے ظلم کی منظر کشی کی ہے۔ ؎

مکن خیال کہ بگرفت و برد در خیمہ	سپارد ش بمحبّت بدست مادر اُو
مکن خیال کہ برد ش کنار نہر فرات	کہ تر کند بیکی قطرہ آب خنجر اُو
مکن خیال کہ میخواست از راہ احسان	غبار غم بزدآید ز روئے انور اُو
فغان وآہ کہ بگرفتہ پیش از دو گام	بلند کرد و بخاک او فکند پیکر اُو
بسوز شیعہ ازاین غم کہ پیش چشم پدر	کشید خنجر و کرد از بدن سر اُو

برزیر تیغ چو آں طفل دست و پا میزد
بُدی نگاہ پدر سوئے نعش اطہر اُو

خلاصہ اشعار کا یہ ہے کہ اس ظالم نے جب عبداللہ کو امام حسینؑ کی گود سے کھینچا تو اِس لیے نہیں کہ اُسے در خیمہ تک پہنچا دے اور اس کو اس کی ماں کی سپرد کر دے۔ اس خیال سے اس معصوم کو آغوش پدر سے جدا نہیں کیا کہ اسے کنار نہر فرات لے جائے۔ اور اس کی تشنگی آب خنجر سے بجھائے۔ شاعر کہتا ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ ظالم نے اس لیے بچہ کو آغوش پدر سے جدا کیا کہ اس کے چہرہ پر غم والم کی گرد پڑی اسے دور کرے۔ جب بچہ کو ظالم نے کھینچا تو دو تین قدم اس کی آہ و فغان سنی گئی کہ ظالم نے تلوار بلند کی اور اس طفل صغیر کو ذبح کر دیا۔ جب عبداللہ تڑپا تو امام حسینؑ

نے نگاہ اٹھا کر دیکھا واحسرتا اس وقت امام حسینؑ پر کسقدر صدمۂ جانکاہ گزرا ہوگا۔ وقت ذبح شہید معصوم امام حسینؑ کے اسقدر قریب تھا کہ آپ اپنے چلو میں اس کا خون لیا اور آسمان کی طرف پھینکا اور فرمایا خداوند تو ہی ان ظالموں سے انتقام لینے والا ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کا خاک پر گرنا لشکر اعدا کا بصورت تماشائی جمع ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ مجروح حالت میں حضرت امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر گرے۔ مضطربا فی الدماء رامقا بطرفہ الی السماء باجیا للرب راجیا للحیاء یعنی کہ امامؑ مظلوم بحالت اضطراب خون میں نہائے ہوئے۔ زندگی کے آخری لمحوں میں آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بارگاہ معبود میں مناجات کی جیسے اوراق قرآن زمین پر بکھرے پڑے ہوں۔ اس وقت دو۔ دو چار چار ملعون بقصد قتل امام حسینؑ آتے تھے اور حالت جراحت دیکھ کر واپس چلے جاتے تھے۔ اگرچہ ظالموں نے امام مظلوم کو اس حالت میں دیکھا مگر پھر بھی امام حسینؑ کے قتل سے باز نہ آئے۔ خداوندا قاتلان حسینؑ پر عذاب نازل کر۔ کتاب ریاض الشہادت اور روضۃ الشہداء میں ہے اور اس روایت کو اسمعٰیل بخاری نے اپنی کتاب بھی نقل کیا ہے کہ لشکر کوفہ و شام میں سے ایک شخص حضرت امام حسینؑ کو قتل کرنے کے لیے نکلا جب وہ آپ کے نزدیک پہنچا۔ حضرت نے ایک آہ سرد بھری۔ اور فرمایا انصرف لست انت تقاتلی کہ تو مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہے لیکن میں نہیں چاہتا کہ تو عذاب خدا

گرفتار رہو یہ سن کر وہ شخص رونے لگا اور کہا اے فرزند پیغمبرؐ خدا تمہاری اس وقت بھی یہ حالت ہے کہ مجھے عذاب خدا میں مبتلاء ہونا پسند نہیں کرتے۔ پس وہ شخص تلوار بکف عمر بن سعد ملعون کے پاس گیا اور روتے ہوئے کہا کہ ؎

چہ کردہ است وگناہش چہ این ہمہ لشکر

یکی گرفتہ بکف تیغ و اندکر خنجر

چہ کردہ است کہ ازوئی تو منع آب کُنی

چہ کردہ است کہ برکشتنش شتاب کُنی

یعنی کہ اے عمر بن سعد اس مظلوم نے معاذ اللہ کیا گناہ کیا ہے کہ تیرا لشکر اس پر تیر و تلوار و خنجر لیے ہوئے آمادۂ قتل ہے۔ کیا گناہ (معاذ اللہ) کیا ہے کہ تو نے اس پر پانی بند کر دیا ہے اس نے کونسا ایسا کام کیا ہے کہ تو اس کے قتل میں جلدی کر رہا ہے۔ لیکن اس قوم بے حیا نے کوئی جواب نہ دیا۔ پس اس شخص نے اپنی تلوار عمر بن سعد ملعون کے حوالہ کی۔ لشکر عمر بن سعد کے پیادوں نے اس پر ہجوم کیا۔ اور اس پر پتھر مارنے شروع کئے یہاں تک کہ وہ زخمی ہو کر زمین پر گرا۔ اور حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کی طرف رُخ کر کے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں نے آپ کی محبت میں جان دی ہے اور آپ بروز حشر اپنے لشکر کے ساتھ مجھے جنت میں لے جائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا طب نفسا فانی شفیع لك عند الله خاطر جمع رکھ مطمئن رہو کہ میں روز قیامت خدا سے تیری شفاعت کروں گا۔ پس ان ظالموں نے اس ناصر امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ اے شیعو تم آج امام حسین علیہ السّلام کی غمخواری کرو عزاء امام مظلوم برپا کرو تاکہ روز قیامت سید الشہداء علیہ السّلام تمہاری شفاعت کریں اور تمہیں گرمی محشر سے نجات دلائیں۔ اس ناصر امام مظلوم کے شہید ہونے

کے بعد عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ اس لشکر میں کوئی حسین ابن علیؑ کے قتل پر آمادہ نہیں ہوتا۔ اس پر سپاہ کوفہ و شام نے کہا کہ اے عمر ابن سعد تو خود کیوں قتل نہیں کرتا۔ اپنی گردن پر قتل حسینؑ کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور دوسروں کی گردن پر اس خون ناحق کو رکھتا ہے (حالانکہ سب ہی قاتلوں کے زمرے میں ہیں) اس وقت عمر ابن سعد ملعون خنجر بکف امام حسین علیہ السّلام کی طرف بڑھا۔ جب امام حسینؑ نے اس کے قدموں کی آہٹ محسوس کی تو سر مبارک خاک سے اٹھایا اور فرمایا اے عمر انت جنت بقتلی یعنی کہ تو مجھے قتل کرے گا اس ملعون کو حیا آئی اور وہ اپنے لشکر کی طرف واپس چلا گیا۔

شرح احوالِ جوانِ نصرانی

کتاب ریاض المومنینؒ میں وارد ہوا ہے کہ ایک شخص نصارئی نے خواب میں چار مرتبہ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کی زیارت کی۔ اور ایک مرتبہ حضرت پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا۔ وہ شخص شہر رُم کا رہنے والا تھا طالبان حق اور سالکان راہ حق میں سے تھا ہمہ وقت ریاضت و عبادت میں گزارتا تھا ؎

فطرتش از نور عقل پاکتر	چشمش از روح ملک چالاکتر
عیسیٰؑ آئین جان نورانی اُو	صد چو عیسائیؑ لیک نصرانی اُو

یعنی وہ بالفطرت نور عقل سے پاک تر تھا۔ اور اس کی بصیرت روح ملک کی بصیرت سے زیادہ تھی۔ جناب عیسیٰ بن مریمؑ کے طریق دینی پر گامزن تھا۔ سب کچھ سہی مگر وہ پھر بھی نصرانی تھا مسلمان نہیں تھا۔ پہلی مرتبہ جب اس نے حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو خواب میں دیکھا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ اے جوان اگر تو راہ خدا کا متلاشی

ہے تو راہ سفر شام اختیار کر۔ اُس جوان نصرانی نے سامان سفر شام باندھا۔ سفر اختیار کیا چند عرصہ شام میں رہا۔ پھر دوسری مرتبہ اُس نے حضرت عیسیٰؑ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ اے نصرانی اب ملک شام سے کوفہ جاؤ۔ وہ نصرانی کوفہ پہنچا کچھ دنوں کوفہ میں قیام کیا لیکن اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ اس سفر کوفہ کا کیا مطلب ہے؟ ابھی وہ کوفہ ہی میں مقیم تھا کہ ابن زیاد ملعون نے اپنا لشکر کربلا روانہ کیا جو حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کے قتل کے لیے روانہ کیے تھے لاتعداد لشکر تھا۔ تیسری مرتبہ پھر اس نصرانی نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو عالم خواب دیکھا کہ فرماتے ہیں خوشا نصیب کہ تو حق کے قریب پہنچ گیا ہے اب تو سفر نینوا اختیار کر جسے کربلا بھی کہتے ہیں یہ زمین زمین یونس بن متیٰ اور میری ولادت کی جگہ ہے اس نے حسب الامر جناب عیسیٰؑ سفر کربلا اختیار کیا۔ کربلا میں وارد ہوا۔ متلاشیٔ منزل حق تھا رات دن اسی خیال میں مستغرق رہتا کہ تعبیر خواب ایک نئی خواب کی صورت میں نمودار ہوئی اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ وہ عالم روحانیت میں موجود ہے دربار روحانیت آراستہ ہے اور حضرت عیسیٰؑ تشریف فرما رہیں ملائکہ اور روحانیتیں بصورت ماتم کناں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے اس نصرانی سے گریہ کناں حالت میں فرمایا کہ اے جوان اٹھ اور حضرت محمّد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کر۔ آپ پیغمبر اسلام اور خاتم النبین ہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا لیکن میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اس خواب کا مقصد کیا یہاں تک کربلا میں روز عاشورا محرّم نمودار ہوئی۔ دیکھا کہ ایک طرف بے پناہ لشکر بہت مختصر سا ہے اس میں آواز تکبیر بلند ہے۔ وہ شخص احوال جنگ معلوم کرنے کے لیے بے چین ہوا مگر خوف دامن گیر تھا کہ لشکر کثیر کہیں اسے گرفتار نہ کر لے۔ ناگاہ اس نے بوقت ظہر دیکھا کہ روٴسا کوفہ میں سے ایک معمر شخص زخمی

حالت میں ہے اس نے نصرانی سے کہا کہ جرّاح کو لاؤ۔ نصرانی جرّاح کو لایا اور اس نے مرہم پٹی کی۔ اسی دوران عمر بن سعد ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی چہرہ پر کچھ آثار فکر و پریشانی دیکھے اور اس کو ترسان و افتادہ خیمہ کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ ایسا وقت تھا کہ عمر بن سعد کی فوج کا ہر ایک سپاہی قتل حسین ابن علیؑ پر آمادہ تھا اور حضرت امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لا چکے تھے جو لوگ قتل امام مظلوم پر آمادہ تھا ان میں سے کسی نے کہا کہ جب میں آپ کے سر مبارک کی طرف گیا میں نے دیکھا کہ پیغمبرؐ خدا موجود ہیں آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور آپ کی بیٹی فاطمہ زہرا نالہ و شیون کر رہی ہیں۔ کسی دوسرے شخص نے کہا کہ ابن سعد۔ حسینؑ تو خود قریب بہ شہادت ہیں۔ یہاں کہ عمر بن سعد ملعون آپ کے قتل کی نیت سے آپ کے نزدیک گیا کہ اس ملعون کی نظر اس نصرانی پر پڑی۔ حیران رہ گیا کہ یہ نصرانی یہاں کیوں موجود ہے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حیرت زدہ ہو کر اس سے اس طرح کہا ہے

کای نصرانی چون تو عیسیٰ ملتی — نیست با اسلام ہیچست نسبتی
این شہی کانیساں بخاک افتادہ است — در یقین پیمبر زادہ است
دشمن دین شما مغضوب ما است — کشتن دشمن بہر ملت رواست

گر کشی او را اندانی چون شود
نزد عیسیٰؑ رتبتت افزوں میشود

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون اس نصرانی کے پاس آیا اور کہنے لگا اے نصرانی تو ملت و دین عیسیٰؑ پر ہے نہ کہ مسلمان اور یہ شاہ جو خاک و خون میں غلطان پڑا ہے یقیناً نبی زادہ ہے نواسۂ رسولؐ خدا ہے۔ لیکن اے نصرانی تمہارے دین

کا دشمن ہمارا بھی مغضوب ہے اور ملت و دین کے دشمن کو قتل کرنا روا ہے اگر تو دشمن دین کو قتل نہ کرے گا تو کس طرح عیسٰی کے سامنے رتبہ پائے گا نصرانی اِس خیال سے کہ یہ لشکر اسلام ہے ۔ مسلمانوں کا لشکر ہے اور میں خواب میں دیکھ چکا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ تو حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا ۔ شاید کہ خواب کی یہی تعبیر ہو اس خیال سے اس نصرانی سے عمر بن سعد ملعون سے خنجر حاصل کیا کہ دشمن دین محمدؐ کو قتل کردوں وہ خنجر بکف قتل گاہ میں پہنچا ۔ لیکن بہت متفکر تھا ؎

نصرانی مستمند دل ریش	ہر گام کہ می نہاد در پیش
گامش چو نفس شمردہ میرفت	پی بر مطلب بزدہ میرفت
میرفت وزرہ غبار میرفت	ہر دم بزبان حال میگفت
یارب بجلال وجاہ عیسیٰؑ	یارب برواج دین ترسا
یا رب بعبادت برہمن	یا رب بمغان پاکدامن
یارب بکلیسائے اعظم	یا رب بطواف گاہ مریمؑ
یارب بنوای یاد مجری	کاین شخص بناشد از نصائی
گر کشتن او ثواب بودی	کی از وی اجتناب بودی
لشکر ہمہ اشک وآہ دارند	اندیشہ ازیں گناہ دارند
گویا عمدان سین بدبخت	چون من دگری نیافت دل سخت

گر خار در این رہت گر گل
دست من ، دامن توکل

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ نصرانی غمگین اور پریشان دل تھا ۔ ہر قدم جو وہ اٹھاتا تھا اور

ہر نفس جو آتا جاتا تھا ۔ کشمکش کے عالم میں تھا ۔ بزبان حال یہ کہہ رہا تھا اے خداوندا ! تجھے جاہ جلال عیسیٰؑ دین عیسیٰؑ ، عبادت برہمن ، اور آتش پرستوں کی پاکدامنی ، کلیسائے اعظم ، اور مریمؑ کے طواف کرنے کی جگہ کا واسطہ ۔ مجھ پر واضح کر دے کہ یہ شخص جسے میں قتل کرنے جارہا ہوں کہیں منصوص بارگاہ ایزدی تو نہیں ہے کبھی اس کا قتل کرنا گناہ تو نہیں ہے یہ لشکر تو اس وقت اس کے قتل سے گریزاں ہے اگر تیری راہ میں کانٹے بھی ہیں تو میرے لیے وہ گل ہیں ۔ میں تجھ پر ہی توکل رکھتا ہوں ۔

کبھی دل میں کہتا کہ تو جویائے حق ہے حق کا متلاشی ہے نہ کہ خلق خدا کا خون کرنا مقصود ہے اس نصرانی کی یہ حالت تھی کہ ؎

آنجوان حق پرست پاک جان	داشت با حق گفتگو ہا در نہان
بار الہا خیر آور پیش من	تا نبا شد این جوان ہم کیش من
بر من اے ہادی تو بنما راہ راست	کن شناسائے ویم گز اولیاء است

در تکلم بود جانش با آلہ
ہم چنیں تا آمد اندر قتل گاہ

یعنی کہ نصرانی اپنے دل سے باتیں کر رہا تھا کہ اے خدا میرے ساتھ خیر پیش آئے اور اے ہادیٔ مطلق تو مجھے راہ راست دکھلا ۔ اور اس کی معرفت کرا اگر وہ اولیاء اللہ میں سے ہے اگر اس میں یعنی کہ جسے میں قتل کرنا چاہتا ہوں جان ہوتی یعنی وہ بات کرنے کے قابل ہوتا تو میں اس سے دریافت کرتا کہ اس قتل گاہ میں آنے کا کیا مقصد ہے ۔ اس وقت حضرت امام حسینؑ تو مجروح حالت میں تھے صرف رمق جان باقی تھی ۔ غرض کہ وہ نصرانی قریب حضرت امام حسین علیہ السلام پہنچا ۔

جمال شاہ مظلوم پر نظر ڈالی دیکھا کہ یہ تو عیسیٰ دوران ہیں۔ یہ تو اپنے وقت کے نوح و سلیمان ہیں یہ خود یحییٰ ہیں یہ زکریا ہیں۔ ہنگام بلا یہی یوسف زندان بلا ہیں۔ یہی خلیل خدا ہیں یہی اسمٰعیل ہیں یہی ذبیح اللہ ہیں۔ اس وقت وہ بہت سخت پریشان ہوا ے

چون دید حالت زارش جوان نصرانی
بگریہ گفت امان است ازاین مسلمانی
کسی بدشمن خود ہرگز این ستم نکند
کہ ہیچ گبر بعالم چنین ستم نکند

یعنی کہ جب اس نصرانی نے امام مظلوم کی یہ حالت دیکھی بے ساختہ رونے لگا اور اپنے دل سے کہا کہ یہ کیسے مسلمان ہیں کہ اس پر بیکسی کا عالم طاری ہے اور ظلم کر رہے ہیں۔ دنیا میں کوئی اس طرح ظلم و ستم نہیں کرتا اور یہ لوگ مسلمان اور امت رسول خدا ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور اس مظلوم کے قتل پر آمادہ ہیں۔ پس پھر اس نصرانی نے امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور کہا اے فخر اولاد آدم اے سیّد و سردار بنی آدم میں آپ کا نام نہیں جانتا میں تو آپ کا جلال دیکھ کر حیران ہوں کہ آپ نبی یا امامؑ، آپ تو مقرّب بارگاہ خداوندی ہیں۔ میری آپ ہی راہ نمائی فرمائیں۔

ے

در بحر خون چو ماہی بسمل شناوری — پرورد ۂ کدام صدف چوں تو گوہری
گونید کوفیان تو زادلا د احمدیؑ — خوانند شامیان کہ تو فرزند حیدری
حیدر کدام سرور احمد کدام شاہ
خود کیستی وبہر چہ صد پارہ پیکری

یعنی کہ نصرانی نے امام عالیمقام کی طرف مخاطب ہو کر عرض کیا کہ اے مظلوم تو اپنے خون میں مثل ماہیٔ بسمل تیر رہا ہے تو کس صدف کا گوہر ہے۔ کوفی لوگ تجھے پیغمبرؐ زادہ کہتے ہیں شامی لوگ تجھے فرزند حیدر کہتے ہیں آخر یہ حیدرؑ اور احمدؐ کون ہیں آخر تو نے خود کیوں، کس لیے پارہ پارہ ہونا گوارا کیا ہے امام حسین علیہ السّلام نے خاک سے سر اٹھایا اور گوشۂ چشم و نظر رحمانی سے اُسے دیکھا۔ نصرانی جو کہ طالب راہ حق تھا کہنے لگا کہ میں آپ پر قربان آپ مجھے بتلائیں کہ آپ کون ہیں۔ اس نے امام عالیمقام کو ذات حق کی قسم دی کہ آپ بتلائیں۔ لیکن جب اُسے امام عالیمقام سے کوئی جواب نہ ملا اس کے دل میں جوش پیدا ہوا۔ قدم بڑھایا دائیں اور بائیں جانب نگاہ کی شہدائے کربلا کی لاشیں نظر آئیں دیکھا کہ لاش ہائے شہداء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ جن میں جوان و پیر اور بچے بھی ہیں۔ اس وقت اس نے امام عالیمقام کو شہدائے کربلا کی قسم دی کہ ے

بحق قوم اشہدوا و عطشانا — وترکوا مجردا عریانا
بحق ھٰذا الشاب العباس — والرجل المذکور وھٰذا الناس
بحق ھٰذا الجسد المنور — شاب یسمی بعلی الاکبرؑ

یعنی اے مقرّب بارگاہ خدا تجھے قسم ان شہدا کی جو پیاسے شہید ہوئے ہیں اور ان کی لاشیں عریاں پڑی ہیں۔ اے مولی آپ کو قسم ہے عباس علمدار کی۔ اور اس جسد منوّر کی قسم ہے جو علی اکبرؑ کے نام سے موسوم ہے۔ غرض کہ جوان نصرانی نے حضرت امام حسینؑ کو قسم دلائی لیکن اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ اسی اثناء میں اس نے دیکھا کہ خیام امام حسینؑ سے ایک بی بی بار بار نکلتی ہیں اور مقتل میں کبھی جوان علی اکبرؑ کی لاش پر روتی ہیں اور حسینؑ کے پاس جاتی ہیں اور کبھی خیمہ میں واپس آجاتی ہیں

اس جوان نصرانی نے امام حسینؑ کو ان معظمہ سیّدہ بی بی کی قسم دلائی کہ بحق تلک السیدۃ المخدرۃ تعرفنیھا العلوم بہ بنت حیدرۃ یعنی کہ آپ کو قسم ہے اپنی بہن زینب خاتون کی مجھے اپنا تعارف کرائیے۔ پس جیسے ہی امام مظلوم نے اپنی بہن کا نام سنا۔ خاک سے سر اٹھایا آنکھیں کھولیں اور فرمایا ؎

منم فرزند آن شاہی کہ جبرئیلؑ بود دربان

بمکتب خانہ او انبیاء اطفال ابجد خوان

اگر توریۃ میدانی دگر انجیل میخوانی!

شناسم جدّ و بابم کیستند ای مرد نصرانی

محیطار نیج باشد نام جدّ و شنطیا باہم

بود حاسن حسن من قتل زاد و تشنہ آیم

یعنی کہ اے نصرانی میں اس بادشاہ دین و دنیا کا فرزند ہوں جس کے دربان جبرئیلؑ امین ہیں اور اس شاہ زمن کے مکتب میں انبیاء و مرسلینؑ ان بچوں کی مانند ہیں کہ جو ابتدائی درجہ تعلیم میں ہوتے ہیں۔ اگر تیری نظر تورات پر ہے اور اگر تیری نظر انجیل پر ہے تو دونوں کتابوں میں میرے اب و جد کا نام موجود ہے۔ حاسن۔ میرے بھائی حسنؑ کا نام ہے اور میں حسینؑ ہوں جو پیاسا ہوں۔ پس جیسے ہی اس نصرانی نے سنا کہنے لگا میں آپ پر قربان آپ حسینؑ ابن فاطمہؑ ہیں آپ سبط رسولؐ خدا ہیں آپ علیؑ مرتضیٰ کے نور نظر ہیں۔ یہ لشکر بے دین آپ کا دشمن ہے۔ اور اے نصرانی تو نے جو خواب دیکھا ہے اس کو میں بیان کروں۔ اس نے عرض کیا اے مولیٰ آپ خود بیان فرمائیں۔ چنانچہ امام عالیمقام نے فرمایا کہ شب گزشتہ تو نے میرے جدّ نامدار رسولؐ مختار کو خواب میں دیکھا کہ تمام

انبیاءؑ ان کی خدمت میں ماتم کناں بیٹھے ہیں۔ اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے تجھ سے کہا کہ مجھے حضور پیغمبرؐ اسلام سے شرمندہ کر یعنی کہ اپنے ہاتھ خون پسر مصطفےٰؐ سے رنگین نہ کر۔ جب نصرانی نے امام مظلوم سے اپنا خواب سنا۔ فوراً اس نے کلمہ اسلام پڑھا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ، اشھد ان محمداً رسول اللہ پس اس صاحب ایمان نے تلوار و خنجر لے کر سپاہ عمر سعد کی طرف رخ کیا۔ چند افراد کو واصل جہنم کیا۔ اس لشکر بے دین نے اسے چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔ اور تلواروں تیروں سے اس پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ جب وہ جوان نصرانی گھوڑے سے زمین پر گرا اس نے گوشۂ چشم سے امام حسینؑ کی طرف دیکھا اور اس کی روح جنت کو پرواز کر گئی۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل گاہ میں امام حسین علیہ السلام پر لشکر اعداء کا ہجوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یا شیعۃ الال و ارباب الوجد والملال استشعروا اشعار الاحزان وافیضوا الدموع المقرحۃ للاجفان فانھا ھی المصیبۃ الکبریٰ والوقعۃ الختمیۃ العظمی وعزو بیتکم المصطفیٰ وامامکم الوصی المرتضیٰ وسیدتکم الزھراء بعضۃ البریۃ التی بکی الملائکۃ السماء واھزلۃ العرش الملک الاعلیٰ قائلین یا سیدنا و سید الانبیاء ھذا سبطک مبنوذ بالعراء ھذا سبطک محرز الراسی من القفاء ھذا اجزا ولک یا رسول اللہ اجرک فی الرسالۃ۔

اما بعد!

جب امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر ولدالحرام اس وقت امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت الحرم میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوئی۔ شیث ابن ربعی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بدبخت ان بیکس و بے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک خموش ہو گیا۔

صاحبان مقاتل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو۔ پس حملوا علیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر ولدالحرام نے آپ کو دشنام دیں۔ ابوالحنوق ملعون نے امامؑ مظلوم کی پیشانیٔ مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابوایوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانۂ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اسقدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوت امامت کوئی طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح۔ جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت خنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولدالحرام نے اپ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعۃ بن شریک نے آپ کا دست مبارک

قطع کیا۔ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے در پے حملے کئے۔ آپ وامحمداہ وعلیاہ وافاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

علی الدنیا بعدك العفایا اباعبد اللہ

جنگ خندق میں خوّات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی بیہوشی

اسلام کی روزافزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسولؐ کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے انحضرتؐ بایں وجہ متفکّر و پریشان تھے جناب سلمانؓ فارسی آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دُور دُور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضور اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دُور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفّار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

لشکر کفّار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اسے موالیان امام حسینؑ۔ حضرت سید الشہداءؑ نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحابؓ کو حکم دیا کہ خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق کھودی۔ اور امام حسینؑ کے خیام ایک قلعہ متصوّر ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر باطل اور لشکر حق کے درمیان حد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ شوال ۵ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خوات بن جبیر بھی شامل تھے۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی زوجہ افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا کہ خوآت گہری نیند سو رہا ہے جگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار زوجہ نے کہا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے سامان افطار موجود ہے وہ خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا اور رسولؐ سے غذا نہیں کھائی ہے اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا اور روزہ پر روزہ رکھ لیا جب سپیدیٔ سحر نمودار ہوئی اٹھا دوگانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا اور مشغول کار ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر غلبہ کیا کہ وہ غش کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی اور آپ بہ نفس نفیس اس کے سرہانے تشریف لائے اس کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے روزہ افطار نہیں کیا تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرتؐ اُس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

فوراً جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے کہ كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ من (سورۃ البقرآیت ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی دھاری آسمان پر تمہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خوآت کی بیہوشی خدا اور رسولؐ کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعدہٗ منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب ہائے رمضان المبارک میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعدہٗ خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو منسوخ کر دیا اور سورۃ البقر کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے لباس ہیں اور مردان کا لباس ہیں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقعی خوآت بن جبیرؓ کی غشی بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رضائے خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا، حضرت خامس آل عبا سبط رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام علیہ السّلام بھی گھوڑے سے زمین کربلا پر گرنے کے بعد زخمی

جب امام حسین علیہ السّلام گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے جسے ہم تفصیلاً پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ شمر ولدالحرام اس وقت امام حسینؑ کے خیام کے نزدیک آیا اور لشکر والوں سے کہا کہ ان خیموں میں آگ لگا دو۔ اس وقت الحرم میں صدائے گریہ و بکا بلند ہوئی۔ شبیث ابن ربعی اس کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے بدبخت ان بیکس و بے وارث عورتوں کا کیا قصور ہے جو تو خیام کو آگ لگانا چاہتا ہے شمر ناپاک خاموش ہو گیا۔

صاحبانِ مقاتل لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے اس وقت اپنے لشکر کو مخاطب کر کے کہا کہ کھڑے ہوئے کیا کرتے ہو حسین ابن علیؑ پر حملہ کرو۔ پس حملوا علیہ من کل جانب۔ یعنی ان لوگوں نے چاروں طرف سے حملہ شروع کیا۔ اس وقت شمر ولدالحرام نے آپ کو دشنام دیں۔ ابوالجنوق ملعون نے امامِ مظلوم کی پیشانیٔ مبارک پر تیر مارا۔ کسی ملعون نے پتھر مارے اور حصین بن نمیر لعین نے آپ کے دہن مبارک پر تیر مارا۔ ابوایوب ملعون نے گلوے مبارک کو نشانۂ تیر بنایا۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ پر اسقدر تیر و تبر اور تلواروں کے زخم تھے کہ بغیر قوتِ امامت کوئی طاقت بشری متحمل نہیں ہو سکتی۔

سنان بن انس ملعون نے اپنی سنان سے امام حسینؑ پر وار کیا۔ محمد بن جریر طبری جو مسلمانوں میں مشہور ترین ہستی میں لکھتے ہیں کہ جب سنان بن انس ملعون نے آپ پر تیر مارا تو آپ کی روح۔ جنت اعلیٰ کو پرواز کر گئی درحقیقت یہ قول معتبر نہیں ہے کیونکہ یہ مسلّمہ امر ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کی شہادت خنجر سے واقع ہوئی ہے اور شمر ولدالحرام نے اپ کو ذبح کیا ہے۔ محمد بن شہر آشوب اور صاحب کتاب مناقب لکھتے ہیں کہ ذرعہ بن شریک نے آپ کا دست مبارک

قطع کیا۔ اور عمرو بن خلیفہ جعفی نے تلوار آپ کی گردن پر ماری اور اس ملعون نے پے درپے حملے کئے۔ آپ وا محمداہ و علیاہ و افاطمتاہ کی صدا دے رہے تھے الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

علی الدنیا بعدک العفایا اباعبد اللہ

جنگ خندق میں خوّات بن جبیرؓ کی بیہوشی اور قتل گاہ میں حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام کی بیہوشی

اسلام کی روز افزوں ترقی دیکھ کر قبائل یہود نے مشرکین مکہ سے سازش کر کے تیس ہزار پر مشتمل لشکر کے ساتھ مدینہ پر حملہ کیا۔ اس میں چونکہ مختلف گروہ کفّار جمع ہو کر اسلام کے مقابلہ میں آئے تھے اس لیے اس جنگ کو جنگ احزاب کہتے ہیں۔ اس لشکر عظیم کو دیکھ کر مسلمانوں کے ہوش اُڑ گئے۔ یہاں تک کہ بعض مسلمان خدا و رسولؐ کی نسبت بدگمانیاں کرنے لگے انحضرتؐ بایں وجہ متفکر و پریشان تھے جناب سلمانؓ فارسی آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ہمارے ملک میں دشمن سے محفوظ رہنے کے لیے شہر سے دُور دُور خندق کھود دیتے ہیں اگر حضور اجازت دیں تو مدینہ شہر سے کچھ دُور خندق کھودی جائے تاکہ لشکر کفّار حملہ آور نہ ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ تجویز بہت پسند آئی اور حکم دیا کہ خندق تیار کی جائے۔ رمضان المبارک کا زمانہ تھا مسلمان روزہ دار تھے مگر آنحضرتؐ کے حکم کی بموجب خندق تیار کرنے میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرتؐ نے حکم دیا کہ دو۔ دو آدمی مل کر زمین کھودیں جب

لشکرِ کفار نے حملہ کیا ہے تو خندق تیار ہو چکی تھی اسے موالیان امام حسینؑ۔
حضرت سید الشہداءؑ نے بھی حفاظت خیام کے لیے اپنے اصحابؓ کو حکم دیا کہ
خیام کے گرد خندق کھودی جائے چنانچہ اصحاب نے تشنگی کے عالم میں خندق
کھودی۔ اور امام حسینؑ کے خیام ایک قلعہ متصوّر ہونے لگے۔ خندق کیا تھی لشکر
باطل اور لشکر حق کے درمیان حد فاصل تھی۔ اب ہم جنگ خندق کی طرف آتے
ہیں جنگ احزاب کو اسی بنا پر جنگ خندق بھی کہتے ہیں جنگ خندق ماہ
شوال ۵ھ میں واقع ہوتی ہے۔ کارکنان خندق میں خوات بن جبیر بھی شامل
تھے۔ خندق کے کام سے فارغ ہو کر اپنے گھر واپس آئے اور حجرہ میں جا
کر آرام کرنے لگے کہ غنودگی طاری ہوئی اور بیہوشی غالب آگئی چونکہ
رمضان المبارک کا زمانہ تھا ان کی زوجہ افطار صوم کے لیے کھانا وغیرہ لائی دیکھا
کہ خواتؓ گہری نیند سو رہا ہے جگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ اٹھا آخر کار زوجہ
نے کہا بیدار کیوں نہیں ہوتا یہ وقت افطار ہے سامان افطار موجود ہے وہ
خواب سے بیدار ہوا کہنے لگا کہ میں نے حکم خدا اور رسولؐ سے غذا نہیں کھائی ہے
اور روزہ افطار نہیں کیا ہے۔ اس نے روزہ افطار نہیں کیا اور روزہ پر روزہ رکھ لیا
جب سپیدۂ سحر نمودار ہوئی اٹھا دوگانہ پڑھ کر خندق کھودنے کے لیے پہنچا
اور مشغول کار ہو گیا۔ گرم ہوا، بھوک اور پیاس نے اس پر غلبہ کیا کہ وہ غش
کر گیا یعنی اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آنحضرتؐ کو اطلاع ملی اور آپ بہ نفسِ نفیس
اس کے سرہانے تشریف لائے اس کا سر اپنے زانوئے مبارک پر رکھا۔ بیہوشی
کا سبب دریافت کیا اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے روزہ افطار نہیں کیا
تھا اور روزے پر روزہ رکھا آنحضرتؐ اس کی حالت بیہوشی دیکھ کر محزون ہوئے

فوراً جبرئیل امین خدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ آیت خداوند عالم
کی طرف سے لے کر حاضر ہوئے وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ
الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ۔ من
(سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۷) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ صبح کی سفیدی رات کی کالی
دھاری آسمان پر تمہیں نظر آنے لگے۔ پھر رات تک روزہ پورا کرو۔ اس سے ظاہر
ہوتا ہے کہ خواتؓ کی بیہوشی خدا اور رسولؐ کی خوشنودی میں تھی۔ احادیث میں
وارد ہوا ہے کہ اسلام کے آغاز میں خداوند عالم نے ماہ رمضان المبارک میں دو چیزیں
حرام قرار دی تھیں لیکن وہ حکم حرام بعدہٗ منسوخ ہو گئے اور وہ چیزیں حلال ہو
گئیں۔ ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ شوہر اپنی زوجہ سے شب ہائے رمضان المبارک
میں مقاربت نہیں کر سکتا تھا بعدہٗ خداوند عالم نے بندہ کی کمزوری کو دیکھ اس حکم کو
منسوخ کر دیا اور سورۃ البقرۃ کی آیت ۱۸۷ نازل فرمائی۔ کہ عورتیں مردوں کے واسطے
لباس ہیں اور مردان کا لباس ہیں یعنی کہ شوہر اپنی زوجہ کا اور زوجہ شوہر کا لباس ہے
یہاں تک وارد ہوا ہے کہ ماہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں ازواج سے
مباشرت اور مقاربت کرنے کا زیادہ ثواب ہے اسی طرح ماہ رمضان المبارک میں
روزہ کا حکم نازل ہوا جس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ فی الواقعی خواتؓ بن جبیرؓ کی غشی
بھی عجیب تھی کہ جس سے ساری ملت کو فائدہ پہنچا یہ مرد مسلم ایک ساعت
کے لیے بیہوش رہا تھا لیکن اس کی بیہوشی رضائے خدا کے لیے تھی خدا کو اس کی
بیہوشی پسند آئی اور روزہ کے متعلق مذکورہ حکم نازل فرما دیا۔ جس سے ساری ملت
اسلامیہ کو فائدہ پہنچا۔ روز عاشورا حضرت خامس آل عبا سبط رسول الثقلین امام
حسین علیہ السلام علیہ السلام بھی گھوڑے سے زمین کربلا پر گرنے کے بعد زخمی

حالت میں بیہوش ہوئے ہیں۔ امام عالیمقام کی بیہوشی بھی عجیب مرتبہ رکھتی ہے امام حسین علیہ السّلام کی یہ بیہوشی نہ صرف ملّت اسلامیہ کے لیے بشارت ہے بلکہ اس بیہوشی میں حیات اسلام مضمر ہے۔

ع اسلام زندہ ہوگیا بس کربلا کے بعد

امام حسینؑ نے اسلام کو زندۂ جاوید بنادیا۔ اور اس بیہوشی کا عوض بارگاہ خداوندی سے یہ عطا ہوا ہے کہ آپ کی شفاعت عنداللہ مقبول ہے۔ آپ کی بیہوشی کے متعلق۔

ابی مخنف اپنے مقتل میں لکھتا ہے کہ وخر صریعا مغشیا علیہ وبقی مکبوبا علی وجھہ ثلاث ساعۃ۔ کہ امام حسین علیہ السّلام تین ساعت تک بیہوش رہے۔ اس بیہوشی میں نہ اپنی فکر نہ اپنے اہل وعیال کی فکر۔ صرف توجہ الی اللہ تھی مرحوم علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ حالت غشی میں انسان اپنی ذات اور غیر چیزوں سے غافل ہوتا ہے لیکن اس حالت غشی میں امام عالیمقام غافل نہ تھے بلکہ مثل مغشی علیہ (یعنی کہ جس پر حالت غش طاری ہو) اپنا چہرہ مبارک خاک پر رکھے ہوئے تھے اور گوشۂ چشم سے بسوئے آسمان دیکھ رہے تھے۔ اور راز و نیاز کے طریقہ پر فرما رہے تھے کہ میں خدایا میں نے تیری بلاؤں پر صبر کیا ہے اور تیری قضا و قدر یعنی تیرے احکام پر راضی ہوں (قضا اس حکم کو کہتے ہیں کہ جو مخلوق میں دفعتًا جاری ہوا) اور تیرے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ اور تو فریاد کرنے والوں کا مددگار ہے واحسرتا اس وقت رسولؐ خدا کہاں تھے کہ امام حسین علیہ السّلام بیہوشی کی حالت میں خاک وخون میں غلطاں ریگ کربلا پر پڑے تھے کہ شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کیا۔ الا لعنۃ اللہ

علی القوم الظالمین۔

اختلافِ اقوال دربارۂ قتل حضرت سیّد الشہداء علیہ السّلام

روز عاشورا سلطان دین و دنیا حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام خاک کربلا پر بیہوش پڑے ہوئے تھے تو بروایت لہوف۔ عمر بن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ایک سردار کی طرف رخ کیا اور کہا۔ ویحک انزل الی الحسین وارحہ۔ کہ ولئے ہو تجھ پر اپنے گھوڑے سے نیچے اُتر۔ اور حسینؑ کو ان زخموں سے راحت دے یعنی قتل کر۔ وہ شخص گھوڑے سے اترا یعنی پیادہ ہوا خولی بدبخت ملعون نے پیش دستی کی کہ امام حسینؑ کو قتل کرے کہ اس کے جسم میں لرزہ پیدا ہوگیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے گوشۂ چشم سے خُولی کی طرف دیکھا۔ اور اس کے جسم ناپاک میں لرزہ پیدا ہوگیا اور وہ آپ کو قتل نہ کرسکا۔ اور اپنے لشکر میں واپس چلاگیا۔ کتاب تبر المذاب میں ہے کہ خُولی کے جسم نجس میں جب لرزہ پیدا ہوگیا اور وہ واپس چلاگیا تو شمر ولد الحرام نے اس کو دیکھا تو کہنے لگا کہ وائے ہو تجھ پر کہ تو لرزہ براندام ہے اور قتل کرنے سے باز رہا۔ شیخ فخر الدین اپنی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ اس وقت کہ جب امام حسین علیہ السّلام غشی کی حالت میں تھے روح پرواز کر گئی تھی بعدہٗ چالیس سوار امام مظلوم کے قتل کے ارادے سے لشکر عمر ابن سعد سے نکلے اور ہر ایک نے چاہا کہ سر مبارک امام حسینؑ قطع کرے۔ ان لوگوں میں شیث بن ربعی ملعون بھی تھا جب کہ وہ نزدیک پہنچا تو

حضرت میں ابھی رمق جان باقی تھی آپ نے گوشۂ چشم سے اس کی طرف دیکھا۔ اور وہ کانپ گیا اور قتل سے باز رہا اور لشکر میں واپس چلا گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ سنان ابن انس نے قتل کرنے کی طرف رجوع کیا۔ اور شیث بن ربعی سے کہا کہ میں نہ سمجھ سکا کہ تو نے حسینؑ کو کیوں قتل نہ کیا اور تو نے اپنی قوم کو بدنہاد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ مجھے تلوار دے میں ذبح کروں گا۔ شیث بن ربعی اور سنان بن انس ملعون دونوں قتل گاہ کی طرف آئے اور جب امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے کہ امام حسینؑ نے آنکھ کھول کر ان کی طرف دیکھا۔ اور شیث بن ربعی کے جسم نجس میں لرزہ پیدا گیا اور وہ وہاں سے واپس آگیا۔ اس وقت سنان بن انس نے واپس پہنچ کر عمر بن سعد ملعون سے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا اے عمر تو چاہتا ہے کہ روز محشر میرا گریبان ہو اور پیغمبر خدا کا دست مبارک ہو لیکن سیّد مرحوم کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اس وقت جب کہ وہ حضرتؑ کے سامنے آیا کہ تلوار آپ کے گلوئے مبارک پر پھیرے اور ذبح کرے۔ کہنے لگا کہ میں تمہارا سر قطع کروں گا حالانکہ جانتا ہوں کہ تم فرزند رسولؐ خدا ہو بعض اہل سیر و تواریخ لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کے سر مبارک کو نظر بن خرشہ ملعون نے کاٹا ہے۔ لیکن یہ سارے اختلافات ایک طرف فی الواقعی امام حسینؑ کا قاتل شمر ولد الحرام ہے کہ جس نے امام حسین علیہ السّلام کا سر مبارک جدا کیا ہے۔ حضرت نے اس وقت پانی مانگا مگر اس ملعون نے پانی نہ دیا۔ کہنے لگا کہ اے حسینؑ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساقی کوثر ہیں وہ تمہیں سیراب کریں گے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ پیدا ہو گیا۔ فرات کے پانی میں تلاطم پیدا ہوا اور فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں منادی نے پکارا قتل الحسینؑ بکربلا ذبح الحسینؑ بکربلا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

روایات دربارۂ قتل امام حسین علیہ السّلام باجماع

کتاب نوادر میں علی ابن اسباط روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ کان ابی مریضا یوم قتل ابوہ وکان فی الخیمۃ۔ یعنی کہ جس روز امام حسینؑ شہید ہوئے ہیں جد نامدار امام زین العابدین بیمار تھے اور خیمہ میں تھے۔ میرے پدر بزرگوار روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کنت اری موالینا کیف یختلفون مع الحسین ویتبعونہ ولما۔ میں دیکھتا ہوں کہ شیعان و غلامان کو لے کر پدرم امام حسینؑ پانی لینے کے لیے گئے۔ چنانچہ پانی کی خاطر جانے آنے میں لشکر عمر بن سعد ملعون حائل ہوا اور انجام کار شہادت ہوا۔ ولقد قتلوہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ ان یقتل بھا الکلاب۔ اور اس طرح گھیر کر قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے حالانکہ مسلمانوں نے نواسۂ رسولؐ خدا کو اسی طرح شہید کیا۔ بعدہٗ فرمایا لقد قتل ابی السیف والسنان والحجارۃ والخشب والعصا ولقد اوطوہ الخیل بعد ذلک۔ کہ ہمارے پدر مظلوم کو تلوار سنان۔ تیر۔ پتھر۔ لکڑیاں وغیرہ سب کچھ مارے گئے اور بعدہٗ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے گئے یعنی کہ لاش پائمال ہو گئی اور بعض روایات میں ہے کہ امام حسینؑ کو لشکر اعداء نے گرفتار کر لیا اور شہید کر دیا۔ حضرت سید سجاد علیہ السّلام کے خطبات سے کہ جو آپ نے کوفہ میں دیئے ہیں ظاہر ہوتا ہے کہ میرے پدر بزرگوار کو صبر کے ساتھ قتل کیا ہے یعنی کہ گھیر ڈال کر شہید کیا۔ اُم کلثومؑ فرماتی ہیں اے اہل کوفہ قتلتم اخی صبرا یعنی اے اہل کوفہ تم نے میرے بھائی کو گھیر کر قتل کیا ہے کتاب ریاض میں علامہ فرماتے ہیں

کہ معنیٰ قتل صبرًا ای حسا و قال لاتقتلوا الحیوان بالصبر۔

کتاب مجمع البحرین میں ہے کہ نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ عن قتل شیء من الدواب صبرًا۔ یعنی کہ حیوانات میں سے کسی حیوان کو از روئے صبر یعنی گھیر کر قتل نہ کرو کیونکہ یہ زمانۂ جاہلیت کی رسم ہے۔ اس زمانہ میں ایسا ہوتا تھا کہ جانور کسی جگہ بند کر دیا پھر اس کو لکڑی وغیرہ سے خوب مارتے اور جب وہ نیم مردہ ہو جاتا تو اس کو قتل کرتے تھے۔ آنحضرتؐ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا کہ جب تم گوسفند کو ذبح کرو یا اونٹ کو نحر کرو تو پہلے اس کو پانی پلاؤ پھر اس کے ایک ہاتھ اور ایک پاؤں باندھ دو۔ اور پھر امامؑ فرماتے ہیں کہ میرے پدر بزرگوار کو گھیر کر قتل کیا۔ (از مترجم حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السّلام کا شہید ہونے سے قبل حملے کرنا تواترات میں سے ہے زخمی حالت میں گھوڑے سے گرنا ثابت ہے اور قاتلان امام حسینؑ میں کئی اشخاص کے نام بھی وارد ہوئے ہیں اور یہ متفق علیہ ہے کہ شمر ولد الحرام نے آپ کو ذبح کیا ہے اور سر مبارک جدا کیا ہے پس جناب سید سجاد علیہ السّلام اور جناب اُم کلثوم سلام اللہ علیہما کے ایسا فرمانے کی کہ حسینؑ کو گھیر کر قتل کیا ہے توجیہہ یہ ہے کہ عمر ابن سعد ملعون کا تمام لشکر ہی قتل امام حسینؑ کے لیے کربلا میں جمع ہوا تھا پس آپ کا شہید ہونا ایسا ہی ہے کہ جیسے گھیر کر قتل کیا ہو)

مرحوم سید بن طاؤسؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ہلال بن رافع کہتا ہے کہ انی لواقف مع اصحاب عمر بن سعد اذ صاح صارخ البشر یا الامیر فھذا شمر قد قتل الحسین ہلال بن رافع کہتے ہیں کہ میں لشکر عمر بن سعد میں کھڑا تھا۔ کہ میں نے شور و غل کی آواز سنی کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ اے امیر

تجھے مبارک ہو کہ شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا۔ میں چونکہ اس سے بے خبر تھا صفوں کو چیرتا ہوا قتل گاہ امام حسینؑ تک پہنچا۔ اور حضرت کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ لیکن یہ خبر بالکل غلط اور بے بنیاد تھی آپ کو قتل نہیں کیا گیا بلکہ حضرت امام حسینؑ نے خود جان دی ہے ایسا نورانی چہرہ جب کہ وقت جان کندنی حسینؑ کا چہرہ تھا کبھی کسی اور کا چہرہ نہیں دیکھا۔ نور جمال سے سارا مقتل منور تھا اور اس وقت امام حسینؑ پانی مانگ رہے تھے۔ مگر کسی نے آپ کو پانی نہیں دیا۔ ان ملعونوں نے پانی کے جواب میں یہ کہا تھا معاذ اللہ تم آب گرم پیو گے۔ جس پر امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں اپنے نانا رسولؐ خدا اور اپنے بابا علی مرتضیٰ سے آب کوثر پیوں گا لشکر بے دین نے جب یہ جواب سنا تو سب کے سب غیض و غضب میں آگئے۔ ان کے دلوں میں ذرہ بھر بھی رحم نہ تھا۔ وہ سب کے سب حسینؑ ابن علیؑ پر ٹوٹ پڑے فغضبوا باجمعھم کان اللہ لم یجعل فی قلب احد منھم من الرحمۃ شیئا۔ میں نے اس وقت اس قوم بد نہاد کی بیرحمی پر سخت تعجب کیا۔ اور میں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اب اس قوم جفا کار میں نہیں ٹھہروں گا۔

بروایت اہل بیتؑ کی موجودگی میں سر مبارک امام حسینؑ کا قطع ہونا

جب امام حسین علیہ السّلام ملاعین کے جور و ستم سے بحالت زخمی گھوڑے پر نہ سنبھل سکے زمین پر قرار لیا۔ سر مبارک خاک پر تھا اور لبوں پر مناجات تھی۔ ذوالجناح آپ کے گرد طواف کر رہا تھا۔ اور دشمنوں کو دور کر رہا تھا۔ کبھی حضرت

کے نزدیک آتا اور قدموں کو چومتا۔ کبھی صیحہ کرتا۔ کبھی آپ کے سرہانے کھڑا ہو جاتا۔ اور بزبان حال کہتا تھا ؎

زجائی خیز کہ زخم تنت فراوانست — برہنہ جسم تو درآفتاب سوزانست
زجائی خیز برم سوئے خیمہ پیکر تو — کہ انتظار تو دارد سکینہؑ دختر تو
زجائی برخیز کہ ترسم مقابل زینبؑ — بجسم زار تو تازند کوفیان مرکب
زجائی خیز رخ از خون دیدہ ہا تر کن — کفن بکشتہ زار علی اکبرؑ کن
زبعد این ہمہ خدمت کمر آبرو دوام — زحضرت تو ہمیں من یک آرزو دارم

کہ بار دیگرم از مہر غمگسار شوی
زجائی خیز و بر پشت من سوار شوی

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ ذوالجناح نے بزبان حال امام مظلوم سے خطاب کیا اے مولاؑ اپنی جگہ سے اٹھیئے کہ آپ کے جسم مبارک پر کثرت سے زخم ہیں۔ اور آپ کا جسم مبارک دھوپ میں پڑا ہے۔ مولاؑ اپنی جگہ سے اٹھیئے کہ میں آپ کو سوئے خیمہ لیجاؤں کہ آپ کی پیاری بیٹی سکینہؑ آپ کے انتظار میں ہے۔ مولاؑ اپنی جگہ اٹھیئے مجھے خوف ہے کہ زینبؑ خاتون کے سامنے کوفیوں کے گھوڑے آپ کی لاش کو پائمال نہ کردیں۔ اے مولاؑ اٹھیئے اور اپنی آنکھوں کو خون سے تر کیجیئے اور علی اکبرؑ کے کفن کا انتظام کیجیئے۔ ان تمام باتوں کے بعد میری ایک آرزو بھی آپ سے ہے وہ یہ کہ اگر تبہ مجھ غمگسار کو موقعہ عطا کیجیئے اور میری پشت پر سوار ہوجیئے۔

ذوالجناح جب مایوس ہوگیا کہ اب حسین مظلوم خیمہ تک نہیں جا سکتے۔ تو خود در خیمہ پر پہنچا اور صیحہ کیا اہلحرم نے جب ذوالجناح کی آواز سنی تو سب در خیمہ

پر جمع ہوگئے۔ دیکھا کہ خالی ذوالجناح ہے ام کلثومؑ فریاد کرنے لگیں ذوالجناح میرے بھائی کو کہاں چھوڑ آیا۔ اور پھر تمام اہلحرم نے سوائے سید سجادؑ، ذوالجناح کے ساتھ مقتل کا رخ کیا۔ امام زمانہ علیہ السلام فرماتے ہیں واسرع فرسک۔ شیخ خلیعی کہتے ہیں کہ وقت ذبح امام مظلوم تمام مخدرات اہلبیت موجود تھیں۔ اور جناب زینبؑ خاتون نے جب بھائی کے لاشہ پر نظر کی تو دیکھا کہ آپ کے دست وپا گھوڑوں کے سموں سے پائمال ہوگئے ہیں دل سے آہ کھینچی اور امام مظلومؑ کو مخاطب کرکے فرمایا ؎

اخی ھل للسبایا من ولی
اخی ھل للیتامی من کفیل

یعنی اے بھائیؑ اب ہم اسیروں اور یتیموں کا کون ولی وکفیل ہے۔ اور یہ کہہ کر بھائیؑ کی لاش پر گرا دیا اور بین فریاد کی۔ نوحہ پڑھا پھر بھائیؑ کے خون میں انگلی تر کرکے کہا ؎

الا یا ام قومی واسعدینی
علی نکبات دھری واندبی لی

یعنی اے مادر گرامیقدر ذرا قبر سے باہر نکلئے کربلا آیئے اور یہ روز بد دیکھئے کہ آپ کی بیٹی لاش برادر پر نوحہ کررہی ہے صاحب مفتاح البکا لکھتے ہیں کہ شمر ملعون نے آپ کو اپنی ٹھوکر مار کر برادر سے جدا کیا۔ وہ مظلومہ فرماتی ہیں کہ میں نے شمر سے کہا کہ بھائیؑ کے بدلے مجھے قتل کردے لیکن اس ظالم نے رحم نہ کیا بلکہ اہلحرم کو تازیانہ مار کر لاش امام حسین علیہ السلام سے دور کیا۔

الشیخ الدرمکیؒ فرماتے ہیں ؎

فاقبلت زینب تقول له یاشمر یاشمر خل سیدنا
یاشمر نفدیه بالنفوس فان قتلته فالمصاب یقتلنا

یعنی دختر امیر عرب نے باچشم گریاں شمر سے فرمایا اے شمر حسینؑ کو مت قتل کر بلکہ حسینؑ کے بدلے مجھے قتل کر دے کہ میں بہشت میں حسینؑ کے ساتھ رہوں لیکن شمر ملعون نے تازیانہ مار کر بی بی زینبؑ اور اہلحرمؑ کو لاشِ مظلوم سے جدا کیا۔

حضرت میر سید شریف کاظمی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

فرزت من خلل الستور نوادیا
یسبین من خجل علی استحیا

کہ جب امام مظلوم کا گھوڑا در خیام اہلبیتؑ پر پہنچا تو تمام مخدرات خیموں سے باہر نکل آئیں۔ اور سب نے قتل گاہ کا رخ کیا۔ اور شمر ملعون سے التماس کیا کہ خدارا قتل کرنے میں جلدی نہ کر اے شمر یہ فرزند رسولؐ خدا ہے فرزند علی مرتضیٰؑ ہے یہ فاطمہ زہرا کا نور نظر ہے اے شمر اس کے عوض ہمیں قتل کر دے۔ اے ظالم شاید کہ حسینؑ حالت غشی سے ہوش میں آجائیں لیکن اس ملعون نے تمام عورات اور بچوں کے سامنے امام حسینؑ کو ذبح کیا۔ اہلحرم دیکھتے اور نوحہ کرتے رہے اور شمر ولد الحرام امام مظلوم کو ذبح کرتا رہا۔ زیارت ناحیۂ مقدسہ میں ہے کہ والشمر لعنہ
جالس علی صدرك مولغ سیفه علی نحرك قابض علی شیبتك بیده ذابح لك بمهنده و قد سكنت حواسك و خفیت انفاسك و رفع علی القنا راسك و سبی اهلك كالعبید و صفدوا فی الحدید فوق اقتاب المطیات

تلفح وجوههم حر الهاجرات یساقون فی البراری والفلوات ایدیهم مغلولة الی الاعناق یطاف بهم فی الاسواق فالویل للعصاة الفساق۔

بقول جمہور اہل خبر و سیر ایسا ہے کہ اس وقت اہلحرم خیمہ کو واپس چلے گئے تھے۔ کس طرح واپس ہوئے اور ان پر کیا گزری۔ صاحب ریاض الاحزان لکھتے ہیں کہ جب اہلحرم قتل گاہ میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی حالت زار دیکھ کر آپ کی حیات سے ہو گئے تو خیمے میں واپس آ گئے۔ لیکن شمر ولد الحرام نے تازیانوں کے ذریعہ اہلحرم اور عورتوں کو مقتل سے جانے پر مجبور کیا ہے۔ پھر شمر ولد الحرام امام حسینؑ کو ذبح کرنے کے لیے آیا اور آپ کے سینۂ اقدس پر موزہ پہنے ہو قدم رکھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ تو میرے خون ناحق میں کیوں ہاتھ رنگتا ہے اس نے کہا کہ یزید سے انعام ملے گا۔ امام حسینؑ نے فرمایا کہ اے انعام دنیوی بہتر ہے یا شفاعت آخرت۔ اِس بدنہاد نے کچھ جواب نہ دیا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر قتل کرنا چاہتا ہے تو پہلے مجھے پانی پلا دے اور پھر ذبح کرنا۔ لیکن اس ملعون نے پانی نہیں پلایا۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شمر اپنے چہرہ سے نقاب اٹھا لے کہ میرے نانا نے فرمایا تھا کہ اے حسینؑ تیرا قاتل مبروص ہو گا اس نے چہرہ اپنا کھولا آپ نے دیکھا تو وہ مبروص تھا۔ اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ صورت میں کتّے سے ملتا جلتا تھا۔ اور اس کے بال خنزیر (سور) کی مانند ہوں گے جب شمر نے سُنا تو کہنے لگا کہ اے حسینؑ تم مجھے کتّے اور سور سے تشبیہ دیتے ہو۔ لاذبحنك من القفا۔ کہ بخدا میں اسی دم تمہیں پس گردن سے ذبح کروں گا پس اس نے امام مظلوم کو ذبح کیا پس اے شیعو غم امام حسینؑ میں ماتم کرو۔ گریہ کرو

نوحہ پڑھو ــــ

العزیزان در غم سبط نبی افغان کنید
سینہ را از سوز شاہ کربلا بریان کنید
از پی آن تشنہ لب بر خاک سیزید اشک چشم
در میان گریہ یاد آں گل خنداں کنید

یعنی کہ اے شیعو غم سبط نبیؐ میں گریہ وزاری کرو۔ اپنے سینوں کو سوز فراق شاہ شہداء میں جلاؤ اور اس تشنہ لب کے لیے اشک بہاؤ اور رُو رُو کر اس مظلوم کی یاد تازہ کرو۔ خود امام مظلوم نے فرمایا ہے کہ اے شیعو تم جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس یاد رکھو۔

تحقیقات دربارۂ قطعِ سر مطہّر امام حسین علیہ السّلام

کتاب الریاض میں ریاض الشہادۃ کے حوالہ سے وارد ہوا ہے کہ انہ لما کان صلوات اللہ علیہ عہد مع رب الارباب اذا اصاب اول قطرۃ من دم حلقہ الارض ان یتجاوز عن سیئات شیعتہ ومحبیہ واشہد بذلک رسول اللہ وجبرئیل الخ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا عالم ذر ہی میں روز ازل رب الارباب خدائے تعالیٰ سے یہ عہد باندھا تھا۔ کہ جیسے ہی میرے خون کا ایک قطرہ میرے گلے سے نکلے اور زمین پر گرے گناہان شیعہ اور محبوّں کی خطاؤں کو معاف کر دے خداوند عالم چونکہ کریم مطلق ہے وہ مومنین کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور انہیں بخشدے گا۔ اور اس عہد و میثاق پر رسولؐ خدا بہ نفس نفیس اور جبرئیل امین گواہ

ہوئے ہیں اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام اس وقت جب کہ شمر ولد الحرام نے آپ کے سینۂ پاک پر قدم رکھا اور سر مبارک قطع کرنے میں مشغول ہوا۔ اس وقت آپ کی توجہ حضرت ایزد کی طرف ہوئی۔ اور بارگاہ خدا میں عرض کیا۔ اللھم انی قد وفیت بعہدی وانت قد عہدت لی ذلک فانت اولی بالوفا بما عہدت لی۔ یعنی کہ آپؑ نے فرمایا اے خدائے حسینؑ کہ میں نے اپنا وعدہ وفا کیا اب تو بھی اپنا وعدہ وفا کر اور میرے شیعوں کے گناہ بخشدے۔ فاذا ھتف ھاتف ونادی یا حسین طب نفسا فانا ایضاً قد وفینا بما عہدنا وتجاوزنا عن سیّا اتیا علک لاجلک حتی ترضی۔ اس وقت ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے حسینؑ، اے سربلند صدق وصفا حسینؑ اے پیکر وفا حسینؑ اے شہید کرب وبلا حسینؑ۔ خاطر جمع رکھ کہ میں اپنا عہد وفا کر دوں گا۔ اور تیرے شیعوں اور محبوّں کے گناہ معاف کر دوں گا۔ میں تجھ سے راضی اور تو مجھ سے راضی ہے اس وقت شمر ملعون نے آپ کا سر مبارک قطع کیا اب دیکھنا یہ ہے کہ شمر ملعون نے خنجر سے سر مبارک قطع کیا یا تلوار سے سر مبارک کاٹا۔ روایات میں ہے کہ شمر نے امام حسینؑ کو اس طرح ذبح کیا جیسے گوسفند کو ذبح کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ پس گردن سے ذبح کیا۔ حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی علیہ السّلام کے کلام مقدس یعنی زیارت ناحیہ میں یہ فقرات وارد ہوئے ہیں کہ والشمر لعنہ جالس علی صدرک ومولع سیفہ علی نحرک قابض علی شیبک بیدہ ذابح لک بمہندہ۔ یعنی کہ شمر ملعون حضرت امام حسینؑ کے سینۂ اقدس پر بیٹھا تھا اور اپنی تلوار سے آپ کو ذبح کیا۔ دوسری روایت امام رضا علیہ السّلام کی طرف منسوب ہے کہ آپؑ نے ریان شبیب

سے فرمایا کہ اے ریان تو حسینؑ مظلوم پر گریہ کر فانہ ذبح کما یذبح الکبش
کہ ہمارے جد بزرگوار حسین مظلوم مثل گوسفند ذبح کیا ہے۔

اور پس گردن سے ذبح کرنے کے سلسلہ میں روایت ہے کہ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور لوط بن یحییٰ نے اپنے مقتل میں اور صاحب تبر مذاب نے اپنی کتاب میں اور بھی بعض اشخاص نے لکھا ہے کہ فاکبۃ علی وجھہ وقطع راسہ۔ کہ شمر ولدالحرام نے حضرت کو اس طرح لٹایا کہ جیسے سجدہ کی حالت میں کوئی انسان ہوتا ہے اور پھر آپ کا سر مبارک قطع کیا اور خصوصًا حضرت زینبؑ خاتون کا مدینہ پہنچ کر جدامجد رسولؐ خدا کی قبر مبارک پر یہ فرمانا کہ یا جداہ ھذا حسینك مجزوز الراس من القفا۔ یعنی کلے نانا یہ حسینؑ ہیں کہ جنہیں پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ اور سید سجاد علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ انا ابن المجزوز الراس من القفا۔ یعنی کہ اس کا فرزند ہوں جو پس گردن سے ذبح کیا گیا۔ پس امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ صاحب کتاب ریاض لکھتے ہیں کہ شمر لعین آپ کے سینہ مبارک پر بیٹھا اور سر مبارک قطع کرنا شروع اور جب گردن سے سر جدا ہوگیا تو پھر باقی رگوں کو پس گردن سے کاٹا اور سر مبارک جدا کیا۔ اس وقت ندائے غیبی آئی۔ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (سورۃ الفجر آیت ۲۷) یعنی اے اطمینان پانے والی جان اپنے پروردگار کی طرف چل۔ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے راضی۔ شمر نے سر مبارک قطع کرنے کے بعد نیزہ پر سر بلند کیا اس وقت اس لشکر بیدین نے نعرہ اللہ اکبر بلند کیا۔

سید رضیؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت فضائے کربلا میں سیاہ آندھیاں چلنے لگیں۔

اور ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اب عذاب نازل ہوگا۔ حضرت صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں کہ لشکر عمر ابن سعد میں سے ایک شخص شور مچانے لگا لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تیرے شور مچانے کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ میں نے بچشم خود ابھی دیکھا کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں اور ایک نگاہ قہر لشکر پر ڈالی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ڈرتا ہوں کہیں عذاب نازل نہ ہو جائے لوگوں نے اس سے کہا کہ تو دیوانہ ہوگیا ہے۔ راوی نے حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے سوال کیا کہ وہ صیحہ کرنے والا اور نالہ کرنے والا کون تھا آپ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل امین تھے کہ جو حسینؑ مظلوم پر گریہ کناں تھے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قتل امام حسین علیہ السّلام کی خبر کا منتشر ہونا اور کائنات پر اثر

جو کچھ کہ کتب معتبرہ سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام قتل کر دیئے گئے تو ہاتف غیبی نے ندا دی قتل الحسینؑ بکربلا۔ ذبح الحسینؑ بکربلا۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں وجائت جاریۃ من ناحیۃ خیمۃ الحسین فقال رجل یا امۃ اللہ سیدتك قد قتل۔ کہ ایک کنیز خیمہ سے نکلی تو اس سے ایک شخص نے کہا اے کنیز خدا تمہارے سید قتل ہوگئے۔ اس کنیز کو اہلحرم کی مخدرات نے بغرض آگہی حالات سید الشہداء باہر بھیجا تھا۔ کہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ تو کہاں جاتی ہے اس نے کہا کہ

خبر امام حسینؑ کی خاطر مقتل جاری ہوں تو اس نے کہا کہ اے کنیز حسینؑ قتل ہو گئے۔ جب اس کنیز نے خیمہ میں خبر دی تو سب سے پہلے حضرت زینبؑ خیمہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ ذوالجناح در خیمہ پر کھڑا ہے زین خالی ہے باگیں کٹی ہوئی ہیں۔ اہلحرم نے ذوالجناح کے گرد جمع ہو کر نوحہ وزاری کی اور تمام کائنات عالم حسینؑ کے غم میں غمگسار تھی تمطر السماء دماً و ترابا احمر - اس وقت آسمان خونی اور راکھ برسے سورج مثل خون سرخ ہو رہا تھا جب حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کا سر مبارک قطع ہو گیا۔ اور نیزہ پر بلند کیا گیا اس وقت ایک ساعت تک لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ وہ موت کے مونہہ میں ہیں اور عذاب نازل ہونے والا ہے۔ اس وقت زمین کربلا میں زلزلہ تھا فضاء کربلا میں سیاہ آندھیاں چل رہی تھیں دریائے فرات میں تلاطم تھا۔

میثم تمار سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ روز عاشوراء محرم ہم نے آسمان سے خون برستا دیکھا بعدہٗ معلوم ہوا کہ اسی روز حضرت حسین سید الشہداء قتل ہوئے تھے۔ شیخ بہائی نے بیان کیا کہ میرے پدر بزرگوار کو مسجد کوفہ میں ایک عقیق ملا جو خون کی طرح سرخ تھا۔ اور اس پر تحریر تھا کہ میں ایک موتی تھا کہ جو روز ترویج علی المرتضیٰ علیہ السّلام آسمان سے زمین پر نثار کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ جب روز عاشورا خون حلق امام حسینؑ زمین پر گرا رنگ مثل خون سرخ ہو گیا۔ اسی شب جناب ام المومنین ام سلمہ نے خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا تشریف لائے ہیں اور پریشان ہیں اور گرد کپڑوں پر پڑی ہے۔ اور وہ مٹی جو رسولؐ خدا نے ہمیں دی تھی جب اسے دیکھا تو اس میں خون تازہ جوش زن تھا۔ اس وقت زنان ہاشمیہ اور مدینہ کی عورات جمع ہوئیں اور ماتم سید الشہداء کیا نوحہ و بکا اور گریہ زاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ اور

پھر قبر رسولؐ خدا پر ماتم کیا۔

روح حضرت سیّد الشہداء علیہ السّلام کا عرش خدا کی طرف عروج

جب حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مطہر تن سے جدا ہو گیا اور امام مظلوم کردیئے گئے۔ تو فرشتے آپ کی روح مطہر کو آسمانوں پر لے گئے بلکہ آپ کا جسد پاک بھی فرشتے آسمان پر لے گئے ہیں فلما عرج بروحه صلوات الله علیه الی السماوات انقلب الحال علی اهلها کہ جب آپ کی روح پُرفتوح آسمانوں پر پہنچی تو ہر ایک آسمان کے فرشتے گریہ وزاری کرنے لگے۔ اور نالہ وزاری کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر ایک آسمان پر ستّر ہزار فرشتوں نے استقبال کیا اور گریہ وزاری کی۔ اور روز قیامت تک یہ فرشتے حضرت امام حسینؑ پر گریہ وزاری کریں گے فلما بلغ الی العرش المجید اخذت قوائمه فی الرعدة الشدیدة۔ جب کہ روح مطہر امام حسینؑ عرش خدا پر پہنچی ستونہائے عرش خدا متزلزل ہو گئے۔ یعنی کہ عرش خدا نے اس طرح اظہار غم کیا۔ خداوند ذوالجلال والاکرام نے روح پُرفتوح کو مورد الطاف و عنایات بنایا۔ اور اسی طرح امام حسینؑ کے جسد پارہ پارہ کی ملائکہ نے زیارت کی اور پھر وہ جسد مبارک زمین کربلا پر واپس لایا گیا۔ اور تین دن کے بعد سپرد خاک کیا گیا کہ جہاں اب قبر مبارک امام حسین واقع ہے اور مرکز زیارت اہل ایمان ہے۔ حضرت امام العصر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ ملائکہ قبر رسولؐ خدا پر نازل ہوا اور آپ کو ان کے فرزند حسین مظلوم کا

پر سر دیا۔ اور پھر بھی فرشتے قبر سیدہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر گئے اور ماتم حسینؑ کیا اس طرح قبر امیر المومنین پر ماتم کیا۔ پس زمین و آسمانوں میں ماتم حسینؑ برپا ہوا۔ اے شیعو تم بھی غم امام حسین علیہ السّلام میں گریہ و بکا کرو۔ روز عاشورا محرم گریبان چاک کرو۔ برہنہ سر ہو جاؤ۔ اور شایانہ امور ترک کر دو۔ امام حسینؑ کی یاد میں فاقہ کرو پیاسے رہو۔ اور بعد ہنگام عصر۔ امام حسینؑ کی پیاس یاد کرتے ہوئے پانی پیؤ۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

لشکر عمر ابن سعد کا لباسِ حضرت امام حسینؑ کو غارت کرنا اور احوالِ ذوالجناح

بعد قتل امام حسین علیہ السّلام گرد و غبار ختم ہوا۔ تو عمر ابن سعد ملعون کے لشکریوں نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کے لباس کو لوٹنا شروع کیا۔ ہم اس مقام پر صرف یہ ایک روایت سپرد قرطاس کرتے ہیں وسلبوا جمیع ما کان علیہ حتی سراویلہ۔ اعداء دین نے تمام لباس لوٹ لیا یہاں تک کہ پائجامہ بھی چاک چاک کر ڈالا۔ آپ کا جامہ "ثوب عتیق" کے نام سے مشہور و معروف ہے ثوب کہتے ہیں جامہ، لباس کو اور عتیق کے معنی ہیں "پرانا"۔ بحیر بن عمر ملعون نے زیر جامہ اتارنا چاہا پس جیسے ہی اس نے گستاخی کی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے یعنی خشک ہو گئے اور وہ زیر جامہ نہ اتار سکا۔ یہ کہنہ لباس آنحضرتؑ نے وقت رخصت آخر پہنا تھا۔ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یہ لباس بہت زیادہ بوسیدہ تھا جگہ جگہ سے چاک چاک تھا۔ امام مظلوم کا عمامہ اخنس بن مرثد ملعون نے لوٹا۔ (ملاحظہ

ہو کتاب لہوف) اور بحار میں ہے کہ آپ کی قبائے مبارک جعونہ بن حویہ ملعون نے اتار لی۔ مالک بن نسر ملعون نے آپ کی زرہ، اسود بن خالد ملعون نے آپ کے نعلین اتار لئے۔ اسود بن حنظلہ ملعون نے آپ کی تلوار اور بحر بن کعب تیمی ملعون نے اوپر کا لباس اتار لیا۔ بروایتِ مرحوم السیّد۔ عمر ابن سعد ملعون نے امام حسین علیہ السّلام کی زرہ لوگوں کو دکھائی جو طلائی تھی یعنی سونے کی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زرہ بیدامن تھی۔ ان غارتگروں میں آخری شخص بجدل بن سلیم ملعون تھا۔ اس نے جب یہ دیکھا کہ لشکر والے قتل گاہ کی طرف جاتے ہیں واپس آتے ہیں تو عمر بن سعد بدنہاد انہیں انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔ بجدل بن سلیم بھی لالچ میں آ کر یا اس خیال سے کہ عبید اللہ ابن زیاد کی نظروں میں ممتاز ہوگا۔ یہ حرامزادہ مقتل میں پہنچا دیکھا کہ امام حسین علیہ السّلام کی لاش بے لباس پڑی ہے۔ اس کو کوئی لباس اتارنے کے لیے نہیں ملا تو مایوس ہو کر واپس ہو رہا تھا کہ اس ظالم کی نظر امام مظلوم کے دست مبارک پر پڑی آپ کی انگشت مبارک میں انگشتری تھی اس نے چاہا کہ انگشتری اتارے مگر وہ نہ اتار سکا۔

اس حرام زادہ نے تلوار سے انگشت مبارک قطع کی اور انگشتری اتار لی زیارت میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں السلام علی الاصبع المقطوع۔ کہ سلام ہو اس پر کہ جس کی انگشت مبارک قطع کی گئی۔ وارد ہوا ہے کہ جب روز قیامت برپا ہو گا تو جبرئیل امین اپنے سر پر ایک طبق لیے ہوں گے اور اس میں امام حسین علیہ السّلام کی وہ انگشت مبارک ہوگی۔

علامہ اپنی کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب لشکر عمر ابن سعد سامان لاش امام حسین علیہ السّلام لوٹنے میں مشغول تھا تو اس وقت ذوالجناح۔ آپ کی لاش مبارک

سے دور کھڑا تھا۔ اور کبھی کبھی لاش کے گرد طواف کرتا تھا۔ اور لشکر کے لوگ اس کو گرفتار نہ کر سکے کیونکہ ذوالجناح آپ کی میراث میں سے ایک تھا۔ مگر کوئی میراث نبوّت کو نہیں لے سکتا۔ لباس و عمامہ و تلوار، انگشتری وغیرہ جو اعدادِ دین نے غارت کیں از قسم میراث نہیں رہیں۔ ذوالجناح امام حسین علیہ السّلام زخم خوردہ، پیاسا کھڑا تھا۔ صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ ذوالجناح کو قرار نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اکثر ظالموں کو زخمی کیا۔ اس پر دشمنوں کی نظر تھی۔ شیخ دربکیؒ کہتے ہیں کہ ذوالجناح کی آنکھوں سے اشک جاری تھے ؎

یعفی لہ والشمر یقطع راسہ   وخیوالھم تجری علی اغضائہ
والمھر یندبہ ویلم نحرہ   ویعود عادی السرج فی بیدائہ

یعنی اندوہ و افسوس ہے مجھ پر کہ شمر ملعون نے میرے سامنے میرے راکب کا سر قطع کیا اور دوسرے گھوڑوں نے میرے سوار کی لاش مطہر پر قدم رکھے۔ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ ذوالجناح کو پکڑ لیا جائے کیونکہ یہ گھوڑا رسول اللہؐ کے گھوڑوں میں سے ایک ہے جو کوئی ذوالجناح کو پکڑنے آتا تو ذوالجناح اُسے دانتوں سے کاٹتا۔ کبھی دولتّی مارتا۔ پھر عمر بن سعد ملعون نے زیادہ تعداد میں لوگ بھیجے کہ ذوالجناح کو پکڑ سکیں۔ آخرکار ذوالجناح نے پھر خیام اہلبیتؑ کا رخ کیا۔ اور در خیمہ پر پہنچ کر صیحہ کیا۔ اہلحرم در خیمہ پر جمع ہو گئے۔ سکینہ خاتون بابا بابا کہہ کر فریاد کر رہی تھیں۔ شیخ صدوق علیہ الرحمہ اپنی کتاب امالی میں تحریر کرتے ہیں کہ ام کلثومؑ نے ذوالجناح کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور گریہ وزاری کیا۔ ذوالجناح کے گریہ وزاری پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں۔ صاحب کتاب الرّیاض فرماتے ہیں کہ ذوالجناح صیحہ کرتا ہوا زمین پر گرا اور اس نے اپنی جان دیدی۔ محمد ابن ابی طالب

کتاب مناقب میں درج کرتے ہیں کہ انہ رمی بنفسہ علی الارض وجعل یصھل و یضرب براسہ علی الارض عند الخیمۃ حتیٰ مات۔ کہ وہ سر پٹک پٹک خیمہ کے سامنے ہی مرگیا۔ بروایت روضۃ الشہداء ابو المؤید خوارزی نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسینؑ ذوالجناح صحرا کی طرف چلا گیا اور کسی کو اس کا نشان نہیں ملا۔

دربندی لکھتے ہیں کہ ذوالجناح پر شہر بانو دختر یزدجرد زوجۂ امام حسین علیہ السّلام سوار ہوئیں اور ذوالجناح اور شہر لئے کی طرف چلا گیا۔ لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ ابی مخنف نے عبداللہ بن قیس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے میں نے دیکھا کہ ذوالجناح نے لوگوں کو حضرت امام حسینؑ سے دور کیا۔ خیمہ اہلحرم پر پہنچا اور وہاں سے نہر فرات پر پہنچا اور داخل نہر ہوا اور نہ معلوم کہاں چلا گیا اس کے بعد کی خبر نہیں۔ بعض لوگوں نے تحریر کیا ہے کہ ذوالجناح کربلا سے مدینہ منوّرہ میں مقابل مسجد نبویؐ لایا گیا اور خبر قتل امام حسینؑ آنحضرتؐ کو پہنچائی۔ اور اب ذوالجناح حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی علیہ السّلام کی خدمت اقدس میں موجود ہے۔

تاراجی خیام اہلبیتؑ

صاحب کتاب الرّیاض لکھتے ہیں کہ جب اعداء دین حضرت امام حسین علیہ السّلام کی لاش مطہر سے لباس وغیرہ لوٹ چکے تو ان ظالموں نے خیام اہلبیت کا رخ کیا۔ اور اثاثۂ اہلبیت لوٹا۔ اس وقت اہلحرم میں ایک قیامت برپا تھی۔ کتاب الارشاد میں ہے کہ قال حمید بن مسلم فو اللہ لقد کنت اری المرأۃ من نسائہ وبناتہ و اھلہ تنازع ثوبھا وعن ظھرھا حتی تغلب علیہ فذھب بہ عنھا۔

یعنی حمید بن مسلم کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ جب کسی عورت یا دختر کی طرف چادریں چھیننے کے لیے ظالم ہاتھ بڑھاتے تو وہ از خود چادریں۔ زیور وغیرہ اُتار کر زمین پر پھینک دیتی تھیں۔ تاکہ کوئی نامحرم ہاتھ نہ لگا سکے۔ اس بے کسی میں یہ پردہ کی شان تھی۔ واحسرتا کوئی اس وقت ان بیکس بیبیوں کا مددگار نہ تھا کہ ان ظالموں کو دور کرے ؎

زینبؑ آن غوغا چو دید از ہر طرف	کرد از سوز دلش رو بر نجف
گفت ای حلاّل مشکلہا علیؑ	ای چراغ جملہ دلہا علیؑ
ہر کہ در تنگی علیؑ گفت اے پدر	دست او بگرفتی از ہر رہگذر
ما کہ در بند بلائیم یا علیؑ	جملہ اولاد شمائیم یا علیؑ

از نجف تا کربلا پر دور نیست
آمدن بہر تو نامقدور نیست

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت زینبؑ بیکس نے جب یہ غارت گری دیکھی نہ کوئی مونس تھا نہ غمخوار نہ عباسؑ نہ علیؑ اکبر نہ عون و محمدؑ نہ اصحاب حسینؑ، ایک مرتبہ نجف کی طرف رخ کیا اور پکار کے فرمایا اے مشکل کشائے عالم علیؑ ولی (میری تصنیف مشکل کشاء عالم ملاحظہ ہو) مدد کو آئیے۔ ہماری دست گیری کیجئے۔ تنگی میں مدد کیجئے آپ کی اولاد بلاؤں میں مبتلا ہے کربلا سے نجف دُور نہیں اور آپ کے لیے یہاں پہنچنا آپ کے اختیار سے باہر نہیں ہے۔ ہائے بابا ہمارے خیموں میں آگ لگ رہی ہے۔ ہماری چادریں آتار لی ہیں شمر ستمگر سکینہ کو طمانچہ مار دیا ہے۔ اس وقت اہلحرم میں شور فغان و آہ برپا تھا کتاب لہوف میں ہے کہ جب اس قوم بے حیا نے خیام اہلبیت رسولؐ کو لوٹا تو ایک ظالم دوسرے پر لوٹنے میں سبقت

کر رہا تھا۔ کوئی چادر اتار رہا تھا تو کوئی مقنعہ، کوئی سکینہ کے گوشوارے آتار رہا تھا حمید بن مسلم کہتا ہے کہ جب لوٹ مار زوروں پر تھی تو ایک عورت نے آل بکر بن وائل کو جو لشکر عمر ابن سعد ملعون میں تھے غیرت دِلائی چنانچہ وہ لوگ حمایت اہلحرم میں تلواریں کھینچے ہوئے آئے اور شمر ولد الحرام کو لوٹ مار سے روکا۔ اور کہنے لگے اے مسلمانوں یہ تمہارے پیغمبرؐ کی اولاد ہیں تم ان کو غارت کر رہے ہو ان کے خیموں کو تاراج کر رہے ہو۔ اس وقت اس زن نیک خو کا شوہر آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ فاخذھا زوجھا و ردھا الی رحلہ یعنی کہ اس ضعیفہ کا شوہر آیا اور اس کو خیمہ میں لے گیا۔

محمدؐ بن ابی طالب تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر بے دین تاراجیٔ خیام کے لیے آیا تو شمر ملعون ان کے ساتھ تھا۔ اور ان بیرحموں نے شمر کے حکم پر آل رسولؐ کی چادریں۔ گوشوارے اور زیور چھین لیے۔ خیموں میں آگ لگا دی۔ بچوں، عورتوں کو تازیانے لگائے۔

الشیخ حُرِّ عاملی فرماتے ہیں کہ جب لشکر اعداء بقصد غارتگریٔ خیام آیا تو حضرت زینبؑ خاتون نے عمر ابن سعد ملعون کو پیغام بھیجا کہ ہمیں لوٹنے میں جلدی نہ کرا گر سامان۔ زیورات لباس وغیرہ ہی لوٹنا مدنظر ہے تو ہم تمام اسباب خود جمع کر کے دیدیں گے۔ قبل اس کے کہ نامحرم ہمارے خیموں میں داخل ہوں اور ہمیں ہاتھ لگائیں حضرت زینبؑ خاتون نے تمام مخدرات سے فرمایا کہ سب سامان جمع کر دو۔ سب نے اپنا اپنا زیور اُتارا۔ چادریں جمع کیں اور حضرت زینبؑ خاتون نے ایک خیمہ میں ان چیزوں کو جمع کر دیا اور لشکر اعداء نے لوٹنا شروع کیا جس کے ہاتھ جو چیز لگی وہ لے گیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے قال زینبؑ بنت علیؑ کنت فی ذلک الوقت

واقعہ فی الخیمۃ اذ دخل رجل ازرق العینین فاخذ ما کان فی الخیمۃ

حضرت علیا زینب خاتون فرماتی ہیں کہ میں خیام کے صدر دروازے پر کھڑی تھی کہ ایک نامرد ظالم نیلی آنکھوں والا خیمہ میں آیا۔ جو کچھ خیمہ میں تھا تاراج کیا۔ اس وقت میرا برادر زادہ سید سجادؑ خیمہ میں بیماری کی حالت میں تھا کہ اس ملعون نے بیمار کو بیدار کیا اور اس کو زمین پر ڈال دیا اور بستر کھینچ لیا۔ میرے سر سے چادر اور گوشوارے چھین لیے اور وہ ملعون بچوں کو تازیانے لگا رہا تھا۔ واہ محمداہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں کتب فقہ میں وارد ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو تازیانہ مارے تو خداوند عالم روز جزا اس کو تازیانہ آتش اس کے بدن پر مارے گا۔ ظاہر ہے کہ خداوند عالم عادل ہے ایک تازیانہ لگتے ہی خدا پر انتقام لینا واجب ہے۔ واہ مصیبتاہ۔ ظالموں نے اہل حرم اور بچوں کو کسقدر تازیانے لگائے ہوں گے۔ کتاب منتخب میں ہے کہ فاطمہ بنت الحسینؑ فرماتی ہیں کہ وقت تاراجی خیام ایک شخص آیا۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ ایک بلند نیزہ اس کے پاس تھا۔ اور وہ ظالم بچوں اور عورتوں کو نیزہ مارتا اور ہمارے خیموں کو لوٹ رہا تھا۔ وسیعلم الذین ظلموا آل محمد۔

خطبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دربارۂ فضیلت جہاد اور حالت سید سجاد وقت تاراجی خیام

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت ظاہری کے زمانے میں معاویہ دوستداران علی مرتضیٰ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا رہا تھا آنجنابؑ ایک روز منبر پر تشریف لے

گئے اور ترغیب و تحریص جہاد دلائی۔ اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ ایھا الناس فان الجھاد باب من ابواب الجنۃ فتحہا اللہ لخاصۃ اولیاء وھو لباس التقوی و درع اللہ الحصینۃ والجنۃ الوثیقۃ فمن ترکہ رغبۃ عنہ البسہ اللہ ثوب الذل وشملۃ البلاء و دیث بالصغار والعمائۃ وضرب علی قلبہ بالاسھاب و اذیلہ الحق منہ تبضیع الجھاد و سیم الخسف ومنع النصف ۔ ماحصل مضمون یہ ہے کہ لوگو جاننا چاہیئے آگاہ رہو کہ جہاد سے دربار بہشت بند پر کھل جاتے ہیں۔ جہاد لباس تقویٰ ہے جو مومن کے لیے ضروری ہے۔ جہاد زرہ ہے جو بلاؤں سے محفوظ رکھتی ہے جہاد مقام محمود ہے، جہاد بہشت موعود ہے۔ جو لوگ جہاد سے فرار کرتے ہیں ان کے لیے ترک جہاد سے ذلت کے دروازے کھلتے ہیں اور وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہوتے ہیں۔ اور ان پر بلائیں اور مصیبتیں آتی رہتی ہیں۔ پس حق کے لیے جہاد کرو۔ الا وانی قد دعوتکم الی قتال ھؤلاء القوم لیلا ونھارا وقلت لکم اغزوھم قبل ان یغزوکم فواللہ ماغزی قوم قط فی الغز دارھم الا ذلوا فتواکلتم و تخاذلتم حتی شنت علیکم الغارات وملکت علیکم الاوطان۔ اے گروہ مردم میں نے چند مرتبہ تم کو آگاہ کیا ہے کہ اس قوم سے جنگ کرو۔ رات دن کہتا ہوں کہ اس قوم سے جنگ کرو لیکن تم عذر پیش کرتے رہتے ہو۔ اور ذلت تم پہ غالب آ رہی ہے۔ جہاد میں اسقدر کوتاہی جس کے سبب تمہاری املاک تباہ ہو رہی ہیں۔ تمہارا وطن تباہ ہو رہا ہے اور اب ایسا ہے کہ معاویہ نے کثیر لشکر بھیجدیا ہے۔ اس نے حسان بن حسان

نائب الحکومۃ کو قتل کر دیا ہے اور ہماری سرحدات پر لشکر جمع کر دیا ہے اور اب یہ خبر پہنچی ہے کہ معاویہ نے ایک زن مسلمہ کے گھر سامان جنگ جمع کیا ہے اور اس نے ایک زن یہودیہ کہ جو اسلام کی پناہ میں ہے کے مکان کو تباہ کر دیا ہے اور اس کے زیورات اور سامان خانہ کو لوٹ لیا ہے اور اس زنِ یہودیہ کو گھر سے نکال دیا ہے کوئی ایسا نہیں ہے کہ جو اس زن مسلمہ کہ جس کے مکان پر سامان حرب جمع کیا ہے اور زن یہودیہ کی حمایت کرتا۔ اے کاش علیؑ زندہ نہ ہوتا کہ مجھے یہ سننا پڑا کہ میری دولت و حکومت میں ایسی بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ دل چاہتا ہے کہ مولا علی سے خطاب کروں۔ مولا۔ ذرا کربلا میں آیئے اور دیکھئے کہ لشکر عمر ابن سعد ملعون مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتا ہے اور آپ کی اولاد کے خیموں کو لوٹ رہا ہے کوئی شخص اہلحرم کے سروں سے چادریں چھین رہا ہے کوئی گوشوارے اتار رہا ہے کوئی سید سجادؑ کا بستر کھینچ رہا ہے۔ اور زینبؑ خاتون فریاد کر رہی ہیں اتسلب بنات رسول اللہ وانتم تنظرون اے مسلمانوں تم اہلبیتؑ رسولؐ کی چادریں چھین رہے ہو۔ رسول زادیاں استغاثہ بلند کر رہی تھیں مگر کوئی ان کی فریاد کو پہنچنے والا نہ تھا۔ کوئی بی بی کہہ رہی تھی

اے علیؑ اکبر برادر جان من

در کجائی بشنوی افغان من

یعنی کہ اے علی اکبر برادر من کہاں ہو میری فغان و نالہ تو سنو یعنی میری مدد کو پہنچو۔ فقہ جعفریہ میں ہے کہ اگر کوئی شخص کسی برادر مومن کو جو فقیر و تنگدست ہو لباس پہنائے یا تنگی میں اس کی معاشی امداد کرے۔ تو خداوند عالم سات ہزار فرشتے اس پر موکّل کرتا ہے کہ جو اس کی طرف سے اس کے گناہوں کے لیے استغفار کریں

ہیں۔ لیکن واحسرتا ابن سعد کے لشکریوں نے اہلحرم کا لباس لوٹ لیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حتی قطعت اذن ام کلثوم لحلقة۔ کہ ظالم نے گوشوارہ کان سے چھینا اور کان کی لو شگافتہ ہوگئی۔ واحسرتاہ صاحب اخبار الدّول لکھتے ہیں کہ شمر ملعون جب غارت گری سے فارغ ہوا تو اس نے حضرت سیّد سجاد کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے اس بے حیا کے پاس آکر کہا کہ اگر سجادؑ کو قتل کرنا ہی منظور ہے تو پہلے مجھے قتل کر دے۔ شمر ولد الحرام کا ظلم دیکھ کر اہلحرم میں شور فغان بلند ہوا۔ تو ناگاہ عمر بن سعد دور سے آتا ہوا نظر آیا وہ مردود حضرت امام حسینؑ کی زرہ پہنے ہوا تھا۔ اہلحرم نے دیکھا تو نالہ و بکا میں شدت پیدا ہوگئی۔ عمر بن سعد ملعون سے کہا کہ اے ظالم آخر اولاد علیؑ کو قتل کرنے کی کوئی حد بھی ہے۔ اس نے لشکریوں سے کہا کہ کوئی شخص اس بیمار کو اذیت نہ پہنچائے پس شمر ولد الحرام آپ کو قتل کرنے سے باز رہا۔ لیکن کہنے لگا کہ آخر کار اس کو عمر ابن سعد کیوں قتل نہیں کرتا۔ اس کو آگاہ کیا کہ اس کو دربار ابن زیاد میں زندہ پیش کرتا ہے۔ پھر شمر ملعون نے حکم دیا کہ خیام اہلحرم کو آگ لگا دی جائے چنانچہ خیموں کو آگ لگا دی اور فخرجن حواسر مسلبات حافیات باکیات۔ تمام مخدرات اور بچے سراسیمہ حالت میں خیموں میں جاتی ہے اور کبھی خیمہ سے باہر نکل آتی ہے اور پھر جاتی ہے میں نے اس سے دریافت کیا اے مخدومہ کیا خیمہ میں تمہارا کوئی سامان رہ گیا ہے فرمایا کہ خیمہ میں میرا بھائی حسینؑ کی نشانی میرا بھتیجا سید سجاد بیماری کے حال میں بستر پڑا ہے اسے لینے جاتی ہوں غرضکہ جناب زینبؑ خاتون سید سجاد کو لے کر باہر نکلیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

سرہاء شہداء کے ساتھ اہلحرم کا مقتل سے گزرنا

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے بعد تاراجی خیام اہلبیتؑ یہ حکم دیا کہ وقت روانگی سرہاء شہداء علیہم السلام جب مقتل سے اہلحرم گزریں تو ان کو وہاں لاشوں پر نہ جانے دیا جائے۔ کیونکہ آہ و بکا بلند ہو گی جب زینب خاتون کو یہ خبر ملی تو آپ نے ان ظالموں کو قسم دلائی اور فرمایا کہ خدارا ہمیں ہمارے عزیزوں کی لاشوں کی طرف سے چلو تاکہ ہم پھر ایک بار کا دیدار کر لیں ؎

مابدل حسرت دیدار شہیدان داریم
دم آخر ہوس روے جوانان داریم

یعنی کہ ہمارے دلوں میں حسرت ہے کہ ہم آخری بار اپنے شہیدوں کی زیارت کر لیں۔ پس اجازت ملی اور اہلحرم لاش ہا شہدا پر پہنچے آگے آگے زینب خاتون تھیں اور اہلحرم، مخدرات بچے سب ساتھ ساتھ تھے ماتم کرتے ہوئے لاشوں پر پہنچے۔ آنسوؤں کی صورت میں خون جگر بہاتے ہوئے مقتل میں قدم رکھا ناگاہ حضرت زینبؑ خاتون کی نظر حسینؑ کے جسد پارہ پارہ پر پڑی۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے روتے ہوئے بھائی کی لاش پر گرا دیا۔ مرحوم سید فرماتے ہیں آپ نے اس وقت مدینہ کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ یا جداہ یا محمداہ صل علیک ملیک السماء هذاالحسین مرمل بالدماء مقطع الاعضاء۔

اے جدِّ نامدار اے محمد مصطفیٰ آپ پر ملائکہ سموات نے نماز پڑھی آپ کا یہ حسینؑ خاک و خون میں غلطان پڑا ہے نہ گور و کفن ہے نہ ہی دفن کیا گیا ہے اور اے نانا آپؐ کی نواسیاں قیدی بنائی گئی ہیں هذاالحسین بالعراء تسفی علیه الصبا قتیل اولاد البغاء۔ یعنی کہ یہ حسین دریاء خون میں تیر رہا ہے جنگل میں پڑا ہوا ہے یاحزناہ یاکرباہ الیوم مات جدی رسول الله۔ واحسرتاہ، وامصیبتاہ آج گویا ہمارے نانا رسولؐ خدا شہید ہو گئے پھر آپ نے از روے حسرت فرمایا۔ یا اصحاب محمداہ هولاء ذریة المصطفیٰ یساقون سوق السبایا۔ فرماتی ہیں کہ اصحاب پیغمبرؐ خدا کو نہیں مانتے کہ ذریت رسولؐ خدا کو اسیروں کی طرح لیے جا رہے ہو پھر آپ نے لاش برادر کو مخاطب کر کے کہا ہائے کوئی جگہ ایسی نہیں ہے کہ زینبؑ اس جگہ کا بوسہ لے سکے ہائے برادر تو زخموں سے چور چور ہے اور میں تجھے بے کفن چھوڑ کر جا رہی ہوں ؎

برخیز زخواب خوشش برادر — کاایں دشت بلانہ جای خوابست
برخیز کہ شمر را سوئے شام — بر بُردن کودکان شتابست
برخیز کہ شور محشر آمد — روز از شب من سیہ تر آمد
لیلیٰ بسراغ اکبر آمد — در نالہ و نوحہ چوں ربابست
رفتیم زکوے تو بصد آہ — باما زرہِ کرم تو اے شاہ[۴]

یک چند قدم بیا بہمراہ
ہمراہیٔ بیکساں ثواب است

ان اشعار میں فارسی شاعر نے بزبان حال حضرت زینب خاتون کے تاثرات پیش کئے ہیں کہ زینب خاتون نے لاش امام مظلوم سے مخاطب ہو کر فرمایا اے بھائی جان اس

خواب خوش سے بیدار ہو جیئے اٹھیئے۔ اٹھیئے کہ یہ دشت بلا سونے کی جگہ نہیں ہے۔ اے برادر اٹھیئے اٹھیئے کہ شمر ملعون سوئے شام بچوں کو بڑی تیزی سے لیجا رہا ہے۔ یعنی کہ بچے شتران بے کجاوہ سے گرتے ہیں اور آغوش موت میں چلے جاتے ہیں۔ اے برادر اٹھیئے اٹھیئے کہ شور قیامت برپا ہے اور راتوں سے زیادہ دن ہم پر سخت گزر رہے ہیں۔ ام لیلیٰ علی اکبرؑ نور نظر کی تلاش میں مقتل میں آئی ہے نوحہ کر رہی ہے اے برادر من ہم تیرے کوچہ سے رخصت ہو رہے ہیں، بصد آہ و بکا جا رہے ہیں۔ ان اشعار میں شاعر نے جو درد بھر دیا ہے ہر صاحب دل اس کا اندازہ کر سکتا ہے۔

راوی کہتا ہے کہ دست دشمن سب ہی زینبؑ خاتون کا نوحہ سن کر رو رہے تھے غرض کہ ؂

روز شہادت شہ بطحا بشام شد | براہلبیتؑ غمزدہ صبح قیامؐ شد

آہ زد میکہ قافلۂ تشنۂ حجاز | از کربلا روانہ سوئے شہر شام شد

ناگہ گذر زخیل اسیران بے پناہ | بر قتلگاہ سبط رسول انام شد

از آنزمان بیکس و اطفال بے پدر | بر دور نعش پاک حسینؑ اژدھام کرد

برسر برہنہ دخترک ماہ پارہ | در طوف جسم کشتۂ عالیمقام شد

کائی تشنہ لب برادر بجان برابرم

بنگر بخواہرت کہ اسیر ظلاّم شد

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ حضرت زینبؑ بیکس نے فرمایا۔ کہ شاہ بطحا کی شہادت کا روز ختم ہو گیا اور اہلبیت پر صبح اسیری آگئی۔ واحسرتاہ کہ کوئی دم میں اب ہم کربلا سے شام روانہ ہوں گے۔ ناگاہ اہلحرم کا قافلہ قتل گاہ شاہ شہیداں سے گزرا۔ اس وقت

شاہ مظلوم کی لاش کے گرد اژدھام ہو گیا۔ مخدّرات سر برہنہ تھیں۔ اور لاش مطہر کا طواف کر رہی تھیں زینبؑ خاتون نے صیحہ کیا اور چرخ گردوں سے آواز آئی کہ زمانہ کا ظلم حد کو پہنچ گیا پھر آپ نے لاش برادر سے خطاب کیا اے برادر بجان برابر۔ ذرا دیکھئے کہ تیری بہن اسیر ظلم ہو کر جا رہی ہے روایات معتبرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام شب یازدہم محرّم کو اہلبیتؑ کربلا میں رہے اس شب کو خیام اہلبیت تاراج کئے گئے۔ اعداء دین نے آل رسولؐ کے خیموں کو آگ لگا دی اور گیارہویں محرّم کو بعد وقت ظہر اسیروں کا قافلہ کوفہ کو روانہ ہوا۔ جب قافلہ روانہ ہوا اور بیکسوں نے شہیدوں کی لاشوں کو پڑا ہوا دیکھا تو بیبیوں نے اونٹوں سے گرا دیا اور گریہ وزاری کرنے لگیں۔ مرحوم سیّد فرماتے ہیں اور زیارت ناحیہ میں ہے کہ اہلبیتؑ نے شہیدوں کی لاشوں کو وداع کیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اہلحرم دو مرتبہ قتلگاہ میں آئے ہیں ایک مرتبہ اس وقت کہ جب امام حسینؑ شہید ہو چکے ہیں اور گیارہویں محرّم کو بعد وقت ظہر لاشوں پر پہنچے ہیں ؂

زینبؑ چون دید بیکری اندر میان خون

چون آسمان وزخم تن از انجمش فزون

یعنی اس وقت جناب زینبؑ نے لاش برادر پر نگاہ کی دیکھا کہ لاش حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہے اور آپ کے جسم مبارک پر ستاروں سے زیادہ زخم ہیں ایک آہ سرد کھینچی اور بی بی نے صیحہ کیا اور لاش امام کی طرف مخاطب ہوئیں اور فرمایا ءانت اخی کیا تو ہی میرا بھائی ہے تو ہی میری ماں کا فرزند ہے تو ہی میرے بابا کا نور نظر ہے۔ ایک ساعت پہلے تو خیمہ میں تھا اور اب خاک کربلا پہ سو رہا ہے۔ پھر زینبؑ خاتون بھائی کی لاش کے نزدیک بیٹھ گئیں۔ شیعو اس وقت زینب بیکس کی کیا حالت ہو

گی۔ اور جب تک زینبؑ خاتون نے دوسری مخدرات کو اجازت نہ دی کوئی بی بی لاش حسینؑ کے پاس نہیں بیٹھی۔ تمام عورات حلقہ بنائے کھڑی رہیں۔ اس وقت زینبؑ خاتون نے تیروں پتھروں سے لاش مطہر کو علیحدہ کیا۔ اور گلوے بریدہ کے بوسے لیے۔ اور فرمایا اے بھائی مجھ پر سخت گراں ہے کہ تیری لاش زمین پر پڑی ہے اور تیرا سر نیزہ پر بلند ہے۔ ہائے حسینؑ کہہ کر لاشہ سے اُٹھیں۔ اور فرما رہی تھیں۔ لیتنی کنت قبل ھٰذا الیوم عمیا۔ اے کاش میری آج کے دن آنکھیں نہ ہوتیں اور میں اپنے ماں جائے کو خاک پر سوتا نہ دیکھتی۔

صاحب فوادح حسینیہ لکھتے ہیں کہ جب مخدرات۔ حضرت زینبؑ کے فرمانے پر متفرق ہو گئیں۔ جدا جدا ہو گئیں تو ہر ایک بی بی اپنے جوان کی لاش پر پہنچی جناب سکینہ خاتون لاش پدر سے لپٹی ہوئی بین کر رہی تھیں ہر ایک بی بی اپنے اپنے وارث کی لاش پر رو رہی تھی کہ شمر ولد الحرام نے ان کو تازیانہ مار مار کر لاشوں سے جدا کیا۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی لاش مطہّر کی نگہبانی کے لیے شیر کا آنا

بعد شہادت امام حسین علیہ السّلام یہ شور و غل برپا ہوا کہ عمر ابن سعد کا حکم ہے کہ لاش امام حسین علیہ السّلام پر گھوڑے دوڑا دیئے جائیں اور لاش مبارک پائمال کر دی جائے۔ اس آواز کو سن کر اہلحرم میں برپا ہو گئی۔ علاّمہ مجلسیؒ روایت کرتے ہیں۔ عن ادریس بن عبداللہ قال لما قتل الحسین ارادوا القوم ان یوطئوہ الخیل۔ یعنی ادریس بن عبداللہ سے روایت ہے کہ جب حضرت امام حسینؑ علیہ السّلام شہید ہو

گئے۔ لشکر عمر ابن سعد نے چاہا کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپاں کریں۔ اس وقت جناب فضہؑ کنیز جناب فاطمہؑ زہرا نے زینبؑ خاتون سے عرض کیا کہ اے مخدرہؑ کہ حضرت رسولؐ خدا نے جب سفینہ غلام آزاد کیا تو اس وقت ان کی کشتی دریا میں تھی اور ایک جزیرہ میں ٹھہری داس جزیرہ میں ایک شیر رہتا تھا۔ وہ سفینہ پر حملہ آور ہوا تو میں نے اس شیر کو مخاطب کر کے کہا یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ کہ اے شیر میں آزاد کردہ رسولؐ خدا ہوں مجھے اذیت نہ دے۔ فھمھم بین یدیہ حتی ادقعہ بین الطریق جیسے ہی شیر نے نام مبارک رسولؐ خدا سنا فوراً راستہ سے ہٹ اور ہلاک کرنے سے باز رہا۔ اور ہمہمہ کر کے اشارہ کیا اور راستہ تک پہنچا دیا پھر فضہؑ نے کہا کہ اے زینب خاتون میں نے سُنا ہے کہ حوالیٔ کربلا میں ایک شیر رہتا ہے اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں جا کر شیر کو آواز دوں۔ اور اس دلدوز واقعہ کی اطلاع دوں۔ شاید کہ شیر حفاظت لاش امام مظلوم کر سکے۔ جناب زینبؑ خاتون نے فضہؑ کو اجازت دی اور فضہؑ نے صحرا کا رخ کیا اور نہ معلوم کس قدر مسافت طے کی اور کس طرف گئیں بہر حال شیر تک پہنچیں۔ شیر نے دیکھ کر چنگاڑ ماری مگر فضہؑ نے باآواز بلند فرمایا کہ ابا الحارث اتدری ما یریدون ان یعملوا غداً بابی عبد اللہ۔ اے شیر کیا تجھے معلوم ہے کہ یہ لشکر اعداء سلطان دین و دنیا۔ سبط رسولؐ خدا حسین ابن فاطمہؑ کی لاش کو پائمال کرنا چاہتا ہے جیسے شیر نے فضہؑ سے یہ سُنا قتلگاہ کی طرف چلا۔ لاش امام مظلوم کے نزدیک پہنچا اور بحسرت نظر ڈالی۔ حتی وضع ید علی جد الحسین کہ اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لاش مطہر کو لے لیا۔ کتاب منتخب میں ہے کہ وجعل یمرغ وجھہ بدم الحسین ویبکی علی الصباح ۔ کہ اس حیوان نے خون امام حسینؑ سے پیشانی رنگیں کی اور روتا رہا کہ واقبلت الخیل فلما نظروا الیہ قال لھم عمر بن سعد فتنۃ لا تنثروھا

یعنی کہ جب کوفی لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر لاش امام حسین علیہ السّلام کو پائمال کرنے آئے دیکھا کہ شیر موجود ہے گھوڑے وہاں نہ ٹھہر سکے اور بے قابو ہو کر بھاگ نکلے سواروں نے بھی پلٹ کر نہیں دیکھا۔ جب اس واقعہ کی عمر بن سعد ملعون کو خبر ہوئی تو کہنے لگا کہ اس کو کسی پر ظاہر نہ کیا جائے یہ ایک فتنہ ہے۔ فضّہ نے شیر کے آنے کی خبر جناب زینبؑ کو سنائی اور اس طرح لاش مطہر پائمال ہونے سے محفوظ رہی۔

"تصرف محمدؐ و آل محمدؐ زندہ باد"

تحقیقات اہل تواریخ و شعراء دربارۂ پائمالی لاش ہاء شہداء

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ مجلسی قدس سرّہ نے جو حدیث از ادریس نقل کی ہے خود ان کو اس پر اعتماد نہیں ہے خصوصًا اس بات پر کہ گھوڑے جسد امام پر نہیں دوڑ سکتے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کی لاش مطہر پائمال سم اسپان ہوئی ہے (از مترجم اس روایت میں چونکہ شیر کا آنا مسلّم امر ہے اور کوئی حیوان یا انسان شیر کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس اس موقعہ پر پائمالی لاش مطہر کا نہ ہونا یقینی امر ہے۔ لیکن اس چیز کا سہارا لے کر کہ گھوڑے لاش مبارک پر دوڑ سکتے ہیں اور مافوق العادت ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس نظریہ کو تقویت حاصل نہیں ہے کیونکہ لاش امام حسینؑ کا پائمال ہونا انتہائی ہتک کا باعث ہے جو تقدیس امامت کے خلاف ہے)۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ پائمالی لاش امام حسین علیہ السّلام پر بکثرت روایات پائی جاتی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا۔

قتل جدی بالسیف والسنان و بالحجارۃ والخشب والعصا ولقد اوطئوہ الخیل۔ یعنی کہ ہمارے جدامجد حسینؑ مظلوم تلوار، سنان، پتھر، عصا سے قتل ہوئے اور بعدہٗ گھوڑے لاش مبارک پر دوڑائے گئے۔

علی ابن اسباط کتاب نوادر میں حضرت صادق علیہ السّلام اور امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کرتے ہیں لقد قتلوہ قتلۃ نھی رسول اللہ اور اسی میں فرمایا کہ ولقد اوطئوہ الخیل بعد ذلک۔ کہ آپ کی لاش مطہّر پر گھوڑے دوڑائے گئے۔

حضرت امام العصر علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ فطول الخیول بحوا فرھا وتعلوک الطغاۃ ببواترھا۔ ان ارشادات معصومین سے ظاہر ہوتا ہے کہ لاش مطہّر پائمال سُم اسپان ہوئی ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے جب مکّہ سے نکلنے کا ارادہ کیا تو فرمایا وکانی باوصالی تقطعھا عسلان الفلوات۔ یعنی کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے اعضاء و جوارح کو شرّی گھوڑے پارہ پارہ کر رہے ہیں۔

اس حدیث میں لفظ علان وارد ہوا ہے فیروزآبادی کتاب قاموس میں لفظ علان کے معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ عسل الذئب او الفرس یعنی کہ علان سے مراد بھیڑیئے یا گھوڑے ہیں۔ اور عَسل اس گھوڑے کو کہتے کو کہتے ہیں کہ جو اپنا سر ہلاتا رہے۔ ہاتھوں کو بلند کرے اور سوار کو اچھی طرح نہ بیٹھنے دے۔ پس یہ بھی دلیل ہے کہ لاش مطہر پر گھوڑے دوڑاتے گئے ہیں (از مترجم۔ اگر بغائر دیکھا جائے تو واضح ہوگا کہ بھیڑے وغیرہ یعنی درندے لاش امام کو گزند نہیں پہنچا سکتے۔ اور نہ ہی کوئی رویت ایسی پائی جاتی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ درندے لاش امام حسینؑ پر معاذاللہ اپنی طبعی ہوس پورا کرنے آئے ہوں۔ بلکہ آئمہ معصومین کی

حیات میں اکثر واقعات ایسے ملتے ہیں کہ درندوں نے اطاعت امام کرتے ہوئے قدموں پر سر رکھ دیتے ہیں اور کسی قسم کی گزند نہیں پہنچا سکتے ہیں لہٰذا بعد شہادت گھوڑوں کا لاش مطہر پر دوڑنا غور طلب ہے اس کی یہ ایک توجیح ہو سکتی ہے کہ گرگ یعنی بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے افواج کوفہ وشام مراد ہو۔ اور چونکہ کوفیوں اور شامیوں نے امام حسینؑ اور آپ کے یاور وانصار اقرباء کو شہید کیا ہے پس اس صفت درندگی کے اعتبار سے بھیڑیے اور سرکش گھوڑوں سے قاتلان امام حسینؑ مراد ہیں۔

جناب فاطمہ بنت امام حسین علیہ السلام کہ جن کا عقد کربلا میں حضرت قاسم بن حسنؑ کے ساتھ ہوا ہے فرماتی ہیں کہ میں روز عاشوراء ہنگام عصر خیام کے صدر دروازہ پر کھڑی تھی مقتل کی طرف رخ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میرے بابا کی لاش دوسرے شہداء کے ساتھ مقتل میں اس طرح پڑی ہے جیسے قربانی کے گوسفند ہوں۔ والخیول علی اجسادھم بحول۔ گھوڑے لاش ہاء شہداء پر دوڑائے جا رہے ہیں۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ثم نادیٰ عمر بن سعد فی اصحابہ من ینتدب الحسین فیوطئوا الخیل ظہرہ فانتدب منہم عشرۃ فداسو الحسین بحوافر خیلھم حتی رضوا صدرہ وظہرہ۔ اور

شیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ ثم ان عمر بن سعد نادیٰ باصحابہ من ینتدب الحسین فیوطئ ظہرہ وصدرہ بفرسہ فانتدب من القوم عشرۃ منھم اسحٰق حیوۃ الحضرمی۔ اور

محمد ابن شہر آشوب مناقب میں فرماتے ہیں کہ فانتدب عشرۃ فوطؤہ بخیولھم۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ بعد سلب الحرم

ونادیٰ فی اصحابہ من ینتدب الحسینؑ فیوطئہ وصدرہ لفرسہ فانتدب عشرۃ فداسو الحسین حتی رضوا ظہرہ وصدرہ۔

ان سب علماء کے ارشادات سے واضح ہوتا ہے کہ امام حسینؑ کی لاش مطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے ہیں۔

طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ بیس گھوڑے سوار آئے اور لاش مطہر امام پر گھوڑے دوڑا دیئے جس سے آپ کا سینہ مبارک چور چور ہو گیا۔ مزید لکھتے ہیں کہ پائمالی لاش ہاء شہداء کا ابن زیاد ملعون عمر بن سعد کو حکم دیا تھا کہ قتل حسینؑ کے بعد لاش ہاء شہداء پائمال کر دی جائیں۔

علاوہ ازیں۔ فصحائے عرب اور شعراء حضرات نے اپنے اپنے منظوم کلام میں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے ان شعراء کرام کے اسماء مبارک یہ ہیں۔ ابن ابی الحدید، شیخ راشد حریری، شیخ ابن حماد، شیخ خلیعی، شیخ محمد بن السمین، شیخ محمد بن النفیح، شیخ مغامس، شیخ صالح بن عبدالوہاب، شیخ نعمان، شیخ محمد سلیمی شیخ محمود بن طریح، شیخ سیف بن عمیرۃ، اور بھی اکثر شعراء کرام ہیں کہ جنہوں نے حال پائمال لاش ہاء شہداء لکھا ہے۔

مؤلف فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد مرحوم نے کتاب ریاض الاحزان میں دونوں نظریوں یعنی گھوڑے دوڑانے اور گھوڑے نہ دوڑانے کو جمع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ممکن ہے کہ روز عاشوراء بعد عصر۔ شیر کی آمد کی وجہ سے لاش مبارک پائمال سے محفوظ رہی ہو اور گیارہویں محرم کو بعد ظہر جب عمر بن سعد کے لشکر نے اپنے کشتوں کو دفن کیا تو حکم دیا کہ اب لاش ہاء شہداء مع لاش امام حسینؑ سپرد سم اسپان کر دی جائے۔ گیارہویں محرم کو یہ واقعہ اس لیے بھی قرین عقل ہے کہ

فضہ جب شیر کو بلانے گئی ہیں تو کہا تھا یریدون غدا ان یعملوا۔ کہ لشکر اعداء کا ارادہ ہے کہ کل (دوامحرم کو) لاش ہا ء شہداء پائمال کریں۔ شیر روز عاشوراء محرم بعد عصر آیا اور شب بھر لاشِ امام حسینؑ پر پہرہ دیا۔ اور پائمالی سے بچایا۔

(از مترجم۔ جناب فضہ کا شیر کو حراست کے لیے بلانا ثابت ہے ایسا نہیں ہے کہ شیر آئے اور چلا جائے تقاضائے واقعہ یہ ہے کہ جب تک خطرہ برقرار ہے حفاظت لازمی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک لاش شہداء دفن نہیں ہوئے ہیں شیر کی موجودگی یقینی ہے)

حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کے معجزات

حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جناب عمّار یاسر صحابیٔ رسولؐ خدا نقل کرتے ہیں کہ میں ایک ہزار خادموں کے ہمراہ خدمت حضرت امیر المومنین میں حاضر تھا۔ اس وقت ہم صفین روانہ ہو رہے تھے۔ میں نے اثنائے سفر میں عجیب وغریب خوارق عادات یعنی معجزات مشاہدہ کئے۔ میں نے دیکھا کہ ہم ایک جزیرہ پر پہنچے اور اسے عبور کیا۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ مقدمہ لشکر امیر المومنین یعنی دستہ ہراوّل درہم برہم ہو گیا اور ایک شور وغوغا بلند ہوا۔ حضرت امیر المومنینؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ کیا معاملہ ہے لوگوں نے عرض کیا یا امیر المومنین یہاں جنگل میں ایک شیر رہتا ہے وہ لشکر کی طرف آرہا ہے۔ جس کی وجہ سے بے چینی پھیل گئی ہے آپ نے فرمایا کہ اس کو راہ دیدو تاکہ معلوم ہو سکے کہ وہ کس غرض سے آرہا ہے۔ اصحاب نے اس کو راستہ دے دیا جب وہ شیر حضرت امیر المومنین علیہ السّلام کی خدمت میں پہنچا تو آپ کے دلدل کے قدموں پر اس نے اپنی پیشانی ملی اور اسقدر گریہ کیا کہ اس کی آنکھوں سے

سیل اشک رواں ہو گیا۔ اور پھر اس نے حضرت سے اپنا حال بیان کیا۔ چونکہ امام کی شان یہ ہے کہ حیوانات کی زبان بھی جانتا ہو۔ امیر المومنین اس کی باتیں سماعت فرماتے رہے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری حاجت پوری ہو گی۔ پھر وہ شیر چلا گیا۔ اور جزیرہ میں جا کر ٹھہر گیا۔ اصحاب نے سوال کیا یا امیر المومنین یہ شیر کس لیے آیا تھا کیا عرض کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شیر مدنی ہے کہ اب اس کچھار میں رہتا ہے۔ اس نے خدا سے درخواست کی تھی کہ مجھے زیارت امیر المومنین نصیب ہو۔ ہاتف غیبی نے اس کو خبر دی کہ اے شیر ولیٔ کردگار اسد اللہ حیدر کرّار اس جزیرہ کی طرف آرہے ہیں تو جا اور ان سے مشرف ہو۔ اور آپ نے فرمایا کہ اس کی آرزو یہ تھی کہ وہ اب زندگانی دنیا سے سیر ہو چکا ہے اسے جلد موت آجائے آپ نے فرمایا کہ اب اس کی موت نزدیک ہے۔ پھر آپ نے جویرۃ بن حیدادی کو جو آپ کے موذن تھے حکم دیا کہ میری طرف سے نیابت کرو اس نے سوال کیا مولیٰ کس امر میں نیابت کا حکم ہے فرمایا کہ اس شیر کے عقب میں جاؤ اور دیکھو اور اس کے ہاتھ پاؤں رو بقبلہ کرو۔ اور اس کو قبر میں دفن کرو۔ جوہرہ کہتے ہیں کہ میں بحکم جناب امیر المومنین شیر کے عقب میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ شیر تل سے نکلا اور رو بقبلہ ہاتھ پاؤں دراز کئے۔ اور جان دیدی۔ میں نے شیر کے لیے قبر کھودی اور اسے سپرد خاک کیا۔ اس وقت ایک آواز غیبی آئی کہ جویرہ اپنے سرہانے کی طرف دیکھو۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ خود حضرت امیر المومنینؑ علیہ السّلام موجود ہیں۔ اور آپ نے شیر کی قبر پر مٹی ڈالی۔ اور زار زار گریہ فرمایا۔ جویرہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مولیٰ آپ اس حیوان کے لیے گریہ فرماتے ہیں آپ نے فرمایا اے جویرہ علیؑ کی غیرت نے گوارا نہیں کیا کہ شیر جو تمام درندوں کا سردار ہے برہنہ پڑا رہے۔ میں نے تجھے اس کو سپرد خاک کرنے کا حکم

دیا اور میں بھی یہاں آگیا۔ لیکن اے جویرہ بنی امیہ کے لوگ حسینؑ کو قتل کریں گے اور تین دن تک اس کی لاش بے گور و کفن پڑی رہے گی۔ ملقاً ثلاثا بلا غسل ولا کفن۔

کبوتروں کا خبر شہادت امام حسین علیہ السّلام منتشر کرنا

مرغان کربلا زغم ماتم حسینؑ
خون برلب فرات زمنقار ریختند

جب امام حسین علیہ السّلام شہید ہو چکے تو کائنات میں غم کی گھٹا چھا گئی۔ اس وقت کبوتران سفید ہوا میں نمودار ہوئے اور انہوں نے خون امام حسینؑ سے اپنے پروں کو رنگین کیا۔ اور ہوا میں پرواز کیا۔ ان کبوتروں میں سے ایک کی نگاہ دوسرے کبوتروں کے گروہ پر پڑی جو کثیر تعداد میں جمع تھے۔ اس کبوتر نے نوحہ پڑھا ویلکم اتشتغلون بالملاهی وذکرالدنیا والمناهی والحسین فی ارض کربلا فی هذا الحر ملقی علی الرمضا ظام مذبوح و دمہ مسفوح۔ یعنی کہ وای ہو تم پر کہ تم آب و دانہ میں مشغول ہو۔ حالانکہ حسینؑ فرزند رسول خدا تین دن کا بھوکا یہاں خاک و خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑا ہے۔ اور میں اس کے خون میں اپنے بال و پر رنگین کئے ہوں یہ سن کر ایک مرتبہ تمام پرندوں نے آہ و فغان بلند کی۔ اور وہ سب پرندے پرواز کرتے ہوئے کربلا پہنچے جیسے کہ ار قتلگاہ پہنچے حسینؑ مظلوم کے جسد مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا۔ وھو جثۃ

بلا راس لا غسل ولا کفن علیہ قد سفت السواء فی مرضوض قد هشمت الخیل بحوا فرها۔ جسد بے سر، عریان سینہ شکستہ حالت میں پڑا ہے لیکن ایک نور آپ کے جسد مبارک سے ظاہر ہو رہا ہے جس سے سارا مقتل منور ہے۔ کبوتروں نے بال و پر رنگین بخون حسینؑ کئے اور اطراف کربلا اڑ گئے۔ ایک کبوتر مدینہ منورہ پہنچا اور رسولؐ خدا کے روضہ پر پہنچ کر بلند آواز کے ساتھ فریاد کی کہ یا رسول اللہ قتل الحسین بکربلا۔ اس کبوتر کی آواز سن کر اور کبوتر جمع ہو گئے۔ اور پھر وہ کبوتر جناب فاطمہ صغریٰ کی پشت بام پر بیٹھا۔ اور صیحہ کیا۔ جب فاطمہ صغریٰ نے آواز سنی تو آپ حجرہ سے باہر نکلیں دیکھا کہ کبوتر کے پروں سے خون ٹپک رہا ہے فرمایا کہ آہ تم پردیسیوں کی خبر ہو۔ اس کبوتر نے فریاد کی اور کہا قتل الحسینؑ بکربلا۔

خون امام حسینؑ کے قطرہ سے یہودی لڑکی کا بینا ہونا

کتاب کنز الغرائب، روضۃ الشہداء اور دوسری بعض کتب میں ہے کان فی المدینۃ رجل یهودی لہ بنت زمنا عمیا طرشا مشلولۃ والجذم قد احاط ببدنها۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک یہودی تھا اس کی ایک لڑکی تھی جو آنکھوں سے اندھی یعنی کور چشم، اس کے پاؤں شل ہو گئے تھے۔ برص و جذام میں مبتلا تھی وہ مرد یہودی شہر سے باہر رہتا تھا اور وہاں پر اس دختر کی دیکھ بھال کرتا تھا اب وہ کھانا اس کو فراہم کرتا تھا ایک روز اتفاقاً وہ

لڑکی تنہا تھی اور اپنے مکان کے باغیچہ میں کھڑی تھی کہ ایک درخت پر ایک پرند خون آلودہ آکر بیٹھا۔ اس کبوتر کے بال و پر سے قطرۂ خون گرا اور وہ قطرہ اس نابینا لڑکی کی آنکھ میں گرا فوراً ہی اس کی آنکھ روشن ہو گئی۔ پھر دوسرا قطرہ گرا۔ اس طرح قطرات گرے اور وہ لڑکی اس خون کو ملتی گئی اور جذام و برص و شل وغیرہ سب ختم ہو گئے اور لڑکی از سر نو جوان و صحت مند ہو گئی کہ اس کا والد آگیا۔ دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہے اس نے کہا اے عورت تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ اے بابا میں آپ کی وہی دختر علیل ہوں مگر اب صحیح و سالم ہوں۔ یہودی حیران رہ گیا اور کہنے لگا اے بیٹی یہ کیا ماجرا ہے تجھے کیونکر یہ دولت صحت ملی۔ اس نے کہا بابا جان میں اس درخت کے سایہ میں کھڑی تھی کہ ایک کبوتر گریہ کناں اس درخت پر آکر بیٹھا اس کے بال و پر خون میں رنگے ہوئے تھے اس کی آواز ایسی تھی جیسے کسی کی روتے ہوئے آواز نکلتی ہے اس کے بال و پر سے خون کا ایک قطرہ میری آنکھ میں گرا اور بینائی آگئی۔ اسی طرح جب کوئی قطرہ گرتا میں اسے اپنے جسم پر ملتی اور صحت ہوتی چلی گئی۔ ؎

ندانم اینچہ خونی ہست کائے مرغ ۔۔۔ بہ بال و پر خود کراست رنگیں

یقین دانم خدا را خلق کشتند ۔۔۔ بخون آغشتہ ثار اللہ کردند

یعنی کہ نہ معلوم اس پرند کے بال پر کس کا خون ہے میں یہ سمجھتی ہوں کہ خدا کو مخلوق نے قتل کر ڈالا ہے اور یہ اس کے خون کا اثر ہے کہ مجھے صحت ہو گئی۔ یہودی نے اس کبوتر کو دیکھا اور سوال کیا کہ اے کبوتر یہ کس بزرگ ہستی کا خون ہے کہ جس میں تو نے اپنے بال و پر رنگین کیے ہیں۔ بقدرت خدا کبوتر ہوا کہ اے یہودی کہ یہ خون حسین ابن علیؑ ہے حسینؑ کربلا میں شہید کر دیئے گئے اور میں ان کے خون میں غلطان

ہو کر خبر شہادت دینے مدینہ آیا ہوں پس امام حسین کے خون میں شفا ہے تربت پاک میں شفا ہے۔

محرّم کی گیارہویں شب کے حالات

امشب شب غریبیٔ اولاد مصطفیٰ است

زینبؑ اسیر شمر و حسینؑ سر ز تن جدا است

یعنی کہ شب یازدہم اولاد مصطفیٰ کے لیے عجیب شب ہے۔ اس شب میں زینبؑ خاتون اسیر ظلم ستمگار میں اور سر امام مظلومؑ تن سے جدا ہے۔ السیدؒ اپنی کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ چونسٹھ زن و اطفال اور ایک بیمار سیّد سجاد کی نگرانی کرنے والی زینبؑ خاتون ہیں۔

امشب شب غریب غریبان کربلا است

طفلان غریب و زینبؑ بے خانماں غریب

نالیم اے خدا یکد ام آشنا

زین العباد خستہ دل و ناتوان غریب

سوزیم از غریبی خود با از اینکہ ماند

نعش حسینؑ غریب و سرش بر سنان غریب

در قتلگہ فتادہ غریب اینہمہ جوان

ما در میان این ہمہ نامحرمان غریب

فارسی شاعر نے گیارہویں محرم کی شب کو بیکسوں کی ان الفاظ میں نقشہ کشی کی ہے کہ شب مسافران کربلا پر عجیب گزری ہے۔ نعش حسینؑ مقتل میں سر حسینؑ سنان پر

ہے اور زینب جلے ہوئے خیمہ میں سوگوار ہے اور مقتل میں جوانان ہاشمیہ کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں اور ہم نامحرموں کے درمیان اسیر ہیں۔ فاطمہ کبریٰ بنت امام حسینؑ کا یہ عالم ہے کہ کبھی گریہ وزاری اور کبھی غش ہو جاتا ہے زینب بیکس کا یہ حال ہے ؎

گہی در غم زینبؑ داغ دیدہ
کہ پشتش ز مرگ برادر خمیدہ

کہ زینبؑ خود ہیں داغ اٹھائے ہوئے ہیں اور بھائی کے مرنے سے کمر خمیدہ ہو گئی ہے۔ بعض کتب متاخرین بحر المصائب میں ہے کہ گیارہویں شب محرم زینبؑ خاتون نے فضہ سے کہا کہ ہمیں حسینؑ کے بچوں کو ایک جگہ جمع کرنا چاہیئے۔ چنانچہ بچوں کو جمع کیا اور فضہ کی سپرد فرمایا۔ تلاش کرنے پر معلوم ہوا کہ دو بچے گم ہیں پس جناب زینبؑ اور جناب ام کلثومؑ نے اس جنگل میں بچوں کو تلاش کرنا شروع کیا۔ کبھی خیام میں دیکھا کبھی مقتل میں تلاش کیا۔ ناگاہ زینبؑ خاتون نے دو انسانی سایہ دیکھے کہ وہ خیام کی طرف آرہے ہیں آپ نے فرمایا کہ یہاں حرم حسینؑ بیکسی کی حالت میں پڑے ہیں یہاں کیا رکھا ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میری ماں فاطمہ زہراؑ ہیں اور میرے بابا علی مرتضیٰ ہیں پس وہ غائب ہو گئے۔ غرض کہ جناب زینبؑ وام کلثومؑ دونوں بچوں کی تلاش میں سرگرداں تھیں کہ ایک خار دار درخت کے تلے دونوں بچوں کو دیکھا جب ان کے نزدیک پہنچیں تو ان کو مردہ پایا۔ لاشوں کو اٹھایا اور مقتل میں رکھ دیا۔

حکایت جمّال ملعون

علامہ مجلسیؒ نے بحار میں، اور شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں اور صاحب

تاج الملوک نے تحریر کیا ہے کہ اہل حجاز میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں قضاء حاجت کے لیے بعض کوچہ ہائے مدینہ میں پھر رہا تھا کہ جابر بن عبد اللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ان کا غلام ان کے ساتھ ساتھ تھا کیونکہ ان دونوں میں وہ نابینا ہو گئے تھے۔ وہ بزرگوار زار زار رو رہے تھے میں نے سلام کیا اور سبب گریہ دریافت کیا۔ میں نے کہا خدانخواستہ فقر و پریشانی کی وجہ سے گریہ ہے یا کوئی اور وجہ ہے فرمایا کہ ان میں سے ایک وجہ بھی نہیں ہے۔ فرمایا کہ مجھ سے میرے غلام نے کہا کہ میں نے ایک قبیح صورت شخص دیکھا۔ میں نے غلام سے سوال کیا کہ وہ مرد تھا یا کہ عورت۔ غلام نے کہا کہ مرد تھا ر وجھہ کانہ قالب قار و شعرہ کانما مسہ نار و عیناھما زادت علیھما الاحمراء ویداھما کانھما قطعا بمنشار یعنی اے آقا یہ شخص روسیاہ تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آگ سے چہرہ جھلسا ہوا ہے آنکھیں سرخ تھیں اور ہاتھ خشک کئے تھے۔ میں نے غلام سے کہا کہ اس کو میرے پاس لے آ۔ غلام گیا اور اس روسیاہ کو اپنے ہمراہ میرے پاس لایا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ اے مرد تو کون ہے۔ کیا اہل کوفہ سے ہے۔ پھر میں نے اس کی روسیاہی اور قبیح صورت ہونے کے متعلق سوال کیا۔ اس نے کہا اے جابرؓ تم مجھے نہیں جانتے البتہ میں تمہیں جانتا ہوں تم جابر بن عبد اللہ انصاری ہو۔ پھر اس نے اپنا نام بتلایا کہ میں بریدہ ابن وایل ہوں کنت جمالا لابی عبد اللہ الحسین کہ میرا نام بریدہ ہے اور میں وایل کا فرزند ہوں اور میں حسین ابن علیؑ کا جمّال تھا اور سفر میں ہمراہ تھا پس جیسے ہی جابرؓ نے نام حسینؑ سنا بیساختہ رونے لگے۔ پھر وہ ملعون کہنے لگا کہ اے جابرؓ ان ھوای قد اغلبتنی واعانہ شقوتی۔ وہ مردود کہتا ہے کہ مجھ پر ہوائے نفسانی غالب آئی اور خدا نے اس عذاب میں مبتلا

کیا۔ حالانکہ امام عالیمقام دوران سفر میرے ساتھ مہربانی پیش آتے رہے ہیں۔
کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اثنائے سفر کسی منزل میں شلوار اتاری۔ اور میری سپرد کی۔ فرایت تکۃ کانت اھداھا الیہ ملک فارس حین تزوج ابنتہ۔ شہربانو۔ میں نے دیکھا کہ اس شلوار میں ایک ازار بند زردوزی کا کام دار ہے کہ جسے آپ کی زوجہ شہربانو کو ان کے والد بادشاہ یزدجرد نے دیا تھا۔ اور اس پر جواہرات جڑے ہوئے تھے۔ ویغشی لہا الابصار حسنا وذونقا وتشرق اشراقا کبدر تھملا میں نے ہرچند کہ اس ازار بند کا حضرت سے سوال کروں مگر آپ کی ہیبت مانع رہی۔ پھر چاہا کہ کسی طرح اس کو چرالوں لیکن ایسا نہ کر سکا۔ یہاں تک ہم کربلا پہنچے اور شب عاشورا محرم کو امام حسینؑ نے سب خادموں کو آزاد کر دیا اور خلعت وغیرہ سے نوازا۔ اس وقت میرے دل میں اس ازار بند کے حاصل کرنے کی آرزو تھی مگر پوری نہ ہو سکی کتاب تاج الملوک میں ہے کہ میں نے کربلا سے مشرق کی طرف ایک گودی میں قیام کیا۔ یہاں تک کہ روز عاشورا ختم ہوا اور شام غریباں نمودار ہوئی۔ گیارہویں شب کی تاریکی نے دنیا کو ڈھانپ لیا۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ حسینؑ شہید ہو گئے اور ان کی لاش زمین پر پڑی ہے ؎

میگذشتم درمیان قتلگاہ ۔۔۔ دیدم افتادہ بروئےخاک شاہؑ
سر جدا در خاک وخون غلطیدہ بود ۔۔۔ جسم صد چاک بریگ آسودہ بود

میرا گزر قتلگاہ میں ہوا دیکھا کہ لاش امام عالیمقام خاک پر پڑی ہے میں نزدیک پہنچا تو دیکھا کہ وہ ازار بند شلوار میں موجود ہے۔ میں نے چاہا کہ وہ ازار بند شلوار سے نکالوں پس جیسے ہی میں نے شلوار کو ہاتھ لگایا اور گرہ کھولنے کی کوشش کی۔ ناگاہ حضرت

نے دست راست سے ایسا طمانچہ رسید کیا۔ یہ اس کا اثر ہے اور وہ شخص عذاب میں مبتلا ہے۔
کتاب زہرۃ الریاض میں ہے کہ اس ملعون نے آپ کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی قطع کی اور انگشتری اتار لی۔ علامہ مجلسی بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جمال ملعون نے آپ کے دو دست ہاء مبارک قطع کر دیئے۔
اس وقت گویا یہ آواز آئی ؎

ساربانا دست من دست خدا است
دست حق را قطع کردن کی روا است
ساربانا دست من دست خدائے اکبر است
بوسہ گاہ حضرت پیغمبر است
جبرئیل امین دست را بوسیدہ است
مادرم زہراؑ برخ مالیدہ است

یعنی کہ اے جمال ملعون۔ میرے ہاتھ۔ خدا کے ہاتھ ہیں اور دست ہاء خدا قطع کرنا کب جائز ہے میرے ہاتھ رسول خدا نے چومے ہیں اور میری ماں فاطمہ زہراؑ نے ان ہاتھوں پر اپنے رخسار مس کیے ہیں۔ شیخ فخر الدین نے کتاب منتخب میں فرمایا ہے کہ جمال ملعون نے امام مظلوم کے دونوں ہاتھ قطع کئے اس وقت آسمان سے ایک سخت آواز آئی اور لرزہ پیدا ہو گیا اور فی الفور اس کے دونوں ہاتھ خشک ہو گئے۔
سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔
جمال ملعون کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ نور کی مانند کوئی سواری آسمان سے نازل ہوئی اور قتلگاہ پر اتری جس کے چاروں طرف فرشتے تھے اس وقت میں نے دیکھا کہ

سواری سے یہ بزرگوار اترے یعنی کہ پیغمبر خدا، علی مرتضیٰ، فاطمہ زہرا، حسن مجتبےٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لائے ہیں۔ اس وقت رسول خدا نے کوفہ کی سمت دیکھا اور دست مبارک دراز کیا تو آپ کے ہاتھ پر سر مبارک امام حسین آگیا اور جسد مبارک سے ملحق ہوگیا۔ اور آپ نے ناناکو سلام کیا السلام علیک یا جداہ۔ آنحضرت نے جواب سلام دیا وعلیک السلام یا قرۃ عینی۔ بعدہ امیرالمومنین علیہ السلام سامنے آئے اور فرمایا واحسرتاہ اے فرزند تجھے امت نے ذبح کر ڈالا پھر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے حسینؑ کی بلائیں لیں اور فریاد کی واحسرتاہ اے فرزند تو خاک وخون میں غلطاں پڑا ہے۔ نہ گور وکفن ہے نہ تجھے دفن کیا ہے۔ شیخ طریحی تحریر کرتے ہیں امام حسینؑ نے عرض کیا اے نانا، اے بابا اور اے مادر گرامی اے بھائی حسن مجتبیٰ میرے سارے جوانان قتل کر دیئے گئے۔ ہمارے خیام غارت کر دیئے۔ مال ومتاع لوٹ لیا۔ اس وقت سیدہ عالم باذن رسول خدا خون حسینؑ اپنے چہرہ پر ملا۔ پھر جبرئیل امین آئے اور تعزیت ادا کی جمال کہتا ہے کہ پس اس وقت حضرت رسول خدا میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے ملعون تونے میرے فرزند کے ساتھ بے مروتی کا ثبوت دیا ہے اور ایسا ظلم کیا ہے کہ دونوں ہاتھ قطع کئے۔ وہ کہتا ہے کہ رسول خدا نے میرے حق میں نفریں کی اور بدبختی نے مجھے گھیر لیا اور اب معذب صورت میں موجود ہوں۔

آنحضرتؐ اور انبیاء ومرسلینؑ کا قتلگاہ میں وارد ہونا

کتاب انوار نعمانیہ اور کتاب تظلم الزہراء میں طرماح بن عدی سے روایت ہے

وہ کہتا ہے۔ کنت فی واقعة کربلا وقد وقع فی ضربات وطعنات فاثخنتنی بالجراح۔ یعنی کہ میں واقعہ کربلا میں موجود تھا۔ اور ہمرکاب حضرت سید الشہداء علیہ السلام تھا کہ زخموں سے چُور چُور ہو کر گھوڑے سے زمین پر گرا۔ اور اسی حالت میں پڑا تھا کہ میں نے جاگتے ہوئے یعنی بہوش دیکھا کہ تقریباً آدمی سفید لباس پہنے ہوئے قتلگاہ میں وارد ہوئے جن سے مُشک وعنبر کی خوشبو محسوس ہو رہی تھی میں نے خیال کیا شاید ابن زیاد ملعون ہوگا لیکن میں نے دیکھا کہ وہ اشخاص لاش سید الشہداء میں پہنچے ان میں سے ایک بزرگ نے اپنا دست مبارک کوفہ کی سمت بلند کیا۔ اور امام حسینؑ سر بریدہ دست مبارک میں آگیا۔ ان بزرگ نے وہ سر مطہر جسد امام حسینؑ سے ملحق کیا۔ اور امام حسینؑ زندہ ہوگئے۔ اور گریہ فرماتے ہوئے ان بزرگ سے اپنی مصیبتیں بیان کیں۔ ان بزرگوار نے فرمایا۔ یا ولدی قتلوك اتراهم ما عرفوك ومن شرب الماء منعوك وما اشد جرائتهم على الله۔ یعنی کہ اے حسینؑ اے میرے فرزند تجھے اس قوم نے قتل کیا تجھے اس نے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری حرمت نہ کی۔ تجھ پر پانی بند کیا۔ تیری جراحتوں کا اجر اللہ پر ہے۔ پھر ان بزرگ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ جو ہمراہ نازل ہوئے تھے ارشاد فرمایا۔ یا ابا آدم یا ابا اسمٰعیل یا اخا موسٰیؑ یا اخا عیسٰیؑ ما ترون ما صنعت الطغاة بولدی۔ یعنی اے آبائے کرام آدمؑ واسمٰعیلؑ اور اے برادران موسٰیؑ وعیسٰیؑ آیا دیکھتے ہو کہ اس قوم جفا شعار میرے فرزند حسینؑ کے ساتھ کیسا ظلم کیا ہے لا انالهم الشفاعتی۔ میں ہرگز خدا سے ان کی شفاعت نہیں کروں گا۔ سب پیغمبران نے حسینؑ بن فاطمہؑ پر گریہ فرمایا۔ طرماح بن عدی کہتا ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ یہ بزرگوار حضرت رسول خدا ہیں۔

کتاب الانوار میں ہے کہ فجعلوا یبکون ویعرون النبی زمانا طویلا۔ میں نے دیکھا کہ تمام پیغمبران گریہ فرما رہے ہیں۔ اور رسولؐ خدا کی خدمت اقدس میں تعزیت ادا کر رہے ہیں وھو صلی اللہ علیہ وآلہ یحثوا التراب علی راسہ وشیبہ الطاھرۃ۔ کہ پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک بیٹھی خاک سارے انبیاء کی ریش ہائے مبارک اور سروں پر ڈالتے ہیں جو کہ انتہائی تعزیت کی نشانی ہے اور امام حسینؑ خود واقعاتِ کربلا بیان فرما رہے ہیں (از مترجم گویا امام حسینؑ خود بہ نفس نفیس ذاکر واقعات مصائب ہیں اور سامعین میں نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ اور انبیاء و مرسلین اور فرشتے شامل ہیں)۔ یہاں تک کہ آنحضرتؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ بعدہٗ عالم ارواح کو سب چلے گئے۔

خوابِ جناب ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

الشیخ طریحی کتاب منتخب میں روایت کرتے ہیں کہ ام المومنین ام سلمہؓ ایک روز آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں حجرہ میں تشریف فرما تھیں۔ اس زمانہ میں امام حسین علیہ السلام کمسن تھے اور آپ کی عمر شریف تین سال تھی کہ خانہ ام سلمہؓ میں تشریف لے آئے۔ آنحضرتؐ نے دیکھا فرمایا۔ مرحبا بقرۃ عینی مرحبا بثمرۃ فوادی یعنی کہ اے نورِ چشم اے سرور دل وجان مرحبا۔ آؤ آؤ اے حسینؑ سردار جنت آؤ۔ امام حسینؑ نزدیک پہنچے آنحضرتؐ نے اپنی گود میں لے لیا۔ پھر امام حسینؑ آپ کے سینہ پُر نور پر بیٹھ گئے ام سلمہؓ نے ان کو سینے سے اتارنا چاہا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ جدا نہ کرو۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آپ کے ہاتھ میں ہے اور آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ میں

نے سبب حزن و ملال و گریہ دریافت کیا تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل امین نازل ہوئے اور انہوں نے مجھے یہ مٹی دی ہے یہ مٹی کربلا میں تربت حسینؑ کی ہے کہ جہاں حسین قتل ہوگا اور دفن کیا جائے گا۔ پھر آنحضرتؐ نے وہ مٹی ام سلمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اس کو حفاظت کے ساتھ رکھو۔ جس دن یہ مٹی خون ہو جائے سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ قتل ہو گیا۔ جناب ام سلمہؓ ہر روز اس مٹی کو دیکھا کرتی تھیں پس جب رسولؐ خدا اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسن مجتبیٰؑ دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اور امام حسینؑ نے سفر عراق اختیار کیا۔ یہاں تک کہ محرم کی دسویں تاریخ نمودار ہوئی۔ اور میں نے ہنگام عصر اس مٹی پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ مٹی خون ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہو گیا سبط رسول الثقلین حسین بن فاطمہؑ شہید ہو گیا۔ تمام دن و رات گریہ و زاری میں گزرا۔ پھر میں نے کسی شب عالم خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ تشریف لائے ہیں۔ ریش مبارک پر گرد پڑی ہے رخسارۂ مبارک آنسوؤں سے تر ہیں۔ سر مبارک پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ میں نے رسولؐ خدا سے دریافت کیا کہ کس واسطے آپ گریہ فرما رہے ہیں۔ ارشاد فرمایا کہ ام سلمہؓ میرا حسینؑ قتل ہو گیا میں کربلا سے آرہا ہوں میں نے قبر حسینؑ کھودی ہے۔ میں خواب سے بیدار ہوئی اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوئیں میں نے فریاد کی قواللہ قتل الحسینؑ۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ اسی روز کبوتر اپنے بال و پر خون امام حسینؑ میں رنگین کر کے خانہ صغریٰ پر وارد ہوا اور اس نے صیحہ کر کے قتل حسینؑ کی خبر دی ہے۔ اور مدینہ میں ایک کہرام برپا ہو گیا ہے۔

فرزندان مسلمؑ کی شہادت

علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ محمد بن یحییٰ ذہلی کہتا ہے لما قتل الحسین بن علی بکربلا ھرب غلامان من عسکر عبید اللہ زیاد۔ کہ جب حضرت امام حسینؑ کربلا میں روز عاشوراء شہید ہو گئے۔ اور آپ کے اہلحرم اسیر ہو گئے تو حضرت جعفر طیار کے دو فرزند لشکر عمر ابن سعد ملعون سے بھاگ نکلے۔ ان میں سے ایک کا نام ابراہیمؑ دوسرے کا نام محمدؑ تھا اس وقت کہ جب لشکر اعداء لوٹ مار اور غارت گری میں تھا یہ دونوں طفل سات آٹھ سالہ تھے اور یہ لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ وہاں سے نکلے اور صحراء کا رخ کیا۔ قضارا کوفہ پہنچ گئے۔ ایک کنوئیں ایک عورت پانی بھر رہی تھی کہ اس نے دیکھا کہ دو چاند سے طفل سو رہے ہیں یا بیہوش ہیں۔ یہ حیرت میں رہ گئی کہ کون ہیں اس ضعیفہ پاس جا کر ان سے دریافت کیا کہ تم کون ہو۔ یہاں کیسے آئے ہو۔ بچوں نے لرزتے ہوئے جواب دیا کہ ہم اولاد جعفر طیارؑ ہیں۔ ہم سلطان دین و دنیا امام حسینؑ کے ہمراہ کربلا میں تھے۔ حسینؑ شہید ہو گئے اور جب ظالموں نے خیام کو برباد و تاراج کیا تو ہم لشکر عمر بن سعد کی حراست میں تھے کہ موقعہ پا کر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور یہاں کوفہ میں وارد ہوئے ہیں۔ وہ ضعیفہ متاثر ہوئی اور بچوں کو اپنے گھر لے آئی ایک روز وہ دونوں تو تہا ل نماز شب سے فارغ ہوئے تو آپس میں کہنے لگے کہ اے بھائی جان اب ہماری زندگی کی یہ آخری شب ہے

اس کے بعد معلوم نہیں صبح دیکھنا نصیب ہو یا نہ ہو۔

شمر ولد الحرام یا خولی ملعون کا سر اطہر امام حسین علیہ السّلام کوفہ لے جانا

جب روز عاشوراء ہنگام عصر امام حسین علیہ السّلام شہید ہو گئے تو آپ کا سر مبارک جسد اطہر سے جدا کیا گیا اس وقت عمر ابن سعد ملعون نے کہ سر امام حسینؑ کو ابن زیاد بد نہاد کو ہدیہ کیا جائے اور ہم اہلحرم حسینؑ کو قیدی بنا کر عقب میں پہنچیں گے۔ صاحب تبر مذاب لکھتے ہیں۔ لما حمل الشمر راس الحسینؑ جعلہ فی مخلاۃ وذھب بہ الی منزلہ۔ کہ شمر نے سر مبارک جدا کرنے کے بعد اسے مخلات میں رکھا مخلات کہتے ہیں وہ توبڑہ کہ جس میں دانہ بھر کر گھوڑے کے مونہہ پر چڑھا دیتے ہیں (دواحسرتاہ) اور سر مبارک کو اولاً اپنی منزل میں لے گیا۔ اور بعدہٗ کوفہ روانہ ہوا۔ بعض کتب میں وارد ہوا ہے کہ وعلقہ علی فرسہ کہ سر مطہر کو اپنے گھوڑے کی گردن میں آویزاں کیا۔ اور بڑی تیزی کے ساتھ کوفہ روانہ ہوا۔ کربلا سے کوفہ کوئی دس فرسخ کی مسافت پر ہے اس ملعون نے بڑی تیزی کے ساتھ مسافت طے کی۔ روایت ہے کہ جسقدر وہ ملعون تیزی کے ساتھ گھوڑے کو دوڑاتا اسیقدر ہوا تاریک ہوتی جاتی تھی۔ تاریکی فضاء راہ کوفہ پر چھائی ہوئی تھی کہ سر مطہر سے آواز آئی کہ اے ملعون تو نے سر کو جسم مبارک سے جدا کیا۔ امام حسین کے سر مبارک نے فرمایا یا شمر یا شقی الاشقیاء یا عدو اللہ و رسولہ فرقت بین راسی وجدی فرق اللہ بین لحمک وعظمک وجعلک نکالا للعلمین۔ اے دشمن خدا و رسولؐ تو نے سر او جسم کے

درمیان جدائی ڈال دی خدا تیرے گوشت اور تیری استخوان میں جدائی ڈالے۔ شرح شافیہ میں مذکور ہے کہ حمیرا نامی شخص کہتا ہے کہ میں اس روز شمر لعنؒ کے ساتھ ساتھ ہمسفر تھا۔ اور میں نے سر امام حسینؑ سے وہ آواز سنی کہ جو ذکر کی گئی ہے۔ شمر ملعون نے فرفع اللعین سوطا کان معہ بیدہ ولم یزل یضرب الراس (واہ مصیبتاہ) کہ اس ملعون نے سر مبارک پر تازیانہ مارا اس وقت سر مبارک سے آواز آئی لاحول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ صاحب تبر مذاب نے واقدی سے روایت کی ہے کہ جب شمر ملعون سر امام حسینؑ علیہ السّلام کو اپنے گھر لایا ہے کیونکہ اس وقت وہ ابن زیاد کے پاس نہیں پہنچ سکتا تھا۔ پس شمر ولد الحرام نے وجعلہ علی اجانۃ کہ سر مبارک کو مٹی کے مرتبان میں رکھا۔ اور اس پر سرپوش رکھدیا اور وہ ملعون سو گیا۔ اس کی زوجہ شب کو اٹھی فرأت نورا ساطعا الی السّماء دیکھا کہ ایک نور اس جگہ سے آسمان تک ظاہر ہو رہا ہے۔ اور آواز گریہ و بکا اس مرتبان کے پاس سے آرہی ہے جیسے کوئی ماں اپنے فرزند کے لیے رو رہی ہے۔ وہ ضعیفہ شمر ولد الحرام کے پاس آئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر دریافت کیا کہ اس میں کس کا سر ہے اس ولد الحرام نے کہا کہ (معاذ اللہ) ایک خارجی کا سر ہے۔ اس ضعیفہ نے نام دریافت کیا تو کہا کہ حسین ابن علیؑ پس جیسے ہی ضعیفہ نے امام حسین ابن علیؑ سنا۔ ایک چیخ ماری اور روتے روتے بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش میں آئی تو کہا اے یہودی تو نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا۔ پھر اس مومنہ نے دوسری عورات کو خبر دی اور بلایا کہ اس غریب پر گریہ کریں اور ماتم حسینؑ کریں۔ جب آخر شب وہ ضعیفہ سو گئی خواب میں دیکھا کہ اس کے مکان کا صحن وسیع ہو گیا ملائکہ نازل ہو رہے ہیں جو بصورت مرغان سفید ہیں یعنی سفید پرندوں کی صورت میں ہیں۔ پھر جناب فاطمہ زہراؑ

جناب مریم ایک غرفہ سے نکلیں اور ان کے درمیان حضرت پیغمبرؐ خدا بھی ہیں۔ اور سر مطہر کے نزدیک پہنچ کر رونے لگیں۔ فاطمہؑ زہرا میرے نزدیک آئیں اور فرمایا اے ضعیفہ کوئی حاجت ہو تو بیان کر کیونکہ تو نے میرے فرزند کے سر پاک کا احترام کیا ہے اس پر گریہ و بکا کیا ہے میں تجھے بہشت کی بشارت دیتی ہوں تو اٹھ اور دیکھ کہ شمر بھی بیدار ہو چکا ہے۔ وہ ضعیفہ خواب سے بیدار ہوئی۔ اس عورت نے رونا پیٹنا شروع کیا اور سر مبارک اپنے رکھا اس عورت نے شمر لعین سے کہا اب میں تیری زوجیت میں رہنا پسند نہیں کرتی تو مجھے طلاق دیدے۔ اس ملعون نے طلاق دے دی۔ شمر نے اس عورت سے کہا کہ سر امام حسینؑ مجھے دیدے مگر عورت نے سر دینے سے انکار کیا اور شمر ولد الحرام نے اس عورت کو اسقدر اذیت پہنچائی کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئی اور روح جنت کو پرواز کر گئی۔

السیّد کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ ثم ان عمر بن سعد بعث براس الحسین فی ذلک الیوم وھو یوم عاشوراء مع خولی بن یزید الاصبحی وحمید بن مسلم الازدی الی عبید اللہ بن زیاد۔ یعنی کہ عمر بن سعد ملعون نے سر امام حسینؑ خولی کو دیا۔ اور کوفہ روانہ کیا حمید بن مسلم نے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے۔ اور باقی شہداء کے سرہائے مبارک شمر بن ذی الجوشن ملعون لے کر گیا ہے۔ اس کے ہمراہ قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج ملعون بھی گئے ہیں باقی قافلہ گیارہویں محرم کو بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا ہے۔

شیخؒ نے اپنی کتاب الارشاد میں تحریر فرمایا ہے کہ سر امام حسینؑ کو کوفہ لے کر خولی ملعون گیا ہے۔ ایسا ہی محمد ابن ابی طالب نے کتاب مناقب میں لکھا ہے

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب وابن نما لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عمر بن سعد لما دفع الراس الی الخولی الاصبحی لیحملہ الی ابن زیاد اقبل بہ خولی لیلا فوجد باب القصر مغلقا فاتی بہ الی منزلہ۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک لے کر کوفہ پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قصر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا درِ قصر خراب بند ہو چکا تھا وہ خانہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو تنور میں رکھدیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جاکر سوگیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضرمیہ تھا۔ حجرۂ خضرمیہ کہ اس کا نام غوار خاتون تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کہ اے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سر فرزند پیغمبرؐ خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں صبح دم ابن زیاد کو پیش کروں گا اور انعام حاصل کروں گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو کہنے لگی وائے ہو تجھ پر سر بریدۂ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام ملے میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ وزاری شروع کی۔ اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس کے کمرہ میں بستر پر ...یا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضرمیہ نے کہا واللہ انظر الی نور ساطع مثل العمود یسطع من الاجانۃ التی فیہا راس الحسین علیہ السلام سجدا لیگانہ میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کرنے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ صبح ہونے تک اس تنور سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہی۔ اور وہ قرآن خوانی اس پر آیت پر ختم ہوئی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ------ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دینوری میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ عمر ابن سعد نے خولی اصبحی کو طلب کیا اور خولی اصبحی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور ابن زیاد کو پیش کرے وہ بدبخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور درِ قصر ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زوجہ مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب اہلبیت ہے اس نے سر امام حسینؑ کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور خود حجرہ میں جاکر آرام کرنے لگا اس ضعیفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہوگیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سوگیا۔ اس مومنہ نے دیکھا کہ اس کا صحن مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ باورچی خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جارہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہوگئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا موہنہ کھولا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسین ایہا الشہید ایہا المظلوم قتلوک وما عرفوک ومن شرب الماء منعوک۔ یعنی اے میرے

اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ خولی نے سر مبارک تنور میں رکھا تھا۔

علامہ مجلسی بحار میں اور صاحب کامل السقیفہ و صاحب مناقب و ابن نما لکھتے ہیں کہ ابو مخنف کہتا ہے کہ ان عمر بن سعد لما دفع الراس الی الخولی الاصبحی لیحملہ ابی ابن زیاد اقبل بہ خولی لیلا فوجد باب القصر مغلقا فاتی بہ الی منزلہ۔ ابن سعد ملعون نے سر مطہر امام حسینؑ خولی کے حوالہ کیا کہ وہ اس کو ابن زیاد ملعون کے پاس لیجائے وہ ملعون جب سر مبارک لے کر کوفہ پہنچا تو شب کا وقت تھا اور ابن زیاد کے قصر کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا در قصر خراب بند ہو چکا تھا وہ خانہ خراب سر مبارک لے کر اپنے گھر پہنچا اور اس کو تنور میں رکھدیا۔ اور خود اپنے حجرے میں جاکر سوگیا۔ خولی ملعون کی دو بیویاں تھیں ایک کا نام اسدیہ دوسری کا نام خضرمیہ تھا۔ حجرۂ خضرمیہ کہ اس کا نام غوار تھا تون تھا وہ خولی سونے لگا تو اس ضعیفہ نے پوچھا کہ اے خولی تو کہاں تھا اور تو کیا چیز لایا ہے۔ اس نے کہا یہ سر فرزند پیغمبرؐ خدا حسین بن علی ہے جو میں لایا ہوں صبح دم ابن زیاد کو پیش کروں گا اور انعام حاصل کروں گا۔ اس ضعیفہ نے سنا تو کہنے لگی وائے ہو تجھ پر سر بریدۂ حسین ابن علی لایا ہے کہ ابن زیاد سے انعام ملے میں تیرے پاس ہرگز نہیں رہوں گی۔ یہ کہہ کر اس مومنہ نے گریہ وزاری شروع کی۔ اس وقت اس ملعون نے اپنی دوسری زوجہ زن اسدیہ کی طرف رجوع کیا اور اس کے کمرہ میں بستر پر [illegible] گیا۔ خولی ملعون کی زوجہ خضرمیہ نے کہا واللہ انظر الی نور ساطع مثل العمود یسطع من الاجانة التی فیہا راس الحسین علیہا السلام۔ بخدا لگانہ میں نے دیکھا کہ ایک نور تنور سے ساطع ہوا اور آسمان تک پہنچا پھر میں نے دیکھا کہ کچھ سفید پرندے آسمان سے نازل ہوئے اور اس تنور کے گرد طواف

کرنے لگے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ صبح ہونے تک اس تنور سے قرآن خوانی کی آواز آتی رہی۔ اور وہ قرآن خوانی اس پر آیت پر ختم ہوئی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ------ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

کتاب روضۃ الشہداء اور تاریخ دینوری میں ہے اس طرح مسطور ہے کہ عمر ابن سعد نے خولی اصبحی کو طلب کیا اور خولی اصبحی کو دیا کہ وہ کوفہ لیجائے اور ابن زیاد کو پیش کرے وہ بدبخت جب کوفہ پہنچا تو شب ہو چکی تھی اور در قصر ابن زیاد ملعون بند ہو چکا تھا۔ خولی کا مکان شہر کوفہ سے باہر تھا اس کی ایک زوجہ مومنہ تھی جو کہ انصار کے قبیلہ سے تھی۔ خولی ملعون چاہتا تھا کہ یہ عورت محب اہلبیت ہے اس نے سر امام حسینؑ کو اس سے پوشیدہ طور پر ایک تنور میں رکھ دیا۔ اور خود حجرہ میں جاکر آرام کرنے لگا اس ضعیفہ نے پوچھا کہ کچھ دنوں تک کہاں رہا۔ اس نے کہا کہ یزید بن معاویہ کا ایک باغی تھا۔ اس پر ابن زیاد نے چڑھائی کی تھی اس سے جنگ ہوئی اور وہ قتل ہو گیا اس مومنہ نے نام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ نام پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ غرض کہ خولی ملعون سو گیا۔ اس مومنہ نے دیکھا کہ اس کا صحن مکان روشن ہے اس نے خیال کیا کہ شاید صبح ہو گئی ہے وہ باورچی خانہ کی طرف چلی کہ ناشتہ تیار کرے اس نے دیکھا کہ تنور سے ایک نور ساطع ہو رہا ہے اور آسمان تک جا رہا ہے وہ حیران رہ گئی کہ تنور میں کیا چیز ہے وہ یہ منظر دیکھ کر بے ہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں دیکھا کہ جناب سیدہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا تنور کے پاس تشریف لائی ہیں تنور کا منہ کھولا اور سر مبارک کو بوسہ دیا اور گریہ فرمایا۔ ولدی ولدی یا حسینؑ ایہا الشہید ایہا المظلوم قتلوک وما عرفوک ومن شرب الماء منعوک۔ یعنی اے میرے

فرزند حسینؑ تجھے مظلوم بنا کر شہید کیا اور تجھ پر پانی بند کر دیا۔ شہید ثالث علیہ الرحمۃ کتاب مجالس میں فرماتے ہیں کہ خولی کی زوجہ نے دیکھا کہ ان خاتون نے سر مطہر کو اپنے زانو پر رکھا اور اپنے مقنعہ کے گوشے سے خاک و خون کو صاف کیا۔ اور فرمایا۔ ضاقت علیک الارض برحبھا۔ کہ اے بیٹا حسینؑ زمین خدا تیرے لیئے تنگ ہو گئی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ وہ عورت جب ہوش میں آئی تو تنور کے پاس گئی دیکھا کہ اس میں سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے۔ پھر بیہوش ہو گئی اور عالم مدہوشی میں آواز سنی کہ اے ضعیفہ تو نے سیدۂ عالم خدیجۃ الکبریٰ۔ مریم و آسیہ کو دیکھا۔ وہ ضعیفہ اٹھی اور سر مطہر کو دھویا اور گرد و خاک دور کی۔ التماس دعا برائے مولف کتاب و مترجم۔

خولی ملعون اصبحی کا سر امام حسینؑ ابن زیاد کو پیش کرنا

جب گیارہویں محرم کی صبح نمودار ہوئی۔ اہلحرم کا نہ کوئی مونس و غمخوار تھا اور نہ کوئی یاور و ناصر تھا علی اکبرؑ نہ عباسؑ نہ عون و محمد نہ قاسم سب ہی گلے کٹائے مقتل میں سو رہے تھے۔ اور ادھر خولی ملعون خواب سے بیدار ہوا۔ تنور کے پاس آیا۔ سر مطہر کو باہر نکالا۔ اور ایک طبق میں سر مبارک رکھا۔ اور دارالامارہ کی طرف چلا۔ در قصر پر پہنچا اس وقت عبیداللہ بن زیاد بد نہاد تخت پر بیٹھا ہوا تھا کہ خولی سر امام حسینؑ لے کر حاضر دربار ہوا۔ اور ابن زیاد ملعون کے خادم طلائی طشت لے کر آئے اس میں سر امام مظلوم شہید کربلا رکھا اور ابن زیاد کو ہدیہ کیا۔ اس ملعون نے اشارہ کیا کہ سر حسینؑ کی تخت پر رکھ۔ تاکہ میں سر حسینؑ سے باتیں کروں۔ خولی ملعون نے سر مبارک تخت پر رکھا اور سامنے کھڑے ہو کر کہا ایھا الامیر اعطی الجائزہ کہ امیر اب

تو انعام عطا کر طبری اپنی تاریخ میں لکھتا ہے کہ خولی نے اس وقت جب کہ انعام طلب کیا تو کہا کہ میں نے بہترین نسب والے شخص کو قتل کیا ہے۔ علامہ کتاب الریاض میں لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون فارغ ہوا تو خادم سے کہا کہ سر حسینؑ لاؤ۔ اس وقت اس ظالم و بیدین کے پاس ایک چوبدستی تھی جو وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تھا۔ اور ایک تلوار بھی اس کے پاس تھی۔ سر مبارک اس کے سامنے رکھا گیا تو اس ولدالحرام نے اس چوب دستی سے بے ادبی کی اور لب ہائے مبارک کھول کر وہ چوب دستی دندان مبارک پر لگائی۔

شیخ صدوقؒ نے بھی امالی میں اس بات کا ذکر کیا ہے۔ شیخ مفیدؒ نے کتاب الارشاد میں لکھا ہے کہ زید ابن ارقم صحابی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس ابن زیاد میں موجود تھے۔ وہ عربی و مدنی اور بزرگ صحابی تھے۔ جب اس صحابی رسولؐ نے اس حرامزادے کی یہ جرأت دیکھی اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اے ابن زیاد ملعون واللہ الذی لا الہ الا ھو خدائے وحدہ لاشریک لہ کی قسم میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ پیغمبرؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لبوں کے بوسے لیتے تھے۔ اور تو بے ادبی کر رہا ہے یہ کہہ کر آپ باآواز بلند گریہ کرنے لگے۔ ابن زیاد ملعون نے اس وقت کوئی تعرض نہیں کیا۔ کتاب عمدۃ المطالب میں ہے کہ زید بن ارقم گریان و نالہ کنان قصر ابن زیاد سے اٹھ آئے اور اہل کوفہ سے کہا وائے ہو تم پر کہ حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا اور ابن زیاد یہ گستاخی کر رہا ہے کہ آپ کے لبائے مبارکہ پر چوب دستی لگا رہا ہے۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از سعید بن معاذ و عمر و بن سہیل سے کہ جو اس

وقت ابن زیاد میں موجود تھے نقل کرتے ہیں کہ ابن زیاد سر مطہر امام حسینؑ سے بے ادبی کرتا رہا۔ شیخ صدوق نے امالی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن شہر آشوب نے مناقب میں بھی لکھا ہے کہ ابن زیاد نے کہا کہ میں نے نیک خوئی اور ایسا خوب تر حُسن نہیں دیکھا جیسا کہ سر حسینؑ ابن علیؑ میں ہیں۔ اس وقت انس بن مالک کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے ابن زیاد رسولؐ خدا بھی اسی شکل و شمائل کے تھے۔ ایک دوسرے شخص نے کہا بہت خوب اے امیر۔ کیا خوب تو نے شبیہ رسولؐ خدا کے لبہائے مبارک پر چوب دستی لگائی ہے گویا کہ ابن رسولؐ خدا کے ساتھ بے ادبی کر رہا ہے ابن زیاد بے ادبانہ گفتگو کر رہا تھا کہ ایک مرتبہ سر امام حسینؑ نے آنکھیں کھولیں اور اس مردود کو از روے غضب دیکھا۔ اس وقت اس ملعون پر ہیبت طاری ہو گئی۔ جسم نجس میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ ہوش و حواس پراگندہ ہو گئے معین الدین ابو المفاخر سے نقل کرتے ہیں کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے ایک قطرۂ خون اس کی ران پر گرا۔ اس کا گرنا تھا کہ اس بد نہاد کی ران میں سوراخ ہو گیا۔ اور اس حرامزادے کی ران میں اسقدر سوزش اور تکلیف ہوئی کہ وہ مضطر و پریشان ہو گیا۔ شیخ طریحی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں اس وقت دربار ابن زیاد میں موجود تھا کہ جب اس ملعون نے سر امام حسینؑ سے بے ادبی کی تو میں نے دیکھا۔ رایت نارا قد خرجت من القصر کادت محرقۃ میں نے دیکھا کہ آگ نے اس کے دو قصر سے آئی نزدیک تھا کہ آگ قصر کو خاکستر بنا دے بعض دوسری روایت میں ہے کہ آگ نے نصف قصر کو جلا کر خاک کر دیا۔ اس وقت وہ ولد الحرام قصر سے دوسری جگہ منتقل ہو گیا کتاب بحار میں عبد الملک بن کردوس سے روایت وارد ہوئی ہے کہ ابن زیاد آگ دیکھ کر مشتعل ہو گیا۔ اور آستین چڑھالی یہاں تک کہ آگ ختم ہو گئی۔

اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے دربان کیا تو نے وہ آگ دیکھی ہے۔ اس نے کہا کہ بے شک میں نے وہ آگ دیکھی ہے ابن زیاد نے کہا کہ اس کو ہرگز ظاہر نہ کرنا۔ شرح شافیہ میں ہے کہ جب سر مطہر امام حسینؑ دربار میں لایا گیا اور ابن زیاد کو پیش کیا گیا اس نے سر مبارک سے بے ادبی کی اس وقت آگ نمودار ہوا اور ابن زیاد اس آگ کو دیکھ کر خائف ہوا اور قصر سے چلا گیا۔ اس وقت آپ کے سر مطہر سے آواز آئی آپ نے فرمایا۔ این تھرب من النار یا ملعون لئن عجزت منک فی الدنیا فانھا فی الاخرۃ مثواک۔ یعنی اے ملعون کہاں بھاگ کر جائے گا اگر آگ سے اس دنیا میں بھاگ سکتا ہے تو آخرت میں آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا جو کہ تیرا ٹھکانا ہے۔

صاحب تہذیب لکھتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون کی ماں کو اس آگ اور بیٹے کی اس گستاخانہ حرکات کا علم ہوا تو اس نے دیکھا کہ ابن زیاد غائب ہو گیا ہے بھاگ گیا ہے۔ اور ایک گوشہ میں بیٹھا ہے رنگ فق ہو گیا ہے مرجانہ والدۂ ابن زیاد نے کہا اے بدنہاد کہ پسر رسولؐ خدا کو قتل کیا اور خوشیاں منا رہا ہے تف ہے تجھ پر۔ زن زانیہ بھی اس کے ان افعال شنیعہ سے بیزار تھی سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

لشکر عمر ابن سعد کی کربلا سے کوفہ روانگی اور تقسیم سرہاء شہداء

صاحب کتاب الریاض تحریر فرماتے ہیں۔ لما اصبح عمر بن سعد لعنہ فی کربلا

بخیله و دجلم و انصاد ہ و اعوانہ و شمر و سنان یعنی کہ جب صبح گیارہویں محرّم نمودار ہوئی تو عمر بن سعد ملعون خواب غفلت سے بیدار ہوا۔ اور اپنے خیمہ کے صدر دروازہ پر اپنے انصار و اعوان دیا ور و مددگار شمر و سنان وغیرہ کے ساتھ کرسی پر بیٹھا۔ ادھر اس کا لشکر خوشیاں منا رہا تھا اور اُدھر یہ عالم کہ ؎

ہمہ آغشتہ در خون شاہ لشکر

حریم شہ اسیر قوم کافر

کہ مقتل میں سید الشہداء اور تمام لشکر حق خاک و خون میں غلطاں پڑا ہوا ہے اور اہلحرم شاہ مظلوم اسیر ہو چکے ہیں کہ عمر ابن سعد نے حکم دیا کہ شہداء کے سرہائے بریدہ حاضر کئے جائیں شہداء کے سرہائے مبارکہ جسد سے جدا کر کے پیش کئے گئے کتاب لہوف میں ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے قیس بن اشعث اور عمرو بن حجاج کو طلب کر کے کہا کہ سرہا شہداء کوفہ لیجاؤ۔ اور امیر کوفہ ابن زیاد ملعون کو ہدیہ کرو۔ اور اس کے عوض اُس سے زر و مال حاصل کرو۔ اس پر قبائل کوفہ کے مختلف لوگ کہنے لگے کہ ہم بھی رئیس و سردار قبائل میں ہمیں بھی یہ شرف ملے کہ سرہا شہداء ابن زیاد کو پیش کروں عمر ابن سعد ملعون نے ان کی بات قبول کر لی۔ اور سروں کو تقسیم کیا۔ محمد ابن ابی طالب الموسوی تحریر کرتے ہیں کہ سرہا بریدہ اُٹھتّر تھے جنہیں مختلف قبیلوں کے سرداروں کو دیا کہ وہ ابن زیاد کے دربار میں تقرب حاصل کر سکیں۔ قبیلہ کندہ کو تیرہ سرہا شہداء دے گئے ان کا سردار قیس بن اشعث تھا۔ گروہ ہوازن کو بارہ سرہا شہداء دیئے ان کا سردار شمر ذی الجوشن ملعون تھا قبیلہ بنی تمیم کو سترہ سرہا شہداء دیئے اور دوسرے لشکری لوگوں کو تیرہ سرہا شہداء دیئے اور تمام سرداروں نے سرہا شہداء نیزوں پر بلند کئے اور کوفہ کو روانہ ہوئے۔ راوی حضرات

لکھتے ہیں کہ عمر بن سعد ملعون نے گیارہویں محرّم کی دوپہر تک کربلا میں قیام کیا اور بعد ظہر کوفہ روانہ ہوا۔ اس مردود نے اس لیے دوپہر تک قیام کیا کہ اولاً سرہا شہداء تقسیم کئے۔ دوم اپنے لشکر کے کشتہ ہا جس کو سپرد خاک کیا تیسرے شہداء کی لاشوں پر گھوڑے دوڑانے کا انتظام کیا یہ بھی روایت ہے کہ اس بد نہاد نے ازرق کو دفن کیا اور لاش حضرت عباس علمدار علیہ السّلام کنارہ نہر پڑی رہی۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ فجمع قتلاء فصلی علیھم و دفنھم وترك الحسین واصحابه منبوذین وارد ہوا ہے کہ ایک گروہ از بنی ریاح آیا اور عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ حُر بن یزید ریاحی ہمارا قرابتدار ہے۔ اس کی لاش ہمیں دی جائے کہ اسے دفن کریں ابن سعد نے ان کو لاش حر دفن کرنے کی اجازت دی۔ لیکن لاش ہا شہداء کو دفن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ البتہ لاش ہا شہداء پر گھوڑے دوڑائے گئے۔ واحسرتاہ وا مصیبتاہ۔

عمر بن سعد ملعون اور لشکر یزیدین کی کربلا سے روانگی اور اسیری اہلحرم

روایات معتبرہ سے واضح ہوتا ہے کہ عمر بن سعد ملعون محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے مع لشکر کوفہ روانہ ہوا۔ لشکر میں صدائے بلند ہو رہی تھی اور اہلحرم حسینؑ کہ جن میں چونسٹھ مخدرات اور بچے شامل تھے اور ایک سید سجادؑ دھوپ میں زمین پر بیٹھے ہوئے تھے اور فریاد آہ و بکا بلند ہو رہی تھی۔ اور جناب زینبؑ خاتون مقتل کی طرف رخ کر کے فرما رہی تھیں بھیّا حسینؑ اب زینبؑ اسیر ظلم

ہے اور تم مقتل میں سو رہے ہو۔ اس اثنا میں ساربان لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتاہ قد بدا الاجمال وارتحلوا والراس یقدمهم والرمح مشهود۔ اے پھوپھی اماں ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا امام زین العابدینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلنا ایسا نہ ہو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور ہمیں علیؑ و نبیؐ سے شرمندہ ہونا پڑے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ محملیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مخدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملاعین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہائے شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ رواں ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؑ نہر کی طرف گئیں دیکھا کہ ام کلثومؑ لاش حضرت عباس علمدار پر گریہ فرما رہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشاء و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوفہ جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اے شیعو۔ کون سوار کراتا نہ عباسؑ ہیں نہ علی اکبرؑ نہ قاسمؑ ہیں نہ عون و محمد، نامحرم ان کو

سوار نہیں کرا سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسول ہیں ہمیں کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ ایسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ تنہا رہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آکر اپنی بیکس بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بدنہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چار و ناچار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سکینہ بنت الحسین کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے ؎

بابا بنگر سوز دل و چشم پُر آبم
از کوئے تو عازم بسوئے شام خرابم

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالار قافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ پس گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جزائری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے یزید پلید سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا دریافت

ہے اور تم مقتل میں سو رہے ہو۔ اس اثنا میں ساربان لوگ شتران برہنہ لے کر آئے فاطمہ بنت الحسینؑ نے جب شتر برہنہ دیکھے تو فرمایا یا عمتاہ فدبوا الاجمال وارتحلوا والراس یقدمهم والرمح مشهود۔ اے پھوپھی اماں ذرا دیکھئے تو سہی ہمارے واسطے شتران بے کجاوہ لائے گئے ہیں۔ جناب زینبؑ خاتون فرماتی ہیں کہ اس وقت عابد بیمار کا سر میرے زانو پر تھا امام زین العابدینؑ نے مجھ سے فرمایا کہ اے پھوپھی اماں شتران بے کجاوہ دیکھتی ہو۔ ان اونٹوں کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے ہیں اور یہ دوسرے اونٹوں سے کہہ رہے ہیں کہ ہم آل رسولؐ اور فاطمہؑ کی بیٹیوں کو لے کر جائیں گے۔ آہستہ آہستہ چلنا ایسا نہ ہو کہ کوئی سواری زمین پر گر پڑے اور ہمیں علیؑ و نبیؐ سے شرمندہ ہونا پڑے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شکستہ و بوسیدہ محملیں بھی لائی گئیں اور اہلحرم کی مخدرات اور بچے ان میں سوار ہوئے اور ان کو ملاعین مقتل کی طرف سے لے کر چلے۔ اس وقت اہلحرم کا عجیب حال تھا۔ خدا حافظ کی صدائیں بلند تھیں اور لاش ہائے شہدا زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ روایت ہے کہ جب اسیروں کا قافلہ رواں ہوا تو جناب کلثومؑ کو نہ پایا۔ اہلحرم میں اس سے ایک شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ اور کنار نہر سے رونے کی آواز آئی جناب زینبؑ نہر کی طرف گئیں دیکھا کہ ام کلثومؑ لاش حضرت عباس علمدار پر گریہ فرما رہی ہیں آپ نے ام کلثومؑ کو لاشہ سے اٹھایا اور اپنے ساتھ لائیں آپ سوار ہوئیں اور قافلہ روانہ ہوا۔ اللہ اللہ مشکل کشاء و عقدہ کشاء کی بیٹیاں اسیر ہو کر کوفہ جا رہی ہیں۔

روایت ہے کہ عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو جلد سوار کیا جائے۔ اے شیعو۔ کون سوار کراتا نہ عباسؑ ہیں نہ علی اکبرؑ نہ قاسم ہیں نہ عون و محمد، نامحرم ان کو

سوار نہیں کرا سکتا۔ جب یہ لوگ آگے بڑھے کہ سوار کرائیں تو حضرت زینبؑ نے حالت غضب میں فرمایا کہ دور ہو جاؤ ہم آل رسول ہیں ہمیں کوئی نامحرم ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ راوی کہتا ہے کہ زینبؑ خاتون نے کچھ اسے جلال و غضب میں ان سے کہا کہ وہ سب کے سب دُور چلے گئے۔ اور زینبؑ و ام کلثومؑ نے تمام اہلحرم کو سہارا دے کر اونٹوں پر سوار کیا۔ اور جب حضرت زینبؑ تنہا رہ گئیں تو کوئی سوار کرنے والا نہ تھا۔ خدا ہی جانتا ہے کہ آپ کیونکر سوار ہوئیں میں تو یہ سمجھتا ہوں۔ یقین رکھتا ہوں کہ شاہ نجف نے نجف سے آکر اپنی بیکس بیٹی کو سوار کیا ہو گا یا عباسؑ نہر فرات سے آئے ہوں گے اور بہن کو سوار کیا ہو گا اکثر راویوں نے نقل کیا ہے کہ لشکر عمر بن سعد نے نیزہ اور تازیانہ کے ساتھ سوار کیا ہے یعنی یہ بدنہاد اذیتیں پہنچاتے تھے۔ اور اہلحرم چار و ناچار سوار ہوتے تھے اس وقت جناب سکینہ بنت الحسین کی زبان گویا پر یہ الفاظ جاری تھے ؎

بابا بنگر سوز دل و چشم پُر آبم
از کوئے تو عازم بسوئے شام خرابم

یعنی اے بابا ہماری روتی ہوئی آنکھوں اور دل کی تڑپ دیکھئے اب ہم آپ کے کوچہ سے شام روانہ ہو رہے ہیں۔ اور سید سجاد طوق و زنجیر میں گرفتار سالار قافلہ اہلحرم تھے زیارت ناحیہ مقدسہ میں وارد ہوا ہے کہ اس قوم بے حیا کے سید سجادؑ کے ہاتھ پس گردن سے باندھ دیئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ آپ کے پاؤں مبارک اونٹ کے شکم سے باندھ دیئے تھے سید نعمت اللہ جزائری نے ایک واقعہ درج کیا ہے کہ جناب سکینہ خاتون نے یزید پلید سے کہا کہ میں نے گزشتہ شب عالم خواب میں اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہراؑ کو دیکھا انہوں نے مجھ سے واقعہ کربلا دریافت

کیا۔ میں نے بیان کیا پس آپ نے مجھ سے میرے بیمار بھائی کی علالت کا حال دریافت کیا۔ میں نے عرض کیا اے دادی صاحبہ۔ کیا حال پوچھتی ہو۔ بھائی سجادؑ بیمار تھے اور اکثر ان ملعونوں نے ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اور اے دادی صاحبہ اگر تم موجود ہوتیں تو دیکھتیں کہ بیمار کو کس طرح اونٹ پر سوار کیا ہے اور کس طرح ان کو طوق و سلاسل پہنائے ہیں۔ اور اے جدّہ محترمہ دو وقت ایسے گزرے ہیں کہ بھائی سجادؑ پر گریہ بشدّت طاری ہوا ہے۔ ایک اس وقت کہ جب آپ نے بابا کا سر نیزہ پر دیکھا دوسرے اس وقت کہ جب آپ نے پھوپھی زینبؑ وام کلثومؑ اور مخدرات کو برہنہ سر دیکھا۔ پس جناب سیدہ فاطمہ زہراؑ نے آہ سرد کھینچی اور زار و قطار رونے لگیں اور فرمایا بس اے بیٹی سکینہؑ بس، اب سیّدہ میں طاقت نہیں ہے کہ مصائب کا حال سن سکے۔

اسیر ہو کر اہلحرمؑ کا مقتل شہداء سے گزرتے ہوئے گریۂ وزاری کرنا

دربندی اسرار الشہادۃ میں احمد کوفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں اس روز مدینہ میں تھا کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام نے سفر عراق اختیار کیا اور مدینہ سے ہجرت کی اس وقت آپ کے اہلحرم جس شان و شوکت اور عزّ و جلال کے ساتھ شتران محمل پر سوار کئے گئے ہیں وہ تمام مناظر میری نگاہ میں تھے کہ حضرت عباسؑ، حضرت علی اکبر، جناب قاسم پردہ داری کا اہتمام فرما رہے تھے اور حضرت زینبؑ کو خود حضرت امام حسینؑ نے شتر محمل کشیدہ پر سوار کیا تھا" واحسرتا" مدینہ میں یہ

شان زینب تھی اور کربلا میں جب اہلحرم اسیر ہوئے ہیں تو یہ شان تھی کہ ؎

شامیاں بستند بازو زینبؑ و کلثوم را
اے فلک آن ابتدا و این انتہائے اہلبیتؑ

روایت ہے کہ محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر اہلبیت اسیر ہو کر شتران بے کجاوہ پر سوار ہوئے اور لشکر عمر ابن سعد نے بڑے ظلم و ستم کے ساتھ اہلحرم کو سوار کیا۔ اور جب کربلا سے یہ قافلہ قیدیوں کی صورت میں کوفہ کے لیے روانہ ہوا۔ تو قافلہ کے آگے آگے شہیدوں کے سرہائے مبارک تھے جو نیزوں پر بلند تھے ایک نیزہ طویل پر امام حسینؑ کا سر بلند تھا۔ اور قافلہ کے عقب میں لشکر بے دین طبل و نقارہ بجا رہے تھے اس طرح یہ قافلہ روانہ ہوا۔

صاحب کتاب الریاض تحریر فرماتے ہیں کہ لشکر اعداء اہلحرم کو اسیر کر کے مقتل شہداءؑ کی طرف سے گزرے جب مخدرات نے اپنے عزیزوں کی لاشیں دیکھیں تو سواریوں سے لاشوں پر گر گئیں۔ اور گریۂ و بکا اور ماتم و شیون کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں ؎

نالہ ہائے اہل بیتؑ دربدر — نالہ ہاء کودگان بے پدر
چوں رواں شد کاروان آشک و آہ — آمد آن سیل سیہ تا قتلگاہ
ہر طرف افتادہ سرو قامتی — سبزہ خطی لالہ روئی آیتی
ہر کہ چشمش بر علی اکبر فتاد — خواست تا از پا فتد از سر فتاد
ہر کہ او را با تن عریان بدید — پیرہن را بد امان بر درید
قاسمؑ داماد اندر آفتاب — خفتہ دست و پا بخون خود خضاب
آہ کز عباسؑ افتادم جدا — من کجا آن دست و آن پیکر کجا

این سپہ سیلی پی در پی زنند
کعب نی بروئے کعب نی زنند

یعنی کہ جب آل اطہار کا گذر مقتل سے ہوا اور مخدرات اور بچوں کی نظر لاشہائے شہداء پر پڑی سب نے سواری سے لاشوں پر گرا دیا۔ اس وقت مقتل شور و فغان کے نالہ بلند تھے۔ اور جب بیبیوں کی نگاہ جوانان رعنا پر پڑیں۔ جگر تھام کے بیٹھ گئیں۔ کسی نے علی اکبرؑ کی لاش پر نوحہ کہا کسی نے عباس علمدار کی لاش پر بین کئے۔ اور کسی نے قاسم گلگوں قبا کی لاش پر گریہ وزاری کیا۔ زینبؑ خاتون حسینؑ کی لاش پر روتی رہیں کہ لشکر عمر ابن سعد کے جفا کاروں نے ان بیکس بیبیوں کو تازیانوں کے ذریعہ لاشوں سے جدا کیا۔

کامل الزیارت میں وارد ہوا ہے اور ایسا ہی قدامہ نے اپنے پدر زائدہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا اے زائدہ کہ جب اعداء ہمیں اسیر کر کے قتلگاہ شہیداں میں لے گئے اور ہم نے بابا اور بھائیوں کو لاشیں دیکھیں اور کسی نے انہیں دفن بھی نہیں کیا تو قریب تھا کہ اس صدمہ سے میری روح مفارقت کر جائے۔ اس وقت میری پھوپھی زینبؑ نے جب میری یہ حالت دیکھی میری طرف دیکھ کر فرمایا اے حسینؑ کی نشانی اے جد و پدر کی یادگار اسے اسیروں کے قافلہ سالار تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ اسقدر گریہ و بکا۔ میں نے کہا پھوپھی اماں میں کیونکر روؤں کہ میرے سامنے بھائیوں۔ اور بابا کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں خو خاک و خون میں غلطاں ہیں نہ کسی کو کفن میسر ہے اور نہ قبر۔ اس پر جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی کی نشانی فو اللہ ان ذلک لعہد من رسول اللہ الی جدک وابیک وعمک خدا کی قسم اے سجادؑ تمہارے جد اور پدر اور عم نامدار کے درمیان عہد ہو چکا ہے کہ

حسینؑ کربلا میں شہید ہوں گے بے گور و کفن پڑے ہوں گے کہ خداوند عالم ایک گروہ کو دفن و کفن شہداء پر مامور کرے گا جو اس گروہ بیدین سے نہیں ہوں گے بلکہ وہ ہمارے محب ہوں گے۔ وہ یہاں آئیں گے۔ لاشوں کو جمع کریں گے۔ اور شہداء کو سپرد خاک کریں گے اور اے بیٹا یہ تمہارے بابا کی قبر کی جگہ ہے اور یہاں قبر پر قبہ بنایا جائے گا تاکہ شیعہ اور محب لوگ زیارت کے لیے آئیں۔ اور بارگاہ حسینی کبھی بوسیدہ نہ ہوگی۔ ہمہ وقت زیارت کرنے والوں کا ہجوم رہے گا۔ سید سجادؑ نے آپ سے فرمایا کہ پھوپھی اماں اس خبر کا ماخذ بیان کیجئے۔ تو حضرت علیا زینبؑ سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اُمّ ایمن سے یہ حدیث مروی ہے کہ جو میں نے تم سے بیان کی اگر خدانخواستہ سجادؑ زندہ نہ رہتے تو چونکہ امام قطب زمان ہوتا ہے کائنات باقی نہ رہتی۔ زینبؑ خاتون یہ حدیث بیان کر رہی تھیں اور نیزہ پر سر امام حسینؑ تلاوت قرآن کر رہا تھا۔

جبرئیل امین کا صحیفہ سماویہ لے کر خدمت رسولؐ خدا میں حاضر ہونا

چونکہ امامت لازمۂ نبوت ہے پس ائمہ معصومینؑ کے لیے صحیفۂ سماوی اور دستور العمل خداوندی کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ آئمہؑ اس کے مطابق عمل کریں تا اینکہ دنیا سے رخصت ہوں اور اپنے بعد ہونے والے امام کو سپرد کریں۔ چنانچہ جبرئیل امین وقت آخر حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ وصیت نامہ ہے جو آپ اپنے اہلبیتؑ کو سپرد کریں تاکہ وہ آپ کے بعد اُس پر

عمل پیرا ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا اے جبرئیل میرے اہلبیت کون ہیں۔ جبرئیل نے عرض کیا کہ تمہارے چچازاد امیرالمومنین علی ابن ابی طالب تمہارے اہلبیتؑ میں داخل ہیں (از مترجم آنحضرتؐ نے تو خود اپنے اہلبیتؑ کا بار بار تعارف کرایا ہے اس جگہ امت کو تاکیدی درس دینے کے لیے جبرئیل سے خطاب وتعین اہلبیت کی گئی ہے) اور حضرت علیؑ کے بعد ان کی اولاد سے گیارہ امام ہوں گے۔ وہی ائمہ دین ہیں اور یہ وصیت نامہ یکے بعد دیگرے ان میں منتقل ہوتا رہے گا چنانچہ حضرت علیؑ نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ عطا کیا۔ اور امام حسنؑ نے امام حسینؑ کو یہ وصیت نامہ سپرد کیا اور امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام زین العابدین کو سپرد کیا۔ اس طرح اب یہ وصیت نامہ حضرت قائم آل محمدؐ امام مہدی آخرالزمان عجل اللہ فرجہ کے پاس ہے۔ جب امام حسینؑ نے یہ وصیت نامہ امام زین العابدین کو سپرد کیا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ (یا علی ابن الحسین اطرق واصمت والزم بیتک واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔) اے علی پسر من میرے قتل ہونے کے بعد خموش رہنا، راضی برضائے الٰہی رہنا۔ اور جسقدر بلائیں آئیں ان پر صبر کرنا۔ اور جب قید شام سے رہا کر مدینہ پہنچو تو گوشہ نشینی اختیار کرنا اور عبادت الٰہی کرنا یہاں تک کہ تیرا وقت رحلت آئے۔ چنانچہ سید سجادؑ نے اپنی زبان مبارک سے کوئی ایسی بات نہیں فرمائی کہ جو اس سے منافی ہوتی شمر ولدالحرام نے آپ کو قتل کرنا چاہا مگر حضرت زینبؑ نے حمایت سجادؑ میں گفتگو کی اور شمر ولدالحرام قتل کرنے سے باز رہا۔ یہاں تک کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے کوئی حدیث بیان کی تو اس طرح کہ۔ حدثتنی عمتی زینبؑ۔ کہ میری پھوپھی زینبؑ خاتون نے بیان کیا (از مترجم)

سبحان اللہ بی بی زینبؑ خاتون کی امام زین العابدین علیہ السلام کے نزدیک یہ منزلت ہے کہ حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میری پھوپھی زینبؑ نے بیان کیا ہے۔ کیونکہ نہ ہو زینبؑ بنت علی وفاطمہؑ عالمہ غیر معلمہ ہیں۔

شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ زین العابدین خموش ہی رہا کرتے تھے۔ طوق وزنجیر پہن لیا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔ مقتل میں جب امام حسینؑ کے جسد صدپارہ کو دیکھا اور جناب زینبؑ نے گریہ وزاری سے روکا اور فرمایا کہ اے سجادؑ تم حجت خدا ہو۔ آپ نے صرف اسقدر فرمایا کہ پھوپھی اماں بابا بھی تو حجت خدا ہیں مگر واحسرتا قوم جفاکار نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد ملعون نے سید سجاد کے سامنے اپنے دربار میں حضرت علیا زینب خاتون کی شان میں ناروا الفاظ کہے تو سید سجادؑ نے فرمایا۔ یا ابن مرجانہ کم تہتک حرمۃ عمی زینب بین من یعرفہا ومن لم یعرفہا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن زیاد تو کس واسطے ناروا الفاظ کہہ رہا ہے میری پھوپھی زینبؑ خاتون کے مرتبہ کو اکثر تیرے درباری جانتے ہیں اور بعض نہیں جانتے۔ اور شہر شام میں بھی آپ نے خطاب فرمایا ہے۔

اقاد ذلیلا فی دمشق کاننی
من الزنج عبد غاب عنہ نصیروا

عزلت نشینی کی مدح وتعریف

ابنائے زمانہ کی صحبت سے عزلت نشینی اختیار کرنا مستحسن فعل ہے۔ احادیث میں وارد ہوا ہے کہ ربیع بن خثیم ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی گزارتا تھا۔

اگر کسی کو اس کا نفع اور فائدہ معلوم ہو جائے تو وہ ضرور گوشہ نشینی کی زندگی کو ترجیح دے گا۔ گوشہ نشینی سے ترک دنیا اور ترک احباب مراد نہیں ہے بلکہ مکروہات زمانہ سے دور رہنا۔ صحبت صالحہ اختیار کرنا۔ روح گوشہ نشینی ہے۔ ابو بریدہؓ اسلمیؓ جو کہ اصحاب آنحضرتؐ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور پُرنور کی صحبت اختیار کی اور اس منبع علم و حکمت و عرفان سے اپنی زندگی کے نقش و نگار سنوارے اور جب سرور انبیاءؐ نے دنیا سے کوچ فرمایا تو منبر و محراب خالی دیکھ کر شام میں عزلت نشینی اختیار کی۔ معاویہ نے ہر چند چاہا کہ ابو بریدہ اسلمیؓ اس کی مجلس و محفل میں آئیں مگر ابو بریدہ نے کوئی توجہ نہیں دی اور عزلت نشینی ہی میں رہے جب معاویہ کا انتقال ہو گیا اور اس کی جگہ یزید پلید جانشین ہوا تو اس نے تحفہ و ہدایا بھیجے مگر آپ نے قبول نہ کئے اور گوشہ نشین رہے۔ یہاں تک اہلبیتؑ رسولؐ اسیر ہو کر وارد شام ہوئے آپ کا غلام کسی ضرورت سے باہر نکلا۔ جب اس نے دیکھا کہ آل رسولؐ قیدی بنا کر لائے گئے ہیں روتا ہوا واپس آیا اور بریدہ اسلمیؓ سے واقعہ بیان کیا۔ اور کہا کہ سبط رسول الثقلین امام حسینؑ کا سر بریدہ شام میں لایا گیا ہے اور ان کے اہلحرم علی و فاطمہؑ کی بیٹیاں اسیر ہو کر آئی ہیں۔ اور امام زین العابدین طوق و زنجیر پہنے ہوئے ہیں جب ابو بریدہ اسلمی نے یہ سنا تو عمامہ سر سے پھینک دیا۔ اور اسقدر سر و سینہ پیٹا کہ بیہوش ہو گئے اور کہا اے غلام مجھے دربار یزید میں لے چل۔ غلام ان کو دربار میں لایا۔ یہ اس وقت پہنچے کہ سر مطہر امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا۔ اور یزید ملعون چوب دستی سے لب ہائے مبارک اور دندان مبارک سے بے ادبی کر رہا تھا یہ دیکھ کر بے چین ہو گئے اور فرمایا اے یزید یہ وہ لب ہیں کہ رسولؐ خدا ان لبوں کو بوسہ دیا کرتے تھے۔

اہلبیتؑ کا کربلا سے کوچ کرتے ہوئے مقتل شہداء سے گزرنا

جب اہلحرم قیدی ہو کر کربلا سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے تو اوّل قتلگاہ شہداء کی طرف سے گزرے ہر ایک بی بی نے اونٹ سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیا۔ ام لیلیٰ علی اکبر کی لاش پر ام فروہ قاسمؑ کی لاش پر اور ام کلثوم جناب عباسؑ کی لاش پر پہنچیں اور ماتم کیا۔ اور لاش امام حسینؑ پر زینبؑ خاتون اور سکینہ روتی رہیں۔

کتاب منتخب اور کتاب بحار میں ہے کہ بنی اسد کے قبیلہ کے ایک شخص نے کہا کنت زارعا علی نھر العلقمی۔ یعنی کہ میں نہر کے کنارے زراعت کرتا تھا۔ جب لشکر عمر ابن سعد چلا گیا اور میدان کربلا ان کافروں سے خالی ہو گیا تو میں نے عجیب و غریب امور دیکھے مشک و عنبرانی خوشبو آ رہی تھی میں نے دیکھا کہ جب آفتاب غروب کر گیا۔ تو قبلہ کی سمت سے ایک شیر آیا۔ ہمہمہ کرتا ہوا یعنی چھنگارتا ہوا میں خوف زدہ ہو کر کسی جگہ چھپ گیا۔ جب صبح ہوئی میں نے دیکھا۔ کہ وہ شیر جس راستے سے آیا تھا واپس چلا گیا میں نے دل میں کہا کہ یہ شخص یعنی امام حسینؑ معاذ اللہ خارجی تھے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ اور میں عجیب و غریب آثار و علامات دیکھ رہا ہوں کہ ایسی باتیں کبھی دیکھی نہ سنی ہیں میں نے قسم کھائی کہ آج شب کو میں جاگتا رہوں گا کہ دیکھوں شیر لاشہائے مقتولین کے ساتھ کیا کرتا ہے جب آفتاب غروب کر گیا اور شب ہو گئی۔ پھر وہی شیر قبلہ کی طرف

سے نمودار ہوا۔ میں اسے دیکھ کر کانپنے لگا۔ اور میرے دل میں یہ بات پیدا ہوئی کہ یہ شیر آدم خور ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھے کھا جائے میں نے اسی اثناء میں دیکھا کہ وہ شیر لاش ہا مقتولین کے درمیان گیا۔ اور ایک لاش کو جو مثل آفتاب نورانی تھی اس نے اپنے ہاتھوں کے درمیاں لے لیا۔ مجھے پھر یہی خیال ہوا کہ شیر اس لاش کو کھائے گا لیکن اس نے خون لاش مطہر اپنے ماتھے پر لگایا۔ نالہ و ہمہمہ۔ اور لاش کے گرد طواف کرنے لگا۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کہ شب کا کچھ حصہ گزرا۔ اس وقت کچھ شمع سارے مقتل میں روشن ہو گئیں اور گریہ وزاری اور نوحہ کی آوازیں آنے لگیں میرا دل اس پُر درد نوحوں کو سن کر بیتاب ہو گیا اور دل پر غم واندوہ کی گھٹا چھا گئی۔ پھر آواز آئی ہائے حسینؑ، خیال کیا کہ ان نوحہ گروں کو دیکھوں کہ کون ہیں جو اس طرح رو پیٹ رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ وہ نوحہ گر غائب ہو گئے۔ میں نے بآواز بلند کہا خدارا بتلاؤ کہ یہ مقتول کون بزرگ ہے۔ تو جواب سنا کر یہ حسین ابن علیؑ ہیں جو راہ خدا میں شہید ہوتے ہیں اور شیر جو تو نے دیکھا شاہ نجف، شیر خدا علی ابن ابی طالب ہیں جو اپنے فرزند کی لاش پر تشریف لائے ہیں۔

یا اسد الرحمٰن یا شختہ النخیف — جزاء وصبرا للحسینؑ قتیل
فداک دوحی یا حسین و عترتی — وانت عفیر فی التراب جدیل
وجسمک عریان طریح علی الثریٰ — علیہ خیول الظالمین تجول

یہ حکایت صحیح اور موثقہ ہے اور اس کو مولف کتاب کے والد ماجد مرحوم نے اپنی کتاب ریاض میں تفصیلاً درج کیا ہے۔

کیفیت دفن اجساد شہدائے کربلا

الشیخ مفید کتاب الارشاد میں تحریر فرماتے ہیں کہ بنی اسد نے شہدائے کربلا کو دفن کیا ہے دوسرے ارباب مقاتل بھی اسی چیز کے قائل ہیں۔ روضۃ الشہداء، طبری اور کامل السقیفہ اور مقتل ابی مخنف اور کتاب مناقب ابن شہر آشوب میں بھی ایسا ہی مذکور ہوا ہے کہ شہدائے کربلا کو بنی اسد کے لوگوں نے دفن کیا ہے۔ اور کسی نے یہ نہیں لکھا کہ وقت دفن شہداء حضرت سید سجادؑ آئے ہیں لیکن ہم شیعۂ امامیہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ تمام ارباب خبر و حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ متولی امر امامؑ از غسل وکفن ودفن وحنوط بغیر از امامؑ کوئی دوسرا شخص انجام نہیں دے سکتا۔ مجلسی علیہ الرحمۃ نے تحریر کیا ہے کہ بنی اسد کے لوگوں نے شہداء کو دفن کیا۔ تو اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بظاہر ایسا ہے کہ بنی اسد نے امام حسینؑ کی لاش مطہر کو دفن کیا ہے مگر باطناً امامؑ کو امامؑ ہی دفن کر سکتا ہے کہ نہ کہ غیر امام۔ پس زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز بوقت دفن کربلا تشریف لانا اور اپنے پدر بزرگوار کو دفن کرنا صحیح و درست ہے حضرت امام علیؑ الرضا علیہ السلام نے اپنے شیعوں کے ایک مجمع میں فرمایا ہے کہ ہمارے جد امام زین العابدین بظاہر قید تھے لشکر عمر ابن سعد آپ کو اسیر کر کے شام لے جا رہے تھے کہ آپ باعجاز امامت مخفی انداز میں اس وقت کربلا تشریف لائے کہ جب قبیلۂ بنی اسد کے لوگ شہداء کی لاش ہائے مبارکہ کو سپرد خاک کر رہے تھے۔ بعدہٗ امام زین العابدینؑ واپس چلے گئے۔ اسی طرح باعجاز ہیں اپنے پدر بزرگوار موسیٰ بن جعفر کی نماز جنازہ انجام دہی غسل و

کفن کے لیے آیا تھا نماز پڑھی اور چلا گیا۔ اور امام محمد تقی نے امام رضاؑ کو اسی طرح تشریف لا کر غسل و کفن دیا نماز پڑھائی اور آپ چلے گئے۔

اب ہم ایک مسئلہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ لا یلی امر الامام الا الامام یعنی کہ امام کو امام ہی کی غسل و کفن دفن و حنوط وغیرہ کے کام انجام دے سکتا ہے نہ کہ غیر امام۔ پس حضرت حجۃ اللہ تعالیٰ فرجہ کو غسل کون دے گا اور کون نماز پڑھے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ بعد ظہور امام العصر علیہ السلام رجعت فرمائیں گے اور آپ ہی تجہیز و تکفین و تدفین انجام دیں گے۔ بہر حال جس وقت بنی اسد تدفین شہداء میں مشغول تھے حضرت امام زین العابدین تشریف لائے اور اپنے پدر بزرگوار حسینؑ کو دفن کیا۔ اور باقی ماندہ شہداء علیہم السلام کو پہچان پہچان کر آپ نے بنی اسد کو حکم دفن دیا ہے ورنہ شہداء کو بنی اسد نہیں پہچان سکے تھے کہ یہ کس شہید کی لاش ہے اور یہ کس شہید کی لاش ہے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین ہر ایک شہید کی لاش کو پہچانتے تھے اور حکم دفن دیتے تھے یہاں تک کہ آپ نے امام حسین کو دفن کیا اور پائیں ہار حضرت امام حسینؑ۔ جناب علی اکبر کو دفن کیا یہ وہی جگہ ہے کہ جہاں اب تربت امام حسینؑ موجود ہے۔ اور یہ بھی جاننا چاہیئے کہ قبر امام حسین علیہ السلام اور گنج شہیداں کی وسیع قبر خود حضرت رسولؐ خدا نے تیار کی ہے چنانچہ کتاب منتخب المراثی اور کتاب الارشاد میں ہے کہ ام المومنین ام سلمہؓ نے محرم کی گیارہویں شب کو خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھا کہ آپ گریان و محزون ، گرد و غبار میں اٹے ہوئے تشریف لائے ہیں ریش مبارک پر آنسو ٹپک رہے میں نے رسول اللہ سے دریافت کیا یا حضرت گریہ کیوں فرمارہے ہیں اور کہاں تشریف لے گئے تھے تو ارشاد فرمایا۔

ما زلت اللیلۃ احضر القبور للحسین واصحابہ کہ میں اس شب کربلا میں حسینؑ اور ان کے اصحاب کی قبریں کھودنے میں مشغول رہا۔ تمام شہداء ایک ہی قبر میں آرام فرمائیں البتہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کی قبر مبارک کنار راہ غاضریہ ہے۔ آپ کی قبر مبارک علیحدہ اس لیے ہے کہ آپ کی لاش مبارک اسقدر ٹکڑے ٹکڑے تھی کہ امام حسینؑ لاش برادر اٹھا نہ سکے پس آپ کو ایسی جگہ دفن کیا گیا کہ جہاں اب روضۂ مبارکہ ہے اور ایسا بھی وارد ہوا ہے کہ حضرت عباس طویل القامت تھے مگر واحسرتاہ آپ کی قبر مبارک آپ کے جسد مبارک کی مناسبت سے چھوٹی ہے قلم میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا سبب تحریر کر سکوں کیونکہ آپ کا بدن مبارک ٹکڑے ٹکڑے تھا کہ جنہیں جمع کر کے دفن کیا گیا ہے۔

تحقیقات دربارۂ دفن حضرت سید الشہداء علیہ السلام

علامہ مجلسی کتاب بحار جلد عاشر (دسویں جلد) میں میسرۃ بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب ہمارے جد نامدار حسینؑ علیہ السلام وارد کربلاء معلیٰ ہوئے ہیں تو آپ نے اپنے بھائی محمد حنفیہ کے نام ایک خط ارسال کیا جس میں بزرگان بنی ہاشم کو بھی مخاطب فرمایا ہے مضمون خط یہ ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من الحسین بن علی الی محمد بن الحنفیہ و من قبلہ من بنی ھاشم اما بعد فکان الدنیا لم تکن و کان الاخرۃ لم تزل والسلام

جس وقت میں نے آپ بنام مدینہ ارسال کیا ہے چاروں طرف ناکہ بندی تھی۔ اور

آپ کا محاصرہ بھی ہو چکا تھا چار ہزار کوفہ گھیر ڈالے ہوئے تھے اس وقت امام حسینؑ کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ زمین کربلا پر قبروں کے واسطے جگہ ہونی چاہیئے۔ چنانچہ امام حسینؑ نے زمین کربلا کے مالکوں کو جو غاضریہ کے رہنے والے تھے طلب فرمایا۔ چار در چار فرسخ زمین کربلا ساٹھ ہزار تومان میں ان سے خرید کی۔ اور پھر اس کو وقف کر دیا۔ اور اس زمین خرید کردہ کی تولیت بنی اسد کے نام قرار دی اور چند شرائط مقرر کیے ان میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ دس دن گزرنے کے بعد ہمارے اجساد پاکیزہ کو اس زمین میں دفن کر دینا اور جب ہمارے شیعہ دور و نزدیک سے ہماری قبور کی زیارت کے لیے آئیں۔ تو ان کا استقبال کرنا اور ان کو ٹھہرنے کے لیے جگہ دینا تین دن تک ان کی مہمانی کرنا چنانچہ بعد دفن شہداء قبیلہ بنی اسد نے ان امور کو انجام دینا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ امام علیہ السلام سے رخصت ہو گئے اور یہاں دسویں محرم کو امام حسینؑ اور تمام عزیز و انصار درجہ شہادت پر فائز ہو گئے اور لشکر عمر بن سعد ملعون سے کربلا خالی ہو گیا۔ لیکن لاش ہائے شہداء ریگ گرم پر پڑے رہے ؎

چون دو روز از قتل شاہ دین گزشت
باخبر گشتند اہل کوہ و دشت

یعنی کہ جب قتل سید الشہداءؑ کو دو روز گزر گئے تو تمام ان لوگوں کو جو کربلا کے آس پاس دور و نزدیک رہتے تھے۔ یا پہاڑوں پر اور صحرا میں رہتے تھے خبر شہادت معلوم ہو گئی۔ اور بنی اسد کی عورتوں نے لاش ہائے مبارکہ کو بے غسل و کفن پڑا ہوا دیکھا تو اپنے مردوں کو غیرت دلائی۔ کہ فرزند رسولؐ خدا بے گور و بے کفن پڑا ہے اور جب کہ تم لوگوں نے بیع زمین کے وقت لاشوں کو دفن کرنے کی شرط

بھی قبول کی تھی مگر اب خاموش بیٹھے ہو۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم خدا و رسولؐ سے نہیں ڈرتے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں عبید اللہ ابن زیاد سے ڈر لگتا ہے کہ اگر اس کو خبر ہو گئی تو ہمیں قتل کرا دے گا۔ لیکن جب عورات بنی اسد نے شور و غوغا کیا تو مردان بنی اسد دفن کرنے کی نیت سے کربلا پہنچے۔ گروہ بنی اسد مقتل میں حیران و پریشان کھڑا تھا کہ ان اجساد مطہرہ کو جو کہ ٹکڑے ٹکڑے ہیں کیونکر دفن کریں اور کس طرح انہیں سپرد خاک کریں۔ کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ یہ کس کی لاش ہے اور یہ کس کی لاش ہے۔ وہ ابھی سرگردان و پریشان تھے کہ ایک سوار عالیقدر وہاں نمودار ہوا۔ اس نے شہیدوں کے لاش ہائے مبارک پر نظر ڈالی ؎

بسان حضرت یعقوب نالہ سر میکرد	کہ او پسر پسر و او پدر پدر میکرد
بسر عمامہ سبزی و لیک ژولیدہ	بسان چشم غزالاں سیاہ پوشیدہ

یعنی کہ وہ سوار نمودار ہوا اور جیسے ہی مقتل میں قدم رکھا۔ مثل یعقوبؑ نالہ کیا۔ یعقوب پسر پسر کہتے تھے اور یہ پدر پدر کہہ رہے تھے۔ سبز عمامہ سر مبارک پر مگر پریشان و درہم و برہم۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے جب بنی اسد نے دیکھا تو حیران رہ گئے کہ یہ کون ہیں۔ کہنے لگے کہ ہم آپ کو نہیں پہچانتے فرمایا ؎

گفت من این کشتہ ہا را سر بسر
می شناسم چون پدر ہا را پسر

فرمایا کہ میں ان شہداء کو اس طرح جانتا ہوں اور پہچانتا ہوں جیسے باپ کو اولاد پہچانتی ہے۔ بنی اسد سمجھ گئے کہ یہ ابن الحسینؑ زین العابدینؑ ہیں پس وہ لوگ تدفین و تکفین کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ ہر ایک کی لاش کو اٹھا کر لاتے اور سید سجادؑ

اس کو پہچان کر دفن کرنے کا حکم دیتے تھے کہ وہ لوگ ایک لاشہ اٹھا کر لائے ؎

پس برآوردند از خون پیکری — ہمچو گل صد پارہ جسم بے سری
زد بسر گفت این علی اکبر است — این شبیہ حضرت پیغمبر است

یعنی کہ وہ لوگ ایسی لاش اٹھا کر لائے جو پارہ پارہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ میرے بھائی علی اکبرؑ ہمشبیہ پیغمبرؐ ہیں۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ وحضروا للشهداء من اهل بيته واصحابه الذين صرعوا حوله مما يلي رجل الحيان وجمعوهم و دفنوهم جميعًا یعنی تمام شہداء کے لیے کہ جو اصحاب واہلبیت سے تھے امام حسینؑ کی قبر مبارک اطراف میں پڑے ہوئے تھے قبر تیار کر کے ان پر نماز پڑھی اور دفن کر دیا جو کہ اب گنج شہیداں کے نام سے معروف ومشہور ہے و دفنوا الحسينؑ حيث قبره الآن۔

ناگہان شد بانگ واویلا بلند — از تمام آنگرد مستمند
پیکرے دیدند افتادہ بخاک — قطعہ قطعہ پارہ پارہ چاک چاک

ناگہان ان کی نظر ایک ایسی لاش مطہر پڑی کہ جو ٹکڑے ٹکڑے تھی اس وقت ایک شور بکا بلند ہوا امام زین العابدینؑ سے سوال کیا اے آقا یہ کس کی لاش مبارک ہے اس وقت امام زین العابدینؑ نے اس لاش مطہر پر گرا دیا۔ اور زخمہائے مبارک کو بوسہ دینا شروع کیا آپ روتے جاتے تھے اور فرماتے تھے۔

؎

از تربت تو رو بسفر دارم اے پدر — از خون دل دو دیدہ تر دارم اے پدر
آہ فغان کہ رفتم و فرصت نداد شمر — کز آفتاب نعش تو برادرم اے پدر

اکنو بیامدم کہ کنم دفن پیکرت
برخاک جسم پاک تو بسپارم اے پدر

یعنی کہ اے بابا جان اب آپ کی تربت سے میں جدا ہونے والا ہوں۔ سفر شام پیش نظر ہے واحسرتاہ کہ شمر ملعون نے مجھے فرصت نہ دی کہ آپ کے جسم مبارک کو دھوپ سے بچاؤں اور اے بابا اب میں آپ کو سپرد خاک کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں اور آپ نے لاشہ مطہر کو دفن کیا۔ اور فرمایا کہ ؎

غیر من لائق نباشد این مقام
لا يلي امر الامام الا الامام

یعنی کہ میرا غیر یعنی جو امامؑ نہ ہو امام کو دفن نہیں کر سکتا امام کو امامؑ ہی غسل و کفن و حنوط دے سکتا ہے اور دفن کر سکتا ہے۔ پس آپ نے نماز پڑھ کر جسد مطہرہ امام حسینؑ کو قبر مبارک میں دفن کیا اور یہی وہ قبر مبارک تھی کہ جسے حضرت رسولؐ خدا نے تیار کیا تھا آپ نے شہزادہ علی اکبر علیہ السلام کو بھی آپ کے پائیں پا دفن کیا کیونکہ امام حسینؑ نے وصیت فرمائی تھی اور پھر آپ نے قبر مبارک پر تحریر کیا هذا قبر حسين بن علیؑ ابن ابی طالبؑ بعدہٗ گنج شہیداں تیار ہوا اور تمام شہداء دفن کیے گئے اور حضرت عباس علمدار علیہ السلام کنار نہر علقمہ دفن ہوئے ہیں اس طرح کہ آپ کے دست ہائے بریدہ عبا کے دامن میں رکھے اور دفنوا علی العباس بن علی بن ابی طالب فی موضعه الذی قتل فیه علی طریق الغاضریة۔ یعنی کہ حضرت عباس علمدار علیہ السلام کو اسی جگہ دفن کیا کہ جہاں آپ گھوڑے سے زمین پر کنار نہر علقمہ گرے تھے۔

اہلبیتؑ اطہار کا کوفہ میں داخلہ، پریشان حالی اور تماشائیوں کا ہجوم

جب عمر ابن سعد ملعون نے محرم کی گیارہویں تاریخ بعد ظہر کربلا سے بطرف کوفہ کوچ کیا۔ اور اہلحرم کا قافلہ اسیر ہو کر کوفہ پہنچا بیرون شہر ابن سعد ملعون نے اپنے لشکر کے ساتھ منزل کی اور ابن زیاد ملعون کو اطلاع دی کہ شہداء کے سرہائے مبارکہ اور اہلحرم حسین ابن علیؑ اسیر ہو کر وارد کوفہ ہو گئے ہیں دربار میں حاضری کی اجازت دی جائے ؎

رسید پیک بشارت بسوی ابن زیادؔ — کہ ای امیر حسینؑ کشتہ شد بشارت باد
بہ تیغ لشکر بالشکرش فنا گشتند — ہمہ ذبیحہ میدان کربلا گشتند
رسن بگردن کلثومؑ بازوے زینبؑ — فگندہ ایم بصد خواری و ہزار تعب
بقید سلسلۂ یتیم پائے زین العباد — زدیم کوس بنام یزید و ابن زیاد
بزرگ و کوچک اہل حریم شاہ حجاز — نشاندہ بر اناق بہار و جہاز

رسانده ایم نیز دیک کوفہ خوار و اسیر
کنوں چہ حکم در ورود شہر امیر

یعنی کہ عمر ابن سعد نے ابن زیاد کو خوشخبری قاصد کے ذریعہ پہنچائی کہ حسینؑ قتل ہو گئے تجھ کو مبارک ہو۔ ہمارے لشکر نے لشکر حسینؑ کو فنا کر دیا۔ سب کے سب کربلا میں قتل کر دیئے گئے۔ زینبؑ و ام کلثومؑ اسیر ہو کر آئی ہیں۔ سید سجادؑ کے پائے مبارک میں زنجیر ہے۔ اور ہم نے یزید و ابن زیاد کے نام کا ڈنکہ بجا دیا ہے شتران بے کجاوہ پر اہلحرم کو لایا گیا ہے۔ اب ہمیں حکم ملے کہ دربار میں اسیروں کو لے کر حاضر ہوں۔

لما جاء الرسول وبشرہ بالما مول امر اللعین بدق البشائر وضرب الطبول

جب عمر ابن سعد ملعون کا قاصد اس کا پیغام لے کر داخل دربار ابن زیاد بد نہاد ہوا۔ تو اس مردود نے حکم دیا کہ طبل فتح و ظفر بجائے جائیں اور یہ حکم جاری کیا کہ کوئی شخص آلات حرب لے کر گھر سے باہر نہ نکلے۔ اور اہلحرمؑ کو برہنہ سر داخل دربار کیا جائے۔ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ شہر بھر میں خوشیاں منائی گئیں۔ دربار آراستہ کیا گیا اور تماشائی کوفہ کے گلی کوچوں میں جمع ہو گئے۔ کوٹھوں کوٹھوں عورتیں موجود تھیں کہ آل رسولؐ کا تماشہ دیکھیں۔ لیکن جب زنان کوفہ نے سنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ اسی اثناء میں خولی بیدین لعین پہنچا۔ سر امام حسینؑ نیزہ پر بلند تھا وہ ملعون اس نیزہ کو لیے ہوئے تھے اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے سر امام حسینؑ پر نظر ڈالی۔ سوز قلب کے ساتھ فرمایا کہ اے برادر بجان برابر تمہارا سر نیزہ پر ہے اور میرا سر کھلا ہوا ہے اور اے بھائی جان یہ وہ کوفہ ہے کہ جہاں زینبؑ شہزادی کہلاتی تھی۔ اب میں اور مخدرات کنیزوں کی طرح اسیر ہو کر کوفہ آئے ہیں کوئی زینبؑ بیکس کا حال نہیں پوچھتا۔ خلق خدا تماشائی ہی ہوئی ہے۔ اس وقت اہلبیت کی پریشانی حد سے زیادہ بڑھ گئی کہ جب عمر ابن سعد ملعون نے حکم دیا کہ سروں کو ترتیب وار لے جائیں۔ آگے آگے سر امام حسینؑ اور اس کے عقب میں شہداء کربلا کے سرہائے مبارکہ ہوں۔ علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ سر امام حسینؑ نیزہ پر مثل چاند چمک رہا تھا اور شہداء کے سر ایسے معلوم ہو رہے تھے کہ چاند کے گرد ستارے ہوں۔ اور اہلحرم کنیزوں اور اسیروں کی شتران بے کجاوہ پر سوار تھے۔ ثم ساروا بھم علی اسوأ الحال حتی قربوا الکوفۃ۔ پھر گروہ اشرار بڑی ذلت و خواری کے ساتھ اہلحرم کو لے کر داخل ہوئے اور تماشائیوں سے گلی کوچہ بھر گئے۔ اور منادی کہہ رہا تھا ھذا راس الحسین کہ یہ

حسینؑ کا سر ہے۔ لوگوں نے سر امام حسینؑ کے گرد ہجوم کر لیا تھا۔ اور جب لوگوں کی نگاہیں اسیروں کے قافلہ پر پڑیں تو زنان و مردان کوفہ ان کے حال زار پر رونے لگے۔ قاسم بن اصبغ مجاشعی کہتا ہے کہ میں اس وقت تماشائیوں میں موجود تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک سواری نمودار ہوئی سر پُر خون گھوڑے کی گردن میں آویزاں تھا۔ وہ سر کسی جوان کا معلوم ہو رہا تھا۔ وہ سوار کہ جس کے گھوڑے کی گردن میں سر پاک تھا۔ کبھی گھوڑے کو دوڑاتا کبھی گھوڑے کو اس کے پیروں کے بل اٹھاتا تو سر مبارک بھی کبھی زمین پر لگتا اور کبھی بلند ہوتا پھر معلوم ہوا کہ وہ حضرت عباس بن علیؑ کا سر مبارک ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ سر محمد بن عباسؑ کا تھا۔ اس وقت ابن زیاد ملعون کو مطلع کیا گیا کہ ہجوم بہت زیادہ ہے اہلحرم کی حفاظت کے لیے اپنی سپاہ بھیجے ایسا نہ ہو کہ لوگ اہلحرم کے قافلہ کو آزاد کرا لیں۔ یہ بھی ایک مؤثق اور معتبر خبر ہے کہ جب حضرت علیؑ ابن ابی طالب نے شہادت پائی تو آپ نے اپنی بیٹی زینبؑ خاتون سے فرمایا تھا کہ اے زینبؑ تو ایک دن کوفہ میں اسیر ہو گی اس وقت صبر کرنا اور صبر جمیل کرنا۔ غرض کہ ابن زیاد ملعون نے اپنے خادموں کو بھیجا کہ مجمع عام سے اہلحرم کی حفاظت کریں۔ مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ اس وقت ام کلثومؑ نے ابن زیاد کے حاجب یعنی حافظ سے کہا۔ ویلك هذه الف درهم خذها۔ کہ یہ ہزار درہم لے اور سر ہائے شہداء ہم سے دور لیجا تاکہ لوگ سروں کی طرف دیکھیں اور ہم پر نامحرموں کی نظر نہ پڑے۔ اس حاجب نے وہ درہم لے لیے اور سروں کو اہلحرم سے دور کر دیا۔ جب وہ حاجب گھر گیا اور اس نے درہم دیکھے تو وہ سیاہ رنگ کے پتھروں میں بدل گئے تھے اور ان پر ایک طرف یہ لکھا ہوا تھا ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون اور دوسری طرف وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ تحریر تھا غرض کہ اسیروں کا داخلہ

شہر کوفہ میں ہوا۔

امام حسین علیہ السلام کے سر بریدہ کا نیزہ پر قرآن پڑھنا

مقتل ابی مخنف میں ہے۔ قال سهل الشهرزوری كنت قد اقبلت فی السنة ارید الحج الی بیت الله۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے اس سال حج خانہ خدا کے ارادہ سے سفر اختیار کیا تھا کہ وارد کوفہ ہوا۔ دیکھا کہ تمام بازار اور دکانیں بند ہیں اور مردم گروہ در گروہ تماشائی کی صورت میں موجود ہیں میں نے ایک مرد بزرگ و سن رسیدہ سے دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے کہ کچھ لوگ خوش خوش ہیں اور بعض لوگ رو رہے ہیں۔ وہ مرد پیر مجھے ایک طرف لے گیا۔ اور بکی بکاءً عالیاً۔ کہ وہ بآواز بلند رونے لگا اور کہا اے سردار آج ہمارے لیے کوئی عید نہیں ہے نہ کوئی خوشی ہے لیکن گریہ اس لیے ہے کہ حسینؑ ابن علیؑ شہید کر دیئے گئے۔ کربلا میں حسینؑ قتل ہو گئے اور یہ ان کے اہلبیتؑ ہیں جو اسیر ہو کر یہاں آئے ہیں۔ سہل کہتے ہیں کہ ابھی اس مرد پیر کا کلام ختم نہ ہوا تھا کہ حتی سمعت البوقات والرایات تخفقت والاعلام قد نشرت۔ کہ صدائے بوق (بگل) کرنائے کہ جس سے مہیب آواز نکلے) سنی اور مختلف علم نگاہ سے گزرے۔ طبل جنگ، فتح و ظفر کے نقارہ بج رہے تھے۔ ناگاہ میری نظر ایک طویل نیزہ پر پڑی اس پر امام حسینؑ کا سر بریدہ نصب تھا۔ واذا براس الحسین قد اقبل به علی رمح وقد لاحت شواربه والنور یسطع منه۔ یعنی کہ اس سر بریدہ سے جو نیزہ پر تھا

تھا ایک نور لب ہائے مبارک سے ساطع ہو رہا تھا وا خجلة الاسلام جاء وابراسك یا بن بنت محمدؐ۔ سہل کہتے ہیں کہ اس سر بریدہ کو دیکھ کر مجھ پر گریہ طاری ہوا اور میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا خیال کہ ایسا نہ ہو کہ ابن زیاد کے آدمی مجھے گرفتار کرلیں ناگاہ دیکھا کہ اسیران آل محمدؐ ظاہر ہوئے ویقدمها علی بن الحسین۔ ان کے آگے آگے امام زین العابدین تھے جو سالار قافلہ اسیران بنے ہوئے تھے اور طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے۔ اور ان کے عقب میں ام کلثوم بنت علیؑ تھیں جو اہل کوفہ سے خطاب کر رہی تھیں۔ یا اهل الكوفة نحن سبايا الحسينؑ فغضوا ابصاركم عنا وعن النظر الينا کہ اے اہل کوفہ ہم حسینؑ کے اہلبیتؑ ہیں اور اسیر ہیں اپنی آنکھوں کو بند کرلو۔ ہمارا تماشا نہ بناؤ ہمیں نہ دیکھو مگر وہ بے حیا قوم آپ کے فرمانے پر تماشہ سے باز نہیں آئی۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا۔ معاشر الناس اما تستحيون من الله و رسوله ومن علی المرتضیٰ و فاطمة الزهراء فغضوا ابصارکم عن النظر اليهن۔ اے قوم بے حیا و بے شرم خدا اور رسولؐ سے شرم کرو، خوف خدا و رسولؐ کرو کہ تم علی و فاطمہؑ کو آزار پہنچا رہے ہو کہ ان کے اولاد کا اسقدر تماشا دیکھ رہے ہو اس خطاب پُر عتاب سے کوفیوں نے اسیران حرم کو دیکھنا بند کر دیا۔

این بانگ داری کاروان است یا زینبؑ زار در فغانست
خورشید بنوک نیزہ رفتہ یا راس حسینؑ بر سنانست
رعد است بنالہ یا کہ لیلیٰ در ماتم اکبرؑ جوان ست
از ابر بہار ژالہ ریزد
یا چشم سکینہؑ خونچکاں ست

یعنی کہ نیزہ پر سر امام حسینؑ ہے یا سورج تابندہ ہے۔ ام لیلیٰ ماتم علی اکبرؑ میں نوحہ کناں

ہیں سکینہ خاتون کی آنکھوں سے خون آنسو بن کر برس رہا ہے۔ سہل کہتے ہیں کہ شہداء کے سرہائے مبارک دروازہ بنی خزیمہ تک پہنچے وہاں پر ایک مدت تک ٹھہرے رہے۔ سر امام مظلوم نیزۂ طویل پر تھا میں نے نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ لب ہائے مبارک کو جنبش ہو رہی ہے۔ جب میں نے کان لگا کر آواز سنی تو معلوم ہوا کہ سر بریدۂ امام حسینؑ قرآن مجید کی سورہ کہف کی تلاوت کر رہا ہے۔ اور جب سر امام مظلوم اس آیت پر پہنچا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ سہل کہتے ہیں کہ مجھ پر شدید گریہ طاری ہوا اور سر مطہر کی طرف دیکھ کر عرض کیا مولیٰ آپ کا کام تو عجیب و عظیم تر ہے اور میں بیہوش ہوگیا اور جب ہوش میں آیا تو دیکھا کہ سر امام نے سورۂ کہف تمام کر دی تھی۔

کوفہ میں اہلبیتِ اطہارؑ کی پریشانی کے بقیہ حالات

جب اہلبیتؑ اطہار کوفہ میں داخل ہوئے تو تماشائیوں کی کثرت کی وجہ سے راستے بند ہو گئے تھے چنانچہ علامہؒ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ وقد ملئت شوارعها وسككها و زقاتها من الرجال والنسوں والشيوخ والشبان والصبية والصبيان فمنهم باك ومتعجب ومنهم ضاحك وطرب۔ کہ اسقدر ہجوم تھا کہ راستے مسدود ہو گئے تھے۔ ہر سن و سال کے لوگ مرد و عورت موجود تھے کچھ ان میں ایسے تھے کہ اہلبیتؑ کی حالت دیکھ کر رو رہے تھے اور کچھ لوگ ہنس رہے تھے اور خوشیاں منا رہے تھے علامہؒ مرحوم نے بعض کتب کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ سہل شہرزوری ایک شخص نے کہ جو اسدی کے نام سے مشہور تھا نقل کیا ہے کہ میں سنہ ۶۱ھ میں کوفہ میں تھا کہ لشکر ابن زیاد بدنہاد کربلا سے واپس کوفہ پہنچا۔ اور

اسیران آل محمدؑ بھی اس لشکر کے ساتھ وارد کوفہ ہوئے۔ میں کسی مرد پیر سے سوال کیا کہ یہ کون ہیں تو اس پیر نے کہا کیا تو نہیں دیکھتا کہ سر فرزند پیغمبر نیزہ پر بلند ہے۔ پھر اس نے عورات اہلحرمؑ کا تعارف کرایا۔ اور کہا کہ یہ بیمار جو سالار قافلہ ہے طوق و زنجیر میں گرفتار ہے علی ابن الحسینؑ ہے۔ میں نے جب اس بیمار پر نظر کی تو گریہ گلو گیر ہوگیا۔ ایک اونٹ پر زینبؑ خاتون اور سکینہؑ بنتؑ الحسین سوار تھیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ اے اہل کوفہ اپنی آنکھیں بند کرلو۔ ہم آل رسولؐ ہیں ہم نبی زادیاں ہیں

علامہ کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ کوفہ کے بازار میں کوٹھوں پر عورات کوفہ بیٹھی ہوئی اسیران کربلا کا تماشہ دیکھ رہی تھیں۔ ایک ضعیفہ ناقل ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک اونٹ پر ایک بی بی بیٹھی ہیں اور ان کی گود میں ایک بچی بیٹھی ہوئی ہے جو پریشان حال ہے اور اس کی زبان پر ہاء پدر ہاء پدر جاری ہے میں نے ان سے دریافت کیا من ای الاسارا انتن کہ تم کہاں کے اسیر ہو۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ یہ کیا سوال ہے اس نے کہا میں نے ایسے قیدی نہیں دیکھے جیسے کہ تم لوگ ہو۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ نحن بنات رسول اللہ و بنات نسا الحسین اے ضعیفہ ہم دختران رسولؐ خدا ہیں پیغمبرؐ خدا کے قریبی ہیں ؎

ما آل رسول مصطفائیم افتادہ بورطہ جفائیم
پروردہ دامن بتولیم امروز اسیر و مبتلائیم

یعنی کہ اے ضعیفہ ہم آل رسولؐ مصطفےٰ ہیں (صلو علیہ وآلہ) اور آج کل ہم کوفیوں کی جفا و ستم سے ہلاکت میں ہیں ہم بتول عذرا کے دامن میں پلے ہیں، اور آج اسیر محن

ہیں۔ پس جیسے ہی اس مومنہ نے سنا اپنے موہنہ پر طمانچہ لگائے اور رونے لگی وا مصیبتاہ آل رسول کجا اور اسیری کجا۔ وہ ضعیفہ کوٹھے سے نیچے اتری اور اپنے اہل خانہ کو سارا واقعہ سنایا۔ اور کہا تم گھروں میں رہو اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں قیدی بنی ہوئی ہیں لوگ تماشہ دیکھ رہے ہیں۔ اس ضعیفہ کا نام بھی زینبؑ تھا۔ اور جب حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کوفہ میں تھے تو آپ کے ایک غلام کی یہ ضعیفہ بانوئے حرم تھی۔ ضعیفہ بڑی جلدی کے ساتھ چادر اوڑھ کر گھر سے باہر آئی اور چادریں اہلحرم کو دیں۔ جناب زینبؑ نے فرمایا کیا یہ چادریں بطور صدقہ ہیں اور صدقہ ہم پر حرام ہے اس ضعیفہ نے کہا کہ بطور ہدیہ پیش کر رہی ہوں جناب زینبؑ نے وہ چادریں اور مقنع قبول کیا۔ اس وقت زجر بن قیس ملعون و حرام زادہ اس مومنہ کو دیکھ رہا تھا کہ اس عورت نے چادریں دی ہیں اس بدبخت نے اس مومنہ کو سخت و سست الفاظ کہے وہ چادریں چھین لیں اور وہ مومنہ اپنے گھر چلی گئی الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

جب اہلحرم اسیر ہوکر کوفہ پہنچے ہیں تو سب عورت مرد ملا کر چونسٹھ سے لے کر چوراسی تک وارد ہوئی ہے۔ چوراسی تھی۔ اور سرہا شہداء جو نیزوں پر بلند تھے وہ پچاس یا ستّر تک بتلائے جاتے ہیں۔

کتاب لہوف میں ہے کہ اسیران اہلبیتؑ ہیں مردوں میں سے علی ابن الحسینؑ یعنی امام زین العابدینؑ اور حسن بن الحسن مثنیٰؑ اور ان کے علاوہ زید، عمرو بن الحسنؑ بھی ہمراہ تھے اور علامہ مرحوم کتاب ریاض میں لکھتے ہیں کہ عمرو بن الحسین اور محمد باقر علیہ السلام بھی تھے۔ جب کوفہ کے لوگوں نے اسیروں کو دیکھا تو ہر طرف سے گریہ بکا کی صدائیں بلند ہوگئیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اب تم روتے ہو اور تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ کوفہ کے لوگ اہلبیتؑ کی معرفت نہیں

رکھتے اب معلوم ہوا تو گریہ وزاری کرنے لگے۔

فتوح ابن اعثم کوفی اور ترجمہ ابوالفتوح میں وارد ہوا ہے کہ وہ لوگ کہ جو اسیران آل محمدؐ کے ساتھ کربلا سے واپس آئے ہیں اور ان کے نام بیان کئے ہیں وہ اس جماعت میں شامل تھے کہ کربلا سے چلتے ہوئے نادم و پشیمان تھے اور اپنے افعال پر شرمندگی محسوس کرتے تھے اور راستہ بھر گریہ کرتے تھے۔ ویظہرون التاسف والندامۃ۔ چنانچہ علی ابن الحسین علیہ السلام جب کہ علیل تھے فرماتے ہیں کہ انہی لوگوں نے میرے پدر بزرگوار۔ چچاؤں اور بھائیوں کو قتل کیا ہے اور اب ہم پر یہ لوگ گریہ کرتے ہیں۔

شہر کوفہ میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ

علامہ مجلسیؒ باسناد خود از شیخ مفید روایت کی ہے کہ لما اقبل بالنسوۃ الی الکوفۃ علی الجمال بغیر وطاء جعل نساء الکوفۃ یبکین۔ فرماتے ہیں کہ زنان کوفہ نے جب اہل حرم کو شتران بے کجاوہ پر دیکھا گریہ وزاری شروع کی۔ جب امام زین العابدین علیہ السلام نے ان کی آواز گریہ و بکا سنی تو آپ نے فرمایا کہ یہ عورات کوفہ ہم پہ گریہ کر رہی ہیں اور ان ہی کے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ہے۔ شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب سید سجادؑ کو طوق و سلاسل سے زیادہ تکلیف پہنچی تو حضرت زینبؑ نے اہل کوفہ سے خطاب فرمایا یا قوم واللہ نحن عترۃ رسول اللہ فاکرموا الاجل رسول اللہ یعنی کہ اے کوفہ کے مرد و زن ہم تو آل رسول میں ہمارا اکرام و احترام سب پر واجب ہے کچھ اس ہیبت کی صورت میں فرمایا کہ تمام شور و غل ختم ہو گیا اور لوگ متوجہ ہو گئے غرضکہ آپ نے خطبہ شروع کیا اور اہل کوفہ

کو سخت ترین نصیحت آپ کی فصاحت و بلاغت کو سن کر لوگ سمجھے کہ علی مرتضیٰؑ کلام کر رہے ہیں۔ ؎

تکلم کرد تش را ہر کہ دیدی فاش میگفتی
لسان حیدری گویا کہ در طی لسان دار

یعنی کہ آپ کے خطبہ کو سن کر یہ صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ زبان حیدر سے خطبہ ادا ہو رہا ہے چنانچہ فقالت الحمد للہ والصلوٰۃ علی ابی رسول اللہ اما بعد یا اہل الکوفۃ یا اہل الختل والخذل فلا رقات العبرۃ ولا ھدات الرنۃ فانما مثلکم کالتی نقضت غزلہا من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم الا وھل فیکم الا الصلف والنطف خوارون فی اللقاء عاجزون عن الاعداء ناکثون للبیعۃ مضیعون للذمۃ فبئس ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم وفی العذاب انتم خالدون۔

پس جب آپ کا خطبہ یہاں تک پہنچا تو مرد و زن میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ جناب عُلیا زینبؑ نے فرمایا کہ۔ اتبکون ای واللہ فابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا ولقد فزتم بعارھا وشنارھا ولن تغسلوا رنما عنکم ابدا یعنی کہ اب گریہ کرتے ہو پس بہت زیادہ روؤ اور کم ہنسو۔ یہاں تک کہ تم ننگ و عار میں مبتلا ہو۔ اور یہ دھبہ تمہارے دامن سے نہیں دور ہوگا خواہ تم کتنی ہی کوشش کرو۔ فسلیل خاتم الرسالۃ وسید شباب اہل الجنۃ وملاذ خیرتکم ومفزع نازلتکم وامارۃ محجتکم ومدرجۃ حجتکم خذلتم وقتلتم۔ یعنی کہ خاتم المرسلین کے فرزند سردار جوانان جنان جو کہ تمام بلاؤں میں سپر تھے اور تمہارے

لیے بلندی کا نشان اور سبب کشادگی رزق تھے۔ ان کو تم نے ذلیل کر دیا اور ان کو قتل کر دیا۔ الا شا ما تدرون فتعسا و نکسا و لقد خاب السعی و تبت الایدی و خسرت الصفقة و بؤتم بغضب من اللہ و ضربت علیھم الذلة والمسکنة۔ حضرت زینبؑ خاتون کی تمام فرمائشیں حق اور صادق ثابت ہوئیں۔ ان لوگوں نے اپنی جانیں اور ایمان خطرے میں ڈال دیا اور اب گریہ کرتے ہو۔ اس سے کیا فائدہ۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا یا اھل الکوفة اتدرون ای کبد لرسول اللہ فریتم و ای دم لہ سفکتم و ای کریمة سبیتم لقد شیئا اذا تکاد السموت یتفطرن و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا۔ آیا جانتے ہو کہ تم نے فرزند رسول خدا حسینؑ ابن فاطمہؑ کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور ان کے اہل حرم کو قید کر کے یہاں لائے ہو کہ تماشہ دیکھو نزدیک ہے کہ آسمان نیلگوں پھٹ جائے۔ پہاڑ شگافتہ ہو جائیں مخلوق خدا عذاب میں مبتلا ہو۔ افعجبتم ان قطرت السماء دما و لعذاب الاخرة اخزی فلا یستخفنکم المھل فانہ لا یحفزہ البدار و لا تخاف علیھم فوت الثار کلا ان ربک بھا لمرصاد۔ جناب علیا مخدرہ زینبؑ خاتون کا کلام جب یہاں تک پہنچا راوی کہتا ہے کہ تمام لوگ حیرت میں گم ہو گئے تھے۔ فرایت الناس حیاریٰ قد ردوا ایدیھم الی افواھھم۔ تمام لوگ انگشت حیرت موہنہ میں رکھے ہوئے تھے۔ و رایت شیخا و قد بکی حتی اخضب لحیہ۔ تمام بزرگ لوگ سن رسیدہ آدمی اسقدر روئے کہ ہر ایک کی ریش آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور روتے روتے کہا۔ کھولکم خیر الکھول و نسلکم اذا عد نسل لا یخیب و لا یخزی۔ یعنی لوگ کہنے لگے اے خاتون ہاشمیہ تمہارے بزرگ تمام عالمین میں بزرگ ہیں

اور سب پیروں سے افضل ہیں۔ اور تمہاری اولاد کا شمار عام لوگوں کی اولاد میں نہیں ہے اور تم لوگ ہرگز ذلیل و خوار نہیں ہوں گے عزت تمہارے زیر قدم ہے مولف کتاب کہتے ہیں کہ اس وقت شمر ولد الحرام نے ان لوگوں سے کہا کہ جو سرہائے شہداء نیزوں پر لیے ہوئے تھے کہ سر لے کر اونٹوں کے نزدیک پہنچیں اور خصوصًا سر امام حسینؑ جس نیزہ پر بلند تھا اس کو حضرت زینبؑ کے اونٹ کی برابر لائے اور آپ کی نظر سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑی بیساختہ خطبہ ختم کر دیا۔ اور آپ خموش ہو گئیں آپ کے اس خطبہ کو مرحوم سید نے اور شیخ طبرسی نے بھی نقل کیا ہے۔ حضرت سید سجادؑ نے بھی خطبہ ارشاد فرمایا ہے اس خطبۂ مخدرہ کے بعد ابن زیاد ملعون نے اہل حرم کو زندان میں بھیج دیا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب اہل حرم زندان میں بھیج دیئے گئے۔ تو زنان کوفہ نے صف ماتم امام حسینؑ بچھائی۔ بال پریشان کر دیئے۔ سینہ کوبی کی۔ ابی مخنف کہتا ہے کہ ابو حدیلہ اسدی ان دنوں میں کوفہ میں تھے انہوں نے کسی مرد بزرگ سے پوچھا کہ یہ گریہ و زاری کس لیے ہے اس شیخ نے کہا کہ حسین بن علی قتل کر دیئے گئے ان کا سر کوفہ میں آیا ہے اور یہ ماتم حسینؑ ہو رہا ہے ؎

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

یعنی کہ حسینؑ عالم غربت میں قتل کر دیئے گئے ان کا سر مبارک تن سے جدا کیا گیا اب لاش مطہر زمین کربلا پر خاک و خون میں غلطاں پڑی ہے اور سر کوفہ میں ہے

روایت مسلم گچکار اور اسیروں کا دروازہ کوفہ پر پہنچنا

مسلم جصاص (گچکار۔ چونہ وغیرہ عمارت کے لیے بنانے والا) کہتا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے مجھے دارالامرہ کی مرمت رنگ و روغن پر مامور کیا۔ کیونکہ میں کوفہ میں معماری کا کام انجام دیا کرتا تھا۔ اس وقت کہ جب قصر ابن زیاد پر گچکاری کر رہا تھا۔ فاذا بالزعقات قد ارتفعت من جنبات الکوفہ کہ میں نے دیکھا کہ اطراف و جوانب کوفہ سے طرح طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ طبل و ناقوس کی آوازیں آئیں جس جگہ میں گچکاری کر رہا تھا۔ خادم نے کہا کہ ایک خارجی (معاذ اللہ) نے ابن زیاد پر خروج کیا تھا۔ میں نے دریافت کیا وہ خارجی کون تھا اس نے کہا حسین ابن علیؑ۔ پس جیسے ہی میں نے سنا کہ حسینؑ قتل ہو گئے ہیں افسوس کرنے لگا اور موہنہ پر طمانچہ لگائے اور کہنے لگا کاش میں گچکار نہ ہوتا اور قصر ملعون کی مرمت نہ کرتا۔ کاش میرے ہاتھ شل ہو جاتے۔ میں قصر سے اترا اور باہر آیا کناسہ پہنچا تو وہاں ایک اژدہام تھا اور سب لوگ اسیروں کی آمد کے منتظر تھے۔ دراین اثنا دیکھا کہ چالیس اونٹ قصر کے نزدیک زیر دیوار پہنچے اور ان پر اولاد علیؑ و فاطمہؑ قیدی بنے ہوئے سوار تھے۔ مسلم جصاص کہتا ہے کہ ہر ایک اونٹ ایک دوسرے کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔

اذا اقبلت نحو اربعین شقۃ تحمل علی اربعین جملا فیھا الحرم والنساء واولاد فاطمۃ علیھا السلام۔ وامصیبتاہ قریب چالیس اونٹ بغیر کجاوہ تھے کہ جن پر اہلحرم حسینؑ سوار تھے۔ ناگاہ میری نظر حضرت امام زین العابدین پر پڑی دیکھا کہ آپ طوق زنجیر میں جکڑے ہوئے اور بعض اعضاء امام زخمی ہیں۔ مسلم گچکار کہتا ہے کہ آپ کی زبان پر کبھی آہ جاری ہوتی تھی اور کبھی شکر خدا فرماتے تھے میں

نے اس وقت کہا اے بدترین امت اے کوفیو۔ تم نے بہترین لوگوں کو اسیر بنایا ہے اس وقت وصار اھل الکوفۃ یناولون الاطفال الذین علی المحامل بعض التمر والخبز والجوز۔ میں نے اہل کوفہ کو دیکھا کہ وہ اطفال خورد سال پر خرمے اور روٹی کے ٹکڑے اور اخروٹ وغیرہ پھینک رہے ہیں اس وقت جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اے اھل الکوفۃ ان الصدقۃ علینا حرام۔ کہ ہم پر صدقہ حرام ہے ہم آل رسولؐ ہیں اور آپ بچوں سے وہ ٹکڑے اور خرمے وغیرہ لے کر پھینک دیتی تھیں مسلم گچکار کہتا ہے کہ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے اہل کوفہ خطاب فرمایا لوگوں کا شور و غل ختم ہو گیا۔ اس وقت اہلحرم کے اونٹوں کے نزدیک سرہائے شہداء لائے گئے اور سب سے آگے سر بریدۂ امام حسین تھا۔ جب وہ ملعون نیزہ کو حرکت دیتے تھے تو سر مبارک بھی حرکت میں آتا تھا۔ اس وقت زینبؑ خاتون نے چوب محمل پر اپنا سر مار کر زخمی کر لیا

اسیران اہلبیتؑ اطہار اور زندان کوفہ

شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے کتاب امالی میں ابن نعیم سے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ قال حدثنی حاجب عبید اللہ بن زیاد۔ کہ ابن زیاد کے پہرہ دار و محافظ نے بیان کیا کہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسیروں کو زندان میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان میں پہنچایا گیا۔ ثم امر بعلی ابن الحسین نغل وحمل مع النسوۃ والسبایا الی السجن۔ حکم ابن زیاد ہوا کہ زین العابدینؑ کی زنجیر و طوق پہنا دو گنا دیا جائے اور تمام عورات و بچوں کو زندان میں مقید کر دیا جائے۔ اسیر زندان کوفہ میں بھیجے گئے۔ اسیروں نے جب زندان دیکھا تو شور گریہ

بلند ہوا خدا جانے کہ وہ زندان تھا یا کوئی بوسیدہ مکان تھا اتنا پتہ چلتا ہے کہ جو زندان کے نگہبان تھے وہ اسیروں کو باہر نکلنے یا ادھر ادھر دیکھنے کی ممانعت کرتے تھے۔ ان کا رویہ اسیروں کے ساتھ نہایت سخت اور بیرحمانہ تھا۔ کتاب ریاض میں ہے کہ فلما جلست زینب بنت علی فی المجلس وحولھا النساء والبنات والیتام بحالة تقشعر منه الجلود بل یذ وب الجلمود۔ یعنی کہ زینبؑ خاتون بنت علی مرتضیٰ جب قید خانہ کوفہ میں پہنچیں تو تمام اہلحرم کو جمع کیا۔ یتیموں اور مخدرات کو پاس بٹھایا۔ اور تنگی قید خانہ سے متاثر ہو کر آہ موزاں جگر سے کھینچی۔ تاریکی زندان سے دل گھبرایا ہو کربلا میں خیموں میں تاریکی کا منظر نگاہ کے سامنے آگیا۔ آپ نے اس وقت اپنی بہن ام کلثومؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اے بہن یہ روز سیاہ بھی دیکھنا مقدر ہوا ہے واغربتاہ و احسیناہ۔ صدائے پُردرد بلند ہونے لگی۔ شیخ صدوق فرماتے ہیں کہاں دنوں میں جب کہ اہلحرم زندان کوفہ میں تھے۔ عبید اللہ ابن زیاد ملعون نے جناب ام کلثوم کی طرف قاصد بھیجا اور یہ پیغام پہنچایا کہ امیر کوفہ کہتا ہے۔ الحمد للہ الذی قتل رجالکم فکیف یرون ما فعل بکم۔ کہ خدا کا شکر ہے کہ اے ام کلثومؑ تمہارے مرد قتل کردیئے گئے۔ اور خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا۔ جناب ام کلثومؑ نے جواباً فرمایا کہ اے قاصد ابن زیاد ملعون سے کہو اعد لجدہ جوابا فانہ خصمک غدا۔ یعنی کہ اے ابن زیاد بدنہاد حضرت رسولؐ خدا کو جواب دینے کے لیے تیار رہ کہ آنحضرتؐ قیامت میں انتقام لیں گے اس دشمنی کا جس کا تو نے حسینؑ کو قتل کرکے ثبوت دیا ہے۔ الالعنة اللہ علی القوم الظالمین۔

عمر ابن سعد ملعون کو قتل امام حسین علیہ السلام کا ابن زیاد سے صلہ نہ ملنا

جب ابن زیاد بدنہاد نے اہلبیتؑ اطہار کو زندان کوفہ میں بھیج دیا۔ عمر ابن سعد ملعون انتہائی غرور و تکبر کے ساتھ عبید اللہ ابن زیاد کی خدمت میں حاضر دربار ہوا اور اس بدبخت نے ابن زیاد کی تعریف و مدح سرائی کی۔ لیکن ابن زیاد نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور نہ ہی اس کی خدمات کو سراہا۔ اور عمر ابن سعد ملعون اپنی مراد کو نہیں پہنچا۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں اور شیخ فخر الدین منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ بعد شہادت امام حسین علیہ السلام۔ ابن زیاد اور عمر ابن سعد ملعون کے درمیان جب ملاقات ہوتی ہے تو ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ ایتنی بکتاب الذی کتبته الیك فی معنی قتل الحسین وملك الری۔ یعنی ابن زیاد نے عمر ابن سعد ملعون سے کہا کہ وہ تحریر کہ جو میں نے تجھے قتل حسینؑ کے بارے میں لکھی تھی۔ پیش کرو۔ عمر ابن سعد نے کہا واللہ انہ قد ضاع۔ کہ بخدا کہ وہ تحریر ضائع ہو گئی ہے اور اب میرے پاس نہیں ہے۔ ابن زیاد نے کہا کہ وہ تحریر تو ضرور حاضر کرنا پڑے گی بغیر اس کے کوئی بات قابل شنوائی نہیں ہے۔ اور اس کے بغیر میں تجھے کوئی جائزہ نہیں دوں گا۔ میں نے جب تجھے کربلا بھیجا ہے کہ حسینؑ سے محاربہ کرے جنگ کرے تو اس وقت تو نے جنگ کرنے میں تساہل برتا اور حسین کو مراعات دی ہیں۔

ابن زیاد ملعون نے اس سے کہا کیا تو نے یہ اشعار بار بار نہیں پڑھے ہیں ۔

فواللہ ما ادری وانی لصادق   افکرنی امری علی خطرین
ءاترک ملک الری والری منیتی   ام ارجع ماثوما بقتل حسین

عمر ابن سعد ملعون نے کہا کہ بے شک میں نے تجھے اس فعل شنیع تو بیخ کی تھی اور تجھے نصیحت کی تھی کہ قتل حسینؑ سے باز رہے ۔ اگر میرا باپ بھی اس کے لیے اشارہ کرتا تو بھی میں ہرگز امام حسینؑ کو قتل نہ کرتا حالانکہ میں حقوق پدر ادا کرنا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں ۔ لیکن میں کرتا جب کہ تو نے میری نصیحت پر کان نہ دھرے ۔ ابن زیاد ملعون نے کہا کذبت یا لکع یعنی اے بن سعد تو نے جھوٹ کہا ۔ تو نے کوئی نصیحت نہیں کی بلکہ تو قتل حسینؑ کے لیے برضا و رغبت گیا تھا ۔ جب عمر ابن سعد نے ابن زیاد کی گفتگو سن تو کہنے لگا کہ میں نے قطع رحم کیا اور نافرمانی خدا اور رسولؐ کی ۔ اور دربار ابن زیاد ملعون سے ناکام اٹھ کر چلا آیا ۔ اور خود کہنے لگا ذلک ھو الخسران المبین ۔ یہ شعر اس ملعون کے حسب حال ہے ۔

حب الذی قتل الحسین من الخسارۃ والندامۃ
ان الشفیع لدی الالہ خصیمہ یوم القیامۃ

یعنی کہ قتل امام حسین علیہ السلام قاتل کے حق خسارہ فی الدنیا والاخرۃ ۔ لعنت دنیا میں اور آخرت میں عذاب دائمی ہے ۔

قید خانہ سے اہلبیتؑ اطہار کی دربار ابن زیاد میں طلبی

مروی ہے کہ محرم کی بارہویں شب آل رسولؐ نے زندان کوفہ میں گزاری لما اصبح عبید اللہ ابن زیاد لعنۃ جلس فی تجبرہ وتفرعنہ کالشدد واجتمع علیہ اھل الالحاد من الامراء والقواد بالباب من الشرطیہ والجند ثم خلق کثیر وحجفل عظیم ۔ یعنی کہ جب ابن زیاد نے صبح کی محرم کی بارہویں تاریخ افق عالم پر نمودار ہو تو ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ قید خانہ سے آل رسولؐ کو دربار میں پیش کیا جائے ابن زیاد بڑے غرور و تکبر کے ساتھ ثانیٔ فرعون بنا ہوا تھا ۔ گرد و پیش دربار میں اشرار جمع تھے ابن زیاد ملعون نے حکم دیا ۔ فامر اللعین فی النشاتین باخضار راس الحسین فی طشت من اللجین ۔ یعنی کہ اس نے حکم دیا کہ ایک طشت طلا میں سر فرزند رسولؐ خدا دربار میں میرے سامنے پیش کیا جائے ۔ فاحضرہ عندہ وسائر الرؤس منصوبۃ علی الاختشاب بالباب ۔ پس سر سلطان الشہداء طشت طلاء میں لایا گیا ۔ اور باقی سرہاء شہداء نیزوں پر بلند کر کے لائے گئے ۔ ثم امر حضار الاساری ذکورا واناثا من السجن فی المجلس ۔ پھر بحکم ابن زیاد بد نہاد قید خانے سے اسیران اہلبیت مرد و عورت سب بلائے گئے ۔ دربار میں پیش ہوئے تمام الحرم ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ تھے جیسے زنجیر کی کڑیاں آپس میں مسلسل ہوتی ہیں فمناسب فی حق الامام المسبحون المشحون قولہ تعالٰی رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ ۔ امام زین العابدینؑ علیہ السلام کے نزدیک زندان کوفہ

دربار ابن زیاد سے بہتر تھا۔ لیکن بادلِ نخواستہ اہلبیتؑ اطہار اور امام علیہ السّلام دربار میں آئے۔ فجاءھم علی حالۃ من تصورھا تفتتت الاکباد وتفتت فی الاعضاد۔

س

اے سپہر واژگوں از دورِ بیداد تو داد

دختر زہراؑ کجا و مجلس زیادؑ

دختران زہرا زہرا تمامی بی حجاب

بستہ بر رخسار ہا گیسوان خود نقاب

زینبؑ گیسو پریشان درمیانِ دختران

ہمچو ماہ منخسف اندر میان اختران

درمیان بنشستہ آن مظلومہ پُرشور و شین

زیر لب آہستہ گفتی وا حسینم وا حسینؑ

یعنی کہ اے آسمان برگشتہ تیرے دور میں یہ بیداد کہ دختر زہراؑ زینبؑ خاتون دربار ابن زیاد ملعون میں موجود ہیں۔ کجا دختر فاطمہؑ اور کجا دربار بدنہاد۔ تمام مخدرات اور فاطمہؑ کی بیٹیاں بے پردہ تھیں اور ان کے چہروں پر ان کے گیسو پردہ کر رہے تھے۔ اور زینبؑ خاتون ان مخدرات پردہ نشین کے درمیان اس طرح تھیں جیسے ستاروں میں گہن میں آیا ہوا چاند ہو۔ اور مظلومہ بہن کے لبوں پر کبھی ہائے حسینؑ اور کبھی ہائے میرے حسینؑ جاری تھا فادخلوھم علیہ والراس بین یدیہ واقفوھم اجمع لدیہ۔ اس حالت میں اسیر دربار میں لائے گئے۔ اور ابن زیاد ملعون کے سامنے پیش کئے گئے کہ مردان اسیر سب نگاہ نیچی کئے ہوئے تھے اور کم سن لڑکیاں لرزہ براندام تھیں مخدرات کے بال پریشان تھے۔ ایک عورت دوسری عورت سے ملی ہوئی تھی

فاطرق عندہ رجالھم واستترت نساءھم بعضھن بالشعر والمنشور۔ کہ دختران علی وفاطمہؑ اور امام حسینؑ کی بیٹیاں نامحرموں کے درمیان بے پردہ کھڑی تھیں۔ اور جلاد تلواریں لیے احاطہ کئے ہوئے تھے۔ دربار میں ہر ایک کو آنے کی اجازت تھی اسی لیے عام لوگ کثیر تعداد میں جمع تھے امام زین العابدین علیہ السّلام نے ابن زیاد سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ستقف وتقفون ونسئل وتسئلون وانتم لا تعدون ولا تردون رسول اللہ کہ تمہارے سامنے ہم کھڑے ہوئے ہیں اس طرح جیسا کہ تم نے چاہا۔ بعض لوگ روز جزا حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہوں گے اور جس طرح تم ہم سے سوال کرتے ہو اسی طرح ہم تم سے سوال کریں گے اس روز تمہارا کوئی عذر کارگر نہ ہوگا۔ آخر تم رسولؐ خدا کے سامنے کیا جواب دو گے۔ ابن زیاد بدنہاد نے سنا اور کچھ جواب نہ دیا۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ فاما زینب الکبری دوسری مخدرات اسیروں سے الگ کھڑی ہوئیں اس وقت بعض کنیزیں ہی ان کو اپنے حلقہ میں لیے ہوئے تھیں۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں۔ فدخلت زینب اخت الحسین فی جملھم متنکرۃ وعلیھا ارذل ثیابھا فمضت حتی جلست ناحیۃ من القصر وحفت بھا امائھا جناب زینبؑ خاتون بادلِ نخواستہ داخل مجلس ہوئیں مگر اس طرح کہ کوئی آپ کو نہ پہچان سکا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گئیں۔ ابن زیاد نے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہے کہ جو دوسری عورتوں سے الگ بیٹھی ہے۔ مگر کسی نے ابن زیاد کو کوئی جواب نہ دیا اس نے دو تین مرتبہ دریافت کیا تو ایک کنیز نے کہا کہ ھذہ زینب بنت فاطمۃ بنت رسول اللہ ابن زیاد ملعون نے یہ سن کر کہا۔ الحمد للہ الذی فضحکم وقتلکم وکذب احدوثتکم۔ کہ اے زینبؑ میں شکر خدا اور اس کی حمد ادا کرتا ہوں کہ خدا نے تم پر

لوگوں کو ہنسنے والا قرار دیا یعنی کہ معاذ اللہ تم کو ذلیل کیا۔ تمہارے مردوں کو قتل کیا۔ اور تمہارا کذب و جھوٹ سب پر ظاہر ہوگیا۔ جناب علیا زینبؑ نے فرمایا۔ الحمد للہ الذی اکرمنا بہ نبیہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و طہرنا من الرجس تطہیرا انما یفتضح الفاسق ویکذب الفاجر وھو غیرنا کہ میں خدائے بزرگ و برتر کی حمد ادا کرتی ہوں کہ اس نے ہمیں اپنے پیغمبرؐ کی ذریت میں قرار دے کر شرف عظیم عطا کیا ہمیں پاک کیا اور ایسا پاک جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ اور اے ابن زیاد فاسق و فاجر ہی رسوا ہوا کرتا ہے۔ اور وہ ہمارا غیر ہے یعنی کہ وہ ہم سے نہیں ہے اور وہ تو ہے۔

شاعر فارسی نے بزبان حال اس طرح گفتگو سے زینبؑ خاتون کو پیش کیا ہے۔

ے

ما شفیع گناہ خلقانیم ! | ما عزیز خدائے سبحانیم
نام ما ابتدائی ہر نام است | اوّل آغاز و آخر انجام است
ہم بما زندہ ہر کجا نام است | از در ما است ہر کجا نانی است
دستگیر جہانیاں مائیم | قاسم رزق بندگان مائیم
دور از رجس و پاک از عیبیم | کاشف الضّر عالم الغیبیم
آن توی فاسق ای زنازادہ | دین بدنیای خویشتن دادہ

فاجر مستحق نار توئی

دور از فیض کردگار توئی

خلاصہ معنوی یہ ہے کہ جناب زینبؑ نے فرمایا کہ ہم مخلوق کے لیے شفیع روز جزا ہیں۔ اور خدائے سبحان کے نزدیک بزرگ تر مخلوق ہیں۔ ہمارے نام سے ابتدا اور ہمارے نام پر اختتام ہے، ہم باقی ہیں تو زمانہ باقی ہے اور ہمارے ہی در سے

رزق سب کو ملتا ہے۔ ہم زمانہ والوں کے مددگار ہیں۔ ہر قسم کے رجس پلیدگی اور عیوب سے پاک و پاکیزہ ہیں۔ لوگوں کے دکھ دور کرنے والے ہیں۔ اور ہمیں خدا نے علم غیب عطا کیا ہے۔ اور اے ابن زیاد تو فاسق و فاجر ہے۔ تو نے دین کو دنیا کے لیے چھوڑ دیا ہے اور تو رحمت خداوندی سے دور ہے۔ یعنی کہ تیرا ٹھکانا جہنم ہے۔ ابن زیاد ملعون نے کہا اے زینبؑ خدا نے تیرے بھائی اور قرابتداروں کے ساتھ کیا کیا۔ کہ وہ سب قتل ہو گئے۔ اور ذلیل و خوار ہوئے آپ نے فرمایا کہ میرے بھائی اور میرے اقربا نے شہادت قبول کی ہے۔ قتل ہو کر صداقت و حق کو زندہ کر دیا ہے۔ اور ایک دن آئے گا کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں تو اور ہم دونوں ہوں گے اور خدا تجھ سے جواب طلب کرے گا۔ کتاب لہوف میں ہے کہ حضرت زینبؑ نے فرمایا اے پسر مرجانہ اے ابن زیاد یہ کلام سن کر سخت غصہ میں آگیا۔ اور بعض سخت و سست الفاظ کہے۔ عمرو بن حریث کہ جو داروغہ دربار تھا اپنی جگہ سے اٹھ کر تخت کے نزدیک آیا اور کہا ایھا الامیر انھا امراۃ والمراۃ لاتواخذ بشیٔ من منطقھا۔ اے امیر ابن زیاد ملعون کہ تو اس عورت کی باتوں کا کب تک جواب دیتا رہے گا جب کہ یہ بیکس و لاچار بھی ہے۔ ابن زیاد مردود یہ سن کر خموش ہو گیا۔

اور اُدھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ قال لابن زیاد کم تھتک عمتی بین من یعرفھا و من لا یعرفھا۔ یعنی اے ابن زیاد تو کب تک ہماری پھوپھی کی شان میں گستاخانہ کلام رہے گا خصوصاً ان لوگوں میں کہ جو آپ کی معرفت رکھتے ہیں اور ان لوگوں میں بھی جو آپ کو نہیں پہچانتے ہیں۔ قطع اللہ یدیک و رجلیک۔ خدا تیرے دست و پا قطع کرے ابن زیاد آپ

کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا کہ تو کون ہے۔ فرمایا کہ انا علی ابن الحسین کہ میں حسینؑ کا فرزند علیؑ ہوں۔ اس ملعون نے آپ سے کہا کہ لوگوں نے حسینؑ کو قتل نہیں کیا ہے بلکہ خدا نے ان کو قتل کیا ہے۔ اس پر حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اللہ یتوفی الانفس حین موتھا۔ یعنی کہ اے ابن زیاد جاننا چاہیئے کہ خدا قابض روح علی اکبر خداوند عالم ہے لیکن قاتل منقذ بن مرۃ گبر دغا ہے یہ سن کر ابن زیاد غضب آلود ہوا۔ اور کہا اے فرزند حسینؑ تمہاری اسقدر جرأت کہ میرے سامنے مجھے نفرین کر رہے ہو اور ابن زیاد ملعون نے جلاد سے کہا کہ اس کے ہاتھ پیر قطع کر دے پس جیسے ہی حضرت زینبؑ نے اس مردود کا یہ کلام سنا سید سجادؑ کو اپنی طرف کھینچ لیا اور بغل میں لے لیا اور فرمایا کہ اے ابن زیاد ملعون فتعلقت بہ زینب عمتہ حسبک من دمائنا اے بے حیا اس کے قتل سے باز رہ کہ ہمارے مردوں میں ہمارا یہ بھتیجہ ہی باقی ہے۔ اور اگر تجھے قتل ہی کرنا ہے تو پہلے مجھے قتل کرا دے امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابن زیاد قتل ہونا تو ہماری عادت اور شہادت ہمارا شیوہ ہے یہ سن کر اس مردود نے قتل امام زین العابدین کا ارادہ ترک کر دیا۔

بعض کتب مقاتل میں وارد ہوا ہے کہ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا کہ مختارؒ کو قید خانہ سے لایا جائے اور دربار میں حاضر کیا جائے۔ مختارؒ کو دربار میں لایا گیا۔ ہم نے واقعۂ مختارؒ کو تفصیلاً علیحدہ سپرد قرطاس کیا ہے۔ سر دست اسیقدر لکھنا مطلوب ہے کہ جب مختار دربار میں پہنچے تو مختارؒ نے اہلحرم کو دیکھا تو نزدیک تھا کہ روح ان کے جسم سے نکل جائے مختارؒ نے حضرت سید سجادؑ کی طرف دیکھا اور کہا اے پابند طوق و سلاسل اور اے طوفان بلائے کربلا کے نوحؑ میں خود زنجیر پہنے ہوئے ہوں ورنہ آپ کے قدموں پر آنکھیں ملتا۔ ابن زیاد نے مختارؒ کو پھر قید خانہ بھیج

دیا۔ اور اس نے آل رسولؐ کو بھی زندان میں بھیج دیا کہ جہاں وہ قید کے لیے تھے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ کوفہ کی بعض عورات آئی تھیں اور حسین غریب کا پرسہ اہلحرم کو دیتی تھیں۔

سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام کی شہر کوفہ میں تشہیر

مرحوم سید کتاب لہوف میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیران کربلا کو زندان کوفہ میں بھیج دیا تو یہ حکم دیا کہ امام حسینؑ کا سر بریدہ کوچہ بکوچہ اور شارع عام پر تشہیر کیا جائے تاکہ کوفہ والوں کو معلوم ہو جائے کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ نامعلوم سر بریدہ کی کس طرح تشہیر کی گئی۔ دست بدست یا نیزہ پر بلند کر کے پھرایا گیا جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ آپ کا سر مبارک ایک طویل نیزہ پر بلند تھا اس نیزہ کو ابن زیاد کے غلام گلی کوچہ لے جاتے تھے۔ اور لوگ معاذ اللہ فرزند رسولؐ کے قتل کا تماشہ دیکھتے تھے۔ اور ایسا ہی واقعہ ابن درکیدہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

مقتل ابی مخنف میں مسطور ہے کہ ابن زیاد ملعون نے عمرو بن جابر مخزومی سے کہا کہ سر حسینؑ کوفہ کے بازاروں میں پھراؤ۔ چنانچہ اس نے تشہیر کیا۔

شیخ مفیدؒ کتاب ارشاد میں فرماتے کہ جس روز ابن زیاد نے حکم تشہیر سر بریدہ دیا ہے اس کے دوسرے روز جب کہ اس کی مجلس برخاست ہو گئی تو اس نے سر امام حسینؑ گلی کوچوں اور بازاروں اور شارع عام پر پھرانے کے لیے خادموں کو دیا اور سر مبارک کی تشہیر کی گئی۔ وا مصیبتاہ سر امام حسینؑ کہاں اور کوچہ و بازار میں تشہیر کہاں۔ یہ وارد ہوا ہے کہ اس وقت اسقدر کثیر لوگ تماشائی جمع تھے کہ راستے مسدود ہو گئے تھے اور گزرنا مشکل تھا۔ مصنف کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ۔

فخرجت فی خلال ذلک من دور الکوفۃ واسواقھا وقبائلھا من الناس مائۃ الف یعنی کہ اس وقت کہ سر سلطان دین امام مظلوم کوچہ، و بازار اور اطراف شہر میں تشہیر کیا جا رہا تھا تو تقریباً صد ہزار یعنی ایک لاکھ تماشائی جمع ہو گئے تھے۔ اور سر مبارک کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ فمنھم من خرج للفرحۃ والسرور ومنھم من خرج معالویل والثبور یعنی کہ اس گروہ میں بعض سیر و تفریح کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر جمع ہوئے تھے اور بعض سر مبارک کو دیکھ کر گریہ وزاری کر رہے تھے۔ لیکن کسی کو ابن زیاد کے ظلم و ستم کو دیکھ کر حمایت سر امام مظلوم کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی سب خموش اور گریہ کنان تھے اور ان پر خوف عظیم طاری تھا۔

سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام کا متعدّد مقامات پر کلام کرنا

جب سر امام حسین علیہ السّلام کوفہ شہر کے گلی کوچوں اور بازاروں میں پھرایا جا رہا تھا۔ تو زید ابن ارقم کے مکان کے پاس سے سر مطہر گزرا۔ شیخ مفیدؒ تحریر فرماتے ہیں کہ زید ابن ارقم اس وقت اپنے مکان کے ایک بیرونی طرف کے دریچہ میں بیٹھے تھے۔ اور باہر کی جانب نظر تھی دیکھا کہ ایک طویل نیزہ پر ایک سر بریدہ نصب ہے۔ جب سر بریدہ ان کے مکان کے نزدیک پہنچا تو انہوں نے بغور دیکھا کہ یہ سر امام حسینؑ ہے نیچے اترے نیزہ کے نزدیک گئے تو لب ہائے مبارک میں جنبش دیکھی اور پھر سر بریدہ نے سورۃ کہف کی اس آیت کی تلاوت کی۔ ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا۔ یعنی کہ امام حسینؑ نے اس آیت کی تلاوت کر کے

یہ ظاہر کیا کہ میرا امر (کلام) اصحاب کہف و رقیم سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہے زید ابن ارقم نے جب یہ سنا تو کہا اے فرزند رسولؐ فدا بے تمک آپ کا امر عجیب و غریب ہے زید ابن ارقم نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا اور گریہ طاری ہو گیا۔

سر بریدۂ امام حسینؑ علیہ السّلام کے کلام کرنے کے بارے میں مؤلف کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ سر امام حسینؑ جسد مبارک سے جدا تھا۔ روح مبارک پرواز کر چکی تھی۔ پھر آپ نے کلام کس طرح کیا۔ موصوف خود ہی جواب تحریر فرماتے ہیں کہ کلام کرنے کے دو طریقہ میں ایک تو یہی طریقہ کہ جس طرح ایک زندہ آدمی کلام کرتا ہے اور دوسرے تسبیح و تقدیس خدا ہر ایک شئی بجا لاتی ہے ما من شئی الا یسبح بحمدہ۔ اس کلام کرنے میں بے جان چیزیں بھی شامل ہیں۔ بہر حال امام حسینؑ کے سر بریدہ نے کلام کیا۔ حروف مخارج کے ساتھ ادا کئے۔ ایسا اس لیے ممکن ہے کہ خداوند عالم نے نفوس ناطقہ کاملۂ نبی و وصی نبی کو تصرّف کرنے کا حق عطا کیا ہے مقصد یہ ہے کہ آپ کے سر مبارک کا کلام کرنا بطور معجزہ ہے۔ یہ کلام کرنا ایسا ہی ہے جیسے کہ کوہ طور پر شجر سے آواز آ رہی تھی (از مترجم آیہ مبارکہ ثم اورثنا الکتاب الذین الخ کے تحت آئمہ ھُدیٰ وارث کتاب اللہ ہیں اور وارث وہی ہوا کرتا ہے کہ جو ورثہ پر حق تصرّف رکھتا ہو نہ کہ الفاظ کا محتاج ہو۔ پس سر مطہر امام حسینؑ نے وارث کتاب اللہ ہونے کی صورت میں تلاوت کلام مجید کی۔ اور مختلف موقعوں پر حسب ضرورت کلام کرنا ہادیٔ کل ہونے کی بنا پر یقینی خبر ہے ہماری تصنیف معرفت امام مبین اور یادگار مجلسیں ملاحظہ ہوں) کتاب مناقب العداع شرح شافیہ میں بلال بن معاویہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس وقت سر امام حسینؑ ابن زیاد ملعون کو پیش کیا گیا ہے اور اس کو نیزہ سے اتارا

گیا ہے تو اس وقت ابن زیاد کے سامنے سرِ مطہر نے فرمایا۔ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون ۔ اور دوسری مرتبہ ابن زیاد کے سامنے سرِ مطہر پھر گویا ہوا اس وقت کہ جب اس مردود نے چوب دستی لبہائے مبارک پر رکھی اور گستاخی کی اس وقت دربار میں آگ کا شعلہ بلند ہوا۔ ابن زیاد خوف کی وجہ سے بھاگ گیا تو سرِ مطہر نے فرمایا این تھرب یا عدو اللہ من النار۔ اے دشمن خدا کب تک آگ سے بھاگے گا۔ آتش جہنم سے نہ بھاگ سکے گا۔ ایسا ہی تذکرہ شرح شافیہ میں بھی ہے۔ کامل السقیفہ میں ہے کہ جب وقت تشہیر اژدھام ہو گیا تو آپ کے سرِ مبارک نے سورۃ کہف کی مذکور آیات کی تلاوت کے بعد اس مقام پر پہنچ کر کلام ختم کیا۔ انھم فتیۃ آمنوا بربھم وزدناھم ھدی فلم یزدھم ذلک الا الضلال

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سرِ مطہر ایک درخت میں آویزاں کیا گیا لوگ تماشہ کے لیے جمع ہو گئے تو سرِ مطہر نے فرمایا کہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر شام کے دروازہ پر سرِ مبارک لٹکایا گیا تو سرِ بریدہ نے فرمایا لا قوۃ الا باللہ ۔ فاضل رضی قزوینی تحریر فرماتے ہیں کہ مسند بتول میں یا سناد خود حارث بن وکید کی روایت ہے حارث بن وکید کہتا ہے کہ میں کوفہ میں ان تماشائیوں میں موجود تھا کہ جو سرِ مطہر امام حسینؑ کی تشہیر میں تھے ناگہاں میں نے دیکھا کہ لبوں کو جنبش ہوئی اور فرمایا کہ یا ابن وکید انا معاشر الائمۃ احیاء عند ربنا یرزقون ۔ یعنی کہ ہم گروہ آئمہ ھدیٰ خدا کے نزدیک زندہ و پائندہ ہیں اور خدا سے روزی پاتے ہیں ۔ حارث بن وکید کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ کلام سنا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ میں سرِ مطہر کو چوری کر دوں کیونکہ ابن زیاد کے آدمیوں سے زبردستی حاصل نہیں کر سکتا۔ سرِ مبارک چرا لوں اور جسد مبارک سے ملحق

کر کے کربلا میں دفن کروں تاکہ سرِ مبارک اس ہتک آمیز تشہیر سے محفوظ رہے یہ خیال گزرا ہی تھا کہ سرِ مبارک سے آواز آئی۔ یا ابن وکید لیس لک الی ذلک سبیل سفکھم دمی عند اللہ اعظم ۔ یعنی کہ اے حارث بن وکید ایسا نہ کرو کیونکہ میرا خون بہانا خدا کے نزدیک عظیم تر ہے ۔ من تسییرھم ایای فذرھم فسوف یعلمون ۔ میرا سر کوچہ و بازار میں پھرایا جانا بہت جلد رنگ لائے گا کیونکہ اس کی جزا خدا پر ہے ۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۔

بعد قتل سید الشہداء ابن زیاد کا مسجد کوفہ میں خطبہ اور عبداللہ بن عفیف کی شہادت

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابن زیاد بدنہاد نے اسیران کربلا کو اپنے دربار سے زندان کوفہ میں بھیج دیا تھا جو کہ مسجد کوفہ کے پہلو میں تھا۔ اور دوسرے روز اس ملعون نے سرِ مطہر امام حسین علیہ السلام کو شہر کوفہ کے گلی کوچوں اور بازاروں میں تشہیر بھی کیا۔ اور اس نے خود بڑی تمکنت و شوکت کے ساتھ مسجد کوفہ کا رخ کیا۔ اور اس کے عقب میں درباری لوگ بھی مسجد میں آئے ۔ شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ وہ بدنہاد منبر مسجد کوفہ پر گیا۔ اور خطبہ شروع کیا۔ وقال الحمد للہ الذی اظھر الحق واھلہ ونصر امیر المؤمنین (معاذ اللہ) یزید وحزبہ وقتل الکذاب (معاذ اللہ) ابن الکذاب و شیعتہ ۔ یعنی کہ حمد و ثنا خدا کیلئے ہے کہ جس نے امیر شام یزید پلید کو فتح عطا کی اور معاذ اللہ کاذب ابن کاذب کو قتل کیا۔ اس وقت حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ایک شیعہ عبداللہ بن عفیف

اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے۔ سید ابن طاؤس فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عفیف شیعان علیؑ مرتضیٰ سے تھے اور ان کا شمار عابد و زاہد لوگوں ہوتا تھا۔ مطیع حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام تھے۔ اور جنگ صفینؑ میں امیرالمومنین کے ہمرکاب تھے۔ آپ یک چشم تھے۔ آپ کی آنکھ جنگ جمل میں جاتی رہی تھی اور ہمہ وقت مسجد کوفہ میں مشغول عبادت رہتے تھے جب آپ نے ابن زیاد ملعون کی زبان نفاق سے یہ الفاظ سنے تو آپ کو تاب ضبط باقی نہ رہی اور فرمایا اے ولد الزّنا۔ اے کذّاب ابن کذّاب تجھے کس نے امیر کوفہ بنایا ہے۔ تو ایمان کا دعویدار ہے اور اولاد پیغمبرؐ خدا کو قتل کیا ہے۔ اے بے حیا منبر سے اتر اس وقت ابن زیاد ملعون بہت زیادہ غضبناک ہوا۔ دریافت کیا کہ نابینا کون ہے کہ جو اس طرح مجھ سے کلام کر رہا ہے عبداللہ بن عفیف نے خود جواب دیا کہ میں عبداللہ بن عفیف ہوں اور میں تجھ سے کلام کر رہا ہوں تو نے خاندان رسولؐ خدا کو غارت و برباد کر دیا۔ اور اس ظلم و ستم پر تو دعویٰ اسلام کرتا ہے ؎

کجا از تو اسلام دارد خبر　　تفو بر تو و دینت ای بے پدر
حسین نور چشم رسولؐ خداست　　فروزندۂ محفل مصطفیٰ است

یعنی کہ اے ابن زیاد تجھے اسلام کی کیا خبر تجھ پر اور تیرے دین پر تف ہے حسینؑ نور چشم رسول خدا اور ان کی محفل کے شب چراغ ہیں واغوثا وا ین اولاد المهاجرین والانصار اے اولاد مہاجرین و انصار مدد کو آؤ ؎

کجا اینـد اولاد انصار دین　　برآئند شمشیر کین از زمین
ہمارہ بر این خیرہ جنگ آورند　　جہاں را برا و تار و تنگ آورند

یعنی کہ انصار زادے کہاں ہیں تلواریں نیام سے نکالیں۔ اور اس بدنہاد سے

مقبول ترین جنگ کریں۔ اور اس پر زندگی تنگ کر دیں۔ بروایتے ابی مخنف عبداللہ بن عفیف نے کہا فض الله فاك ولعن الله اباءك وعبديك اخزاك۔ یعنی خدا تیری زبان بند کرے۔ اے بدنہاد اما كفاك قتل الحسين على سبه على المنبر۔ تجھے قتل حسینؑ کافی نہیں ہے کہ اب تو منبر پر جا کر آل رسولؐ کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ اس نے حکم دیا کہ عبداللہ کو گرفتار کر لو لیکن روساء کوفہ مانع ہوئے اور ان کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ ابن زیاد پھر خطبہ نہ دے سکا اور غضب کی حالت میں منبر سے اُتر آیا۔ اور یہ حکم دیا کہ اس کور چشم کو میرے پاس دربار میں لایا جائے۔ روضۃ الصفا میں ہے کہ جب وہ مردود دربار میں پہنچا تو اس نے اراکین دربار سے ان کی شکایت کی۔ اور اراکین نے ابن زیاد کو زیادہ بھڑکایا اس نے محمد بن اشعث و عمرو بن حجّاج اور شیث کو بلایا اور کہا کہ تم اس کور چشم کے گھر جاؤ اور گرفتار کر کے یہاں لاؤ اور عبداللہ کا مکان گرا دیا عبداللہ بن عفیف کے ایک دختر تھی جو فریاد کر رہی تھی اور زبان حال سے کہہ رہی تھی کہ ؎

ظالما تا کی جفائے بے حساب
کردی از کین خانۂ مارا خراب

یعنی کہ اے ابن زیاد ستم شعار یہ بے پناہ جفائیں تو نے ہمارا مکان خراب و تباہ کر دیا عبداللہ نے اس کو تسلّی دی اور فرمایا کہ اے بیٹی تم دیکھتی ہو کہ یہ ظالم لوگ کس طرف سے حملہ کرتے ہیں اور مجھے میری تلوار دیدو غرض کہ قدرے ہنگامہ کے بعد عبداللہ کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد ملعون کے پاس لے گئے۔ اس ملعون نے ان کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ اس محب آل اطہار کو سولی دیدی۔ ان کے قبیلہ والے ان کی لاش لے گئے اور غسل و کفن کے بعد دفن کر دیا۔

ابن زیاد کا یزید ابن معاویہ کو خبر قتل امام حسین دینا

قال السید قال الراوی وکتب عبید اللہ ابن زیاد الی یزید بن معاویۃ بخبرہ بقتل الحسین وخبر اھل بیتہ ۔

مرحوم سید فرماتے ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ ابن زیاد نے اہلحرم کو مقید کرنے اور سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام کو تشہیر کرنے کے بعد یزید ملعون کو نامہ ارسال کیا جس میں خبر قتل امام حسینؑ اور تشہیر سر مبارک اور اسیریٔ اہلبیتؑ کا ذکر تھا ؎

نمی دانی چہ بیدادی من بیداد گر کردم
چہ ہا در کربلا عترت خیر البشر کردم

ابن زیاد نے یزید کو تحریر کیا کہ اے یزید تجھے کیا معلوم کہ مجھ بیداد گر نے عترت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسقدر بیداد کی ہے اور کربلا میں ان پر کیا گزری ہے ؎

چو نصرت یافتم بد شمن تو با دل خرم
چراغان این ولایت را از ان فتح و ظفر کردم

میں نے جیسے ہی تمہارے دشمن حسین ابن علیؑ پر فتح پائی تو میں نے فتح وکامرانی کی خوشی میں اپنی مملکت میں چراغان کیا ۔ (وامصیبتاہ چراغ نبوی گل کر دیا اور کوفہ و شام میں چراغان ہوا)

جب یزید بن معاویہ کو ابن زیاد کا مکتوب ملا ۔ خط پڑھا ۔ درباریوں سے کہنے لگا کہ حسینؑ ابن علیؑ قتل ہو گئے ۔ یزید یہ جانتا تھا کہ حسین ابن فاطمہؑ ۔ نواسہ رسولؐ خدا ہیں مسلمانوں کی حرمت اور عزت برقرار ہے ممکن ہے کہ مسلمانوں پر یہ غم گران گزرے اس نے اموی سیاست کو بروئے کار لاتے ہوئے

کہا کہ ان مرجانہ فعل کذا وکذا ۔ کہ ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد نے ایسا ایسا کیا یعنی حسینؑ اور اصحاب و اولاد حسینؑ کو تہ تیغ کر دیا ۔ میں ابن زیاد کے اس فعل سے خوش نہیں ہوں ۔ میں نے ابن زیاد سے قتل حسینؑ کے لیے نہیں کہا تھا صرف اسقدر اس سے کہا تھا کہ حسینؑ مسلمانوں کو حدود اسلامیہ سے دور کر رہے ہیں اور علیحدہ سلطنت قائم کرنا چاہتے ہیں وہ مثل دوسرے مسلمانوں کے سرنیچا کر لیں یعنی میری بیعت کر لیں لیکن ابن مرجانہ نے ان کو قتل کر دیا ۔ ان کے اہلحرم کو اسیر کیا ہے یہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے اپنی ذاتی خباثت طبع کا ثبوت دیا ہے میں اس کے اس فعل کو قبیح سمجھتا ہوں ۔ اس طرح یزید نے قتل حسینؑ کے تاثرات کو جو مسلمانوں پر ہونا ضروری تھے سرد کر دیا ۔ لیکن جب یزید ملعون نے ابن زیاد کو اس کے خط کا جواب تحریر کیا تو وہ اس کے برعکس تھا ۔ مضمون جواب یہ ہے کہ اے ابن زیاد تیرا خط مجھے ملا ۔ جو میرے دل کی تسکین کا باعث ہوا ۔ تجھ کو آفرین ہے کہ تو آل سفیان کا حق ادا کر دیا اور ان کے بزرگوں کے خون کا بدلہ حسین ابن علیؑ سے خوب خوب لے لیا نسل علیؑ کو تباہ و برباد کر دیا ۔ تجھے چاہیئے کہ سرہا شہداء اور سر حسین ابن علیؑ اور اسیران کربلا کو حفاظت تمام میرے پاس بھیج دے ایسا نہ ہو کہ اہل عراق جو حسینؑ کے طرفدار ہیں راستہ میں اسیروں کو رہا کرا لیں اور سرہاء شہداء حاصل کر لیں ۔ میرا لشکر تیری مدد کے لیے موجود ہے ؎

بگو بہ لشکر ما کای سیاہ خون آشام	بر اہلبیتؑ حسینؑ از عراق تا در شام
بجان من کہ دمی خوبی و وفا میکند	بجز ستم نہ پسندید و جز جفا میکند

زکوفہ تا بدمشق آب نان شان یکسر
دہید آب ز اشک غذا از خون جگر

یعنی کہ میری فوج خون آشام سے کہے کہ اہلبیتؑ حسینؑ پر کوفہ سے در شام تک پہنچتے ہوئے ظلم و ستم سے کام لے بجائے پانی وہ اشک بہائیں اور بجائے غذا وہ خون جگر پئیں۔ (یہ ہے یزید ملعون کی دلی کیفیت) چنانچہ ابن زیاد کو یزید کا خط ملا۔ ابن زیاد نے اہلحرم اور سرہائے شہداء دمشق روانہ گئے۔

قال السید فی اللھوف فاستدعی ابن زیاد بمحضرۃ بن ثعلبۃ العابدی فسلم الیہ الرؤس والاسری والنساء فسار بھم محضرۃ الی الشام کما یسار بسبایا الکفار یتصفح وجوھھن اھل الاقطار واویلا من خذلۃ الاسلام وخجلۃ المسلمین من صنع المعاندین بصاحب الدین واہ مصیبتاہ۔ اس عبارت جانسوز و جگر گداز سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے خبر قتل امام حسینؑ فرزند فاطمہؑ کا نامہ یزید ملعون کو ارسال کیا اُس نے حکم دیا کہ امرہ بتسییر الروس والقتلی والاساری الی الشام مستعجلا۔ یعنی کہ ابن زیاد ملعون کو یزید نے تحریر کیا کہ سرہائے شہداء اور اسیروں کو کوفہ سے شام بھیج دیئے اور راستہ میں ان کی کڑی نگرانی کی جائے تاکہ محبان حسینؑ مقاتلہ کرکے ان کو آزاد نہ کرائیں۔ جب یزید پلید کا خط ابن زیاد بد نہاد کو ملا۔ اس کو فکر لاحق ہوئی کہ سرہائے شہداء اور اہلحرم کو دمشق روانہ کرے چنانچہ شتران بے کجاوہ بڑی بیرحمی کے ساتھ روانہ کیا۔ شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے سر مبارک کو کوفہ میں تشہیر کرا چکا تو سر بریدہ امام حسینؑ کو زجر بن قیس لعنۃ اللہ کی سپرد کیا۔ اور اسیروں کو سرہائے بریدہ کے ساتھ دمشق روانہ کیا۔ اور ان کے ساتھ اہل کوفہ کی ایک جماعت برائے حفاظت روانہ کی۔ ان میں ابا بردۃ بن عوف ازدی اور طارق ابن ابی ظبیان ملعون تھے جو شام تک

ہمراہ رہے اس طرح یہ قافلہ دروازہ دمشق پر پہنچا کہ سید سجادؑ سالار قافلہ تھے گلے میں طوق اور زنجیریں پہنے ہوئے تھے اور ان کے ساتھ ساتھ اہلحرم کے اونٹ تھے شمر ولد الحرام بھی ساتھ ساتھ تھا راستہ بھر یہ ملعون قافلہ کو بڑی تیزی سے لے گیا یہاں تک بچے اونٹوں سے گر جاتے تھے اور یہ ملعون ان کو نہیں اٹھاتے تھے نمعلوم کسقدر بچہ شہید ہوئے۔

شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ولم یکن علی ابن الحسین بکلم احدا من القوم فی الطریق بکلمۃ حتی بلغوا بدمشق یعنی کہ جب شامی لوگ اونٹوں کو تیز چلاتے تو دوران راہ سید سجادؑ نے کسی شتربان یا شامی فوج کے آدمی سے کوئی شکایت نہیں کی۔ یہاں تک یہ لٹا ہوا قافلہ وارد در شہر دمشق ہوا۔ پس جیسے ہی قافلہ اور شہیدوں کے سر پہنچے ہزاروں لوگ تماشہ کے لیے نکل آئے بلکہ ان لوگوں کی تعداد ایک لاکھ تک روایت کی گئی ہے جو سب کے سب دشمنان آل نبی و آل علیؑ تھے۔ جب سید سجادؑ نے تماشائیوں کی بھیڑ دیکھی تو ہمارے غیور امامؑ نے صرف اتنا فرمایا فیا لیت ولم الد حیا۔ یعنی کہ اے کاش میری ماں مجھے جنم نہ دیتی اور میں یہ روز شلم نہ دیکھتا۔ اے غیرت دار و امام زین العابدین علیہ السلام کے یہ الفاظ زندگی بھر رونے کے لیے کافی ہیں۔

تحقیق اس بارے میں کہ خبر قتل امام حسین علیہ السلام مدینہ میں یزید نے بھیجی یا ابن زیاد

ابن نما علیہ الرحمۃ روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد نے اس کو امام حسینؑ کے

قتل ہونے کی اور اسیران کربلا کے کوفہ پہنچنے کی خبر یزید کو بھیجی تو اُس نے عمرو بن سعید والی مدینہ کو اپنی فتح و ظفر اور امام حسینؑ کے شہید ہونے کی خبر دی۔ اور دو قاصد ایک مخرز بن حریث بن کلبی جو گروہ بنی عدی بن حباب و یکی دیگر از قبیلہ نیرا کو مقرر کیا اور وہ دونوں یزید کا خط لے کر والی مدینہ کے پاس پہنچے۔ ابن نما لکھتے ہیں کہ یہ دونوں شخص مدینہ وارد ہوئے کہ اولاد عبدالمطلب میں سے ایک عورت نے کہ جسے بعض لوگوں نے دختر عقیل بتلایا ہے خبر قتل امام حسینؑ سنی ناشرۃ شعرھا واضعتہ مکھا علی راسھا۔ عورات ہاشمیہ بال پریشان کئے ہوئے آئیں اور اس شخص سے کہا کہ تو پیغمبرؐ خدا کو کیا جواب دے گا کہ جب حضور سوال کریں گے کہ میری اولاد کے ساتھ کیا سلوک کیا ماذا تقولون اذ قال ۔۔۔ الخ الابیات مرحوم السیدؒ کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے یزید کو نامہ لکھا اور براہ مدینہ قاصد بھیجا تاکہ اولاً مدینہ والوں کو خبر قتل حسین ابن علیؑ ہو جائے ابن زیاد ملعون کے نامہ کا حال بزبان شاعر ملاحظہ فرمائیے۔

ے

کہ ای والی ولایت را کن آباد ۔۔۔ بہ بند آئین وبشنو این خبر شاد
کہ چون آمد حسینؑ با نو جوانان ۔۔۔ بریدم از گلویش آب وہم نان
بہ نصف روز در صحرائی پُرتاب ۔۔۔ نمودیم سر جدا از اصحاب واحباب
حسین را در غریبی سر بریدم ۔۔۔ تن پاکش بخاک وخون کشیدم
خبر میدہ بزنہائی مدینہ ۔۔۔ بخون غلطیدہ شد باب سکینہؑ
بگو زینب برا شتر شد سوارہ ۔۔۔ دریدہ گوشش بہر گوشوارہ
سر ہیجدہ جوان از تن جدا شد ۔۔۔ بگو این ظلم ہا در کربلا شد

ماحصل یہ ہے کہ اے والی ریاست یعنی اے یزید بن معاویہ تیری سلطنت آباد رہے تجھے یہ خبر بعد خوشی سناتا ہوں کہ حسین کربلا میں اپنے عزیزوں، اولاد اور اصحاب کے ساتھ مارے گئے۔ ان کا سر جدا کیا گیا اور لاشں خاک وخون میں غلطاں پڑی ہے زنان مدینہ کو خبر دیتا ہوں کہ سکینہ کے پدر بزرگوار خون میں غلطان پڑے ہیں زینبؑ اور اہل حرم شتران بے کجاوہ پر سوار ہو کر دمشق کے لیے روانہ ہو گئے ہیں۔ اور حسینؑ پر سارے مظالم کربلا میں ہوئے ہیں۔

شیخ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد نے عبدالملک ابن ابی الحرث السلمیؒ سے کہا کہ تو مدینہ جا اور خبر فتح و ظفر یزید اہل مدینہ کو سنا۔ عبدالملک کہتا ہے کہ میں فرکبت راحلتی وسرت المدینۃ۔ کہ میں اپنے شتر پر بیٹھ کر مدینہ روانہ ہو گیا۔ جب میں مدینہ پہنچا اور مردان قریش نے مجھے دیکھا تو خیال کیا کہ یہ قاصد ہے سوال کیا ما الخبر۔ کہاں سے آنا ہوا اور کوئی خبر خوشگوار لایا ہے۔ اُس نے کہا الخیر عند الامیر۔ خبر والی مدینہ کے لیے ہے۔ اگر سنا چاہتے ہو تو اس کے پاس چلو۔ یہ سن کر مرد قریش نے کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون قتل واللہ الحسین کہ بخدا حسینؑ قتل ہو گئے۔ وہ قاصد کوفہ عمرو بن سعید والی مدینہ کے پاس پہنچا سلام کہا۔ والی مدینہ نے پوچھا ماوراک۔ یعنی کہ میرے لیے کیا خبر لایا ہے اس بدبخت نے کہا کہ ایسی خبر کہ تو اس سے خوش ہو گا یہ کہہ کر اس ملعون نے کہا قتل الحسینؑ بن علیؑ کہ حسین ابن علیؑ قتل ہو گئے جیسے والی مدینہ نے سنا خوش ہو گیا اور حکم دیا اُخرج فناد بقتلہ۔ باہر جا۔ کوچہ و بازاروں میں منادی کر کہ حسین قتل ہو گئے تاکہ اہل مدینہ کو خبر ہو ے

حسینؑ در کربلا با نو جوانان ۔۔۔ میان خاک وخون افتادہ عریان

کہ حسینؑ کربلا میں اپنے جوانوں کے ساتھ قتل ہو گئے اور ان سب کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں پڑی ہیں۔ عبدالملک کہتا ہے کہ اس وقت جب میں نے قتل حسینؑ کی خبر دی تو شہر مدینہ میں ایک شور و غل برپا ہو گیا واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ اور بنی ہاشم میں قیامت خیز گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہوئیں اور عورات اور مرد روتے ہوئے روضۂ رسولؐ خدا پر پہنچے اور حرم رسولؐ خدا میں ماتم حسینؑ ہوا۔ وہ کہتا ہے کہ جب میں والی مدینہ کے پاس واپس آیا تو وہ بدبخت ہنس رہا تھا۔ پھر وہ منبر پر آیا اور قتل امام حسینؑ کے اعلان کی تصدیق کی۔ اظہار خوشی و سُرور کیا اور یزید ملعون کے حق میں دعا دی۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں از مناقب روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا۔ انها لدمة بدمة وصدمة بصدمة كم خطبة بعد خطبة وموعظة بعد موعظة حكمة بالغة فما تغني النذر۔ یعنی کہ عمرو بن سعید ملعون نے اپنے خطبہ میں کہا اے مردمان مدینہ کوئی افسوس نہیں ہے اس کام پر جو واقع ہوا یعنی شہادت حسینؑ پر جو واقع ہوئی یہ مصیبت بدر کا بدلہ ہے یعنی بدر بھی قتل ہوئے تھے کس قدر صدمہ اٹھائے۔ خطبہ و وعظ بیان کیے اور بیان کرتے ہیں لیکن قضا و قدر کے سامنے سب مجبور ہیں۔ والله لوددت ان راسه في بدنه وروحه في جسده احيانا كان يسبنا ونمدحه ويقطعنا ونصله كعادتنا وعادته ولم يكن الامر ما كان۔ یعنی بخدا مجھے یہ بات بہت پسند ہے کہ سر بدن حسینؑ میں اور روح ان کے جسم میں ہوتی مگر ان کے زمانہ میں لوگ (اہل مدینہ) ہم پر لعنت کرتے تھے اور ہم ان کی مدح کرتے تھے چنانچہ ہمارا شیوہ اور ان کا شیوہ زندہ و باقی ہے۔ اب ہم اس کے قتل پر راضی ہیں اور

اس کا کام یہاں تک پہنچ گیا ولكن كيف نصنع بمن سل سيفه يريد قتلنا الا ان يدفعه عن انفسنا۔ لیکن ہم کیا کریں کہ اگر کوئی شخص ہمارے سامنے اپنی تلوار کھینچ لے اور ہم پر وار کرے تو ہم پر واجب ہے کہ اس کا دفاع کریں اور اس کو اپنی جان سے دور کریں۔ فقال عبد الله بن السائب یعنی عبداللہ بن سائب نے کہا جو کہ ان کے درمیان تھا کہ اے عمرو بن سعید خدارا انصاف سے کام لے۔ لو كانت فاطمة حية فرات رأس الحسين لبكت عليه یعنی کہ اگر فاطمہ بنت رسولؐ خدا زندہ ہوتیں اور سر بریدہ حسینؑ دیکھتیں تو کیا گریہ نہ کرتیں۔ اس پر عمرو بن سعید ملعون نے ترش رو ہو کر کہا کہ خموش ہو جا۔ کہ ہم فاطمہؑ سے بہ نسبت تیرے زیادہ قریب ہیں فاطمہؑ کے پدر بزرگوار ہمارے عم محترم ہیں۔ فاطمہؑ کے شوہر ہمارے بھائی ہیں۔ اور ان کے پسر ہمارے پسر ہیں۔ ہاں اگر فاطمہؑ ہوتیں گریہ کرتیں۔ اور قاتل کے حق میں کلام بد نہ کرتیں۔ اس وقت کہ جب عمرو ملعون منبر سے ابھی اترا بھی نہ تھا کہ خبر قتل امام حسینؑ پورے مدینہ میں پھیل چکی تھی گھر گھر ماتم حسینؑ ہو رہا تھا۔ گلی کوچہ اور بازاروں میں واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ لوگوں نے اپنے گریبان چاک کیے ہوئے تھے سروں پر خاک ڈالی تھی رو رہے تھے منہ پر طمانچے لگا رہے تھے۔ زنان مدینہ روتی ہوئی گھروں سے نکل آئی تھیں۔ خصوصاً مرد و زن بنی ہاشم نوحہ کناں تھے ام البنین زوجۂ علی اپنے بیٹوں کے غم میں نوحہ کر رہی تھیں۔ غرض کہ بنی ہاشم کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جہاں صف عزاء امام حسینؑ برپا نہ ہو۔

مرحوم شیخ مفید علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اس روز جب شب ہوئی تو ہاتف غیبی کی آواز اہل مدینہ نے سنی کہ وہ کہہ رہا تھا

ایھا القاتلون جھلا حسینا ابشرو بالعذاب والتنکیل
کل اھل السماء یدعوا علیکم من نبی و ملٰئکۃ و قبیل
قد لعنتم علی لسان ابن داؤد وموسی و صاحب الانجیل

اے حسین علیہ السّلام کے قاتلو تم کو عذاب خدا کی بشارت ہو۔ تم بمطابق قتل امام حسینؑ عذاب ہوگا یعنی ہر ایک ظلم کے بدلے عذاب ہوگا۔ تمام اہل سموات، ملائکہ اور ان کی قبیل کے فرشتے۔ سب ہی تم کو عذاب کی دعوت دیتے ہیں سلیمان پیغمبرؑ ابن داؤد اور موسیٰؑ صاحب انجیل تم پہ لعنت کرتے ہیں۔ غرض کہ اس روز مدینہ میں کہرام برپا تھا۔ خبر شہادت امام حسینؑ سن کر مدینہ میں گھر گھر صف عزا بچھ گئی گویا عزاداری امام مظلوم قائم ہوگئی جو آج تک جاری ہے اور قیامت تک جاری رہے گی۔ مدینہ کے گھروں میں بالخصوص خانۂ جناب ام البنینؑ عزاخانہ بنا ہوا تھا۔ اقامت العزا فی دار ام المؤمنین زوجۃ امیرالمؤمنین

دوسرا عزاخانہ جناب امام حسینؑ کا ذاتی مکان تھا کہ جہاں آپ کی بیٹی فاطمہ صغریٰ رہتی تھیں۔ زنان ہاشمیہ آئیں اور فاطمہ صغریٰ کو پرسا دیتی تھیں۔

جناب محمد حنفیہ کے گھر بھی صف عزا بچھی ہوتی تھی۔ مردان و جوانان ہاشمی آتے تھے اور آپ کو حسینؑ مظلوم کا پرسہ دیتے تھے۔

بزبان حال ان کا یہ نوحہ تھا ؎

الا یا رسول اللہ یا خیر مرسل حسینک مقتول و نسلک ضائع
ذراریک قد سبقوا الاساری بذلۃ ولیس طھم بین الخلائق شافع

یعنی کہ اے سید المرسلین اے رسولؐ اللہ آپ کا حسینؑ قتل ہوگیا۔ آپ کی نسل ضائع و برباد ہوگئی۔ آپ کی ذریت قیدی بنائی گئی ہے۔ کبھی ہاشمی لوگ قبر نبیؐ پر

کبھی قبر فاطمہؑ پر اور کبھی قبر امام حسن مجتبےٰ پر گریہ وزاری کرتے تھے۔ خصوصاً قبر زہراؑ پر ایک ہجوم عام نوحہ کناں تھا۔ قبر مبارک پر ماتم ہو رہا تھا۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں خصائص ابی ربیعہ نامی سے نقل کرتے ہیں کہ فضاء ہوا میں یہ آواز بلند تھی کہ لوگوں نے سنی کہنے والا کہہ رہا ہے ؎

یا من یقول بفضل آل محمد بلغ رسالتھا بغیر توانی
قتلت شرار بنی امیۃ سیدا خیر البریۃ ماجدا ذاشانی

ماحصل یہ ہے کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ آل محمدؐ کا فضل و کرم ہے کہ رسالت کی تبلیغ بغیر طاقت و توانائی۔ بنی امیہؔ کے شریروں نے سید و سردار اسلام کو قتل کردیا۔ اولادہ سید خیر البریہ تھا کہ اس جیسا کوئی اور نہ تھا۔

عبداللہ بن جعفر طیارؑ کو فرزندوں کی شہادت کی خبر ملنا

قال المفید علیہ الرحمۃ کہ جب مدینہ میں عمرو بن سعید والیٔ مدینہ نے نامۂ یزید ملنے پر خبر قتل امام حسین اہل مدینہ کو سنائی تو مرد ماں مدینہ جوق در جوق واحسیناہ کہتے ہوئے جمع ہوگئے۔ اس وقت عبداللہ جعفر کا ایک غلام کہ جس کا نام ابوالسلاسل تھا اسے فرزندان عبداللہ جعفر کی شہادت کی خبر ملی وہ عبداللہ جعفر کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ اے آقا ابھی یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے دونوں فرزند کربلا میں شہید ہوگئے۔ جناب عبداللہ جعفر نے سنا تو کلمۂ استرجاع زبان پر جاری فرمایا۔ یعنی کہ انا للہ و انا الیہ راجعون زبان سے کہا غلام کہنے لگا کہ۔

هذا ما لقينا من الحسين بن على کہ بچوں کی شہادت حسین ابن علیؑ کی وجہ سے ہوئی ہے پس جیسے ہی اس غلام سے آپ نے یہ سنا تو اپنی نعلین اتار کر اسے اس قدر ماریں کہ وہ بے ہوش ہوگیا آپ نے پھر فرمایا۔ یابن الخنا المتل الحسين تقتول هذا ۔ کہ تو حسین ابن علیؑ کے بارے میں ایسا ایسا کہتا ہے میں اگر کربلا میں موجود ہوتا تو بخدا حسینؑ ابن علیؑ کے ہمرکاب ہوکر جام شہادت پیتا۔ اور شہید ہونے میں سبقت کرتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ میرے دو فرزندؑ حسینؑ کے فرزند علی اکبرؑ پر قربان ہوگئے۔ اس وقت آپ نے ان لوگوں سے کہ جو وہاں موجود تھے خطاب کرتے ہوئے کہا الحمد لله عز على بمصرع الحسين الا اكن واسيت حسينا يدى فقد واسينا ولدى یعنی کہ اگر میں کربلا میں نہ تھا تو کیا مضائقہ میں نے اپنے دو بیٹے حسین ابن علیؑ پر قربان کردیئے اور میں نبی و علیؑ سے سرخرو ہوں۔

بحکم یزید۔ مدینہ میں اہلبیت طاہرین کے مکانات کی بربادی

مولف کتاب کے والد مرحومؒ کتاب الریاض میں تحریر فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں قتل حسینؑ و اصحابہ کی خبر کے منتشر ہونے کے چند دن بعد یزید نے والیٔ مدینہ عمرو بن سعید کو حکم دیا کہ مدینہ میں اہلبیت اطہار کے مکانوں کو غارت و برباد کر دیا جائے چنانچہ والیٔ مدینہ نے یزید کے اس حکم پر عمل کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ؎

یثرب بباد رفت بہ تعمیر خاک شام   بطحیٰ خراب شد بہ تمنا ملک رئ

یعنی کہ مدینہ برباد ہوگیا اور اس کی خاک سے شام کی تعمیر ہوئی۔ اور مکہ معظمہ پسر سعد کی تمنائے رے کی خاطر خراب و برباد ہوگیا۔

دعبل خزاعی کہتا ہے کہ ؎

بكيت لرسم الدار من عرفات   واجريت دمع العين من عبرات

مدارس آيات خلت من بلاوة   ومنزل وحى مقفر العرصات

جعفر بن محمد ابن نما علیہ الرحمۃ نے عمر بن علی سے نقل کیا ہے کہ ان المختار ارسل الى على بن الحسين عشرين الف دينار فقبلها وبنى منها دار عقيل بن ابى طالب۔ کہ مختارؒ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کو بیس ہزار دینار بھیجے جنہیں امام زین العابدین علیہ السلام نے قبول کرلیا۔ اور اپنے و اولاد عقیل کے مکانات کی تجدید کی۔ یعنی مکانات بنوائے اور مرمت کرائی۔ ابن حماد علیہ الرحمۃ نے بھی ان ابیات میں اس کی تصدیق فرمائی ہے۔

وقفت على ابياتهم فرايتها   خرابا اراتها مغزا الجو بلقعا

وان لهم فى عرصة الطف وقعة   تكاد له الاطوار وان تتزعزعا

جناب ام المومنین ام سلمہؓ کو قتل حسینؑ کی خبر ملنا

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ روز شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام سے ہی علامات اور نشانیاں جگہ بجگہ ظاہر ہونے لگی تھی۔ مثل اس کے کہ آفتاب کو گہن لگنا۔ سرخ ہوجاتا۔ آسمان سے خون کا برسنا ندائے آسمانی، اور غیبی آواز کا سنا۔ خواب ام سلمہؓ، جو مٹی آنحضرتؐ نے ان کو دی تھی اس کا روز عاشورا سرخ و خون ہو جاتا۔ ہرن کے بچہ کا عبداللہ ابن عباس کے ہاتھ خون ہوجانا۔

اور کبوتر کا خون آلودہ مکان فاطمہ صغریٰ پر آکر صیحہ کرنا۔ اور شخص غریب یعنی اجنبی کا مسجد نبویؐ کے صدر دروازہ پر قتل الحسینؑ کی آواز بلند کرنا ابن زیاد کا والیٔ مدینہ کو خبر شہادت حسینؑ دینا۔ علاوہ ازیں والیٔ مدینہ کا اہل مدینہ کو خبر قتل حسین دینا۔ یہ وہ تمام چیزیں ہیں کہ جن سے یقین ہو گیا تھا کہ امام حسین کربلا میں شہید ہو گئے ہیں

علامہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں کہ مسند ابن حنبل اور سہل کی سند سے کہ سہل کہتا ہے کہ جیسے ہی جناب ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا کو امام حسینؑ کے قتل کی خبر ملی تو آپ نے اہل عراق پر لعنت کی کہ عراقیوں نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا ام المومنین نے فرمایا کہ خدا ان کو ذلیل و خوار کرے ان لوگوں نے حرمت نبی اکرم برباد کر دی۔ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا کی خدمت میں کسی نے ایک دیگ حلوا نذر کی۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ علی و حسن و حسینؑ کو بلاؤ۔ جب وہ سب جمع ہو گئے تو حجرہ ام سلمہؓ جنت الفردوس بن گیا میں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ نے حسنین خوش اطوار کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا۔ اور دائیں بائیں جانب علیؑ و فاطمہؑ رونق افروز ہوئے۔ اور ام سلمہؓ کہتی ہیں۔

قالت ام سلمہؓ فاجتذب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم من تحتی کسائی خیبریا کان بساطلنا۔ یعنی کہ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا کہ رسولؐ خدا نے ہاتھ بڑھایا۔ کساء خیبری کو اوڑھا اور اس میں علی و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کو لے لیا۔ اور پھر آیۂ تطہیر نازل ہوئی۔ یہ ہے حسینؑ کی منزلت کہ آپ خامس آل عبا ہیں اب ہم حدیث شریف کساء کو سپرد قرطاس کرتے ہیں۔

حدیث شریف کساء اور فضیلت پنجتنؑ پاک

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ خبر قتل حسین مظلوم ملنے پر آپ نے قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کی اور فضیلت امام حسینؑ بعنوان حدیث کساء بیان کی۔ فرمایا کہ حضرت رسولؐ خدا نے کساء خیبر اپنے جسم مبارک پر ڈالی اور اسی چادر میں علیؑ و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ کو لے لیا اور بعدہٗ خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اللھم ھؤلاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔ اے خدائے علیم و حکیم یہ میرے اہلبیتؑ ہیں یعنی ان کے علاوہ کوئی اہلبیت نبوت نہیں ہے تو ان سے رجس کو دور رکھ اور ایسا پاک و پاکیزہ قرار دے جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

؎

خدایا جہان پادشاہی تراست — زما خدمت آید خدای تراست
پناہ و بلندی و پستی توئی — ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی
مراہست این حاجت از تو بدست — برآری تو این حاجتی را کہ ہست
خدایا تو این اہلبیت را — کہ ہستند حاضر بزیر کساء
ز ہر رجس کن پاک پاکیزہ دار
توئی مقتدر ای جہاں کردگار

ماحصل یہ ہے کہ اے خداوند عالم تو ہی مالک و خالق مختار مطلق ہے تیری ہی حکومت ہے امر تیرے ہی لیے ہے۔ دنیا فانی ہے اور تو باقی ہے باقی رہے گا حیٌ لایموت ہے۔ میری تجھ سے اے خداوند عالم یہ حاجت ہے اور حاجت روائی تیرے ہاتھ ہے۔ میری حاجت یہ ہے کہ زیر کساء

علی و فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ یہ ہی میرے اہلبیتؑ ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا میرا
اہلبیتؑ نہیں ہے تو ان سے رجس کو دُور رکھ اور ان کو ایسا پاک و پاکیزہ قرار
دے جیسا کہ حق ہے پاک کرنے کا۔ پاک رکھنے کا کیونکہ تو ہی صاحب اقتدار و
اختیار ہے۔

جناب ام المومنین ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے عرض کیا
یا رسولؐ اللہ مجھے بھی اجازت دیجئے کہ شریک کساء ہو جاؤں۔ فرمایا اے
ام سلمہؓ تم خیر پر ہو مگر تمہاری جگہ یہ کساء نہیں ہے شہر ابن آشوب فرماتے
ہیں کہ راوی کہتا ہے کہ میں خدمت ام سلمہؓ میں حاضر تھا اذ دخلت امراۃ
صارخۃ۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت روتی پیٹتی دروازے سے آئی اور کہا
واویلا قتل الحسینؑ کہ حسینؑ قتل ہو گئے۔ ام سلمہؓ نے یہ خبر سن کر بآواز بلند گریہ
فرمایا۔ یہاں کہ ان پر غشی طاری ہو گئی۔

حدیث کساء مشہور و معروف ہے۔ شیخ فریدالدین طریحی نجفی علیہ الرحمۃ
نے کتاب منتخب میں اس حدیث مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے
اس مبارکہ کو نقل کیا ہے۔ اور بھی اکثر علماء نے اس حدیث کی صحت و استنادی
صورت کو تسلیم کیا ہے یہ حدیث مبارکہ معصومہؑ آخرالزمان بنت رسولؐ خدا سے
مروی ہے کہ روی عن فاطمۃ الزہراء قالت دخل علی ابی رسول اللہ
فی بعض الایام فقال یا فاطمۃ انی لاجد فی بدنی ضعفاً۔ یعنی
جناب سیدہ طاہرہ صدیقہ کبریٰ فاطمہؑ زہرا فرماتی ہیں کہ ایک روز میرے پدر بزرگوار
میرے غریب خانہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ نور نظر میں اپنے بدن میں ضعف
یعنی کمزوری محسوس کر رہا ہوں (از مترجم (علماء حضرات نے ضعف سے

کمزوری مراد لی ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ضعف از قسم کمزوری و بیماری نہ تھا
بلکہ آثار وحی نمودار ہو رہے تھے۔ وحی ربانی منتظر تھی کہ آپؐ کے ساتھ علیؑ و
فاطمہؑ حسنؑ و حسینؑ چادر میں داخل ہوں اور آیہ تطہیر مدح کرتی ہو نازل ہو)
فقال یا فاطمۃ ایتنی بالکساء الیمانی فغطینی بہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی چادر یمنی
لاکر مجھے اڑھا دو۔ فغطیتہ بہ میں نے حسب فرمان پدر بزرگوار آپ
کو یمنی چادر اڑھا دی وصرت انظر الیہ واذا وجہہ یتلألأ کانہ
البدر فی تمامہ۔ میں آپ کے چہرہ کی طرف دیکھنے لگی کہ آپ کا چہرہ مبارک
نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا کہ چودھویں رات کا چاند ہے (از مترجم۔
اذا وجہہ یتلألأ کانہ البدر فی لیلۃ تمامہ۔ یعنی کہ آنحضرتؐ کا چہرہ مبارک
نور سے اس طرح چمکنے لگا ہے گویا چودہویں رات کا چاند ہے جو تمام و کمال کے درجہ
پر ہوتا ہے۔ اگر ضعف بمعنی کمزوری طبع ہے تو تمام و کمال سے تشبیہ کیسی؟
پس ہمارے نظریہ کے بموجب ضعف سے مراد۔ آثار وحی ہیں کہ جن میں منزلت
وحی ربانی ایک قسم کا غط ہوتا ہے یعنی کہ ضعف)
فما کانت الا ساعۃ واذا بولدی الحسن قد اقبل کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی تھی
کہ میرا بیٹا حسن آگیا۔ وقال السلام علیک یا اماہ فقلت وعلیک السلام
یا قرۃ عینی وثمرۃ فؤادی فقال لی یا اماہ انی اشم عندک
رائحۃ طیبۃ کانہا رائحۃ جدی رسول اللہ۔
مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا اور کہا اے میرے نور نظر
اے میرے میوۂ دل خدا تمہیں زندہ و سلامت رکھے پھر امام حسنؑ نے اے اماں جان
میں آپ کے پاس ایسی پاک و پاکیزہ خوشبو محسوس کر رہا ہوں کہ وہ میرے جد نامدار

کی خوشبو ہے قالت نعم ان جدك نائم تحت الکساء میں نے کہا کہ ہاں تمہارے نانا کساء یمانی اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ فاقبل الحسن نحو الکساء۔ پس امام حسنؑ قریب گئے وقال السلام علیك یا جداہ السلام علیك یا رسول اللہ اتاذن لی ان ادخل تحت الکساء اور آنحضرتؐ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ آیا مجھے اجازت ہے کہ میں اس کساء یمانی میں داخل ہو جاؤں۔ فقال لہ قد اذنت لک۔ فرمایا کہ ہاں تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو۔

فدخل معہ۔ پس امام حسنؑ داخل کساء ہو گئے۔ فما کان الا ساعۃ و اذا بالحسین قد اقبل۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ میرا فرزند حسینؑ آگیا۔ و قال السلام علیك یا اماہ انی اشم عندك رائحۃ طیبۃ کانھا رائحۃ جدی رسول اللہ۔ مجھے مادر گرامی کہہ کر سلام کیا۔ میں نے جواب سلام دیا پھر حسینؑ نے کہا اے اماں جان میں آپ کے پاس ایسی نفیس خوشبو محسوس کر رہا ہوں گویا کہ وہ خوشبوئے جدّ محترم ہے۔ فقالت یابنی ان جدك واخاك تحت الکساء۔ میں نے کہا کہ بے شک تمہارے نانا اور تمہارے بھائی اس کملی کے نیچے آرام کر رہے ہیں پس شاہباز بلند پرواز اوج شہادت یعنی حسینؑ نے چادر کساء کی طرف رخ کیا۔ فقال السلام علیك یا جداہ السلام علیك یا من اختارہ اللہ اتاذن لی ان اکون معک۔

پس امام حسینؑ نزدیک گئے سلام عرض کیا اور عرض کیا آیا مجھے اجازت ہے کہ آپ دونوں کے ساتھ میں بھی داخل ہو جاؤں۔ فقال لہ قد اذنت لك یا حسین جناب رسول خدا نے فرمایا اے میرے فرزند اے سربلند صفّہ صدق و صفا حسینؑ اے پابند رشتہ مہر و وفا حسینؑ اے وارث تاج شفاعت آؤ تم بھی داخل

کساء یمانی ہو جاؤ۔

فدخل معہ حسینؑ گئے اور داخل کساء ہو گئے۔ فاقبل عند ذٰلك ابوالحسن علی بن ابی طالب علیہ السلام وقال السلام علیك یا بنت رسول اللہ فقالت وعلیك السلام فقال انی اشم رائحۃ اخی وابن عمی رسول اللہ کہ حسینؑ کے بعد ابوالحسن علی ابن ابی طالب آگئے سب مجھے دختر رسولؐ خدا کہہ کر سلام کیا۔ میں نے بھی ابوالحسن کہہ کر جواب سلام دیا۔ پھر جناب امیر المومنین نے فرمایا کہ اے سیدہ میں اس وقت تمہارے گھر میں اپنے ابن عم رسولؐ خدا کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں فقالت ھا ھو مع ولدیك تحت الکساء میں نے عرض کیا بے شک تمہارے دونوں بیٹے اور میرے والد بزرگوار چادر یمانی اوڑھے ہوئے لیٹے ہیں۔ فاقبل علی نحو الکساء۔ پس ولی کائنات، شریک کار رسالت مشکل کشاء علی ولی کساء کی طرف آئے اور سلام کیا وقال السلام علیك یا رسول اللہ اتاذن لی ان اکون معکو تحت الکساء۔ امیر المومنینؑ نے سلام کرنے کے بعد داخل کساء ہونے کی اجازت مانگی قال لہ وعلیك السلام یا اخی قد اذنت لک۔ کہ اے برادر بجان برابر تم پر میرا سلام ہو تمہیں اجازت ہے کہ چادر یمانی میں آجاؤ۔ فدخل علی علیہ السلام تحت الکساء۔ علی مرتضیٰ علیہ السلام بھی داخل کساء ہو گئے۔ ثم اتت فاطمۃ وقالت السلام علیك یا ابتاہ السلام علیك یا رسول اللہ امیر المومنین کے بعد میں بھی کساء یمانی کے نزدیک آئی اور میں نے اپنے پدر بزرگوار کو سلام اور عرض کیا۔

اتاذن لی ان ادخل معکم تحت الکساء، آیا مجھے بھی داخل کساء ہونے کی اجازت ہے قال قد اذنت لك فدخلت فاطمۃ معھم۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ہاں اے

نور نظر تمہیں اجازت ہے کہ چادر میں داخل ہو جاؤ پس میں بھی داخل کساء یمانی ہو گئی۔ فلما اکتملنا خمسۃ النجبا تحت الکساء قال اللہ تعالیٰ عز و جل۔ یعنی کہ جب یہ پانچوں تن چادر یمانی میں جمع ہو گئے۔ تو خداوند عالم نے ملائکہ سموات سے بصورت ایجاد کلام مباہات فرمایا۔ یا ملائکتی و سکان سمواتی انی خلقت سماء مبنیۃ ولا ارضا مدحیۃ ولا قمرا منیرا ولا شمسا مضیۃ ولا فلکا یدور ولا بحرا یجری ولا فلکا یسری الا فی محبۃ ھؤلاء الخمسۃ الذین ھم تحت الکساء۔ یعنی خدائے تعالیٰ نے فرمایا اے میرے فرشتو اور اے میرے آسمانوں کے رہنے والو۔ میرا آسمان کو خلق کرنا۔ زمین کا فرش بچھانا۔ چاند کو منوّر کرنا سورج کو روشنی دینا۔ گھومتے ہوئے فلک قائم کرنا۔ دریاؤں میں پانی جاری کرنا۔ ان میں کشتیوں کو رواں کرنا یہ سب کچھ ان پانچوں ہستیوں کی محبت کی وجہ سے ہے۔ (یعنی کہ اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ خدا بھی ان دوست رکھتا ہے اور ان کی تخلیق کی غایت یہ ہے کہ دیندار لوگ ان کو دوست رکھیں۔ فقال الامین جبرئیل یارب ومن تحت الکساء۔ یعنی جبرئیل امیں نے عرض کیا پروردگارا یہ مقدس ہستیاں ہیں کون فقال اھل بیت النبوۃ ومعدن الرسالۃ وھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا و بنوھا۔ کہ خطاب خداوند عالم ہوا اے جبرئیلؑ وہ نبوت کا خاندان، رسالت کی کان یعنی فاطمہؑ زہرا اور اُس کے پدر بزرگوار محمدؐ مصطفےٰ اور اُس کے شوہر عالیقدر علی مرتضیٰ اور اس کے دونوں برخوردار حسنین خوش کردار ہیں ان میں ایک حسنؑ ہے جو مظہر محسن ہے اور دوسرا حسینؑ ہیں جو قدیم الاحسان ہیں

فقال جبرئیل اتأذن لی ان اھبط الی الارض لاکون معھم سادسا کہ جبرئیل امین نے عرض کیا اے پروردگار عالم کیا مجھے اجازت ہے کہ میں زمین پر نازل ہو کر ان پانچوں حضرات کے ساتھ داخل کساء ہو کر چھٹا ہو جاؤں۔

فقال اللہ قد اذنت فھبط الامین جبرئیل خداوند عالم نے جبرئیل کو اجازت دی اور جبرئیل امین پرواز کر کے زمین پر نازل ہوئے۔ و قال السلام علیک یا رسول اللہ العلی الاعلی یقرئک السلام و یخصک بالتحیۃ والاکرام۔ اور رسولؐ خدا کی خدمت میں پہنچ کر فرمایا کہ خدائے بزرگ و برتر آپ کو سلام کہتا ہے اور تحیّۃ واکرام کے ساتھ مخصوص فرماتا ہے ویقول اللہ عزتی وجلالی ماخلقت سماء مبنیۃ ولا ارضا مدحیۃ ولا قمرا منیرا ولا شمسا مضیۃ ولا بحرا یجری ولا فلکا یدور ولا فلکا یسری الا لاجلکم قد اذن اللہ لی ان ادخل معکم تحت ھذا الکساء فھل تأذن لی انت یا رسول اللہ۔ یعنی کہ اللہ اسے عزت و جلال کی قسم کھا کر ارشاد فرماتا ہے کہ میں نے آسمانوں کو پیدا کیا، زمین کو فرش بنانا۔ چاند کو نورانیت بخشی۔ سورج کو روشنی عطا کی گردش کرنے والے آسمان کو قائم کیا۔ سمندروں کو جولانیاں عطا کیں۔ کشتی کو ان میں رواں کیا یہ سب کچھ جو میں نے کیا ہے محض تمہاری خاطر سے اور تمہاری محبت کی وجہ سے کیا ہے پھر جبرئیل امین نے عرض کیا کہ مجھے خداوند عالم نے تو داخل کساء ہونے کی اجازت دیدی ہے تو کیا آپ بھی اجازت رحمت فرماتے ہیں۔

مولف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ میں نے تالیفات فاضل کاشفی ملا حسین علیہ الرحمۃ

مطالعہ کیا۔ جس میں جبرئیل امین اور آنحضرتؐ کے مابین یہ گفتگو درج ہے کہ جبرئیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا نے تو اجازت دیدی ہے کہ میں داخل کساء ہو جاؤں کیا آپ کی طرف سے بھی اجازت ہے۔ اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے اخی جبرئیل تم محرم عباء یمانی نہیں ہو کیونکہ جو بھی اس عباء میں ہے وہ محنت و رنج کا نشانہ بنے گا۔ علیؑ شریک کساء میں ضرب تلوار سے شہید ہوں گے حسنؑ شریک ہیں زہر الماس سے جگر پارہ پارہ ہو گا حسینؑ شریک ہیں۔ کربلا میں تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہوں گے۔ فاطمہؑ مرکز عصمت ہیں۔ پہلوی فاطمہؑ زخمی ہو گا اور فاطمہؑ دنیا سے رخصت ہوں گیں۔ جبرئیل اس نے عرض کیا یا رسول اللہ کہ میں ان بلاکشیدگان سے زیادہ قریب ہوں۔ میں نے سیدہ عالم کے عوض چکیاں پیسی ہیں۔ میں علیؑ کے لیے آب کوثر لے کر آیا ہوں میں نے حسینؑ کا گہوارہ جھلایا ہے۔ پس میں بھی حق دار ہوں کہ مجھے اجازت ملے تاکہ میں داخل کساء یمانی ہو سکوں۔

کتاب منتخب میں ہے کہ فقال قد اذنت لك فدخل جبرئیل معہم تحت الکساء۔ کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل تمہیں اجازت ہے پس جبرئیل امین بھی کسائے یمانی میں داخل ہو گئے کیونکہ خدا و رسولؐ کی طرف سے اجازت مل گئی تھی۔ وقال لهم ان الله عزوجل اوحی الیکم یقول انما یرید الله لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرًا کہ خداوند عالم صرف یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت تم کو رجس سے دور رکھے اور ایسا پاک رکھے جیسا کہ پاک رکھنے کا حق ہے۔ فقال علی بن ابی طالبؑ یا رسول الله صلی الله علیه وآله اخبرنی ما لجلوسنا هذا تحت الکساء من الفضل عند الله

امیر المومنینؑ نے آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ کہ ہمیں یہ تو بتائیے کہ ہم سب کا اس چادر کے نیچے بیٹھے رہنا، اس چادر کے نیچے جمع ہونا۔ خدائے بزرگ و برتر کے نزدیک کیا مرتبہ رکھتا ہے۔ فقال النبی صلی الله علیه وآله والذی بعثنی بالحق نبیا واصطفانی بالرسالة نجیا ما ذکر خبرنا هذا فی محفل من محافل الارض وفیه جمع من شیعتنا ومحبینا الا ونزلت علیهم الرحمة وحفت بهم الملائکة واستغفرت لهم الی ان یتفرقوا ——

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس نے مجھے برحق نبی بنایا۔ اور رسالت کے لیے چن کر نجات دہندہ عالم قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث جس کسی ایسی محفل میں بیان کی جائے کہ جہاں ہمارے شیعہ اور محب موجود ہوں تو ان سب پر خدا کی رحمت نازل ہو گی۔ ان کو فرشتگان رحمت ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ اور جب تک وہ مجمع متفرق نہ ہو گا برابر فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے۔ فقال علیؑ والله فزنا وفازت شیعتنا ورب الکعبة جناب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم اب تو ہم بھی اور ہمارے شیعہ کامیاب ہو گئے۔ فقال رسول الله صلی الله علیه وآله والذی بعثنی بالحق نبیا واصطفانی بالرسالة نجیا ما ذکر خبرنا فی محفل من محافل اهل الارض وفیه جمع من شیعتنا وفیهم مهموم الا فرج الله همه ولا مغموم الا وکشف الله غمه ولا طالب حاجة الا وقضی الله حاجته۔ جناب رسالتمآب صلعم نے مکرر فرمایا کہ اے علیؑ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا اور رسالت

کے لیے چن کر نجات دہندہ جن و انس قرار دیا۔ ہماری یہ حدیث اہل زمین کی جس شیعہ محفل میں یا ہمارے دوستوں میں پڑھی جائے گی ان میں جو متفکر ہو گا تو اللہ اس کی فکر دور کر دے گا۔ اور جو غمگین ہو گا خداوند عالم اس کا غم دور کر دے گا۔ اور جو حاجت ہو گی خدائے تعالیٰ اس حاجت پر لائے گا۔ اللھم صل علی محمد و آل محمد. فقال علی علیہ السلام اذا واللہ فزنا سعدنا وکذلک شیعتنا فازوا وسعدوا فی الدنیا و الاخرۃ۔ یعنی امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم کامیاب ہو گئے اور ہمارے شیعہ بھی کامیاب ہو گئے دنیا و آخرت میں۔

اللھم اجعلنی من شیعتھم و محبیھم بحقھم امین۔

مؤلف کتاب ھذا میرزا صدرالدین واعظ القزوینی اعلیٰ اللہ مقامہ فرماتے ہیں کہ حدیث کساء سید الادیث ہے اس میں خصوصاً سیدۂ عالمین فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی منزلت مضمر ہے سیدۂ عالم ملائک اعلیٰ میں بھی معروف ہیں۔ آپ کے شوہر علی مرتضیٰ آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ کی مثل کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ دستور زمانہ ہے کہ کبھی تعارف شہر کا نام لے کر کرایا جاتا ہے کبھی خاندان کا نام لیا جاتا ہے اگر باپ مشہور و معروف ہو تو کہتے ہیں کہ فلاں کا فرزند ہے۔ لیکن حدیث کساء میں خود خداوند عالم نے اپنے ملائکہ میں جب صاحبان حدیث کساء کا تعارف کرایا ہے تو فاطمہؑ زہرا کو مرکز تعارف قرار دیا ہے کہ ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا کہ فاطمہؑ میں اور ان کے پدر رسول ذیلقدر اور ان کے شوہر علی مرتضیٰ اور ان کے فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں۔ (از مترجم ھم فاطمۃ وابوھا وبعلھا وبنوھا۔ یعنی کہ فاطمہؑ ہیں بعدہٗ نام نہیں لیکن ضمیریں فاطمہؑ زہرا کی طرف راجع ہیں

یعنی کہ فاطمہؑ کے والد ماجد، یعنی کہ فاطمہؑ کے شوہر عالیقدر، یعنی کہ فاطمہؑ کے دونوں فرزند اس طرح پانچ جگہ نام فاطمہؑ زہرا آیا ہے پس فاطمہؑ زہرا مرکز عصمت ہیں) اے شیعو جو پاک بی بی مرکز عصمت و طہارت ہو۔ جس کے متعلق آنحضرت نے فرمایا ہے فاطمۃ بضعۃ منی کہ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے امت رسولؐ خدا نے اس کی قدر و منزلت کو بھلا دیا۔ بعد وفات رسولؐ خدا آپ پر کچھ ایسے مصائب پڑے کہ فرماتی ہیں کہ مجھ پر ایسے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دونوں پر ایسے مصائب پڑتے تو مثل شب تار تاریک ہو جائے آپ کا پہلو شکستہ ہوا۔ شکم مبارک میں محسن شہید ہوئے الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

واقعہ مباہلہ اور حقانیت پنجتنؑ پاک

جیسا کہ حدیث کساء کے عنوان میں ذکر کیا جا چکا کہ آیۂ تطہیر میں پنجتن پاک شریک ہیں اور اس میں لفظ اَہْلَ الْبَیْتِ جو ایک جگہ وارد ہوا ہے مگر اس کا مصداق پنجتن پاک، یعنی نبیؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسن اور حسینؑ ہیں۔ اسی طرح مباہلہ میں بھی یہی پنجتن پاک، نصارائے نجران کے مقابلہ میں گئے ہیں اور اسلام کی حقانیت و صداقت کو واضح کیا ہے۔ واقعہ مباہلہ ۲۴ ذی الحجہ سنہ ۹ھ کو ہوا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ ۲۵ ذی الحجہ کو منعقد ہوا ہے۔ لفظ مباہلہ مشتق ہے بُہلا سے۔ اور بہلہ بمعنی لعن و نفرین ہیں۔ اور مباہلہ میں دونوں طرف سے لعن و نفرین کا حق حاصل ہے لیکن جو حق پر نہ ہو گا وہ تباہ و برباد ہو جائے گا اور آخرت میں مستحق لعن ہے۔ آنحضرتؐ اور نصاریٰ نجران میں یہ وعدہ تھا کہ مقررہ دن پر ایک گروہ دوسرے گروہ پر لعن و نفرین کرے گا اور طلب عذاب کرے گا اگرچہ آنحضرتؐ اور نبی نجران

عیسائیوں کے درمیان مباہلہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ تاہم اس واقعہ کی تصویر کشی حسب ذیل ہے :۔

یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصارائے نجران کو دعوت اسلام دی نجران علاقہ یمن میں سے ہے چنانچہ نجرانیوں نے تحقیق حالات اسلام اور حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اسلامی نظریہ معلوم کرنے کے لیے اپنا ایک منتخب وفد بھیجا۔ اس وفد کا سردار عاقب نامی عیسائی تھا۔ جو تمام نصرانیوں میں بزرگ قوم تھا عالم انجیل تھا۔ دوسرے شخص شریک وفد ابوالحارث نامی تھا یہ بھی نصاریٰ کا پیشوا تھا۔ اسی کو بعض علماء اسقف کہتے ہیں۔ اسقف بمعنیٰ عالم ہے چنانچہ جاثلیق و قیس و مطران ان لوگوں کے القابات ہیں جو علماء نصاریٰ کو دیئے گئے ہیں۔ جب نبی نجران کا وفد آنحضرتؐ کی خدمت اقدس میں مدینہ حاضر ہوا۔ اور آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو اسقف نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا اے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ عیسیٰؑ ابن مریم کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ عبد خدا اور اس کی مخلوق ہیں نہ کہ خالق، خداوند عالم نے ان کو برگزیدہ قرار دیا ہے۔ رسول بنایا ہے۔ اسقف نے کہا کیا ان کا باپ تھا آپ نے فرمایا کہ ان کا کوئی باپ نہیں ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۵۹)

یعنی کہ خدا کے نزدیک تو جیسے عیسٰی کی حالت ویسی ہی آدم کی حالت کہ ان کا مٹی سے پتلا بنایا اور کہا کہ ہو جا پس (فوراً ہی) وہ (انسان) ہو گیا۔ یعنی کہ اگر آدمؑ بغیر ماں باپ پیدا ہوئے ہیں تو عیسٰی بغیر باپ کے پیدا ہوئے ہیں۔ اگر خدا آدم کو بغیر ماں

باپ پیدا کر سکتا ہے اور پیدا کیا ہے تو عیسٰیؑ کو بغیر باپ پیدا کرتے ہیں خدا عاجز نہیں ہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔ جب طرفین میں گفتگو نے طول پکڑا۔ تو آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی فَمَنْ حَآجَّكَ فِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ وَ نِسَآءَنَا وَ نِسَآءَكُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِیْنَ ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۶۱)

(جب تمہارے پاس علم (قرآن) آچکا اس کے بعد بھی اگر تم سے کوئی (نصرانی) عیسٰیؑ کے بارے میں حجت کرے تو کہو (اچھا میدان میں) آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو۔ ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو اس کے بعد ہم سب خدا کی بارگاہ گڑگڑا کر جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں۔ نصاریٰ نے آپس میں مشورہ کیا۔ اور مباہلہ کرنا طے پا گیا۔ بروایتے اس روز پنجشنبہ (جمعرات) تھا۔ اور مباہلہ کی تاریخ ۲۴ ذی الحجہ یوم اتوار قرار پایا۔ اور آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ، حسن و حسینؑ کو مطلع کر دیا کہ مباہلہ میں چلنے کے لیے تیار رہیں چنانچہ آنحضرتؐ مسجد سے برآمد ہوئے جیسے افق کائنات پر آفتاب برآمد ہوتا ہے اور روشنی پھیل جاتی ہے اس طرح چونکہ تثلیث کی تاریکی دور کرنے کے لیے انحضرتؐ اپنی مسجد سے برآمد ہوئے۔ اور علی و فاطمہ اور حسنؑ و حسینؑ کو اپنے ساتھ لیا۔ اس طرح کہ سیدہ عالم کو اپنے عقب میں اور حسنؑ کو دائیں جانب اور حسینؑ کو بائیں جانب اور علی مرتضیٰ کو آگے آگے رکھا اور اس شان سے میدان مباہلہ میں تشریف لے گئے۔ نصاریٰ کے نزدیک پہنچے۔ اسقف نے اپنی قوم سے کہا کہ دیکھو اگر محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اپنی اولاد کو لے کر آئے تو ہم ہرگز مباہلہ مباہلہ نہیں کریں گے کیونکہ وہ اگر حق پر نہ ہوئے (معاذ اللہ) تو وہ نفرین و لعن کو اپنی اولاد کے لیے قبول نہ کریں گے۔ اور اگر اصحاب و یاروں کو ساتھ لائے تو ہمیں پھر کوئی خوف و حذر کو ضرورت نہیں ہے ہم ان سے مباہلہ کریں گے۔ لیکن جب آنحضرتؐ اپنی اولاد کو لے کر مباہلہ کے میدان میں پہنچے تو اسقف نے سوال کیا کہ آپؐ کے ہمراہ آنے والے کون ہیں۔ ان کو بتایا گیا کہ میرے ساتھ میری بیٹی فاطمہؑ ہے اور اس کے شوہر علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور اس کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ ہیں یہ سن کر اسقف نے کہا کہ اے نصاریٰ اگر ان سے مباہلہ کیا اور ان ہستیوں نے ہم پر نفرین کی تو کوئی شخص از قوم نصاریٰ باقی نہ رہے گا۔ چنانچہ مباہلہ کی بجائے آپس میں مصالحت کر لی اور نصاریٰ نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اسلام کو فتح ہوئی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ حارث ابن علقمہ کہ جو قیس کہ جو دین عیسوی کا عالم تھا قدم آگے بڑھا اور جمال پیغمبرؐ، صورت حیدرؑ اور حسنینؑ کے نورانی چہرہ دیکھے اور دیکھا کہ ایک خاتون چادر عصمت اوڑھے ہوئے ہے وہ مثل بید لرزنے لگا اور فوراً ہی اپنے وفد میں واپس ہوا اور کہا کہ اے میرے ساتھیو۔ میری بات پر کان دھرو گوش دل میرا سخن سنو۔ ان سے مباہلہ ترک کرو بخدائے عظیم میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ ذوات مقدسہ خدا سے دعا کریں کہ پہاڑ اپنی جگہ ہٹ جائے تو بے شک خدا ان کی دعا قبول کرے گا اور پہاڑ اپنی جگہ سے حرکت کرے گا۔ اور اگر ان ہستیوں نے نصاریٰ پر نفرین و لعن کیا تو پھر روئے زمین پر کوئی نصاریٰ باقی نہ رہے گا یہ بہتر ہے کہ ان سے مباہلہ کی بجائے مصالحہ کر لیا جائے۔

اے دوستو۔ مباہلہ میں نصاریٰ نے پنجتن پاک کے چہرہ دیکھ کر یہ یقین کر لیا کہ یہ لوگ خدا کے مقرب بندے ہیں۔ جو خدا سے مانگیں وہ ان کو ملے گا۔ لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ ابوجہل نے جو سختی اختیار کی وہ سب پر ظاہر ہے۔ کوہ صفا پر آنحضرتؐ کی پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ ماہ رمضان المبارک کی انیسویں شب حضرت علیؑ مرتضیٰ کو ابن ملجم نے ضرب لگائی جس سے آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ جناب فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ کو ایسا صدمہ پہنچایا کہ بعد وفات رسولؐ خدا زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔ امام حسنؑ مجتبیٰ علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا۔ اور امام حسینؑ کو کربلا میں ان کے اصحاب و انصار عزیز و برادران اور اولاد کے ساتھ شہید کیا یہ سب مظالم مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئے۔ بہر حال جب نصاریٰ نے مباہلہ کی بجائے مصالحہ یعنی صلح کر لی تو جزیہ دینا قبول کیا کہ وہ ہر سال دو ہزار حُلّہ کہ ہر ایک حُلّہ (پوشاک) چالیس درم کا، تیس گھوڑے اور تیس زرہ، بطور جزیہ دینا قبول کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر نصاریٰ مباہلہ کرتے تو خداوند عالم ان کو بندر اور سور کی شکلوں میں تبدیل کر دیتا غرض کہ مقابلہ میں پنجتن پاک کی صداقت اور حقانیت نے اسلام کو بچا لیا اور یہ اسلام کی شاندار فتح ہے۔

پنجتن پاک کی شیعوں اور محبوں کے حق میں دعاء مغفرت اور وصیت و مصائب جناب فاطمہ زہراؑ

کتب احادیث سے ثابت ہے کہ آئمہ معصومینؑ اپنے شیعوں اور محبوں کے

لیے برابر دعاء مغفرت کرتے رہتے تھے۔ مروی ہے کہ سیدہ عالمینؑ نے اپنے بابا سے عرض کیا کہ آپ کو اپنی امت کے گناہ گاروں کا ہمہ وقت خیال رہتا ہے لہٰذا آپ اپنے دوستوں اور علیؑ کے شیعوں کے لیے دعا فرمائیں۔ کیونکہ امت آپ کی دعاؤں کی محتاج و امیدوار ہے۔ آپ دوستوں کے لیے دعا فرمائیں ہم آمین کہیں گے۔ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ بلند کیے اور خداوند عالم سے عرض کیا کہ پروردگار عالم جو شخص میرے اہلبیتؑ کو دوست رکھے اس کے گناہ بخشدے۔ اور ان کی حاجتیں برلا۔ جناب امیرالمومنینؑ۔ امام حسنؑ امام حسینؑ اور حضرت سیدہ عالمینؑ نے آمین کہا اس حدیث سے مستفاد ہوتا ہے کہ جو بندہ دوسرے بندہ کے حق میں آزار کن باتیں کرتا ہے اس کو چاہیئے کہ اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے اللھم اجعلنا من شیعتھم ومحبیھم امین یارب العالمین (برائے مؤلف کتابِ ھٰذا مومنین دعاء مغفرت کریں)

کتاب کنز الواعظین میں کتاب تبر المذاب اور کتاب عقائقؒ سے روایت ہے کہ بعد رحلت حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جناب فاطمہ زہراؑ بیمار ہوگئیں اور آپ کو فلاں فلاں کے ہاتھوں صدمات پہنچے جس کی وجہ سے آپ اپنے بابا کی جدائی پر رو رو کر آپ سے ان کی شکایت کرتی تھیں۔

جناب معصومۂ دو عالم آنحضرتؐ سے زیادہ مشابہت رکھتی تھیں جب کبھی حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو دیدار رسولؐ خدا مطلوب ہوتا تو آپ سیدۂ عالم کو دیکھتے تھے۔ اور جناب سیدہ کی گفتگو سنتے اور تسکین قلب ایمان ہوتی۔ پس جب کہ سیدۂ عالم پر مرض نے زیادہ غلبہ کیا حضرت امیر

علیہ السلام نے ایک روز دیکھا کہ سیدہ بیماری کی حالت میں بستر پر آرام کر رہی ہیں جسم کمزور ہو گیا ہے اور آپ کے پاس آپ کے دونوں فرزند حسنؑ و حسینؑ موجود ہیں۔ معصومہ کے سر مبارک کے نیچے پوست گوسفند تھی اور لحاف اُونی تھا۔ دوا اور غذاء فاطمہؑ حمد و شکر خداوندی تھی امیرالمومنین نے مزاج پرسی کی سیدہ عالم نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ میری خواہش ہے کہ میں ان دنوں میں دنیا سے رخصت ہونے والی ہوں اور اے ابوالحسنؑ میری اپنے دونوں فرزندوں کے بارے میں یہ وصیت ہے کہ میرے بچوں پر نظر لطف وکرم رہنا۔ اور جب یہ دونوں فرزند میری قبر پر آنا چاہیں تو ان کو منع نہ کرنا۔ میری قبر پر قرآن پڑھنا۔ میں اگرچہ بچوں سے اور تم سے دُور رہوں گی۔ مگر میری روح۔ میرا دل بچوں میں رہے گا اے علیؑ میں تم سے راضی ہوں اور اے علیؑ میں نے تمہاری خدمت میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔ فبکیٰ علی علیہ السلام وقال یا بنت المصطفیٰ و یا سیدۃ القاردحی لروحک الفداء یا بنت البشیر النذیر ومن ارسل رحمۃ للعالمین۔ حضرت امیرالمومنین فاطمہ زہراؑ کی وصیتیں سن کر گریہ فرمانے لگے یہاں تک کہ آپ کی محاسن شریف (یعنی ریش مبارک) آنسوؤں سے تر ہو گئی اور فرمایا اے بہترین نساء عالمین کہ میں تجھ سے راضی اور خوشنود ہوں اور خدا و رسولؐ تجھ سے راضی و خوشنود ہیں۔ پھر سیدہ عالمؑ نے فرمایا کہ اے ابوالحسنؑ جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تم آپ مجھے غسل وکفن دینے سے فارغ ہوں اور مجھے قبر میں اُتاریں تو قارورہ یعنی ڈبہ اور شیشہ قبر میں رکھ دیں پس آپ نے فضّہ سے فرمایا کہ دونوں چیزیں لاؤ فضہ نے حاضر کیں۔ فقال علی یا سیدۃ النساء ما الذی فی ھذہ القارورۃ

ھل ھو من ماء زمزم۔

حضرت امیر المومنینؑ نے فرمایا کہ اے خاتون اس قارورہ میں کیا چیز ہے کیا یہ آب زمزم ہے۔ حضرت فاطمہ زہراؑ نے فرمایا کہ اے علیؑ جو اشک میری آنکھوں سے خوف خدا میں رواں ہوئے ہیں وہ میں نے جمع کئے ہیں جو کہ اس قارورہ میں ہیں اور یہ روز حشر کے لیے جمع کئے ہیں یہ آب زمزم نہیں ہے اور اے علیؑ ان آنسوؤں کو میری قبر میں رکھ دینا۔ میں نے اپنے پدر بزرگوار رسولؐ خدا سے سنا ہے وہ فرماتے ہیں۔ ان الدمعۃ تطفی غضب الرب وان القبر لایکون روضۃ من ریاض الجنۃ الا ان یکون العبد قد بکیٰ من خیفۃ اللہ تعالیٰ وخوفاً من النار۔ یعنی کہ آنسو غضب خدا کو رحمت سے بدل دیتے ہیں اور اس کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ اس وقت ہوگی کہ جب بندہ خوف خدا اور خوف جہنم میں آبدیدہ ہو۔ اے امیر المومنین میں نے یہ آنسو خوف خدا میں اپنی آنکھوں سے برسائے ہیں اور جمع کئے۔ امیر المومنین نے سنا اور گریہ فرمایا اور جب سیدہ عالم نے آپ کو گریہ کناں دیکھا تو فرمایا۔ لو بکی محزون فی امۃ لرحم اللہ تعالیٰ تلک الامۃ۔ یعنی کہ اے علیؑ اگر آپ میری محزون ہوئے ہیں اور آنسو گرائے ہیں تو خدا ان آنسوؤں کی برکت سے مجھ پر رحم کرے گا۔ کہ میں کنیز خدا اور دختر رسولؐ خدا ہوں اور تم ولی کائنات ہو۔ اس وقت امام حسنؑ اور امام حسینؑ رونے لگے جناب امیر المومنینؑ نے ان کو تلقین صبر فرمائی اور خموش کیا۔ ثم فتحت الحق۔ پس فاطمہ زہراؑ نے وہ قارورہ کھولا۔ اس میں ایک ٹکڑا حریر سبز تھا جس میں ایک کاغذ تھا۔ اور اس کاغذ سے ایک نور ساطع ہو رہا تھا۔ جناب امیر المومنین نے فرمایا یا بنت خدیجۃ الکبریٰ ما ھذا۔ یہ کاغذ کیا ہے کہ

جس میں اس حقہ یعنی قارورہ کو پنہاں کیا ہے اور اسے تم اپنی قبر میں اپنے ساتھ رکھنا چاہتی ہو۔ فرمایا کہ سفینۃ النجاۃ یعنی کہ یہ سفینۂ نجات ہے۔ یہ قارورہ اور اس میں جو کچھ ہے وہ امانت رب العزت ہے حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ اے سیدہ وہ کیا امانت ہے۔ معصومۂ دو عالم نے فرمایا کہ اے علیؑ لما زوجنی بک ابی اس زمانہ میں جب کہ آپ کے ساتھ میرے پدر عالیقدر نے مجھے تزویج کیا مجھ سے فرمایا اے بیٹی کہ خداوند عالم نے عرش کے نیچے شجر طوبیٰ کے سایہ میں تمہاری محفل عقد منعقد کی اور شجر طوبیٰ المنتہیٰ کہ جو وسط بہشت رعنا میں ہے اس وقت حوروں نے جواہر نثار کئے۔ وھی عند ھم ذخیرۃ اور یہ وہی دُرہار جنتی اور جواہر ہیں۔ اور روز قیامت مومنین کو ہدیہ ہوں گے۔ اور شب عروسی جب آپ آئے تو میرے پاس دو پیراہن تھے۔ ایک لباس نوا اور دوسرا کہنہ لباس تھا۔ کہ ایک سائل کی آواز میرے گوش زد ہوئی کہ وہ کہہ رہا تھا۔ یا اھل بیت النبوۃ و معدن الخیر والفتوۃ و ان کان عندکم قمیص خلق فانی بہ جد یولا فی سائلہ فقیرۃ کہ اگر کوئی کہنہ ہو تو مجھ فقیر عورت کو دیا جائے۔ اے علیؑ میں نے اپنا کہنہ لباس اس فقیر عورت کو دینا پسند نہ کیا اور اپنا نیا لباس اس کو دے دیا۔ صبح عروسی کو میرے پدر بزرگوار تشریف لائے دیکھا کہ میں کہنہ لباس میں ہوں تو فرمایا اے بیٹی الیس لک قمیص جدید۔ یعنی اے بیٹی کیا تمہارے پاس نئی قمیص نہیں تھی۔ میں نے واقعہ سائل بیان کیا اور عرض کیا اے بابا جان میں نے سائل کو نئی قمیص بخشدی اور ایسا اس لیے کیا کہ جب میری ماں کی تزویج آپ سے ہوئی ایک روز سائل کے دروازے پہ آیا۔ اس نے لباس کا سوال کیا۔ آپ

نے اپنا پیراہن اپنے جسم مبارک سے اتارا اور اس سائل کو دے دیا۔ پس میں
نے آپ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے اپنی نئی قمیص سائل کو دے دی
آنحضرتؐ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور مجھے پیار کیا اور اسی دوران جبرئیل امین
نازل ہوئے اور عرض کیا اے رسولؐ خدا حق تعالیٰ اسلام کہتا ہے اور فرماتا ہے
کہ میرا سلام فاطمہؑ کو بھی پہنچاؤ۔ اور اس کو مبارکباد دو اور اس سے کہو کہ جو کچھ
مجھ سے مانگے گی وہ میں عطا کروں گا۔ اور بشرھا انی احبھا اور اس کو
بشارت دو کہ میں اے فاطمہ تجھے دوست رکھتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے وہ پیغام ربانی
مجھے سنایا۔ میں نے عرض کیا مجھے سوائے لقاء خدا یعنی رضا۔ خدا کچھ اور نہیں
چاہیئے اس پر آنحضرتؐ نے فرمایا اے بیٹی تم میری امت اور اپنے شیعوں کے لیے
دعاء مغفرت کرو۔ میں نے دعا مغفرت کی۔ پھر جبرئیل امین نازل ہوئے اور خدا
کا پیغام پہنچایا۔ کہ خدا فرماتا ہے کہ اے میرے رسولؐ قد غفرت لعصاۃ امتک
وشیعۃ علی ممن فی قلبہ محبۃ من فاطمۃ ومحبۃ من ابیھا وبعلھا
وولدھا۔ کہ میں نے تمہاری امت اور علیؑ کے شیعوں بخشدیا ان لوگوں کو بھی
بخش دیا کہ جو فاطمہؑ اور اس کے پدر بزرگوار اور اس کے شوہر نامدار اور اس کے
دونوں بیٹوں سے محبت کرتا ہے میں نے رسول اللہ سے عرض کیا کہ میں اپنے
شیعوں کے لیے بخشش نامہ چاہتی ہوں۔ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل امین کو حکم دیا
کہ بہشت بریں سے ایک پارچۂ سبز و سفید لا جبرئیل اس پارچہ کو لائے اور
قلم قدرت نے کتب علی نفسہ الرحمۃ۔ جبرئیل و میکائیل گواہ بنے۔ اور پیغمبر اسلام
نے اس کتبہ کو اس حصہ میں رکھا اور مجھے عنایت فرمایا اور حکم دیا کہ اس کی حفاظت
کرو تا روز وفات آئے۔ فعلیک بالوصیۃ ان یوضع فی لحدک یعنی اے فاطمہؑ

وصیت کر کہ اس کو تیری قبر میں رکھا جائے۔ اور جب روز برپا ہو تو گنہگاران
امت رحمت خدا سے مایوس نہ ہو۔ اور یہ نوشتہ وعدۂ الٰہی ہے جو روز قیامت
پورا ہوگا پھر سیدہ عالمینؑ نے امیر المومنینؑ سے یہ وصیت بھی کی کہ اے علیؑ وقت
غسل میرا جسم برہنہ نہ کرنا بلکہ پیراہن کے نیچے مجھے غسل دینا۔ حضرت فاطمہؑ دنیا
سے رخصت ہوئیں اور امیر المومنین نے آپ کو غسل دیا مگر واحسرتا جب علیؑ غسل
دے رہے تھے تو چیخ مار کر رونے لگے سبب گریہ دریافت کرنے پر فرمایا کہ
فاطمہ کا پہلوئے شکستہ پر نظر پڑی واحسرتا دختر رسولؐ خدا کی امت نے کچھ قدر
نہ کی۔

واقعۂ غریبیہ۔ شیخ طریحی نجفی جو کہ مومنین و علماء حضرات میں مرد صالح
مشہور و معروف تھے روایت کرتے ہیں کہ علماء صلحائے مومنین میں سے ایک بزرگ
نے جناب سیدہ عالم فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو خواب میں دیکھا کہ آپ حوران
بہشتی اور اپنے پدر بزرگوار اور شوہر نامدار علی مرتضیٰ اور اپنے برخوردار حسن مجتبےٰ
کے ساتھ کربلا میں قبر امام حسینؑ علیہ السلام پر موجود ہیں اور نوحہ و شیون فرما رہی
ہیں۔ پس میں نے دیکھا کہ فاطمہؑ زہرا نے حضرت رسولؐ خدا کی طرف رخ کیا اور
عرض کیا یا ابا یا رسول اللہ اما تنظر الی امتک۔ کہ اے بابا جان اے رسول اللہ
آپ نے اپنی امت کی طرف کبھی نگاہ نہیں فرمائی اور نہ کبھی دیکھا کہ اس امت
نے میرے فرزند کے ساتھ کیا کیا ظلم کئے ہیں۔ قتلوہ ظلمًا وعدوانًا یا ابتاہ میں
کوئی اس طرح قتل نہیں کیا گیا جس طرح کہ حسینؑ قتل کئے گئے قتلوہ ومن الماء
منعوہ وللمنایا دالعصعن جرعوہ اسے قتل کیا اور پانی تک نہ دیا۔ واخر قدیاہ بحان
ربنا ما خلقتنا الا للبلاء۔ اے بابا جان میرا دل ان مظالم کو دیکھ

کہ سوختہ ہو گیا ہے اور یہ دیکھ کر کہ خدا نے ہمیں صرف بلاء و ابتلاء کے لیے خلق فرمایا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اے بابا جان ذرا علیؑ مرتضیٰ کی طرف دیکھئے کہ اُمّت نے ان کو ماہ رمضان المبارک میں ضربت لگائی اور علیؑ کو شہید کیا۔ میرے دروازہ پر لوگ جمع ہو گئے اور احترام ختم کر دیا۔ میرے حسنؑ کو زہر دیا۔ میرے شکم میں محسن کو شہید کیا۔ "واحسرتاہ" کانی لم اکن بضعۃ منک۔ گویا جیسے میں آپ کی پارۂ جگر ہی نہیں ہوں کیا آپ نے فرمایا تھا فاطمۃ بضعۃ منی اس کے باوجود انت تعلم ما صنع بی کسر اللعین ضلعی حتی مت اور میں جانتی ہوں کہ آپ کی اُمّت کے لوگوں نے مجھ پر کسقدر ظلم کئے ہیں۔ اور اے بابا جان و اعظم من ھذا منعونی من البکاء۔ اور حد ہو گئی کہ آپ کی رحلت کے بعد مجھے رونے بھی نہ دیا گیا اُمّت نے اعتراض کیا یہاں تک کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔ وہ سید جلیل بزرگ کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں آنحضرتؐ کی یہ حالت دیکھی کہ آنحضرتؐ نے باآواز بلند گریہ فرمایا۔ اور جناب فاطمہؑ سے فرمایا کہ اے فاطمہؑ واکرباہ لکربک یعنی اے فاطمہ آہ تیری مصیبتیں پھر آنحضرتؐ نے ان لوگوں کی طرف موہنہ کر کے فرمایا کہ جو وہاں موجود تھے۔ واعلیاہ واحمزتاہ واعباساہ واحسناہ وابا طالباہ قتل ولدی الحسین ما تغاضیات ولم تحضرہ لبوث الغزوات ؎

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک و خون کشیدند

اے علیؑ، اے حمزہؓ، اے عباسؓ اے حسنؑ تم شیران بیشۂ شجاعت اس وقت نہ تھے کہ جب میرا حسینؑ قتل ہوا ہے۔ وقد قتلوا صغیرھم وکبیرھم

و ذبحوا رضیعھم و فطیمھم و استباحوا نساءھم و حریمھم۔ اطفال خورد سال، شیر خوار علیؑ اصغر، اور حسینؑ کے جوانوں اور بوڑھوں کو قتل کیا۔ اور میری حرمت نہ کی۔ وائے اس جماعت پر یہ کیونکہ میدان حشر میں میرے پاس آئے گی اور کیونکہ مجھے دیکھے گی کہ میری اولاد کو قتل بھی کیا اور مجھ سے شفاعت طلب ہیں۔ اے دوستو میری بیٹی فاطمہؑ قیامت میں وارد ہو گی اس وقت منادی ندا دے گا اے اہل محشر غضوا ابصارکم یعنی اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو۔ میری بیٹی فاطمہؑ آئی ہیں و تیابھا بدم الحسین مصبوغۃ ومعھما قمیص اخر ملطخ بالسم۔ اس کے ساتھ دو پیراہن ہوں گے۔ ایک پیرہن حسینؑ خون آلودہ ہو گا دوسرا پیراہن حسنؑ زہر آلودہ ہو گا اس وقت تمام اہل محشر میں شور گریہ و بکا بلند ہو گا (از مترجم۔ چونکہ شیعان و محبان امام حسینؑ دنیا میں بھی مجلس عزاء امام حسینؑ برپا کرتے رہیں اور گریہ و بکا کرتے ہیں اور چونکہ میدان حشر کو روز معاد کہتے ہیں پس مجلس عزا جو دنیا میں ہم برپا کرتے ہیں وہ میدان حشر میں بھی برپا ہو گی۔ اور شیعہ ہی گریہ و بکا کریں گے۔ جو لوگ یہاں رونے کے خلاف ہیں وہ وہاں بھی خموش رہیں گے) پس اس وقت فاطمہؑ زہرا ایک بلند گریہ فرمائیں گی اور خداوند عالم کی بارگاہ میں عرض کریں گی۔ یا عدل یا حکیم احکم بینی وبین قاتل ولدی اے خدا اے عادل و احکم الحاکمین تو میرے اور قاتلان حسنؑ و حسینؑ کے درمیان فیصلہ کر خداوند عالم کی طرف سے جواب آئے گا کہ اے فاطمہؑ تو داخل بہشت ہو قاتلان کو میں ہرگز نہیں بخشوں گا ان کو داخل جہنم کروں گا۔ اس وقت فاطمہؑ عرض کریں گی کہ پروردگارا میں یہاں حسینؑ کو شہید ہونے کی حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ خطاب قدرت

ہوگا اے فاطمہ ذرا نظر کرو اہل محشر پر اس وقت فاطمہ دیکھیں گی کہ حسینؑ کا سر بریدہ کٹا ہوا ہے اور حسینؑ آرہے ہیں اس وقت تمام محشر سے یہ حالت نہ دیکھی جائے گی۔ گریہ و بکا کی آوازیں بلند ہوں گیں۔ اور غم حسینؑ میں رونے والے داخل بہشت ہوں گے۔

شام بھیجنے کے لیے اسیروں کا زندان کوفہ سے باہر آنا

یاشیعۃ الآل ویا ارباب الکمال ان اللہ بحنن السابقۃ و رحمۃ واسعۃ ۔ یعنی اے شیعان آل اطہار اور اے صاحبان کمال اللہ تعالیٰ نے تم کو مختص کیا ہے محبت اہلبیت طاہرین میں اور اپنی رحمت واسعہ کے لیے پس شیعہ السابقون السابقون اُولئک المقربون کے مصداق ہیں اپنی غرض تخلیق کو پہنچاتے ہوئے اپنے مدارج کو جو دوسری امتوں کے مقابلہ میں حاصل ہیں پہچاننا چاہیے کہ دوستی حضرات اہلبیتؑ طاہرین ہماری خلقت میں ودیعت کی گئی ہے اور ان کی اقتداء دلیل ایمان قرار دی گئی ہے۔

فانتم شیعتھم المخلصون واصحابھم المؤیدون الیکم نظر اشفقتھم ولکم حفظ شفاعتھم منھم قرب وسیلتھم وفیھم الرحمۃ الموصولۃ ولدیھم الشفاعۃ المقبولۃ ولھم المقام المحمود وبیدھم مفتاح المقصود وعلیھم ورود کل مقبول ومردود وھم الصراط المستقیم والمسؤل عن النعیم فتنافسوا الی اقامۃ لوازم الولاء وسارعوا الی مراسم الماتم والعزاء وادامۃ النوح والبکاء علی خامس

اھل الکساء وانصروہ بالسنتکم وعیونکم بالغدو والرواح اذ فاتکم نصرۃ بالابدان والارواح فانھا احدی الوسیلتین للفوز بسعادۃ النشأتین من ولاء علی وعزا الحسین۔

خلاصہ یہ ہے کہ شیعان اہلبیتؑ طاہرین عنداللہ مخلصین ہیں مستحق شفاعت ہیں۔ جو بھی اہلبیتؑ اطہار تک پہنچ گیا وہ مقبول خدا اور رسولؐ ہے اور جس نے ان سے انحراف کیا وہ صراط مستقیم سے منحرف ہے اور بروز قیامت وہ جوابدہ ہوگا۔ پس ولاء مرتضوی اور اہلبیت طاہرین کی مودت مقتضی ہے کہ عزاء حضرت سید الشہداء امام حسینؑ علیہ السلام برپا کی جائے۔ مراسم عزاء ماتم کو برقرار رکھا جائے نوحہ و بکا غم امام حسینؑ کیا جائے شہیدان کربلا کی نصرت کی جائے یعنی کہ یا لیتنی کنت معھم فافوز فوزاً عظیما کی روح اور حقیقت یہ ہے کہ اقامہ عزاء امام حسینؑ کی حفاظت کی جائے ایسا ہی ثواب ہے جیسا کہ ہمرکاب امام حسینؑ رہ کر جام شہادت پیا۔ یہیں سے سینہ کوبی اور زنجیر زنی بھی مستفاد ہوتی ہے۔

مروی ہے کہ جب یزید پلید نے ابن زیاد بد نہاد کو نامہ لکھا کہ سرہائے شہداء کربلا اور اسیران اہلحرم کو بغیر کسی تاخیر کے شام بھیجدے۔ جب ابن زیاد ملعون کو یزید کا خط ملا تو اس نے فوراً ہی اہلحرم کو قید خانہ سے باہر لانے کا حکم دیا۔ اہلحرم زندان کوفہ سے نکلے۔ سرہائے شہداء اور اسیروں کو شام روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا۔ شتران بے کجاوہ لائے گئے۔ اور ان ظالموں نے کہا ایتھا الاساری قوموا وارتحلوا۔ اے اسیران کربلا اٹھو اور سوار ہو تاکہ بسوئے شام روانہ ہوں۔ اسیران کربلا کی اس وقت کی حالت کی منظر کشی حسب ذیل ہے۔

(۱) زنہادن زنجیر گیسو ! — طفلان بشیون سرہا بزانو
(۲) مردان خستہ مجموع بستہ — ساعد بساعد باز بازو
(۳) بنشستہ ازغم سر در گریبان — ناگہ برآمد بانگ ہیاہو
(۴) کردند یکبار رو در خرابہ — کوفی زیکسو شامی زیکسو
(۵) بگرفتہ باغیظ آن تیغ برکف — آن یکہ بر پشت وآں یک بپہلو
(۶) از آنغریبان برشد بکیوان — آواز یارب فریاد یا ہو
(۷) از حال زار آنغم نصیبان — جمازہ ہارا در گرد آن کو
(۸) از اشک حسرت خون تا بگردن — وز خوی خجلت گل تا بزانو
(۹) چشم سکینہؑ درا لمیانہ — فتاد ناگہ شمر بدخو
(۱۰) بانالہ بگرفت دامان زینبؑ — گفتا امان است ازین جفا جو
(۱۱) عمہ رضایم مارا ببندند — بازو ببازو گیسو بہ گیسو
(۱۲) اما نیفتد یک لحظہ چشم — بر چشمہای شمر جفا جو
(۱۳) زیراکہ دیدم باب مرا زد — حکیمہ بسینہ پائی بہ پہلو
(۱۴) آنگاہ دیدم خصمابہ نشست — آن گبر بیدین بر سینۂ او
(۱۵) برخاست آنکہ او سینہ وی — اورا بخواری افگند بررو
(۱۶) ببرید از خشم سر از قفایش
۔ اَیوای برمن ای حیف براُو

وہ بیرحم یعنی کوفی و شامی لوگ اسیران کربلا کو زندان سے باہر لائے شتران بے کجاوہ لائے گئے اور اہل حرم ان پر سوار ہوئے ۔ اس وقت اہل کوفہ تماشائیوں کی طرح جمع تھے ۔ مرد و عورت اور بچے اسیروں کے دیکھنے میں مشغول تھے ۔ اور ظلم

بالائے ظلم یہ تھا کہ کوفی لوگ خوش ہو رہے تھے اور اسیروں پر ہنس رہے تھے ۔ جب زینبؑ خاتون نے دیکھا تو آہ سرد بھری ؎

زینبؑ چو بدید خواری خویش — افغان بکشید از دل ریش
گفت اے شہ کشور ولایت — اے صاحب منبر ہدایت
از قبر نجف سری برون آر — بنما نظرے زینبؑ زار
اے مادرم اے حمیدہ زہراؑ — انداختہ از نظر تو مارا
ویران نہ چنان شد است کارم — کآبادی خود امید دارم
صافی تن من چو درد گشتہ — از ضرب سنگ خوردہ گشتہ
فرسودۂ تن شد است جانم — از غم شدہ آب استخوانم
ای راحت جان من کجائی
در بردن جان من نیائی

خلاصۂ اشعار یہ ہے کہ جب شہزادی دین و دنیا حضرت زینبؑ خاتون نے کوفہ میں کہ جہاں شہزادی کہلاتی تھیں اپنی یہ ذلت و خواری دیکھی تو فغان کی اور زخمی دل سے آہ کھینچی ۔ اور عالم تصور میں شاہ نجف اور اپنی ماں زہراؑ کو یاد کیا اور فریاد کی کہ اے دیکھئے کہ کیا کیا ظلم و ستم ہو رہے ہیں لوگ پتھر مار رہے ہیں ، لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اے اماں ائے مردی ہے کہ ابن زیاد ملعون نے اسیران کربلا کو اونٹوں پر بلا کجاوہ و محمل سوار کیا ۔ اور امام زین العابدین کو طوق و سلاسل کے ساتھ شام روانہ کیا ۔

علامہ کتاب ریاض میں فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار اونٹوں پر سوار تھے نہ سروں پر مقنعہ نہ چادریں تھیں نہ کوئی خاص لباس تھا بلکہ اسیران اہلبیتؑ ترک و دیلم

کے قیدیوں کی طرح اسیر بنائے گئے تھے زبان پر ہائے حسینؑ تھا۔ کوفیوں نے عجیب ذلّت و خواری کے ساتھ اہلحرم کو شام روانہ کیا۔

دختران علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کا کوفہ سے دو مرتبہ باخفّت نکلنا

کتاب ریاض میں ہے خرجت بنات علی اخوات الحسین عنوۃ و کرھا مرتین یعنی کہ دو مرتبہ دختران علیؑ و بتولؑ۔ جبراً و کرھاً کوفہ سے باہر آئی ہیں پہلی مرتبہ اس وقت کہ جب حضرت امیرالمومنین کی شہادت ہو گئی۔ تو زینبؑ و ام کلثوم حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے ہمراہ کوفہ سے نکلیں۔ اور مدینہ گئیں لیکن وقت روانگی۔ احترام و انتظام دیدنی تھا۔ دورباش کی صدائیں بلند تھیں کہ لوگو دور ہو جاؤ اب وارثان تطہیر سوار ہو رہی ہیں۔ بنی ہاشم پردہ کا اہتمام کر رہے تھے مگر پھر بھی کوفہ سے تھرا نکلنا تھا کہ امیرالمومنین کی شہادت ہو چکی تھی اور زمانہ کروٹ بدل چکا تھا۔ معاویہ ابن ابوسفیان امام حسن مجتبےٰ علیہ السّلام سے مقاتلہ کے لیے تیار تھا۔ کوفہ والے حضرت امام حسنؑ کی شان میں نازیبا الفاظ کہہ رہے تھے لہٰذا امام حسنؑ کو ناگزیر تھا کہ کوفہ سے مدینہ ہجرت کر جائیں۔ ایسے عالم میں جب سیدانیوں نے کوفہ چھوڑا تو ایک طرف بابا کی قبر سے جدائی کا تصوّر دوسری طرف کوفہ والوں کی بیوفائی کا خیال نشتر کا کام کر رہا تھا۔ قال الراوی وھو عبداللہ بن جندب الازدی عن ابیہ جندب الازدی جو علی علیہ السّلام کے مخلصین میں سے تھے کہتے ہیں کہ اس روز کہ جب شہزادگان حسنؑ و حسینؑ کوفہ

چھوڑ رہے تھے اور عازم سفر مدینہ تھے۔ میں ان کو رخصت کرنے کے لیے کچھ دور ہمراہ گیا۔ فلما جاوزنا دارالھند پس جب ہم دار ہند سے کچھ دور ہوئے دیکھا کہ شہزادۂ عالمین یعنی حسینؑ آہ سرد بھرتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے اے کوفہ میں پھر دوسری مرتبہ اپنے سر کے ساتھ تیری طرف آؤں گا لیکن میرے اہلبیتؑ باحال پریشان ہو گئے چونکہ قضاء الٰہی نہیں بدلا کرتی ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کا سر بریدہ کوفہ میں آیا اور اہلحرم اسیر ہو کر کوفہ آئے۔ اس وقت بنات علی یندبنہ ویبکین علیہ۔ چنانچہ علیؑ کی بیٹیاں نوحہ و زاری کرتی ہوئی آئیں۔ دوسری مرتبہ نبی زادیاں اور علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں جب شام جانے لگیں تو زندان سے نکلیں اور اسیر ہو کر شام کو روانہ ہوئیں اس وقت تماشائیوں کا ہجوم تھا اور زینبؑ و ام کلثومؑ کے لیے یہ خواری و ذلت سانحہ تھا۔

اسیران اہلبیتؑ اطہار کی کوفہ سے شام کو روانگی

شیخ طریحی نے اپنی کتاب منتخب میں تحریر فرمایا ہے کہ جب ابن زیاد ملعون نے اسیروں کو شام بھیجنے کا ارادہ کیا۔ اسیر زندان کوفہ سے باہر آئے اور ابن زیاد بدنہاد نے شمر ولدالحرام، شیث بن ربعی، اور عمرو بن الحجاج ملعون کو قافلہ کے ساتھ روانہ کیا۔ مصیبتوں سے دوچار ہوتا ہوا دمشق پہنچا تو شمر ولدالحرام نے حکم دیا کہ ابن زیاد چاہتا ہے کہ شام کے ہر شہری کو چاہیئے کہ اہلحرم اور سرہائے شہداء کے داخل دمشق ہونے کی ایک دوسرے کو خبر کرے تاکہ اسیری اہلبیتؑ کی سب کو خبر ہو جائے۔

مقتل ابی مخنف میں ہے کہ ابن زیاد ملعون نے دو ہزار کی جمعیت شمر ولد الحرام اور عمر بن حجاج وغیرہ کے ساتھ روانہ کی تھی۔ روضۃ الشہداء میں ہے کہ پانچ ہزار کی جمعیت تھی اور سر بریدۂ امام حسینؑ پر نگرانی کے لیے چالیس افراد مقرر کیے تھے۔ بعض کتب میں ہے کہ پچاس افراد مقرر کئے تھے اور سر مبارک ایک صندوق میں تھا۔ اور باقی شہداء کے سرہائے مبارکہ دوسرے صندوقوں میں بند تھے۔ ابن زیاد ملعون نے حکم دیا تھا کہ سر امام حسینؑ راستہ میں نہ نکالا جائے بلکہ دمشق پہنچ کر سر حسینؑ نکالا جائے۔

شیخ فخر الدین کی کتاب منتخب، مقتل ابی مخنف، تبر مذاب وغیرہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب داخل دمشق ہوئے ہیں تو سید سجادؑ زنجیریں پہنے ہوئے تھے۔ اور اسیران بلا بے کجاوہ اونٹوں پر سوار تھے۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں جیسے ہی دیکھا کہ اسیروں کا قافلہ اور سر بریدۂ امام حسینؑ شام روانہ ہونے والا ہے۔ جمعیت رائ علی الیسرۃ معھم۔ میں نے مصمم ارادہ کیا کہ ان کے ساتھ شام جاؤں۔ میں نے ہزار دینار اور ہزار درہم جمع کئے اور اس قوم کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ کوفہ سے روانہ ہونے کے بعد پہلی منزل قادسیہ ہے جہاں قافلہ والے منزل کرتے ہیں یعنی قیام کرتے ہیں۔ ہر شخص سایہ دار جگہ میں قیام کرتا ہے خیمہ نصب کئے جاتے ہیں مگر اسیران اہلبیتؑ زمین پر بیٹھے رہے نہ خیمہ۔ نہ سائبان۔ نہ ان کے سروں پر چادریں تھیں۔ اسیران حلقہ بنائے ہوئے تھے جیسے کوئی ماتمی حلقہ ہوتا ہے ان کے درمیان نوحہ کی آواز بلند ہو رہی تھی۔

شیخ اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے اسیروں کے ہمراہ پہلی منزل میں قیام کیا تو سرہائے شہداء کو اپنے سامنے رکھا اور اسیروں کو ایک گوشہ

میں جگہ دی اور بروایت ہاتھ نمودار ہوا اور یہ اشعار خون سے دیوار پر رقم ہو گئے ؎

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب
فلا واللہ لیس لھم شفیع وھم یوم القیمۃ فی العذاب

کیا وہ اُمّت حسینؑ کے نانا سے شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے کہ جس نے حسینؑ کو قتل کیا۔ خداء ذوالجلال کی قسم ایسے لوگوں کے لیے شفاعت رسولؐ خدا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ قاتلان حسینؑ کے لیے اور جو اس قتل پر راضی ہیں ان کے لیے قیامت میں دائمی عذاب ہے۔ وہ لوگ عذاب میں رہیں گے جب لشکر ابن زیاد نے یہ اشعار دست غیبی سے دیوار پر لکھے ہوئے دیکھے تو لشکر والوں کو خوف محسوس ہوا۔ اور جب لشکر ابن زیاد اسیروں کا قافلہ کر پہلی منزل سے روانہ ہوا تو ہاتف غیبی کی یہ آواز سن (آواز آ رہی تھی مگر آواز دینے والا نظر نہیں آ رہا تھا) ؎

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم اخر الامم
بعترتی وباھلی عند مفتقدی منھما ساری ومنھم ضرجوا بدم

علامہ مجلسیؒ نے ان اشعار کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ یہ اشعار منزل اوّل ہی میں لکھے ہوئے دیکھے گئے اور اس کے بعد ملائکہ کے نوحہ کی آواز سنی گئی کہ وہ نوحہ کر رہے تھے ؎

ایھا القاتلون جھلا حسینا ابشروا بالعذاب والتنکیل

یعنی اے قوم نابکار تم نے حسینؑ کو قتل کیا۔ تم عذاب دردناک کی بشارت ہو۔ (از مترجم حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد اس قسم کی غیبی اشعار لکھے ہوئے

دیکھتے گئے اور صدائیں سنی گئیں کہ جن میں انجام قاتلان امام حسینؑ کی خبر ہے۔ مگر پھر بھی بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاتلان حسینؑ اگر توبہ کر لیں تو ان کی نجات ہو سکتی ہے حالانکہ قتل امام وقوع پذیر ہوتے ہی قاتل عذاب کا مستحق ہے)

حکایت جناب فضہؓ اور غذاء بہشتی

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ارباب مقاتل نے کوئی ایسی خبر نہیں دی ہے کہ راہ شام میں کسی منزل میں بھی اہلبیتؑ طاہرین کو لشکر ابن زیاد نے غذا و طعام خاطر خواہ فراہم کیا ہو۔ اور اگر آب و غذا فراہم بھی کی ہے تو وہ کافی نہ تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے منہال بن عمر وکوفی سے فرمایا واللہ الی الاٰن ما شبعن بطونھن ولا اکسین رؤسھن یعنی کہ اسیروں کو شکم سیر ہو کر کھانا نہیں ملا۔ اور اہلبیتؑ نے اپنے سروں میں کنگھی بھی نہیں کی ہے مگر یہ کہ فضہؓ کی درخواست پر غذاء بہشتی جو فضہؓ نے اہلبیتؑ طاہرین کے لیے پیش کی تھی۔ اس غذائے بہشتی کی حکایت یہ ہے کہ کتاب مصابیح القلوب میں ہے کہ شب ہائے رمضان المبارک میں سے ایک شب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مدعو کیا اور عرض کیا کہ آپ ہمارے ساتھ روزہ افطار فرمائیں۔ آنحضرتؐ نے شرف قبولیت بخشا اور وقت افطار تشریف لائے اور علیؑ و فاطمہؑ حسن و حسینؑ کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ دوسری شب مخدومہ کونین جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں دعوت افطار صوم دی آنحضرتؐ نے قبول فرمایا اور وقت افطار صوم تشریف لائے اور سب کے ساتھ روزہ افطار فرمایا۔ اسی

طرح امام حسن مجتبےٰ اور امام حسینؑ نے آپ کو افطار صوم فرمایا۔ آج سیّدہ عالم کا گھر قاب قوسین او ادنیٰ کا منظر پیش کر رہا تھا کہ شب معراج اللہ نے اپنے حبیبؐ کو بلایا اور یہاں علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ نے دعوت دی معراج میں رسولؐ خدا نے جنت کا سیب نوش فرمایا تو یہاں بھی جنت سے طعام آگیا ہوا یہ کہ حسنینؑ شریفین کے بعد فضہؓ کنیز فاطمہؑ زہرا نے دعوت افطار صوم دی مگر اس دعوت کا ذکر گھر میں نہیں کیا اور اُدھر انحضرتؐ بھی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو جبرئیل نازل ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج آپ کی فضہؓ نے مدعو کیا تھا وہاں تشریف لے جائیے اللہ اکبر یہ ہے منزلت فضہؓ پس آنحضرتؐ تشریف لائے سیدہؑ عالم تعظیم بجا لائیں۔ علیؑ اور حسنینؑ ذوالقرنین سلام بجا لائے جناب سیدہؑ عالم نے بصد ادب عرض کیا بابا یہ آپ ہی کا گھر ہے مگر آج کس لیے تشریف لائے ہیں فرمایا کہ اے سیدہ آج ہمیں تمہاری کنیز فضہؓ نے مدعو کیا ہے۔ سیدہؑ نے کچھ جواب نہ دیا اہلبیتؑ کے گھر آج افطار صوم کا کوئی خاص اہتمام نہیں تھا حضرت امیر المومنین نے فضہؓ سے فرمایا کہ اے فضہؓ تم نے ہمیں خبر کیوں نہ کی تاکہ کچھ انتظام ہو سکتا فضہؓ نے کہا اے امیر المومنین میں کنیز فاطمہؑ زہرا ہوں جو سیّدۃ نساء العالمین ہیں جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ خاتون جنت ہیں اللہ خود انتظام فرمائے گا یہ کہہ کر آپ حجرہ میں گئیں اور خداوند عالم کی بارگاہ میں یہ عرض کیا کہ میں نے تیرے حبیبؐ کو دعوت افطار صوم دی ہے اور میں تیرے نبیؐ کی بیٹی کی کنیز ہوں پس ابھی معروضہ فضہؓ ختم نہیں ہوا تھا کہ رضوان جنت طعام بہشتی لے کر نازل ہوا۔ فضہ وہ خوان نعمت بلکہ حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئیں کیونکہ آج فضہؓ کو اپنے مقدر پر ناز تھا کہ سیدہؑ

کی کنیز ہوں اور طعام جنت میری درخواست پر آگیا۔ پنجتن پاک نے نوش فرمایا۔

جناب فضہ نے محرم کی گیارہویں شب یا سفر شام میں جب بچوں اور عورتوں کو بھوک و پیاس کی وجہ سے قریب بہ ہلاکت دیکھا تو آپ نے غم حسینؑ میں اشک ریزی کرتے ہوئے خدا سے عرض کیا پالنے والے تو علیم ہے کہ اہلحرم حسینؑ پر کیسی مصیبت کا وقت ہے۔ پالنے والے یہاں نہ پانی ہے اور نہ کھانا۔ ظالموں نے تیرے حبیبؐ کی عترت پر کھانا پانی بند کر دیا ہے پروردگارا ے

توئی یاری رس فریاد ہر کس · بفریاد یتیمان حسینؑ رس
بحق این غریبان سر راہ · بہ تسلیم اسیران دل آگاہ
بحق این زنان دل شکستہ · بحق آن شہ درخون تشنہ
بہر طاعت کہ نزد تو ثواب ست · بہر دعوت کہ پیشت مستجاب ست
من بیکس در این درگہ غبارم · ازاین افزون دگر طاقت ندارم
کہ یتیم دختران شاہ مردان · گرستہ تشنہ ماندہ در بیابان
زجوع و ز عطش آل پیغمبرؐ · بشل محتضر باشند یک سر
بانعام خود ای فرد یگانہ · طعامی بہر ایشان کن روانہ
چو این خواہش برآورد از دل پاک · بسان اشک خود غلطیدہ بر خاک
جبین بر خاک بودش تاکہ از غیب · بیامد نعمتی از سر لاریب

ہمایوں سفرہ پُر از ہمہ چیز
ظروف از ہر موائد بود لبریز

زجا بر خاست فضہ با دل شاد · بیامد خدمت بیمار سجادؑ
نہادہ آن سفرہ را در نزد آنشاہ · بگفت ای نکتہ من کنت مولاہ
خلائق ریزہ خوار خوان جودت · دو گیتی آفریدہ از وجودت
ز مطبخ خانہ تان یعنی ز جنت · رسیدہ این غذا بی مزد و منت
چو آوردہ کنیز آستانست · قبولش کن فدای جسم جانت
زجوئی دیدہ زین العابدین اشک · روان نمود بر رخسارہ چون اشک
بگفت ای فضہ فکر تازہ کردی · بطفلان رحم بی اندازہ کردی
نہ من درماندہ بہر نان و آبم · ز بہر باب خود من دل کبابم
بزنجیر گلویم کن نظارہ · بیا این حلقہ را بنما شمارہ
چو فضہ چشم بر زنجیر انداخت · بہر حلقہ بہشت خرمی یافت
کہ در ہر جنتی چندین قصور است · بہر قصری ہزاران قصر حور است
ببالای سر ہر حور رعنا · بود خوانی پر از نعمت مہیا
ہمہ استادہ اندر انتظار اند · کہ تا گوید بیاد و در جملہ آرند
چو فضہ دید این واپس روان شد · ز جان فضہ ہم تاب و توان شد
علی ابن الحسینؑ فرمودہ ز احسان · بیا بردار ای فضہ تو این خوان
ببر نزدیک زینبؑ عمہ من · جگر از خون لبالب عمہ من
بگو ای عمہ زین خوان خداداد · بدہ ہر کس کہ میباید باو داد

بخوان این قصہ را ای صدر بیقدر
امام چار مین بدہد ترا اجر

ماحصل اشعار یہ ہے کہ فضہ نے بارگاہ خداوند عالم میں عرض کیا۔ پروردگارا تو ہی

فریادیوں کی فریاد سننے والا ہے حسین مظلوم کے یتیموں کی فریاد سن لے۔ تجھے ان غریبوں کا جو تیری راہ میں سفر شام طے کر رہے ہیں علم ہے اور تو ان اسیروں کے دل سے آگاہی رکھتا ہے یہ تیری اطاعت میں سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔ ان بیکس عورتوں کے حق کا واسطہ کو جو حسینؑ مظلوم کے سوگ میں بیٹھی ہیں اطاعت گزار کو تیری بارگاہ سے ثواب ملتا ہے اور دعا تیری ہی جناب سے مستجاب ہوتی ہے میں اس سفر شام کی گرد و غبار میں مبتلا ہوں بیکس ہوں مسافر ہوں اور کوئی طاقت نہیں رکھتی ہوں میں دیکھ رہی ہوں کہ علی مرتضیٰ کی بیٹیاں بھوکی و پیاسی ہیں۔ ان پر بھوک و پیاس کی وجہ سے احتضار کا عالم جیسا طاری ہے تو اپنے لطف و کرم سے انعام عطا کر اور ان بیکسوں کے لیے طعام نازل فرما۔ پس جیسے ہی یہ خواہش جناب فضہ کے دل میں دعا بن کر آئی اور اس کی آنکھوں سے اشک زمین پر گرے۔ پیشانی جھکائی اور غیب سے نعمت کا نزول ہوا۔ اور مسافرت کا توشہ دان طعام گوناگون سے لبریز ہو گیا۔ فضہ خوشی خوشی حضرت سید سجادؑ کی خدمت میں وہ طعام بہشتی لے کر حاضر ہوئیں۔ اور عرض کیا اے مولا یہ طعام بہشتی حاضر ہے۔ اور اے مولا آپ ہی کی ذات اقدس کے صدقہ میں کائنات میں رزق جاری و ساری ہے۔ یہ طعام جنت مجھے کسی مزدوری کے عوض نہیں ملا ہے بلکہ یہ تو آپ ہی کے کرم کی ایک دلیل ہے۔ سید سجادؑ نے دیکھا مگر آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا اے فضہ تم نے بچوں پر رحم کیا۔ لیکن اے فضہ ہم مجبور تو نہیں ہیں ذرا میری زنجیر کے حلقوں کو دیکھو۔ اب جو فضہ نے نظر کی دیکھا کہ ہر حلقۂ زنجیر میں قصر جنت حوریں نعمتیں تازہ تازہ خرمے موجود ہیں پس جیسے ہی فضہ نے یہ نظارہ دیکھا فضہ حیران تھی کہ سید سجادؑ نے

فرمایا کہ اے فضہ حیران نہ ہو ہمیں تمہاری خاطر منظور ہے اپنے اس طعام بہشتی کو میری پھوپھی زینبؑ کے پاس لے جاؤ وہ سب میں تقسیم کریں گی۔ جناب زینب خاتون نے سب میں وہ طعام تقسیم کیا۔ گویا یہ پہلی نذر حسینؑ و شہیدان کربلا تھی جو راہ شام میں تقسیم ہوئے۔ صدر عالیقدر یعنی مؤلف کتاب نے یہ واقعہ نظم کیا ہے مرحوم کی دلی آواز ہے کہ اس کا صلہ ان کو حضرت امام چہارم زین العابدین علیہ السلام سے ملے گا اور مل کر رہے گا۔

واقعات منازل راہ شام اور مصائب اہلبیتؑ

اظہار

کوفہ سے شام روانہ ہونے بعد اسیروں کے قافلہ منزل بمنزل قیام کیا۔ پہلی منزل قادسیہ ہے کہ جہاں یہ قافلہ لشکر ابن زیاد کے ساتھ ٹھہرا۔ قال ابو مخنف واساری بالرؤس الی شرق الحصاصة ثم عبروا تکریت یعنی کہ حصاصہ کے مشرقی طرف اسیر اور سرہائے شہداء منزل قادسیہ سے روانہ ہوئے اور شہر تکریت کو پار کرنے والے تھے کہ عامل شہر کو نامہ لکھا کہ پوری شان و شوکت کے ساتھ ہمارے استقبال کو پہنچو اور طعام و غذا ہمراہ لاؤ۔ ہمارے ساتھ سرہائے شہدائے کربلا اور امام حسینؑ کا سر بریدہ ہے اور ان کے اہلحرم اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں اور لوگوں میں یہ تاثر دیا کہ یہ سر مبارک معاذ اللہ ایک خارجی کا سر ہے۔ اتفاقاً اس مجمع میں ایک نصرانی شخص میں موجود تھا وہ ملت ترسا پر تھا مگر آئین مسیحا پر عمل پیرا تھا۔ کوفہ سے شہر کریت وارد ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ ویلکم انی کنت فی الکوفۃ۔ کہ میں کوفہ میں تھا اور در کوفہ کے نزدیک

کھڑا تھا میں اس سر مبارک کے نام سے واقف نہ تھا مجھے بتلایا کہ یہ سر حسینؑ ابن علیؑ ہے اور علی مدتوں تک کوفہ میں سلطنت رکھتے تھے۔ اس سر بریدہ کی ماں فاطمہ زہراؑ ہیں جو کہ رسولؐ خدا کی دختر ہیں اس سر بریدہ کے نانا حضرت محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں پس جیسے ہی اس جمعیت مردم نے نصرانی سے یہ باتیں سنی تو بحر فکر میں ڈوب گئے اور سوچنے لگے کہ پھر یہ تو خارجی کا سر نہیں ہے۔ پس اس نصرانی نے کریت شہر میں اپنے ناقوس بجائے اور اپنی قوم کو آگاہ کیا کہ یہ سر بریدہ رسول اسلام کے نواسہ کا ہے پھر ان نصرانیوں نے قاتلان امام حسینؑ پر نفرین و لعنت کی۔ وہاں کے لوگ آمادہ شورش ہوئے اور لشکر ابن زیاد شہر میں داخل نہ ہو سکا وہاں سے روانہ ہوئے اور اعسا پہنچے مگر وہاں منزل نہیں کی اور روانہ ہوئے اور عروہ کی منزل کو بھی پار کرتے ہوئے منزل صلیتا پہنچے یہاں بھی قیام نہیں کیا اور وادی النخلہ پہنچے اور ایک رات یہاں پر بسر کی۔ واہ مصیبتاہ راستہ بھر کسی نے اسیروں کے حال زار پر توجہ نہ کی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ جب لشکر والوں نے وادی النخلہ میں قیام کیا

فنزلوا لیلا فیھا ویاتوا فسمعوا بکاء الحق علی الحسین ومن بطمئن الخنٌ دونقلن

اس وادی میں جنات کے نوحہ کی آواز سنی گئی۔ شیخ فخر الدین طریحی اپنی کتاب منتخب میں نقل کرتے ہیں کہ رات کو جب کہ اہلحرم وادی النخلہ میں تھے جنات کی عورتوں کے نوحہ وزاری کی آواز سنی گئی۔ لیکن جب لشکر ابن زیاد نے یہ نوحہ سنا تو فوراً وہاں سے کوچ کیا۔ اور پھر لشکر اور قافلہ ارمیا پہنچا۔ اور قدرے قیام کرنے کے بعد لبنا پہنچا اس شہر کی آبادی قریب قریب اسقدر تھی کہ جتنی آبادی مدینہ کی ہے۔ یہاں سے مرشاد پہنچے۔

شیخ طریحی لکھتے ہیں کہ اہلبیتؑ کو مرشاد لے گئے۔ اور بقول ابی مخنف اہلبیتؑ کو لبنا لے گئے بہر حال کوئی بھی منزل ہو اہلبیتؑ وہاں گئے۔ اس شہر کی جمعیّت باہر نکل آئی۔ اور تمام مرد و زن بچے بوڑھے جوان باہر آگئے اور جب ان کی نظر سر مطہر امام حسین پر پڑی انہوں نے بیساختہ قاتلان امام حسینؑ پر لعنت کی۔ اور قاتلوں کو سخت و سست کہا اور امام مظلوم پر گریہ وزاری کیا۔ اور کہنے لگے کہ یا قتلہ اولاد الانبیاء اخرجوا من بلدنا اے قاتلان اولاد نبی ہمارے شہر سے نکل جاؤ جب لشکر بے حیا نے یہ سنا اس شہر کو تباہ برباد کر دیا۔ اور رحلوا من لبنا اس جگہ سے کوچ کیا۔ وساروا حتی وصلوا الی کحیلۃ لشکر ابن زیاد منزل کحیلہ پہنچا اور شہر کے رئیس کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ استقبال کے لیے آئے اور طعام و غذا کا انتظام کرے اور کہا کہ ہم سر امام حسینؑ ساتھ لائے ہیں۔ اور اب بسوئے شام جا رہے ہیں کہ یزید کو سر امام حسینؑ پیش کریں چنانچہ عامل شہر نے ایک جم غفیر کے ساتھ استقبال کیا۔ شہر کو آراستہ کیا۔ لوگ چاروں طرف سے جمع ہونے شروع ہو گئے۔ لیکن ہر ایک شخص آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتا تھا کہ یہ استقبال کیسا ہے کیا خبر ہے۔ لیکن حقائق پر پردہ ڈالا جاتا تھا اور لوگ کہتے تھے کہ معاذ اللہ یہ ایک خارجی کا سر ہے۔ اس گروہ مردماں میں ایک شخص نے کہا وائے ہو تم پر یہ خارجی کا سر نہیں ہے بلکہ یہ تو حسین ابن علیؑ کا سر بریدہ ہے اس قوم جفا کار نے حسین کو کربلا میں شہید کر دیا ہے اور اب سر حسینؑ لے کر شام جا رہے ہیں جب عام لوگوں نے یہ سنا کہرام برپا ہو گیا واحسیناہ کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ گریہ وزاری کی آواز فلک تک جانے لگی چنانچہ اس نہر کے چار ہزار سواروں نے آپس میں عہد

کیاکہ سپاہ ابن زیاد تو ہم قتل کریں گے اسیروں کو ابن سے نجات دلائیں گے
اور سرہائے شہداء لے لیں گے۔ لیکن یہ خبر جاسوسوں کے ذریعہ لشکر ابن زیاد
کو ہوگئی کہ جماعت اَوس و خزرج کے چار ہزار سوار عازم جنگ ہیں۔ اور
چاہتے ہیں کہ اسیروں کو رہا کرالیا جائے۔ چنانچہ لشکر ابن زیاد نے بڑی تیزی
کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا اور منزل جہنیہ پہنچے وہاں کے عامل کو اپنی آمد کی
خبر بھیجی۔ استقبال کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن جب شہر والوں کو معلوم ہوا کہ
اہلحرم حسینؑ کو قیدی بناکر لائے ہیں اور سر امام حسینؑ بھی ہمراہ ہے کہ دربار یزید
میں پیش کریں۔ تیس ہزار کی جمعیت نے شور برپا کیا کہ اسیروں کو رہا کرائیں لیکن
لشکر ابن زیاد نے ان کے حملہ سے پہلے ہی وہاں سے کوچ کیا۔
مؤلف کتاب تحریر کرتے ہیں کہ یہ واقعہ دو منزلوں کے ساتھ یعنی منزل
کحیلہ اور منزل جہنیہ کے ساتھ مشہور ہے بہرحال ایسا واقعہ ضرور ہوا ہے
تو وہ کسی منزل میں پیش آیا ہو۔ روضۃ الشہداء میں اس واقعہ کو شہر موصل کا
بیان کیا گیا ہے۔ واقعہ منزل موصل یہ ہے کہ جب لشکر ابن زیاد شہر موصل کے
نزدیک پہنچا اور حسب دستور وہاں کے عامل سے استقبال کی خواہش ظاہر کی
تو عامل شہر موصل نے عمائدین شہر کو جمع کیا اور واقعہ بیان کیا کہ لشکر ابن زیاد
سر بریدہ امام حسینؑ اور ان کے اہلحرم کو اسیر کر کے شام لے جارہے ہیں اور ہم سے
استقبال کے لیے کہا ہے لیکن اے موصل کے باشندو! ہم اصلاً استقبال کریں
گے اور نہ اپنے شہر سے نے دیں گے کیونکہ یہ کام ہمارے لیے قیامت تک
باعث ننگ و عار ہے۔ اس پر حاضرین نے کہا اے امیر تم کو خدائے تعالےٰ
خیر عطا کرے۔ لازلت امیرا ناصحا مشفقا یعنی کہ اے امیر تم ہم پر ہمیشہ

مہربان رہے ہو۔ اور ہم آپ کی اطاعت کرتے رہیں۔ ہم نہ ان لوگوں استقبال
کریں گے اور نہ ہی لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر موصل سے گزرنے دیں گے۔ پس
عامل موصل نے لشکر ابن زیاد کو اپنے عوام کی طرف سے یہ پیغام بھیج دیا کہ ہم ہرگز
استقبال نہیں کریں گے اور نہ تم لوگوں کو ہمارے شہر سے گزرنے کی اجازت
ہے البتہ طعام و غذا ارسال ہے۔

غم امام حسین علیہ السّلام میں جمادات و حیوانات کا آنسو بہانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ شہر موصل کے باشندوں نے اپنے امیر کے ذریعہ لشکر
ابن زیاد کو پیغام بھیج دیا کہ ہم لوگ استقبال ہرگز نہیں کریں گے اور نہ ہمارے شہر
سے گزرنے کی اجازت ہے جب یہ پیغام لشکر ابن زیاد کو ملا تو وہ ملعون بہت
برہم ہوئے اور شہر موصل کے پشت کی جانب تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر
لشکریوں نے منزل کی۔ اور سر بریدہ امام حسین علیہ السّلام کو نیزہ سے اتارا۔ وہاں پر
ایک بڑا پتھر تھا اس پر سر مبارک سے ایک قطرۂ خون گرا اور پتھر میں جذب ہو
گیا۔ اور بعدہٗ ہر سال بروز عاشورا محرّم اس پتھر سے خون تازہ جوش زن ہوتا تھا
اس کی شہرت دور دور تک ہوئی اور محبّان امام حسینؑ ہر سال زیارت کے لیے
آتے تھے ماتم حسینؑ ہوتا تھا۔ گریہ وزاری اور نوحہ و سینہ کوبی ہوتی تھی۔
عبدالملک مروان ملعون نے اپنے عہد حکومت میں اس پتھر کو وہاں سے دوسری
جگہ منتقل کرادیا۔ مگر پھر بھی مومنین کرام روز عاشورا محرّم اس جگہ جمع ہوتے تھے اور

عزاداری کے مراسم انجام دیتے تھے اہل موصل نے اس جگہ ایک قبہ تعمیر کیا اور اس جگہ کا نام مشہد النقطہ قرار دیا اور اس طرح موصل شہر میں عزاء سبط رسول الثقلین جاری ہوئی۔

مؤلف کتاب ھذا تحریر فرماتے ہیں کہ پتھر سے خون تازہ ظاہر ہونا کوئی عجیب بات نہیں ہے قزوین شہر کے نشیبی علاقہ میں ایک بہت پرانا درخت ہے کہ برسوں سے روز عاشوراء محرم بوقت ظہر اس درخت سے ایک نالہ کرنے کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی شاخوں سے خون تازہ ٹپکتا ہے یہ حالت گیارہویں شب محرم ختم ہوتی ہے قزوین اور اس کے چاروں طرف کے مومنین و مومنات جمع ہوتے ہیں اور حسینؑ غریب کی عزاداری کرتے ہیں۔

یہ بھی وارد ہوا ہے کہ شہر روم کے بعض علاقہ میں ایک شیر جو پتھر سے تراشا ہوا ہے اس شیر کی دونوں آنکھوں سے ہر سال روز عاشورا محرم چشمہ آب رواں ہوتا ہے اور مومنین حضرت امام حسینؑ کی تشنگی یاد کر کے گریہ و ماتم کرتے ہیں قاتلان امام حسینؑ پر لعنت بھیجتے ہیں۔ سلام اللہ علی الحسین واصحابہ لعنہ اللہ علی قاتل الحسین واعدائہ۔ کتاب الریاض میں ہے کہ ایک مولائی اور محب اہلبیتؑ طاہرین کہتا ہے کہ میں شہر موصل میں تھا کہ ایک روز میں اپنی منزل سے باہر نکلا۔ فضاء شہر شور و غلغلہ سے پُر تھی۔ میں نے کسی سے سوال کیا کہ خیر تو ہے۔ اس نے کہا کہ امام حسینؑ کے اہل حرم کو لشکر ابن زیاد اسیر کر کے لایا ہے اور اسیروں کو لے کر دمشق جا رہا ہے۔ اسیروں کے ہمراہ شہداء کے سرہاء مبارکہ بھی ہیں اور لشکر ابن زیاد ہمارے شہر سے گزرے گا وہ دوستدار اہلبیتؑ کہتا ہے کہ میں نے خیال کیا کہ جا کر دیکھو کہ یہ خبر صحیح ہے یا غلط۔ جیسے ہی میں لشکر

کی طرف گیا تو قیامت نگاہ کے سامنے آگئی مخدرات عصمت و طہارت برہنہ سر قیدی بنی ہوئی تھیں۔ اور حضرت امام زین العابدین طوق و زنجیر سے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ۔ ؎

سرہائے شہیدان بسر نیزۂ اعدا — خونین ہمہ چون دستہ گل با خط رعنا
پیوستہ زبان سینہ زنان با دل خونین — بستہ لبطنابی ہمہ چون عقد ثریا
بیمار بہ تن پیرہنی داشت ز آہن
اشکش بزمین میشد و آہش سوی بالا

شہیدان کربلا کے سرہاء بریدہ نیزوں پہ بلند تھے۔ اور خون میں رنگے ہوئے تھے جیسے سرخ پھولوں کا گلدستہ ہوتا ہے۔ عورات اور بچے سینہ کوبی کر رہے تھے اور اسیروں کو طناب سے باندھا تھا۔ اور سید سجادؑ آہنی پیراہن میں تھے یعنی زنجیر، طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ آنسوز میں گر رہے تھے اور وہ سوزاں فلک پر جاری تھی اور لشکر کے لوگ عیش و عشرت میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر میں رونے لگا۔ اور مجھے گریہ و بکا کرتے ہوئے نیند آگئی عالم خواب میں دیکھا کہ عورتوں کا ایک ہجوم ہے اور سر امام حسینؑ درمیان میں رکھا ہوا ہے کہ نورانی بی بی آئیں ان کے پاس دو حُلّہ تھے ایک سبز رنگ کا اور دوسرا خون آلود پیراہن حسینؑ تھا۔ تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ میں نے کسی کنیز سے سوال کیا کہ یہ کون بی بی ہیں اس نے کہا کہ یہ فاطمہؑ زہرا ہیں اور باقی دوسری خواتین انبیاء ہیں اور حوریں ہیں اور آپ فرما رہی ہیں ولدی الحسینؑ اے بیٹا حسینؑ تجھے اعداء دین نے قتل کر دیا۔ اور تیرا سر بریدہ شام لیجا رہے ہیں اس وقت گریہ و بکا کا ایک ایسا عالم تھا کہ زمین میں لرزہ تھا۔ ؎

ہنوز فاطمہؑ اندر بہشت بادلِ خونین
برائے نور دو چشماں خود عزادار است

یعنی کہ خاتون جنت۔ جنت میں اپنے دونوں بیٹوں حسنؑ و حسینؑ کی عزادار ہیں۔ پس اے شیعو تم بھی عزاداری امام حسین قائم کرو۔

شاعر علوی زادہ کا خواب میں حضرت فاطمہ زہراؑ کا نوحہ سننا

مؤلف کتاب ھٰذا فرماتے ہیں کہ شاعر علوی زادہ کی خواب کا کتاب حدیقۃ الشہداء اور مخزن البکاء باختلاف جزئی ذکر کیا گیا ہے اور المخزن میں بھی مسطور ہے۔ علوی زادہ صاحب ایک معزز گھرانے کی فرد ہیں انہیں شروع جوانی ہی سے نوحہ و سلام اور مرثیہ سرائی کا شوق تھا گویا کہ علوی زادہ صاحب سرشار ولائے مرتضویؑ تھے۔ مجالس عزا میں پابندی اور شوق کے ساتھ شریک ہونا ان کا شعار تھا۔ ایک شب نوحہ خوانی اور گریہ و بکا کے بعد علوی زادہ صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشان سرسبز و شاداب پُراز میوہ جات باغ میں ہیں لیکن وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ یہ باغ کس کا ہے۔ باغ میں ایک چھوٹی سی نہر جاری ہے اس کے نزدیک یہ بیٹھ گئے دیکھا کہ ایک خاتون۔ نہایت جلیل القدر تشریف فرما ہیں آہ سوزاں بھر رہی ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں میں ان سے مرعوب ہو کر ایک درخت کی آڑ میں چھُپ کر بیٹھ گیا۔ وہ مخدومہ فرما رہی تھیں کہ اے میرے فرزند تو نے اعداء دین پر اپنا حسب و نسب کیوں ظاہر نہیں کیا ہو سکتا ہے کہ اعداء دین پہچاننے کے بعد تجھے قتل نہ کرتے میں نے یہ سنا اور فوراً ہی ایک دوسری طرف سے آواز آئی کہ اے مادر گرامی میں نے ان پر اپنا حسب و نسب ظاہر کیا میں نے کہا کہ میں پسر فاطمہؑ ہوں، میں پسر علی مرتضیٰ ہوں میں تمہارے نبیؐ کا نواسہ ہوں۔ لیکن کسی نے کوئی توجہ نہیں کی۔ اور اے اماں جان دشمنوں نے میری لاش پر گھوڑے دوڑا رہے۔ اس وقت جب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ خاتون مخدومہ فاطمہ زہراؑ ہیں جو میری بھی جدہ ہیں اور وہ حسینؑ ہیں جو جد ہیں۔ میں آگے بڑھا اور سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ اے فلاں شخص یہ حسینؑ ہے کہ جن کی تو عزاداری قائم کرتا ہے۔ نوحہ پڑھتا ہے گریہ و بکا کرتا ہے۔ تو نے میرا حق ادا کیا۔ خدا و رسول تجھ سے خوشنود ہیں اور اے علوی زادہ حسینؑ کو کربلا میں شہید کیا۔ انگشتری کی خاطر انگشت مبارک کاٹی۔ پائمال سم اسپان کیا پس اس وقت پورا باغ۔ عزا خانہ سید الشہداء بنا ہوا تھا۔ میں نے پھر عرض کیا اے سیدہ عالمین اے جدہ ماجدہ میرے والد بزرگوار مشہور و معروف شاعر اہلبیتؑ تھے اور مصائب اہلبیتؑ نظم کرتے تھے۔ آیا ان کی مدح اور نوحہ کہنا آپ نے قبول فرمایا ہے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ ہاں تیرا اور تیرے پدر کا کلام ہے۔ اس وقت سیدہ عالم نے مندرجہ ذیل اشعار مجھے تلقین کئے ؎

بنت النبی رسول اللہ فاطمۃ — بکت الاواحسینا ہ الا واولدی
رتبہ دھجرت الغمر ساھرۃ — فراح عنی دخلی النار فی کبدی
ما ادر شمر ابجد السیف یذبحہ — بارض الطفوف فی الرمضا فی کمدی
حین ضاقت علیہ الارض لجمعھا — وجنت الی کربلا۔ للذ یحیا سندی
یا لیتنی کان شمر الرجس یذبحنی — او یترک السبط احیا و ذاک مقصدی

از مؤلف کتاب ؎

خاتونِ جنان جنابِ زہرا   پارۂ جگر رسولِ بطحاء
بنشستہ بباغ درلبِ جُوی   میبود حسین تشنہ لب جوی
میگفت حسینم ای حسینم   ای میوۂ قلب نورِ عینم
تا بستر تو بخاک دیدم   من نیز ہماں زمین گزیدم
جسمت چو در آفتاب دیدم   سوزش بدلِ خراب دیدم
ہر تیر کہ برسر تو آید   بر دیدۂ مادر تو آید
برگوی بزینبؑ غمینم   وآں دختر مضطر وحزینم
منزل بہ کدام خار دارد   بستر بکدام خارہ دارد

زارم زغمش عظیم زارم
ای وای کہ دست رس ندارم

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ خاتونِ جنت جناب فاطمہؑ زہراؑ پارہ جگر رسولؐ خدا ایک باغ میں لب جو بیٹھی ہوئی حسینؑ کو رو رہی ہیں زبان پر ہائے حسینؑ ہائے حسین ہائے جاری ہے۔ فرماتی ہیں ہائے میرے میوہ دل اور میری آنکھوں کے نور۔ میں تیرا بستر خاک پر دیکھتی ہوں۔ تو نے اے حسینؑ زمین کو پسند کر لیا ہے اے حسینؑ تمہارا جسم نازنین دھوپ میں پڑا ہے اور میرا دل یہ دیکھ کر جل رہا ہے۔ ہر وہ تیر کہ جو دشمن کی طرف سے تجھ پر آیا وہ مجھ کو کھلی ماں کی آنکھوں پہ لگا۔ اے حسینؑ میری پارۂ جگر زینبؑ بیکس سے کہنا کہ اے زینبؑ تیری منزل کہاں ہے۔ اور تیرا بستر تو پارہ پارہ ہو گیا ہے مجھے تیرا غم بہت زیادہ ہے مگر افسوس کہ میرا اس پر قابو نہیں کہ میں تیرا غم بانٹ ہوں۔

منزل نصیبین اور ایک ملعون کا رسولؐ کی بے احترامی کرنا

روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ جب اہل موصل نے لشکر ابن زیاد ملعون کو اسیروں کو لے کر شام جاتے ہوئے اپنے شہر موصل سے گزرنے کی اجازت نہیں دی۔ تو شمر ولد الحرام نے لشکر کے ساتھ بیرون شہر منزل کی۔ اور صبح کو وہاں سے نصیبین روانہ ہوا۔ سرہائے شہداء نیزوں پر بلند کئے۔ جب حضرت زینبؑ نے بھائیؑ کا سر دیکھا تو آہ سرد بھری اور نوحہ کیا۔ معین صاحب روضہ لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے کسی آدمی کو عامل شہر نصیبین کے پاس بھیجا۔ اس شخص کا نام مقصود بن الیاس تھا۔ کہ وہ حاکم نصیبین سے استقبال کرنے کے لیے کہے اور شہر کو آراستہ کرنے کے لیے شمر کا پیغام دے۔ وہ شخص حاکم سے ملا۔ مطلب بر آری ہوئی اور پورا شہر تماشائی بن کر جمع ہو گیا۔ اور اظہار نخوت کرنے لگا کہ بقدرت خدا آسمان سے بجلی گری کہ پورا نصف شہر جل کر خاکستر ہو گیا اور لوگ قہر الٰہی میں مبتلا ہو گئے شور و غل برپا ہوا۔ لشکر باطل بہت زیادہ شرمندہ ہوا۔ مگر پھر بھی لشکر شہر میں داخل ہوا اور عامل شہر سلیمان بن یوسف تھا اس سے ملاقات کی۔

سلیمان بن یوسف کے دو بھائی تھے ایک جنگ صفین میں حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوا تھا۔ اور ان میں سے دوسرا بھائی حکومت شہر میں شریک تھا شہر نصیبین کے دو دروازے تھے ایک کا تعلق سلیمان بن یوسف سے تھا اور اس کے دوسرے بھائیوں کو جب لشکر ابن زیاد کے آنے کی خبر ہوئی تو انہوں نے یہ

جھگڑا کھڑا کر دیا کہ لشکر ہمارے حصّہ کے دروازے سے داخل ہو۔ اسی دوران آپس میں فتنہ و فساد کھڑا ہو گیا اور دونوں طرف تلوار چلنے لگی۔ اسی ہنگامہ کے دوران سلیمان بن یوسف وارد جہنم ہو گیا۔ اور شمر ملعون نے لشکر کو حکم دیا کہ حلب کو روانہ ہوں۔ کتاب کامل السقیفہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد نے راہ بہراہ اختیار کی۔ اور لشکر باطل میافارقین کی طرف روانہ ہو گیا۔ لفظ میافارقین بفتح المیم ہے) کتاب قاموس میں ہے کہ یہ منزل شاہ حلب کے زیر حکومت نہ تھی۔ اور لشکر ابن زیاد اس خیال سے کہ شہیداں علیؑ راستہ میں حملہ نہ کریں۔ غیر معروف راستے اختیار کر رہا تھا بایں وجہ لشکر ابن زیاد کے حالات سفر ترتیب وار منزلوں کے حساب سے نہیں ہیں اور ارباب مقاتل ترتیب وار حالات قلمبند نہیں کر سکے، جیسا موقعہ ہوا راہ اختیار کر لی۔

چنانچہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون نے نصیبین سے منزل عین الوردہ کی راہ اختیار کی اور کنار نہر کو عبور کر کے نامر جان سے گزرتے ہوئے دوغان پہنچے مقتل ابی مخنف میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ عین الوردۃ کو چھوڑتے ہوئے قریب دعوات پہنچے اور والی دعوات سے استقبال و طعام و غذا کی فرمائش کی۔ اور وہاں کا حاکم شہریوں کے ساتھ استقبال کے لیے آیا۔ اور سپاہ شر دروازۂ اربعین سے داخل شہر ہوئی۔ اور پھر لشکر حلب شہر کے لیے روانہ ہو گیا۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حلب کو اسیران اہلحرم کے لیے آراستہ کیا گیا تھا واحسرتاہ آل محمدؐ قیدی بنا کر داخل شہر ہوئے اور شہر سجاد ہوا تھا سر بریدۂ امام حسینؑ رحبہ پر نصب کیا گیا۔ کچھ ایسے لوگ بھی تھے کہ جو محبان اہلبیتؑ طاہرین تھے وہ زار و قطار و رہے تھے مگر ان کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ اور لشکر ابن زیاد

کا آدمی یہ منادی کر رہا تھا کہ معاذاللہ یہ خارجی کا سر ہے۔ کہ راس ھٰذا راس خارجی خرج بارض العراق علی یزید بن معاویہ۔ کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے یزید بن معاویہ پر خروج کیا تھا۔ جب یہ آواز حضرت زینبؑ خاتون کے گوش زد ہوئی تو اہلحرم میں شور گریہ و بکا پیدا ہوا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سر بریدۂ امام حسینؑ کو رحبہ میں نصب کیا گیا تھا جو کہ شہر حلب میں موجود ہے۔ لایجوز فیھا احد الاتقضی لہ حاجتہ یعنی کہ یہاں ہر ایک حاجتمند کی حاجتیں اور دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔ لشکر ابن زیاد عیش و طرب میں تھا اور آل رسولؐ آہ زاری میں مشغول تھے۔

صاحب روضۃ الشہداء نے ایک عجیب و غریب واقعہ لکھا ہے کہ شمر ولدالحرام اسیران آل محمدؐ کو شام لے جاتے ہوئے حلب پہنچا حرب کے گرد و نواح میں ایک پہاڑ ہے اس پر آبادی بھی ہے اس آبادی کو پہاڑ گھیرے ہوئے ہیں۔ اس قریہ کا نام معمورہ ہے اس قریہ کا رئیس یہودی تھا اور رعایا بھی تمام تر یہودی تھی اور رئیس قریہ کا نام عزیز ابن ہارون تھا۔ یہ لوگ حریر و دیبا کا کام کرتے تھے۔ بھائی کا لباس دور دور تک مشہور تھا۔ جب لشکر ابن زیاد بدنہاد اسیر دل اور شہداء کے سرہاء مبارکہ لے کر وہاں پہنچا تو ایک جگہ اسیروں کو ٹھہرایا۔ اور شہداء کے سروں کو کھلے میدان میں رکھنے کی بجائے صندوق میں رکھا۔ اس واقعہ کو لکھتے ہوئے معین الدین صاحب روضۃ الشہداء حکایت نقل کرتے ہیں کہ جناب شہربانو والدہ ماجدۂ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام بھی اسیروں میں تھیں سا در کہنے میں کہا قوی خبر اس کے خلاف ہے۔ جس کا حسب موقعہ ذکر کیا جائے گا۔

واقعہ شیریں درراہ شام اور سر امام حسین علیہ السّلام کا اعجاز

جب لشکر ابن زیاد نے اسیروں کو حلب میں ٹھہرایا۔ تمام اسیر حضرت سید سجادؑ کے گرداگرد بیٹھے تھے اور سید سجاد ان کے درمیان میں طوق و زنجیر پہنے ہوئے بیٹھے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ شہربانو کی ایک کنیز تھی جس کا نام شیریں تھا۔ لکھتے ہیں کہ جب حضرت شہربانو اسیر ہو کر ایران سے مدینہ پہنچیں۔ تو ان کے ساتھ ایک سو کنیزیں اور بھی تھیں۔ حضرت شہربانو نے پہلی ہی رات کی صبح کو پچاس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اور جب سید سجادؑ آپ کے بطن مبارک سے پیدا ہوئے تو چالیس کنیزیں آزاد کر دیں۔ اب ان کے پاس دس کنیزیں رہ گئی تھیں۔ ایک روز حضرت شہربانو امام حسین علیہ السّلام کی خدمت میں تشریف فرما تھیں کہ شیریں آگئی۔ امام حسین علیہ السّلام نے از راہ خوش مزاجی فرمایا اے شہربانو شیریں کسقدر شیریں ہے۔ جناب شہربانو نے یہ خیال کیا کہ شاید حسین ابن علیؑ اس کی خواستگاری فرما رہے ہیں آپ نے شیریں کو آزاد کر دیا اور لباس فاخرہ پہنا کر امام حسینؑ کو ہبہ کر دیا۔ جب امام حسین علیہ السّلام نے یہ دیکھا تو فرمایا اے شہربانو ہم نے بھی شیریں کو آزاد کیا۔ لیکن شیریں باوجودیکہ آزاد ہوگئی تھی مگر اس نے خانوادۂ نبوت کو چھوڑنا پسند نہیں کیا اور خدمت شہربانو میں رہی۔ وہ وقت آیا کہ امام حسینؑ علیہ السّلام نے سفر عراق اختیار کیا وارد کربلا معلی ہوئے۔ بعد شہادت امام عالیمقام شیریں نے بھی وہ تمام صدمات برداشت

کئے جو اہلحرم پر پڑے تھے۔ یہاں تک کہ کوہ حلب پر قافلہ اسیران آل محمدؐ پہنچا۔ شیریں ایک شب غم و رنج خوردہ قافلۂ اہلحرم سے نکلی اور کوہ حلب پر کسی سمت چلی گئی اور سر زانو پر رکھے روتی رہی۔ شیریں کو جناب شہربانو نے یہاں پر یہ اجازت دیدی تھی کہ جہاں دل چاہے چلی جائے۔ شیریں نے جناب شہربانو سے یہ عرض کیا تھا کہ مجھے اجازت دیں کہ میں اس قریہ میں جاکر بطور کنیزی فروخت ہو جاؤں اور جو درہم و دینار ملیں گے ان سے چادریں خرید کر کے اہلحرم کے سروں پر ڈالوں۔ جناب شہربانو نے شیریں کو اجازت دی اور شیریں تاریکی شب میں قلعہ کی طرف روانہ ہوگئی اور قلعہ کا دروازہ بند تھا۔ آہستہ آہستہ قلعہ کے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کیا۔ سب نے پہلے اس قلعہ کے رئیس عزیز بن ہرون نے کہا کہ کون ہے جو دروازہ پر دستک دے رہا۔ اس نے نرم لب و لہجہ سے بات کی تھی شیریں متعجب ہوگئی۔ شیریں کے کہنے پر عزیز ہارون نے دروازہ کھولا۔ سلام کیا شیریں نے جواب دیا۔ اور آپ نے فرمایا کہ اے عبداللہ کیف علمت اِنّی شیریں۔ کہ اے بندۂ خدا تو نے کس طرح سمجھ لیا کہ میں شیریں ہوں۔ رات کا وقت ہے در قلعہ بند ہے اور تو نے پہچان لیا کہ میں شیریں ہوں۔ عزیز نے کہا کہ اوّل شب جب میں سو رہا تھا خواب میں حضرت موسیٰ و ہارون کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں۔ سر و پا برہنہ ہیں اور رو رہے ہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ اے ہمارے سیّد و سردار آپ گریہ کناں کیوں ہیں۔ فرمایا کہ اے عزیز تو اب تک بے خبر ہے سبط رسول آخر الزمان شہید ہوگیا ان کا سر بُریدہ اور ان کے اہلحرم قیدیوں کی طرح شام کو جا رہے ہیں لشکر ابن زیاد انہیں دمشق لے جا رہا ہے تاکہ دربار یزید میں پیش کیا جائے۔ خداوند عالم نے عالم ذر میں ہم سے عہد لیا تھا

کہ ہم فرزند رسولؐ خدا پر گریہ کریں۔ عزیز نے کہا کہ کوئی نشانی بتلائیے تاکہ میرے ایمان میں اضافہ ہو۔ تو مجھ سے خواب میں فرمایا کہ حسینؑ فرزند رسول آخرالزمان کی ایک کنیز شیریں نامی قلعہ کے دروازہ پر موجود کھڑی ہے۔ تو دروازہ کھول دے اور اس کو ہم نے تیری زوجہ قرار دیا۔ موسیٰ نے شیریں کا ایجاب بحق عزیز بن یوسف انجام دیا اور ہارون نے قبول فرمایا۔ اس طرح شیریں، عزیز بن یوسف کی زوجہ قرار پائی۔ اور عزیز مسلمان ہوگیا اور انہوں نے کہا کہ اے عزیز اسیران آل محمدؐ کی خدمت میں جا اور اسلام لانے کی گواہی دے۔ اور سر بریدۂ امام حسینؑ سے خطاب کرکے یہ کہو کہ السلام علی الراس المذبوح المقطوع فانہ یسمع صوتک و یجیب سلامک وھو علی الرمح المنصوب والدم من اوداجہ مسحوب جب وہ بزرگوار تیرا اسلام اور کلام سنیں گے تو جواب دیں گے۔ ان کا سر مبارک نیزہ پر ہے اور خون کے قطرے ٹپک رہے ہیں یہ کہہ کر موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں میری نظروں سے غائب ہوگئے۔ اور میں خواب سے بیدار ہونے پر ہراسان تھا تو در قلعہ پر تیری آواز دستک سنی۔ جب شیریں نے اس کی خواب سنی تو کہا کہ اے عزیز بن ہرون اب تو مجھ پر حلال ہے پھر شیریں سے عزیز بولا کہ تو خدمت اسیران کربلا میں جا اور امام حسینؑ کو میرا اسلام کہے اور امام سجادؑ کو میری طرف سے سلام کہے۔

شیریں صبح ہونے پر اہلحرم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور اس کے ساتھ عزیز بن ہارون بھی آیا اور ہزار دینار لشکر ابن زیاد کے ان لوگوں کو دیئے کہ جو سرہاء شہداء کے محافظ تھے اور سرہاء شہداء ان کی زیر نگرانی میں تھے۔ اور ان سے کہا کہ مجھے اسیروں کی خدمت کرنے اور سرہاء مبارک کی زیارت کرنے دی جائے۔ ثم اقبل الامام اقر لدیہ بحقیقۃ الاسلام۔ امام زین العابدین

علیہ السلام کی خدمت میں آیا اپنے اسلام لانے کا حال بیان کیا اور ہزار دینار نذر امام کیے۔ پھر وہ سر بریدۂ امام حسینؑ کی زیارت کے لیے اس جگہ آیا کہ جہاں سر رکھا ہوا تھا۔ اور کہا اے حسینؑ میرا اسلام اور سلام موسیٰ و ہارون قبول فرمائیے۔ سر بریدۂ امام حسینؑ سے آواز آئی کہ آپ عزیز تو نے ہمارے اہلحرم کے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے نیکی کی ہے میرے نانا رسولؐ خدا اور میرے بابا علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہ زہرا اور بھائی حسنؑ تجھ سے راضی ہیں خدا تجھ سے راضی ہے۔ اور تو روز قیامت ہمارے ساتھ محشور ہوگا۔

قال المعین فلما انجر الامر الی ھمنا۔ جب کام اس مقام تک پہنچا تو حضرت شہربانو نے شیریں سے کہا کہ اگر تو میری خوشنودی چاہتی ہے تو عزیز کو بشوہری قبول کر۔ پس شہربانو اور جناب سید سجادؑ کے فرمان کے بموجب شیریں نے عزیز بن ہارون کو اپنے لیے قبول کیا اور اس کی زوجیت میں داخل ہوگئی۔ اور شیریں کی بدولت اس قریہ کے سب یہودی مسلمان ہوگئے۔

جناب شہربانو کا اسیر ہوکر زمانۂ خلافت حضرت عمر میں مدینہ آنا

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جابر ابن عبداللہ انصاری نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا لما قدموا بنبت یزدجرد شہریار آخر ملوک الفرس وحاتمھم علی عمر۔ یعنی کہ شہربانو دختر یزدجرد شہریار ایران خلافت ثانی میں آئی میں اور عرب،

ایران پر متمکن ہوئے ہیں اور سلطنت ایران ختم ہوئی ہے۔ جب دختران یزدجرد اسیر ہوکر مدینہ پہنچیں تو تماشائی لوگ جمع ہوگئے۔ اور جب وہ وارد مجلس عمر بن الخطاب ہوئے تو بروایتے انہوں نے فارسی زبان میں کلام کیا۔ لیکن چونکہ خلیفہ ثانی کی مادری زبان عربی تھی فارسی سے نابلد تھے۔ گمان کیا کہ انہوں نے گالیاں دی ہیں۔ جلاد کو بلایا اور کہا کہ ان کو قتل کر دے۔ اس وقت حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب نے فرمایا کہ اے عمر جب کہ تمہیں علم نہیں کہ انہوں نے کہا کیا ہے۔ تو ان کو قتل کرنا کیا معنیٰ ؟ چنانچہ انہوں نے لڑکیوں کو قتل نہیں کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت امیرالمؤمنینؑ نے فرمایا کہ ایعم لایجوز بیع بنات الملوک وان کانوا کافرین یعنی کہ شریعت اسلامیہ کی رو سے بادشاہوں کی بیٹیاں فروخت نہیں کی جاسکتی خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ پھر کیا کریں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اعرض علیھا ان یختار رجلا من المسلمین حتی تزوج منہ۔ یعنی کہ ان کو اختیار دیا جائے کہ وہ مسلمانوں میں سے اپنا زوج پسند کریں۔ اور پھر وہ شہزادی اس شخص حبالۂ عقد میں دی جائے کہ وہ اس کی زوجہ ہے اور زر مہر بیت المال سے ادا کیا جائے۔

(از مترجم۔ مذکورہ عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دختران بادشاہ یزدجرد فارس خلیفہ ثانی کے وقت میں بروایتے فتح مدائن کے موقعہ پر آئی ہیں فتح مدائن ۱۶ھ یا ۱۷ھ میں ہوئی ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی شہربانو کا عقد حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ہوا جب کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی ولادت ۴ھ میں ہوئی ہے تو کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت علیؑ شہربانو کو حبالۂ عقد امام حسینؑ میں دیدیں جب کہ آپ

کی عمر صرف بارہ سال ہوتی ہے۔ اور اس وقت تک امام حسنؑ کی شادی بھی نہیں ہوتی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ تیسری خلافت کے دور میں اہل فارس نے بغاوت کرکے عبداللہ بن عمر والئ فارس کو مار ڈالا اور حدود فارس سے لشکر اسلام کو نکال دیا۔ اس وقت فارس کی فوجی چھاؤنی اصطخر تھا۔ ایران کا آخری بادشاہ یزدجرد اہل فارس کے ساتھ تھا۔ چنانچہ تیسری خلافت کے دور میں عبداللہ ابن عمر حضرت عثمان کے حکم پر بصرہ اور عمان کے لشکر کو ملا کر فارس پر چڑھائی کی حدود اصطخر میں زبردست لڑائی ہوئی۔ مسلمان کامیاب ہوئے۔ اصطخر فتح ہوگیا۔ اصطخر کے فتح ہونے کے بعد یزدجرد بادشاہ ہوا۔ اور وہ وہاں سے خراسان ہوتا ہوا مرو پہنچا۔ اس کے ہمراہ چار ہزار کی فوج تھی۔ یزدجرد خاقان چین کی سازش کا شکار ہوگیا اور مارا گیا۔ اور اس کی لاش کو لاکر اصطخر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

اسی دوران حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خلافت ظاہری کا زمانہ آگیا اور جنگ کے بعد خراسان کے مقام مرو میں سخت بغاوت ہوئی اس وقت ایران میں بروایت ارشاد مفید و روضۃ الصفا حریث ابن جعفر جعفی گورنر تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے مرو کے قضیہ کو ختم کرنے کے لیے امدادی طور پر خلید ابن قرۃ یربوعی کو روانہ کیا۔ وہاں جنگ ہوئی اور لشکر اسلام کو فتح ہوئی۔ حریث ابن جعفر جعفی نے یزدجرد ابن شہریار ابن کسریٰ جو عہد اسلامی میں مارا جاچکا تھا کی دو بیٹیاں شہربانو، گیہان بانو، عام اسیروں کے ساتھ حضرت امیرالمؤمنین کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت امیرالمؤمنینؑ نے شہربانو کو حضرت امام حسین علیہ السلام اور گیہان بانو کو محمد بن ابی بکر کی زوجیت میں دے دیا۔ جیساکہ روضۃ الصفا ج ۳ ص ۶ طبع نولکشور ارشاد مفید ج ۲ ص ۱۹۳،

اعلام الوریٰ ص ۱۰۱، عمدۃ المطالب ص ۱۷۱، جامع التواریخ ص ۵۰،
کشف الغمہ ص ۸۹ ابی طالب السئول ص ۲۶۱، صواعق ص ۱۲۰، انوار الابصار
ص ۱۲۶، تحفۂ سلیمانیہ شرح ارشاد ص ۳۹۱ میں موجود ہے۔ حضرت علی مرتضیٰ
علیہ السّلام کی خلافت ظاہری ۳۶ھ سے ۴۰ھ تک رہی ہے اور جناب
شہربانو سے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام ۳۸ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔
اور گیہان بانو سے قاسم بن محمدؒ پیدا ہوئے ہیں ماخوذ از افادات علامہ السید
نجم الحسن صاحب قبلہ رضوی کراروی اعلی اللہ مقامہٗ) حسب یہی واقعہ درست ہے
چنانچہ امیرالمومنین علیہ السّلام کے ارشاد پر عمل ہوا اور ان شہزادیوں نے
جس کو پسند کیا اسی کی زوجیت میں دے دی گئی اور صداق بیت المال سے ادا
ہوا۔ ان شہزادیوں میں سے ایک شہزادی نکلی فجاءت و وضعت یدھا
علی منکب الحسین علیہ السلام یعنی کہ وہ دختر مردوں میں آئی۔ اور اس نے امام حسینؑ کے
دوش مبارک پر ہاتھ رکھا جس کا مطلب یہ تھا کہ اس نے امام حسینؑ کو پسند فرمایا
ہے کہ ان کی زوجیت میں رہے۔ جب حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب
علیہ السلام نے یہ دیکھا تو اس سے فارسی زبان میں گفتگو کی فرمایا اے کنیز تیرا کیا
نام ہے ای منی اسمک۔ اس نے جواب دیا کہ میرا نام جہان شاہ ہے جس
پر حضرت علیؑ نے فرمایا "بار خدا" یعنی بارک اللہ، کیا خوب نام ہے شہربانو
نے عرض کیا کہ وہ میری بہن ہے ای تلک اختی۔ حضرت نے فرمایا کہ تم نے سچ کہا
پھر جناب شہربانو امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوئیں یا امیرالمومنین علی علیہ السلام
نے امام حسینؑ کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ اس کی حفاظت کرو یہ تمہاری زوجہ ہے
امام حسینؑ نے جیسے ہی ارشاد امیرالمومنین سنا فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اس کے

سر پر اپنی عبا ڈالی۔ اللہ اکبر امام حسین علیہ السلام کو اپنے ناموس کے پردہ کا اسقدر
احساس تھا کہ حسینؑ کی طرف نسبت ہونے کے بعد شہربانو بے پردہ نہ رہیں پھر
امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ ستلدین خیر اھل الارض
فی زمانہ بعدک وھی ام الاوصیاء الذریۃ الطیبۃ فولدت علی بن الحسین
زین العابدین۔ یعنی کہا اے حسینؑ اس سے عنقریب ایک فرزند عطا کرے گا جو اہل
ہوگا اور اہل عالم کے لیے امان کا باعث ہوگا اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ
امام زین العابدینؑ کی والدہ جو شہربانو دختر یزدجرد ہیں ان کا اصلی نام جہان شاہ ہے
اور بنابر مشہور آپ شہربانو کہلاتی ہیں۔

حضرت شہربانو کے حالات اور نام کی تحقیق

امام زین العابدین علیہ السّلام کے القابات میں سے ایک لقب کریم الطرفین
وابن الخیرتین ہے آپ کو کریم الطرفین اس لیے کہتے ہیں کہ آپ کو دادھیال اور
ننھیال دونوں طرف سے بزرگی و امامت حاصل ہے کیونکہ آپ از جانب
پدر خلاصۂ خاندان ہاشم ہیں جو تمام عالمین میں برگزیدہ خاندان ہے۔ اور آپ ماں
کی جانب سے آپ آل کسریٰ ہیں۔ باپ کو دیکھو تو حسین ابن علیؑ اور ماں کو دیکھو
خلاصۂ آل کسریٰ آپ کی والدۂ ماجدہ یعنی جناب شہربانو کے اسم مبارک کے بارے
میں ارباب مقاتل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض اہل خبر کہتے ہیں کہ شہربانو نام
تھا بعض کا خیال ہے شاہ زنان نام تھا۔ بعض غزالہ اور بعض جہان شاہ بتلاتے
ہیں۔ لیکن علامۂ قزوینی والد ماجد مؤلف کتاب نے ریاض الاحزان میں فرمایا ہے
وعلی بن الحسین زین العابدینؑ امہ شاہ زنان لا شہربانو۔

وشہربانویۃ خالتہ علی الاصح ۔ یعنی امام زین العابدینؑ کی والدۂ ماجد کا نام شاہ زنان تھا۔ شہربانو نہیں تھا بلکہ شہربانو نامی ۔ شاہ زنان کی بہن اور امام زین العابدین کی خالہ تھیں اور یہی اخبار صحیحہ سے ثابت ہے ۔ شاہ زنان و شہربانو دونوں یزدجرد بن شہریار بن خسرو پرویز تھیں ۔ شہریار آخری بادشاہ فارس تھا اور اولاد نوشیروان کسریٰ سے تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ زمانۂ خلافت عمر بن الخطاب میں دونوں شہزادیاں اسیر ہوکر مدینہ آئیں تھیں ۔ حضرت امام حسینؑ کو شاہ زنان نے اختیار کیا تھا اور شہربانو حبالۂ عقد محمدؒ ابن ابوبکر میں آئی تھیں ۔ ان سے محمد ابوبکر قاسم پیدا ہوئے اور قاسم کی دختر ام فروہ از بطن شہربانو سے تھیں جو والدۂ ماجدہ حضرت امام جعفر صادق ہیں محمد ابن ابوبکر حضرت علی علیہ السّلام کی خلافت کے زمانہ میں والیٔ مصر مقرر ہوئے مگر عمرو بن عاص نے مصر میں محمد بن ابوبکر کو قتل کر دیا۔ اور اس بدبخت نے ان کی لاش کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا۔ شہربانو بیوہ ہوگئیں ۔ اور حضرت امام زین العابدین شاہ زنان کے بطن سے پیدا ہوئے ہیں جب شہربانو یہ بیوہ ہوگئیں تو حضرت امام حسینؑ نے ان سے عقد کر لیا۔

(از مترجم ۔ یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ والدۂ جناب امام زین العابدین علیہ السّلام کا خواہ وہ شاہ زنان نامی ہوں یا بربنائے مشہور شہربانو ہوں ۔ آپ کی پیدائش کے بو ...... میں انتقال ہوگیا تھا ۔ جس کے بعد امام حسین علیہ السلام نے اپنی سابقہ زوجہ کی بہن سے عقد فرمایا ہے)

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں فرماتے ہیں کہ شہربانو سے ایک فرزند تھا جو حضرت علی اکبرؑ کی لاش پر جاتے ہوئے شہید ہوا ۔ صاحب روضۃ الشہداء حضرت

علی اصغر کو بطن شہربانو سے مانتے ہیں جو کہ کربلا میں موجود تھیں ۔ بعض کہتے ہیں شہربانو گھوڑے پر سوار ہوئیں اور وقت اسیریٔ اہلبیتؑ چلی گئیں ۔ قاضی نور الدین کتاب مجالس میں، اور سید نعمت اللہ انوار نعمانیہ میں اور معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور کوہ رَی پہنچ کر پوشیدہ ہوگئیں ۔ لیکن صحیح قول یہ ہے کہ شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ انھا اتلفت نفسھا فی الفرات ۔ کہ شہربانو نے خود کو نہر فرات میں ڈال دیا اور جان بحق ہوگئیں یہ شہربانو نامی زوجہ امام حسینؑ کا انجام ہوا۔

(از مترجم ۔ الشیخ مفیدؒ کا یہ ارشاد کہ انھا اتلفت نفسھا فی الفرات کہ شہربانو نامی زوجۂ امام حسینؑ آپ کے گھوڑے پر سوار ہوئیں اور نہر فرات میں خود کو تلف کر لیا۔ قطعاً غلط ہے ۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ جناب شہربانو کا حضرت سید سجادؑ کی پیدائش کے فوراً ... میں انتقال کر جانا صحیح ہے پس حضرت سید سجادؑ کی والدہ کا نام ہی شہربانو ہے کیونکہ مادر امام حسین کی طرف خودکشی کی نسبت دینے والی روایت خواہ کتنے ہی موثق راوی سے منقول کیوں نہ ہو قابل رد اور ناقابل قبول ہوگی۔

بہر حال دختران یزدجرد جب مدینہ پہنچیں تو ان میں سے ایک شہزادی بقول مولف کتاب "شاہ زنان" نے امام حسین کو اختیار کیا اور وہ آپ کے عقد میں آئیں۔

شاہ زنان بنت یزدجرد کا عالم خواب میں حضرت فاطمہ زہراؑ کے ہاتھ پر اسلام لانا

جناب شاہ زنان دختر یزدجرد بادشاہ فارس فرماتی ہیں کہ میں نے اسیر ہو

کرمدینہ پہنچنے سے پہلے عالم خواب میں دیکھا کہ ایک نورانی تخت آراستہ ہے اور اس پر ایک بزرگ بہ جاہ وجلال نبوت تشریف فرمائیں اور ان کے پہلو میں ایک جوان رعنا بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے ایسی پُر وقار صورتیں اس سے پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ شاہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان بزرگ کے بارے میں موجودہ کسی شخص سے سوال کیا کہ یہ بزرگ اور یہ جوان رعنا کون ہیں جواب ملا۔

نوبر ہفت باغ چرخ کہن　　　دُرّہ التاج عقل وتاج سخن
ہست این خواجہ مؤیدرای　　　احمد مُرسل آن رسول خدای
ہمہ ہستی طفیل او مقصود　　　او محمدؐ رسالتش محمود!
اینکہ بینی نشستہ باآن شاہ　　　این چون خورشید وآند گرچون ماہ
پسر دختر رسولؐ خدا است　　　شمع پُر نور سید دوسرا است
ہست محبوب عالمین این شاہ　　　نور چشم علی ولی اللہ

نام نامی حسینؑ خدا خواندہ
مفتخر عالمین خدا خواندہ

یعنی کہ یہ ساتوں آسمانوں کے باغ کا ثمر تو ہے یہ موتی ہے تاج عقل وسخن کا یعنی کہ یہ عقل اوّل ہیں۔ یہ بزرگ احمد مُرسل ہیں۔ یعنی خدا کے رسولؐ ہیں۔ یہ نہ ہوتے تو آسمان وزمین نہ ہوتی یہ مقصود کائنات ہیں۔ خدا ان کو پیدا نہ کرتا تو زمینؑ آسمان کچھ بھی پیدا نہ ہوتے۔ ان کا نام نامی محمدؐ ہے اور ان کی رسالت محمود یعنی پسندیدہ ہے۔ اور یہ جوان خوش رو کہ جو تخت پر بیٹھا ہوا ہے ماہ آسمان نبوت ہے یہ بزرگ خورشید اور یہ جوان چاند ہے یہ جوان ان بزرگ یعنی رسولؐ خدا

کی بیٹیؑ کا فرزند ہے تمام عالمین کا محبوب ہے اور یہ نور چشم علی ولی ہے نام نامی حسینؑ ہے۔ اور خود خدا نے اس کو کائنات کا سرتابہ فخر قرار دیا ہے شاہ زنان کہتی ہیں کہ اس جوان رعنا کی زیبائی کے نقوش میرے لوح دل پر کھینچ گئے ناگاہ حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے طلب فرمایا۔ میں حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئی اور مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میرے اس فرزند کو اپنا زوج قرار دے میں نے ازراہ حیاء وشرم سر نیچا کر لیا۔

اور بزبان حال یہ عرض کیا ہے

گر بدین مژدہ جان بیفشانم　　　درخورم زآنکہ ہست جانانم
گفتم ای ختم انبیای کبار　　　برمنت ہیست منت بسیار
بست عقد مرا رسول مجید　　　داد بردست ہیکل توحید.
ماہ درخشندہ دست من گرفت　　　من در آن ماہرُوی ماندہ شگفت

بسکہ دلشاد بودم وخرم
کہ زشادی زخواب برجستم

خلاصہ یہ ہے کہ شاہ زنان کہتی ہیں کہ اے برگزیدہ خدا، اے اللہ کے رسولؐ آپ میرا عقد اس جوان سے باندھنے اور اس جوان رعنا۔ منفرد کائنات کے ہاتھ میں میرا ہاتھ دے دیجئے پس اس ماہ رُو نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور خوش وخرّم خواب سے بیدار ہوئی۔ جب بیدار ہوئی تو میرے بستر سے خوشتر از عبیر ومشک خوشبو آرہی تھی۔ چند روز اسی نشۂ خواب خوشگوار میں گزارے پھر میں نے خواب میں ایک خاتون معظمہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے ہیں ان کے تشریف لانے سے میرا مکان روشن اور معطر ہو گیا ہے میں نے کسی

دریافت کیا کہ یہ خاتون معظمہ کون ہیں جواب ملا ؎

گفت این بانوی حریم خدااست — فاطمہؑ دختر رسولؐ خدااست

گفت خاتون عالمین است این — فاطمہؑ مادر حسینؑ است این

یعنی کہ یہ خاتون حرم - خانہ زاد خدا ہیں علیؑ ولی کی زوجہ ہیں نبی پاک کی پاک دختر ہیں - تمام عالمین کی عورتوں کی سردار ہیں یہی تو والدہ حسینؑ ہیں کہ جن کی زیارت کا شرف تجھے پہلے حاصل ہو چکا ہے میں نے اس وقت ان کے قدم چومے - اور بصد احترام ان کو سلام کیا - پھر میں نے عرض کیا کہ آپ کے نور نظر مجھے دیکھنے نہیں آتے روزانہ میرا غم بڑھ رہا ہے - وہ کونسا دن ہوگا کہ تشریف لائیں گے -

جناب سیدۂ عالمین فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے فرمایا کہ اے شاہ زنان وہ تیرے پاس کس طرح آئیں تو ابھی مسلمان نہیں ہوئی ہے تو کلمہ شہادت زبان پر جاری کر اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا رسول الله تاکہ میں اپنے فرزند کے ہاتھ میں تیرا ہاتھ دوں - پس میں نے کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا اور دل سے تصدیق نبوت آنحضرتؐ کی مسلمان ہو گئی -

لما عرضت بی الاسلام و اسلمت ثم قالت سوف یجئ عسکر الاسلام الیکم و یکون الغلبۃ للمسلمین و انک تصلین عنقریب الی ابنی الحسین سالمۃ لا تصیبک ید احد الخ

جب اسلام قبول کر لیا - تو جناب سیدۂ عالمینؑ نے فرمایا کہ غم مت کر عنقریب لشکر اسلام ایران پر حملہ کرے گا اور اسلام کو فتح نصیب ہوگی - اور تو اسیر ہو کر موہنہ پہنچی گی اور دست غیر تجھ کو مس نہ کرے نہ کرے گا صحیح و سالم و باعفت تو مدینہ پہنچے گی اور تجھے میرا نور نظر مدینہ میں ملے گا - یہاں تک کہ وہ وقت آیا

کہ مدینہ میں خبر پھیلی کہ دختران شاہ فارس اسیر ہو کر مدینہ ہی آئی ہیں - اور بصورت مذکورہ میں باطنی مسلمان ہو کر آقائے نامدار حضرت علی مرتضیٰؑ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئی اور آپ نے حسین ابن علیؑ کو میرا سرتاج قرار دیا اور مجھے شرف زوجیت امام حسین عطا ہوا -

دیر راہب میں سرہاء شہداء کربلا کا رکھا جانا - جنت سے سیدۂ عالمین کا آنا اور راہب نصرانی کا مسلمان ہونا

یہ کہ راہ شام میں بعض واقعات ایسے رخ اختیار کر گئے ہیں کہ جن کی نشاندہی کسی منزل کے ساتھ نہیں کی جا سکتی ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ ابن شہر آشوب و سید جزائری، مناقب میں معمولی اختلاف کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ ابولہیعہ کہتا ہے کہ میں مشغول طواف بیت اللہ تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ کا پردہ پکڑے ہوئے مناجات کر رہا ہے کہ اللهم اغفر لی و ما اراك فاعلا - اے خداوند عالم تو میری خطا بخشدے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری خطا نہ بخشے گا بلکہ عتاب و عذاب کرے گا - میں نے اس سے کہا کہ اے بندہ خدا - تو شرم کر خدا سے اس طرح کہہ رہا ہے گناہ اگر چہ برگ ہاء شجر سے بھی زیادہ ہوں تو خدا معاف کر دے گا وہ غفور رحیم ہے - اس نے کہا کہ میں رحمت خدا سے مایوس نہیں ہوں - لیکن جو ظلم و جفا میں نے کی ہے وہ یہ ہے کہ

اعلم اُن کنا خمسین نفرا ممن سار مع راس الحسین۔

یعنی کہ میں ان پچاس آدمیوں میں سے ایک ہوں کہ جو سر امام حسینؑ شام لیجاتے ہوئے حفاظت کر رہے تھے۔ ہم سب کے سب شراب نوشی اور مستی میں تھے اور سر امام حسین علیہ السلام ہمارے ہمراہ تھا ایک شب جب کہ اس کا نصف حصہ گزرا تھا کہ تیز و تند آندھی آئی۔ بادل گرجنے لگے اور بجلی کڑکنے لگی۔ اور درہائے آسمان کھل گئے اور آسمان سے آدم صفی اللہ، نوح نبی اللہ، ابراہیم خلیل اللہ، اسمٰعیل ذبیح اللہ موسیٰ کلیم اللہ اور عیسیٰ روح اللہ بہ ہمراہی حضرت رسولؐ خدا تشریف لائے۔ ان کے ساتھ جبرئیل اس ملائکہ کا جم غفیر لیے ہوئے ساتھ ساتھ تھے۔ اس وقت سر امام حسینؑ ایک صندوق میں رکھا تھا۔ جبرئیل نزدیک لائے اور صندوق کھولا۔ سر مبارک باہر نکالا سینہ سے لگایا اور بچشم گریان۔ آنحضرتؐ کو پیش کیا۔ آنحضرت نے گریہ فرمایا تمام انبیاء و مرسلین نے باگریہ وزاری آنحضرتؐ کو پرسہ دیا۔ اس وقت جبرئیل امین نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے خداوند عالم نے حکم دیا ہے کہ میں آپ سے حکم حاصل کروں اور زمین میں زلزلہ پیدا کروں۔ میں نے خدا کے حکم سے قوم لوط کو زمین دھنسایا تھا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے جبرئیل آخر قیامت تو آنے والی ہے میں صبر کرتا ہوں کہ قیامت میں ان سے مخاصمہ پر کروں پھر رسولؐ خدا پر گریہ طاری ہوگیا ملائکہ گریہ رسولؐ خدا سے ملول ہوئے اسی دوران پاسبانان سر امام حسینؑ تھے وہ سب کے سب لائے گئے اور ان کے قتل کا حکم دیا گیا۔

اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ جب میرا نمبر آیا تو میں نے فریاد کی اور رسولؐ خدا سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ الامان الامان۔ بخدا میں تمہارے فرزند کے قتل میں شریک نہ تھا اور اس پر راضی بھی نہ تھا کہ حسینؑ قتل کئے جائیں مجھے آپ بخشدیں

فرمایا وای ہو تجھ پر کیا تو اس قوم کے ہمراہ نہ تھا۔ اور میرے اہلبیتؑ کی بیکسی و غربت پر نگاہ نہ کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لا غفر اللہ لک۔ خدا تجھے نہیں بخشے گا۔ پس رسولؐ خدا نے ملک الموت کو حکم دیا کہ اس پر ہاتھ رکھو کہ یہ شخص خود ہی مر جائے گا میں نے یہ سن کر وہاں سے جست لگائی د فی المناقب اصبحت رایت اصحابی کلھم جاثمین رمادًا۔ صبح کو میں نے دیکھا کہ تمام رفقا کہ جو سر امام حسینؑ پر راہ شام میں پاسبان تھے یک بیک خاکستر ہو گئے ہیں گویا جل کر خاک ہو گئے ہیں۔ صاحب روضۃ الشہدا نے اس واقعہ میں جزی اختلاف کیا ہے وہ نقل کرتے ہیں کہ کہتے ہیں وہ شخص ابو الخنوق تھا آنحضرتؐ کے یہ فرماتے پر کہ اس پر تم ہاتھ رکھو۔ ملک الموت، یا کسی دوسرے فرشتے نے اس کے موہنہ پر طمانچہ مارا پس جب ابو المخنوق ملعون پیدا ہوا۔ دیکھا کہ اس کی نصف صورت سیاہ ہو گئی ہے اور جل گئی ہے۔ اور اے شیعوں اس حرامزادے نے روز عاشوراء امام حسینؑ علیہ السلام جب کہ آپ میدان میں کھڑے تھے تیر مارا تھا وہ تیر سہ شعبہ تھا امام مظلوم زمین پر گر پڑے تھے۔ (از مترجم بہرحال ابو الخنوق ملعون قاتلان امام حسینؑ سے تھا اور ابو لہیفہ کہ جس کا ذکر کیا جا چکا شریک قاتلان امام حسینؑ تھا۔ بعد واقعہ شہادت ان ملعونوں کا توبہ کرنا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ثابت ہے مگر ان کی توبہ قبول نہیں ہوئی۔ پس قاتل امامؑ کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہے مگر واہ مصیبتاہ پھر بھی کوئی نہ کوئی مفتی قاتلان امام حسینؑ کی وکالت کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیتا ہے کہ اگر قاتل امامؑ توبہ کرلے تو اس کی توبہ قبول ہے قاتل امام کی توبہ قبول نہ ہونے کے بارے میں ہماری کتاب عقیدہ وعمل اور نجات ملاحظہ ہو)

واقعہ دیر راہب کا ذکر کتاب فوادح الحسینیہ میں حسین بن محمد بن احمد رازی

نے اور اس نے شیخ ابوسعید شامی سے نقل کیا ہے۔ معین الدین نے روضۃ الشہداء میں ابی سعید دمشقی سے روایت کیا ہے کہ میں اس جماعت کے ہمراہ تھا کہ جو سر امام حسینؑ اور آپ کے اہلحرم کو شام لیجا رہے تھے۔ جب دمشق کے نزدیک پہنچے یہ خبر ملی کہ قعقاع خزاعی نے لشکر جمع کر گیا ہے اور وہ لشکر ابن زیاد ملعون پر شب خون مارے گا۔ ابن زیاد کے لشکری یہ سن کر گھبرا گئے۔ اور بڑی احتیاط کے ساتھ سفر کرتے رہے۔ رات ہونے تک وہ منزل پر پہنچے وہاں دیر راہب تھا۔ اور وہاں نصرانی لوگ ٹھہرتے تھے۔ لشکر ابن زیاد نے اسی جگہ پڑاؤ ڈالا کہ اگر شب خون کا موقعہ درپیش ہو تو سرہاء شہیدان کربلا محفوظ رہیں اس خیال سے لشکریوں نے دیر کے بزرگ عالم کو بلایا اور اس سے کہا۔ فطلع شیخ من سطح الحصان فالتفت الی الیمین والیسار۔ اس وقت اس بزرگ دیر نے اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑے ہو کر دائیں بائیں جانب نظر ڈالی۔ دیکھا کہ فوج سے سارا میدان گھیرا ہوا ہے راہب نے دریافت کیا۔ کہاں کتنے ہو اور کیا چاہتے ہو۔ شمر ولد الحرام نے کہا کہ ایک شخص نے عراق میں یزید کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ابن زیاد والی کوفہ نے اپنی فوج بھیجی اور اس کو فتح ہوئی اب ہم اس باغی (معاذاللہ) کا سر اور اس کے ساتھیوں کے سر لے کر یزید بن معاویہ کو پیش کرنے آئے ہیں۔ اس راہب نے جب سرہاء شہداء پر نظر کی تو دیکھا کہ یہ تو نورانی چہرے ہیں پھر اس نے بغور سر بریدہ امام حسینؑ دیکھا تو حیران رہ گیا کہ سر نور مثل آفتاب درخشندہ ہے اس کے دل پر اثر ہوا اور حالت متغیر ہونے لگی۔ راہب نے سوال کیا کہ آخر دیر کس لیے چاہتے ہو۔ شمر ولد الحرام نے کہا کہ سرہاء بریدہ کی حفاظت کے لیے کیونکہ ہمیں خبر ملی ہے کہ ایک گروہ شب خون مارنے کا

ارادہ رکھتا ہے راہب نے دیر میں سرہاء شہداء رکھنے کی اجازت دیدی۔ پس سر امام حسینؑ ایک مقفل صندوق میں رکھ کر دیر میں لایا گیا۔ اور شمر ملعون نے حکم دیا کہ سروں کے پاسبان باری باری پاسبانی کریں۔ اس دیر میں علیحدہ علیحدہ محرابیں بنی ہوئی تھیں۔ سر امام حسینؑ دیر میں رکھ دیا اور اہلحرم کو بھی دیر میں جگہ دی اور دروازہ دیر مقفول کر دیا۔ جب رات کا تقریباً نصف حصہ گزر گیا۔ راہب نصرانی اپنے حجرہ سے باہر نکلا۔ اور اس محراب کا کہ جس میں سر امام حسینؑ علیہ السلام رکھا تھا۔ طواف کرنے لگا اور دیکھا کہ دیر میں تو روشنی وغیرہ کچھ نہیں تھی آج دیر منوّر ہو رہا ہے روشنی ہی روشنی ہے۔ راہب اپنے حجرہ گیا اور اس میں ایک روزن تھا اس میں دیر کی طرف نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ اس صندوق سے کہ جس میں سر بریدہ رکھا ہوا ہے نور ساطع ہو رہا ہے۔ اور روشنی سارے دیر میں پھیلی ہوئی ہے مختصر یہ ہے کہ وھبط من السماء هودج وطلعت منه خاتون رضیة واحتفت جوار بدیع والجمال۔ دیر کی شگافتہ ہوئی اور ایک ہودج آسمان سے اتری اور دیر میں داخل ہوئی اس ہودج سے کچھ خواتین اتریں۔ منادی صدا دے رہا تھا۔ یہ ہاجرہ مادر اسمٰعیل ہیں یہ آسیہ ہیں یہ مریمؑ ہیں۔ سب کے آخر میں ایک اور ہودج نازل ہوا۔ آواز آئی کہ یہ خدیجۃ الکبریٰ میں ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ ایک ہودج نازل ہوا اور اس سے ایک بی بی اتریں اس وقت آواز آئی کہ اے راہب ہودج کی طرف نگاہ نہ کر۔ اس میں رسولؐ خدا کی بیٹی فاطمہ زہرا ہیں جو اپنے فرزند حسینؑ کے سر بریدہ کی زیارت کے لیے آئی ہیں۔ راہب کہتا ہے کہ میں اس آواز کو سن کر بیہوش ہو گیا مگر جب افاقہ ہوا اور اس طاق کی طرف نگاہ کی جس میں سر بریدہ رکھا ہوا تھا تو میری نگاہ پر پردہ پڑ گیا اور میں نہ دیکھ سکا۔ البتہ اس طاق سے گریہ وزاری اور نوحہ

کی آواز گوش زد ہو رہی تھی۔ اس وقت ان مخدّرہ نے سر بریدہ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ السلام علیك ایها المظلوم الحریب السلام علیك ایها الشهید الغریب السلام علیك یا ضیاء العین و مهجة قلب الام یا حسین قتلوك و من شرب الماء منعوك۔ یعنی اے میرے مظلوم و شہید و غریب نینوا فرزند حسینؑ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یہ وارد ہوا ہے کہ اس شب کو سیدۂ عالم نے ماتم حسینؑ میں مرثیہ کہا ہے پیر راہب نے جب دیر میں گریہ و زاری کی آواز سنی اور مدہوشی کے بعد ہوش میں آیا۔ تو طاق کے نزدیک گیا مگر وہاں کوئی عماری یا ہودج کا نشان نہ تھا۔ لہٰذا اس نے وہ صندوق کھولا کہ جس میں امام حسین علیہ السّلام کا سر بریدہ تھا۔ جب صندوق کھولا تو سر بریدہ سے ایک نور ساطع ہو رہا تھا حالانکہ وہ سر خاک و خون میں غلطان تھا۔ راہب بہت رویا اور سر مطہر کو مشک و گلاب سے دھویا۔ اور اپنے عبادتی سجّادہ پر بیٹھا اور دوزانو مؤدّب ہو کر عرض کیا اے سر سروران عالم مجھے بتا کہ تو کس برگزیدہ سر مطہر ہے۔ سر بریدہ سے آواز آئی کہ ؎

من کشتۂ تیغ کوفیانم
آغشتہ بخون ز شامیانم

کوفیوں اور شامیوں نے مجھے قتل کیا ہے اور میں فرزند رسولؐ ہوں۔ میں محمد مصطفیٰؐ کی آنکھوں کا نور ہوں اور علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ اور میں فاطمہؑ کا نورِ نظر ہوں۔ جب اس راہب سے آپؑ نے اپنے مصائب بیان کئے تو وہ راہب بیہوش ہو گیا اور ہوش آنے پر اس نے ان تمام نصاریٰ کو جمع کیا کہ جو اس قلعہ میں رہتے تھے اور سارا واقعہ بیان کیا۔ پھر وہ اپنے لوگوں کے ساتھ امام زین العابدین علیہ السّلام

کی خدمت میں آیا دیکھا کہ ایک بیمار ناتوان۔ طوق و سلاسل میں گرفتار اسیروں کا سالار ہے یہ حالت امامؑ دیکھ کر راہب اور تمام نصرانی رونے لگے۔ اور امام زین العابدین علیہ السّلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں اجازت دیں تو شب خون ماریں اور آزاد کرالیں مگر امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس گروہ ستم شعار کو ان کے حال پر چھوڑ دو ؎

ظالمان را بکردگار سپار
تا جزا شان دہد بزاری زار

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ۔ وہ راہب سر مطہر امام حسین علیہ السّلام کا اعجاز دیکھ مسلمان ہو گیا "حسینیت زندہ باد"۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ امام حسین علیہ السّلام کا سر بریدہ چند مقام پر از روی جہت دھویا گیا ہے اور ایک جگہ از روے عداوت دھویا گیا ہے اوّل خولی کی زوجہ نے سر امام مظلوم دھویا۔ دوم شمر ملعون کی زوجہ نے سوم دیر راہب میں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ان تینوں جگہ از روے عقیدت و مودّت سر امام مظلوم کو مشک و گلاب سے دھویا گیا ہے اور از روے عداوت دربار یزید ملعون میں پیش کرنے سے پہلے سر امامؑ کو دھویا گیا اور طشت طلاء میں رکھ کر پیش کیا۔

منزل قنسرین میں سر بریدۂ امام حسینؑ کا راہب نصرانی کو دعوت اسلام دینا

کتاب الخرائج میں سانحہ راہ شام کے سلسلہ میں قطب راوندی نے ابو الفرج

سے اور اس نے سعید بن ابی رجا سے اور اس نے سلیمان اعمش سے روایت کیا ہے کہ ایک روز میں مشغول طواف خانہ کعبہ تھا کہ میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ غلاف خانہ کعبہ پکڑے ہو کہہ رہا تھا کہ اللھم اغفر لی و انا اعلم انك لا تغفر یعنی خدایا تو مجھے بخشدے مگر میں جانتا ہوں کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور اس سے دریافت کیا کہ اے شخص تو ایسا کیوں کہتا ہے خداوند عالم غفور رحیم ہے وہ گناہ معاف کر سکتا ہے۔ آخر تجھ سے ایسا کون سا گناہ عظیم ہوا ہے کہ تجھے اپنی مغفرت کی امید نہیں ہے اس نے کہا کہ تم میرے ساتھ حرم سے باہر چلو تو میں تم کو اپنے گناہ سے آگاہ کروں گا۔ باہر پہنچنے پر اس نے کہا کہ اے برادرم میں لشکر عمر بن سعد میں تھا۔ اور ان چالیس آدمیوں میں سے تھا کہ جو راہ شام میں سرہائے شہداء کی پاسبانی پر لگائے گئے تھے۔ اثنائے راہ میں ایک شخص نصرانی ملا وکان الرأس معنا ترکونا علی رمح ومعہ الاحراس۔ کہ سر مقدس امام حسینؑ ایک نیزہ پر نصب تھا ہم لوگ غذا و طعام میں مشغول تھے کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے دَیر کی دیوار سے یہ لکھا ہے

اترجوا امۃ قتلت حسینا

شفاعۃ جدہ یوم الحساب

کہ وہ امت یعنی وہ گروہ کہ جس نے حضرت امام حسین علیہ السّلام کو قتل کیا یوم حساب رسولؐ خدا کی شفاعت کی کیا امید رکھ سکتی ہے ہمارے ساتھیوں نے اس کو محض وہمی چیز تصور کیا اور ہم کھانے پینے میں مشغول رہے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ ہاتھ دوبارہ نمودار ہوا اور اس نے دیوار پر یہ تحریر کیا ہے

فلا واللہ لیس لھم شفیع وھم یوم القیامۃ فی العذاب

خدا کی قسم ہرگز ہرگز اس گروہ یعنی قاتلان امام حسینؑ کے لیے کوئی شفاعت نہیں ہے ان کا روز قیامت کوئی شفیع نہ ہوگا اور وہ دائمی عذاب میں رہیں گے ہم اگرچہ یہ واقعہ دیکھ کر خوف زدہ ہوئے مگر پھر بھی شقاوت سے باز نہیں رہے۔ اور بدستور طعام و غذا میں مشغول ہے پھر تیسری مرتبہ وہی ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے قلم قدرت سے لکھا کہ

وقد قتلوا الحسین بحکم جور

وخالف حکمھم حکم الکتاب

کہ امام حسینؑ کو حاکم جابر و ظالم کے حکم پر قتل کیا اور ظالموں نے حکم قرآن کے خلاف کیا اسی اثنا میں ہم کھانے سے فارغ ہو چکے تھے اور دَیر راہب پہنچ گئے۔ ہم نے دیکھا کہ راہب اپنے دَیر کی چھت پر آیا اور اس نے سر مطہر امام حسینؑ پر نظر کی۔ فرای نورا ساطعا من فوق الراس۔ کہ سر امام حسین علیہ السّلام کے کے اوپر ایک نور تابندہ ہے وہ راہب اپنے دیر سے باہر آیا۔ دریافت کیا کہ تمہارا لشکر کہاں سے آیا ہے اور یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ جس سے نور ظاہر ہو رہا ہے اور نور بالائے نور احاطہ کیے ہوئے ہے۔

ہم نے کہا کہ ہم اہل عراق ہیں اور یہ سر مطہر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا ہے جو نواسۂ رسولؐ خدا اور پسر علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ جب راہب نے یہ سنا کہ سر بریدہ پیغمبرؐ اسلام کے نواسہ، فاطمہ زہراؑ کے نور عین کا سر ہے کہنے لگا کہ تبا لکم واللہ لو کان بعیسی بن مریم ابن لحملنا علی احداقنا۔ اے لوگو۔ تم پر تمہارے آئین پر وائے ہو کہ اگر عیسٰی ابن مریم کے کوئی فرزند ہوتا تو ہم گروہ نصاریٰ فرزند عیسٰیؑ کو اپنی آنکھوں کا نور قرار دیتے۔ اے بے حیا

لوگو تم نے اپنے پیغمبرؐ کی اولاد کو قتل کر دیا۔ اور اس کے قتل ہونے پر خوشیاں منا رہے ہو۔ میری تم لوگوں سے ایک خواہش ہے ہم نے کہا آخر تم کیا چاہتے ہو راہب نے کہا کہ دس ہزار درہم جو مجھے میرے بزرگوں سے میراث میں ملے ہیں مجھ سے لے لو اور اس سر مطہر کو مجھے دیدو کہ میرا مہمان ہے۔ ہم نے راہب کی بات مان لی اور اس نے مذکورہ رقم لاکر دیدی وہ دو تھیلیاں تھیں اور ہر ایک تھیلی یعنی ہمیانی میں پانچ ہزار پانچ سو درہم تھے۔ عمر سعد ملعون نے ان کو اچھی طرح کسوٹی پر پرکھ کر اپنے خازن کے حوالہ کیا۔ اور سر مطہر راہب کو دے دیا۔ راہب سر بریدۂ امام حسینؑ لے کر اپنے گھر آیا اور اس کو مشک وگلاب سے دھویا۔ اور اپنے حجرہ میں رکھ دیا اور خود سر امامؑ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور دل میں کہتا رہا کہ مسلمانوں نے اپنے رسولؐ کے فرزند کے سر مبارک کے ساتھ اسقدر خواری کا سلوک کیا ہے کہ نیزہ پر آویزاں کیا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ گریہ بھی کر رہا تھا اور نوحہ کر رہا تھا۔

علاّمہ مرحوم اپنی کتاب الرّیاض میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ راہ شام میں منزل قنسرین کا ہے۔ جب راہب سر امام مظلوم لیکر اپنے گھر آیا ہے اس نے آواز سُنی کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ طوبیٰ لکہ وطوبیٰ لمن عرف حرمتہ۔ اے راہب خوشا بحالِ تو کہ تو نے سر مطہر کی اسقدر تعظیم وتکریم وتقدیس کی ہے۔ ابھی وہ راہب مسلمان نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی احترام وعظمت سر امام بجالایا۔ پھر راہب نے سر مطہر کو اپنے ہاتھوں پر رکھا اور عرض کیا پروردگارا حضرت عیسٰی بن مریمؑ کی پاکیزگی کا واسطہ اس سر مطہر کو حکم دے کہ وہ اپنا تعارف کرائے۔ اور مجھ سے کلام کرے۔ ناگاہ سر امام مظلوم گویا کہ اے راہب انا ابن محمدن المصطفٰی

انا ابن علی المرتضیٰ انا ابن فاطمۃ الزھراء۔ انا المقتول بکربلا انا المظلوم انا العطشان جب سر امام کلام کر چکا تو راہب نے سر پاک کو زمین پر رکھا اور اپنے چہرہ پر خاک ملی بالوں میں خاک ڈالی۔ اور سر مبارک پر اپنی پیشانی رکھ کر عرض کیا۔ حتی تقول انا شفیعک یوم القیامۃ۔ کہ آپ اپنی زبان مبارک سے فرمائیں کہ میں روز قیامت تیرا شفیع ہوں گا۔ سر امام حسینؑ سے آواز آئی اے راہب اگر تو میری شفاعت چاہتا ہے تو میرے نانا کا دین قبول کر۔ پس راہب نے کہا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً رسول اللہ۔ پھر سر امام حسینؑ نے فرمایا اے انا شفیعک یوم القیامۃ۔ اے راہب بروز قیامت میں تیری شفاعت کروں گا۔ بروایت ابن شہر آشوب راہب نے لشکر والوں سے کہا کہ تمہارا رئیس کون ہے مجھے اس کے پاس لے چلو لشکری لوگ راہب کو عمر بن سعد ملعون کے پاس لے گئے۔ جب راہب پسر سعد کے پاس گیا تو اس نے نہایت عاجزانہ طور پر اس سے سوال کیا کہ یا عمر سئلتک باللہ وبحق محمد صلی اللہ علیہ والہ ان لا تعود الی ما کنت تفعلہ بھذا الرأس۔ یعنی کہ میری تجھ سے یہ خواہش ہے کہ تجھے اقدس الٰہی کا واسطہ اور حضرت رسول خداؐ کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو اس سر مطہر کی بے حرمتی نہ کر اور اس کو نیزہ پر نصب نہ کر۔ عمر سعد بدنہاد نے اس وقت کو قبول کر لیا مگر جب راہب چلا گیا تو اس ملعون نے پھر سر امام مظلوم کو نیزہ پر بلند کیا۔ جب عمر بن سعد اپنے لشکر کے ہمراہ شام پہنچا اور اس نے اپنے خزانچی سے وہ دونوں تھیلیاں جس میں درہم تھے طلب کیں جب وہ ہمیانیاں کھولی گئیں تو وہ تمام دینار ٹھیکری ہو گئے تھے اور ان درہموں کے ایک طرف ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظالمون

اور دوسری طرف لکھا ہوا تھا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ جب عمر بن سعد ملعون نے دیکھا تو کہنے لگا۔ حسرۃ الدنیا والآخرۃ۔

شہر سرمدین میں ورود اسیران اہلبیت اور وہاں کے حالات

جب لشکر ابن زیاد راہ شام میں منزل سرمدین پہنچا جو کہ حکومت حلب کا ایک شہر ہے یہاں کے لوگ دیندار، صاحبان خیر اور دوستداران خانوادۂ نبوت ہیں جب شہر والوں کو خبر ہوئی کہ امام حسین علیہ السّلام کو عراقیوں نے قتل کر دیا ہے اور لشکر ابن زیاد ان کے اہلحرم کو اسیر کر کے شام لیجا رہا ہے اور وہ اس شہر سے گزریں گے۔ انہوں نے شہر پناہ کے دروازے بند کر لیے اور قلعہ کی چھت پر جا کر لشکر ابن زیاد کو لعن وطعن کی۔ ان پر تبرّی کیا۔ اور ان پر سنگ باری کی۔ اور کہنے لگے اے قاتلو ہم تم تو ہرگز اپنے شہر میں نہیں داخل ہونے دیں گے جب وہاں کی عورتوں کی دُور سے نظر اسیران اہلبیت پر پڑی اور ان کو رسن بستہ اور کھلے سر دیکھا تو بے چین ہو کر اپنے سروں کے بال کھول دیئے اور گریۂ وزاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جناب اُم کلثوم نے یہ نوحہ پڑھا

کم تنصبون لنا الاقتاب عاریۃً   کاننا من بنات الروم فی البلد

الیس جدی رسول اللہ ویلکم   ھو الذی دلکم قصدا الی الرشید

یعنی اے بیحیا تو لشکر ابن زیاد ہمیں برہنہ سر رسن بستہ شتران بے کجاوہ پر شہر شہر

لیے اس طرح پھر رہے ہو جیسے لوگ دختران رومی کو لے کر پھرتے ہیں حالانکہ ہم آل رسولؐ ہیں نبی زادیاں ہیں۔ تم کیسے کلمہ گو ہو۔ ہماری کیا خطا ہے۔ ہم ان اونٹوں پر سخت تکلیف میں ہیں اور تم کوئی خیال نہیں کرتے غرض کہ اہل سرمدین نے لشکر ابن زیاد کو اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا اور وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یحییٰؑ حرّانی کی حمایت اسیران آل محمدؐ میں شہادت اور بعض منازل راہ شام کے واقعات

جب لشکر ابن زیاد ملعون شہر مدین میں داخل نہ ہو سکا تو اس نے منزل حرّان کا رخ کیا حرّان بروزن شدّاد ہے۔

صاحب روضۃ الشہداء تحریر کرتے ہیں کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون حرّان پہنچا۔ تو وہاں کے لوگ استقبال کے لیے نکلے اور تماشائے اہلبیت اطہار دیکھنے لگے اس جگہ ایک یہودی کا مکان تھا۔ جو کہ یحییٰؑ حرّانی کے نام سے مشہور تھا۔ یہ یہودی بھی بغرض تماشا لوگوں کے مجمع میں موجود تھا۔ وہ کھڑا تماشائے اُسیران اہلحرم دیکھ رہا تھا کہ ناگاہ اس کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی جو ایک نیزہ پر بلند تھا۔ جب اس نے بغور سر مبارک کو دیکھا تو اُسے امام مظلوم کے لبوں کو جنبش کرتے دیکھا۔ اور آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یہودی کو بہت تعجب ہوا کہ سر بریدہ اور تلاوت کلام مجید۔ اس نے خیال کیا کہ یہ سر۔ سر رسولؐ خدا ہے یا کسی پیغمبر کے وصی کا سر مبارک ہے کسی

سے سوال کیا برائے خدا یہ تو بتلاؤ کہ یہ سرِ پاک کس بزرگ کا ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ لشکر والوں نے بتلایا کہ یہ حسینؑ ابن علیؑ کا سر ہے۔ اور اس کی ماں کا نام فاطمہؑ ہے جو رسولؐ خدا کی بیٹی ہے۔ اس یہودی نے سنا تو اپنے دل میں کہنے لگا کہ اگر اس کے نانا کا دین سچا اور برحق نہ ہوتا تو یہ سرِ مبارک ہرگز کلام نہ کر سکتا پس وہ امام حسینؑ کے سرِ بریدہ کے کلام کرنے کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ اور اس نے کلمہ پڑھا کہ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمد ارسول الله و ان ابنه هذا من اولیاء الله اے لوگو گواہ رہو کہ محمدؐ برحق پیغمبرِ خدا ہیں۔ اور ان کا فرزند حسینؑ کہ جس کا یہ سرِ مبارک ہے اس کے وصیؑ برحق ہیں اور یہ بے نقاب اسیرانِ نبوت۔ شاہدانِ نبوت ہیں اور برحق ہیں۔ پھر اس نے کچھ چادریں اور کچھ نقابیں اہلحرم کو پیش کیں۔ اور اس نے اپنا حصہ حضرت سید سجادؑ کو نذر کیا اور آپ کے جسم مبارک پر ڈال دیا۔ جب ابن زیاد ملعون کے لشکر والوں نے اس یہودی کو اہلحرم کی محبت میں سرشار دیکھا تو اس غریب کو خوب مارا اور چادریں چھین لیں۔ یحییٰ غزانی کو جوش آ گیا اور تلوار نیام سے نکال لی اور اُن پر حملہ آور ہوا اور لشکر باطل کے پانچ افراد کو قتل کیا۔ اور بآوازِ بلند کہا کہ میں خدا اور اس کے رسولؐ محمدؐ پر ایمان لایا ہوں اور اس کے اہلبیتؑ سے محبت کرتا ہوں۔ اس وقت لشکر ابن زیاد ملعون نے اس پر حملہ کیا اور اس کو شہید کر دیا۔ معین الدین روضۃ الشہداء میں لکھتے ہیں کہ یحییٰ حرانی کا مزارِ مبارک دروازۂ شہر حرّان کے اندر واقع ہے مومنین و موالیانِ اہلبیتؑ طاہرینؑ اس کی زیارت کرتے ہیں اور یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں مزارِ مبارک کے سرہانے جو دعا کی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے ہمارا ایک سلام سرِ مطہر امام حسینؑ کو ہو اور دوسرا سلام امام زین العابدینؑ کو ہو۔ اور ہمارا ایک

سلام یحییٰؑ حرّانی شہید آلِ محمدؐ کو ہو سے

در ہر دو جہان گر آبرو می طلبی
بگذر بسرِ خاکِ شہیدانِ درش

یعنی کہ اگر دونوں جہان میں تو آبرو و عزت کا خوشگوار ہے تو شہیدان اہلحرم کے دروازے پر جبہ سائی کرنا چاہیئے۔

منزل اندرین ——— منزل حرّان سے۔

لشکر ابن زیاد بد نہاد بطرف قریۂ اندرین روان ہوا اور وہاں پہنچ کر رئیس قریہ کو خبر بھیجی اور اپنے لشکر کے لیے طعام و قیام کے بندوبست کی خواہش ظاہر کی۔ شہر حلب سے منزل اندرین ایک دن اور ایک کی مسافت کے فاصلہ پر واقع ہے۔ صاحب کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ والیٔ اندرین نصر بن عتبہ تھا۔ اور یزید بن معاویہ سے پہلے ہی سے یہاں اس کی حکومت تھی۔ جب والیٔ اندرین نے یہ سنا کہ حسین ابن علیؑ قتل کر دیئے گئے اور ان کے اہلحرم اسیر ہو کر یہاں لائے گئے ہیں اور یہاں سے شام جا رہے ہیں۔ اس حرام زادے نے خوشی کا اظہار کیا۔ شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی وہ مصیبتاہ اہلحرم نے جب یہ خوشیاں دیکھیں تو آہ سوزان جگر سے کھینچی اور غریبیٔ امام حسینؑ پر آنسو بہائے ادھر اہل کوفہ عیش و طرب میں مشغول تھے۔ کہ اہلحرمؑ کی آہیں رنگ لائیں اور سخت و تند آندھی چلی۔ بجلی کڑکی آسمانی بجلی زمین پر گری اور اس شہر کے مکانات جل کر سیاہ ہو گئے۔ گویا آسمان نے آلِ اُمیّہ پر لعنت بھیجی۔

منزل معرّۃ النّعمان یہاں بھی لشکر ابن زیاد ملعون نے پڑاؤ ڈالا تھا

اس شہر کو معرّۃ النّعمان اس لیے کہتے ہیں کہ نعمان بن بشیر انصاری اس شہر میں آئے اور اس شہر میں وفات پائی اور دفن ہوئے۔ لہٰذا ان کی نسبت سے یہ شہر معرّۃ النّعمان ہوا مشہور ہو مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جب لشکر ابن زیاد بدکردار شہر کے نزدیک پہنچا تو والی شہر نے دروازے کھولنے کا حکم دیا کہ لشکر شہر میں داخل ہو سکے۔ اس شہر والوں نے کوفیوں کو طعام و غذا فراہم کی واحسرتا کسی نے یہ نہیں کہا کہ آل رسولؐ بھی بھوکے و پیاسے ہیں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

منزل شیرز:۔

منزل معرّۃ النّعمان سے روانہ ہو کر لشکر ابن زیاد نے منزل شیرز پر پڑاؤ ڈالا جب اس شہر کے رہنے والوں کو خبر ہوئی تو ان کی قوم کے بزرگوں نے کہا اے جوانو اس لشکر بیدین نے فرزند رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کیا ہے۔ اور امام حسینؑ کا سر بریدہ اور آپ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے سر اور حضرت کے اہلحرم قیدی بنا کر شام لیجا رہے ہیں۔ ہم اس قوم نابکار کو اپنے شہر میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیں گے اس پر اس قریہ کے تمام لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ مقاتلہ کی صورت ہی کیوں نہ ہو ہم لشکر ابن زیاد کو ہرگز ہرگز داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اور جیسا کہ ہمارے قومی بزرگ فرماتے ہیں اس پر عمل کریں

گے۔ اس شہر کے اردگرد ایک خندق تھی اور اس پر عبور کرنے کے لیے پل بنا ہوا تھا۔ لشکر ابن زیاد کے پہنچنے سے پہلے ہی ان لوگوں نے اس پل کو توڑ دیا۔ اور تمام لوگ تلواریں اور سپریں لے کر گھروں سے باہر نکل آئے۔ ادھر لشکر ابن زیاد جب خندق کے نزدیک پہنچا دیکھا کہ لوگ داخل شہر ہونے کے سخت مخالف ہیں۔ اور ان لوگوں نے خندق کے پل کو توڑ دیا ہے۔ جب لشکر ابن زیاد نے دیکھا کہ اب کوئی چارہ کار نہیں ہے تو اس بدنہاد نے یزید بن معاویہ کو خط تحریر کیا۔ سارا واقعہ بیان کیا۔ اور فوراً ہی مزید ملعون نے جواب دیا۔ جس پر اس نے حکم دیا کہ اس قریہ کو آگ لگا دو عامل بلدیہ کو گرفتار کر لو۔ ان ظالموں نے یزید ملعون کے حکم پر اس قریہ کو غارت و تاراج کر دیا۔ اور آپ اس کی جرأت دیکھ کر لشکر ابن زیاد نے کوچ کیا۔

منزل کفر طاب۔

کفر بفتح الکاف و اسکان الفاأی قریہ طاب فان الکفر۔ بمعنی القریہ ہے یعنی کہ لفظ کفر کے کاف پر زبر ہے اور باقی حروف ساکن ہیں۔ مقتل ابی مخنف کہتا ہے کہ کفر طاب ایک چھوٹا سا قلعہ تھا۔ اس جگہ اہل خیر و سعادت اور دیندار لوگ دیتے تھے۔ جب یہاں کے لوگوں کو ابن زیاد ملعون کے آنے کی خبر ہوئی۔ فغلقوا علیھم الابواب۔ یعنی کہ اپنے مکانوں کے دروازے بند کر لیے۔ اور لشکر ابن زیاد کو کھانا پانی کچھ نہیں دیا۔ خولی بن یزید علیہ اللعنۃ قلعہ کے نزدیک آیا اور کہنے لگا اے قوم کیا تم ہمارے زیر اطاعت نہیں ہو جو تم ہمارے احکام تسلیم نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے جواب دیا کہ خدا کی قسم ہم لوگ تمہیں ہرگز آب و کھانا نہیں دیں گے کیونکہ

حسین علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں پر پانی بند کیا ہے اور انہیں تشنہ دہن شہید کیا ہے۔ پس لشکر ابن زیاد ملعون وہاں سے دوسری منزل کے لیے روانہ ہو گیا۔

سیبور۔ یہ بھی کفر طاب سے روانہ ہونے کے بعد ایک منزل ہے۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ بزرگان قوم نے اپنے قریہ کے سب لوگوں کو جمع کیا اور کہا کہ لشکر ابن زیاد نے فرزند حضرت رسولؐ خدا کو قتل کیا ہے۔ اور ان کے اہل حرم اسیر کئے ہیں۔ اب یہ قوم نابکار سرہائے شہداء اور اسیروں کو لے کر شام جا رہے ہیں۔ اے ہماری قوم اگر تم نے ان ظالموں کو طعام وغذا دی یا ان کی حمایت کی تو روز قیامت خدا اور رسول خدا مواخذہ کریں گے۔ ہم ہرگز ان کو اپنے شہر میں قدم نہیں رکھنے دیں گے اور البتہ اگر اسیران حرم آئیں تو ہمارے گھر حاضر ہیں تمام لوگوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں اور بزرگان قوم کو یقین دلایا کہ لشکر ابن زیاد کو ہم ہرگز اپنے شہر میں داخلہ کی اجازت نہیں دیں گے چاہیے خون خرابہ ہو۔ خولی بن یزید ملعون نے اپنی سپاہ کو حکم دیا کہ اس قریہ پر حملہ کرے جنگ ہوئی اور اہل سیبور نے لشکر ابن زیاد کے چھ سو افراد کو واصل جہنم کیا۔ اور ان کے پانچ شخص شہید ہوئے رحمہم اللہ تعالیٰ۔ خدا کی رحمت ہو ان پانچوں شہیدوں پر۔ بعض نسخوں میں یہ درج ہے کہ اہل قریہ کے ستّر افراد سیبور شہید ہوئے اور چھیتّر افراد لشکر باطل واردِ جہنم ہوئے۔ جنابؑ ام کلثوم نے اس شہر والوں کو دعائے خیر دی اور فرمایا کہ خداوند اس شہر والوں کے رزق اور امور خیر میں برکت عطا فرما لشکر باطل وہاں سے دوسری منزل کی طرف روانہ ہوا

منزل حماة اور مسجد راس الحسینؑ

ابی مخنف لکھتا ہے کہ شہر حماة کے لوگوں نے لشکر ابن زیاد ملعون اپنے شہر میں داخل نہیں ہونے دیا فغلقوا الابواب علی وجوههم ورکبوا بسورهم۔ یعنی دروازہ بند کر لیے اور دروازے کے برج پر نگران بیٹھا دیئے کہ لشکر والے داخل نہ ہو سکیں۔ ان لوگوں نے عہد کیا کہ خواہ ہم سب قتل ہو جائیں مگر ہم قاتلان فرزند رسولؐ خدا کو شہر میں نہیں وارد ہونے دیں گے۔ جب لشکر ابن زیاد نے یہ حالت دیکھی تو حکم دیا ارحلوا الی حمص کہ حمص کے لیے سوار ہو لیکن ابن شہر آشوب اور دیگر علماء کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سپاہ ابن زیاد داخل شہر حمص ہوئی ہے۔ اور اس وقت ایک پتھر پر سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام رکھا پتھر پر خون امام خشک ہو گیا ہے اور وہ جگہ مشہد الرّاس کے نام سے مشہور ہے مرحوم علاّمہ کتاب الریاض میں اپنے ہمعصر اصحاب سے نقل کرتے ہیں کہ فاضل معاصر نے خود بیان کیا کہ وہ اپنے رفیقوں کے ساتھ سفر مکہّ میں شہر حماة پہنچے وہاں ایک باغ وبستان میں ایک مسجد دیکھی جو مسجد الحسینؑ کے نام سے معروف مشہور ہے۔ مسجد کی عمارت کی ایک دیوار پر پردہ کھینچا ہوا ہے اور دیوار میں ایک پتھر نصب ہے۔ اور اس پر گلوے بریدہ اور شریان نشان پایا جاتا ہے۔ فاثر فی هذا الحجر ما تراه تاثیراً۔ یہ اس فاضل معاصر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے خدام مسجد سے دریافت تو اس نے کہا کہ جب لشکر ابن زیاد ملعون سرہائے شہداءؑ اور اسیران اہلبیتؑ کو لے کر کوفہ سے شام جا رہا تھا تو لشکر اس شہر میں پہنچا۔ اور بیرون شہر اس پتھر پر حضرت امام حسین علیہ السّلام کا

سر بریدہ رکھا تھا چنانچہ آپ کے گلوے بریدہ اور گلے کی رگوں کا نشان پتھر پر نقش ہو گیا اور خون پتھر کے دل میں اُتر گیا۔ فاثر فی ھٰذا الحجر ماتراہ تاثیرًا پس گلوے بریدہ اور رگ شریان کا نقش ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ درمیان مسجد تلاوت قرآن مجید کی آواز سننے میں آتی ہے اور کوئی تلاوت کرنے والا نظر نہیں آتا۔ اور ہر سال شب عاشورا محرم نصف شب کے بعد ایک نور اس پتھر سے رونے کی آواز آتی ہے۔ اور روز عاشورا آخر وقت (یعنی ہنگام عصر) اس نشان گلو سے خون کے قطرے ٹپکنے شروع ہوتے ہیں اور پھر وہ خون منجمد ہو جاتا ہے اور کسی کو یہ جرأت نہیں ہوتی کہ خون کو جمع کر لے خادم مسجد نے یہ بھی کہا کہ سالہا سال سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے فاضل معاصر بیان کرتے ہیں کہ جب ہم مسجد سے باہر آگئے تو ہم نے وہاں کے لوگوں سے دریافت کیا تو واقعہ کی تصدیق کی ؎

بعد از شہادت پسر فاطمہؑ حسینؑ
داغ شہادتش جگر سنگ آب کرد

حاصل کلام یہ ہے کہ لشکر ابن زیاد بدنہاد نے حماۃ سے کوچ کیا اور شہر حمص پہنچا۔

منزل حمص۔

لشکر ابن زیاد منزل حماۃ سے شہر حمص پہنچا۔ اور والیٔ حمص کو خط لکھا کہ ہم کوفہ سے شام جا رہے ہیں اور ہمارے ساتھ سر حسین ابن علیؑ ہے ان کے اہل حرم ہمارے قیدی ہیں تم ہمارے استقبال کو آؤ شہر کو آراستہ کرو اور لشکر کے لیے طعام و غذا و پانی کا انتظام کرو۔ اس وقت امیر شہر حمص برادر خالد بن نشیط

تھا کہ شہر جہنیہ میں حکومت کرتا تھا۔ اور ایک بھائی حمص میں عامل شہر تھا جب لشکر کا خط اس کو ملا۔ تو اس بدبخت نے استقبال کرنے کا حکم دیا۔ شہر آراستہ کیا گیا اور رنگ برنگ کے جھنڈے لے کر لوگ استقبال کے لیے نکلے۔ اور لشکر ابن زیاد نے صندوقوں میں سے سرہاء شہداء نکال کر نیزوں پر بلند کئے اور امام حسینؑ کا سر مبارک بھی بلند کیا۔ اہل حمص دور و دراز سے تماشۂ سرہاء شہداء کے لیے جمع ہوئے لیکن جب ان کو یہ تحقیق ہو گیا کہ یہ اسیر ذریت پیغمبر اسلام ہے اور یہ سر اولاد نبی و حیدرؑ کے ہیں اور اسیروں میں دختران فاطمہؑ اور حسینؑ کے ناموس ہیں تو ان لوگوں میں حمایت اہلبیتؑ کا ایک جوش پیدا ہو گیا۔ مرد و زن آہ و زاری کرنے لگے اور کہنے لگے وامصیبتاہ کہ ان ملعونوں نے خاندان نبوت کو تباہ کر دیا۔ چونکہ لشکر ابن زیاد سے مقابلہ کی طاقت نہ تھی پس اہل حمص نے ان پر سنگ باری شروع کر دی اور ان پر لعنت ملامت کرتے تھے۔ اسی سنگ باری سے لشکر کو نہ کے چھ سوار واصل جہنم کئے اور شہر پناہ کے دروازوں کو بند رکھا اور ان کا یہ نعرہ تھا یا قوم لا کفر بعد الایمان۔ کہ اے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار نہ کرو۔ ہم خولی بن یزید ملعون کو واصل جہنم کر کے دم لیں گے ہم سر امام مظلوم آزاد کرائیں گے تاکہ روز قیامت پیغمبر اسلام کی بیٹی جناب سیدہ کی شفاعت ہمیں نصیب ہو۔ اور ہمارے شہر کو یہ فخر حاصل ہو چنانچہ نصاریٰ کے کنیسہ یعنی گرجا گھر کہ جو خالد بن نشیط کے پہلو میں تھا کے نزدیک اجتماع کیا۔ لشکر ابن زیاد نے اس لشکر سے جنگ و جدل کیا۔ مگر شہر حمص کے کسی دوسری دروازہ سے سرہاء شہداء اور اسیروں کو لے کر فرار کر گئے۔

منزل بعلبک۔ لشکر ابن زیاد ملعون نے شہر حمص سے کوچ کرنے کے بعد

شہر بعلبک میں قیام کیا اور عامل شہر کو حکم دیا کہ استقبال کرے۔ یزید کی فتح کی خوشی میں شہر کو آراستہ کیا جائے اور محفل رقص و سرود منعقد کی جائیں۔ صاحب مقتل اس منزل کا حال لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد کو شراب نوشی اور خوشی و سرور کے علاوہ کوئی اور شغل نہ تھا۔ یہاں کے لوگ اہلبیتؑ طاہرین کے سخت ترین دشمن تھے۔ ان کی عظمت کے بھی منکر تھے۔ اور طرح طرح کی خلاف دین باتیں کرتے تھے۔ جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا نے کسی سے دریافت کیا کہ اس شہر کا کیا نام ہے کہ لوگ اسقدر بیدین ہیں۔ جواباً لوگوں نے کہا کہ اس شہر کو بعلبک کہتے ہیں۔ پس جناب اُم کلثوم نے نفرین کی اور فرمایا۔ ابا د اللہ تعالیٰ خضرائہم ولا اعذب اللہ تعالیٰ شربھم ولا رفع ایدی الظلمۃ عنھم الخ۔ یعنی کہ خداوند تعالیٰ اس شہر والوں کو کمزور اور پراگندہ کر دے حاصل یہ ہے کہ اس شہر والوں کو آب شیریں میسّر نہ ہوا۔ اور اس قوم سے دست ظلم کوتاہ نہ ہوا۔

ماحصل بزبان عربیہ از مولف کتاب سے

الا لعن اللہ الذین تواز دوا   علی ظلم آل المصطفیٰ و تجمعوا
ایا سادتی یا آل بنت محمدؐ   بکم صد د مستعتصم متمتم

روضۂ خوانیٔ مجالس عزا

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ ہم نے واقعاتِ منازل راہ شام پیش کر دیئے لیکن گریز مجالس کا ذکر نہیں کیا اے شیعو لشکر ابن زیاد ملعون ان منازل میں اسیران آل محمدؐ کو مروّجہ شاہ راہوں سے نہیں لے گئے اُنہیں یہ خوف تھا کہ ایسا نہ ہو کہ مروّجہ شاہ راہوں پر گزرتے ہوئے دوستداران آل محمدؐ متصادم نہ ہوں اور

جمعیت کے ساتھ مقاتلہ کی نوبت نہ آجائے پس ان ملاعین نے آل رسولؐ کو راہ بیراہ لے جانا پسند کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ صحرا کی ریت و گرد اور گرم ہواؤں نے اسیروں کے چہروں کو متغیّر کر دیا تھا۔ ساربان تیزی سے اونٹ چلا رہے تھے اور بے کجاوہ و محمل اسیران کربلا سوار تھے جب اونٹ تیز چلتے تھے تو سکینہ خاتون اپنی پھوپھی زینبؑ خاتون سے کہتی تھیں کہ پھوپھی اگر اونٹ آہستہ چلتے تو ہمیں اسقدر تکلیف نہ ہوتی۔ اے پھوپھی اماں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ساربان ہمیں نہیں پہچانتے آپ ان کو اپنا تعارف کرائیں شاید ان کے دل میں رحم پیدا ہو جائے۔ جناب زینبؑ خاتون نے فرمایا اے بیٹی سکینہؑ اگر ساربان اونٹوں پر نگاہ رکھیں تو البتہ خستگی کم ہو سکتی ہے لیکن اے بیٹی زینبؑ کیا کرے لیکن جناب سکینہ آپ کو بہت پیاری تھیں، حضرت زینبؑ نے ساربانوں سے خطاب فرمایا۔

ان جدنا طٰہٰ وفاطمۃ امھا

وعلی والدنا البطیق الانزاع

کہ میرے جدّ ماجد حضرت پیغمبرؐ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کہ جن کو خداوند عالم نے قرآن میں طٰہٰ کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ میری ماں فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں۔ اور میرے پدر عالیقدر علی مرتضیٰ ہیں اور تم نے ہماری یہ حالت بنائی ہے کہ لوگ ترک و دیلم کی کنیزیں سمجھتے ہیں۔ واما علی بن الحسین السید العلیل مع الصدر العلیل ودمہ یسیل علی ابن الحسین۔ یعنی امام زین العابدین بیمار و ناتوان ہیں وامصیبتاہ ان کے پائے مبارک اونٹ کے شکم کے نیچے باندھ دیتے ہیں۔ آپ کی رانوں کے زخموں سے خون ٹپکتا ہے۔ صحرا کی گرم ہوائیں۔ طوق و زنجیر نے اور بھی نڈھال کر دیا ہے۔ وارد ہوا ہے کہ حضرت سجادؑ سے کسی نے سوال کیا کہ

آپ پر سخت ترین مصائب کس جگہ پڑے اور وہ کون سے مصائب تھے تو بیمار کربلا نے سوزِ دل سے تین مرتبہ کہا۔ الشّام الشّام الشّام، سر ننگے میرا کبنہ تھا اور گرد و خاص تھے لوگ بیبیوؤں کے نام لے کر ہنستے تھے۔ پھر سائل نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کو کس طرح شام لے گئے۔ تو بروایتے حضرت امام جعفر علیہ السّلام کہ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار محمد باقر علیہ السّلام نے اس طرح بیان کہ میرے والد ماجد نے فرمایا کہ ۔حملنی علی بعیر نطلع بغیر وطاء و راس الحسین علی علم و نسوتنا خلفی علی بغال فاکف والفارطۃ خلفنا وحولنا بالرماح ان دمعت من عین احد قرع راسہ بالرمح حتیٰ اذا ادخلنا الی دمشق ۔ مصائب اہلبیتؑ طاہرین ہیں یہ ایک عجیب مصیبت ہے امام زین العابدین علیہ السّلام واحمدہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے ایک لاغر اونٹ پر سوار کیا تھا نہ اس پہ محمل تھی نہ ہودج ۔ برہنہ تھا۔ اور ہمارے الحرم کو بھی زادیوں ۔ فاطمہؑ کی بیٹیوں اور بچوں اور ناموس امام حسینؑ کو خچروں پر سوار کیا تھا۔ یہ سب میرے اونٹ کے عقب میں تھے ۔ امام زین العابدین علیہ السّلام کے اس ارشاد گرامی میں ایک لفظ والفارطہ ہے ۔ اس سے مراد ہے کہ وہ لوگ کہ جو یزید کی طرف سے پاسبان مقرر کئے گئے تھے اور یزید ملعون کے ہوا خواہ تھے وہ سب کے سب ہم ظلم و ستم کرتے ہیں ایک دوسرے پر سبقت کر رہے تھے ۔ ہم اس حالت میں دمشق پہنچے ۔

مقتل جو ابی مخنف کی طرف منسوب ہے اس کے ایک نسخہ میں ہے کہ لشکر ابن زیاد ملعون بعلبک میں رات بسر کی تو وہ سب کے سب نشۂ شراب میں مخمور تھے اور پھر وہاں سے کوچ کر کے عصر کے ہنگام تک صومعہ راہب

پہنچے ۔

واقعہ صومعہ راہب

جب لشکر ابن زیاد ملعون نزدیک صومعہ راہب پہنچا تو اس جگہ پڑاؤ ڈالا سرہائے شہداء صومعہ سے ایک طرف رکھے اور دوسری طرف اسیرانِ اہلبیتؑ طاہرین کو جگہ دی ۔ اور خود لشکر والے عشرت و سرور میں مشغول ہو گئے ۔ اور اہلبیتؑ اظہار گریہ و زاری کرنے لگے ۔

حضرت امام حسین علیہ السّلام کی یتیم بیٹیاں کبھی گریہ و زاری کرتیں اور کبھی پدر بزرگوار کی لاش کو دفن کرنے کی بابت خیال کرتیں مگر مجبور تھیں کس طرح دفن کرتیں کتاب مقتل میں ہے فلما عسعس اللیل سمع الراھب دویاکدوی الرعد وتسبیحا وتقدیسا ۔ یعنی جب تاریکی شب زیادہ ہوگی تو راہب نے تسبیح و تقدیس کی آواز سنی ۔ اور وہ آواز کڑک دار تھی پھر ایک نور پیدا ہوا کہ اس سے عالم منوّر ہو گیا اور اس کا پرتو صومعہ پر پڑا اور صومعہ میں نور پھیل گیا ۔ فاطلع الراھب راسہ من الصومعۃ یعنی کہ راہب نے اپنا سر صومعہ سے باہر نکالا ۔ دیکھا کہ جس نیزہ پر سر بریدہ بلند ہے اس سر سے نور ظاہر ہو رہا ہے ۔ قد لحق النور بعنان السّماء اس سر مطہر کا نور مثل عمود نور آسمان تک بلند ہے راہب نے دیکھا کہ آسمان کے دروازہ کھلا ہوا ہے اور بیشمار فرشتے اس دروازہ سے زمین پر نیزہ کے نزدیک نازل ہو رہے ہیں ۔ اور سر مطہر کو مخاطب کر کے سلام کرتے ہیں السلام علیک یا بن رسول اللہ السلام علیک یا اباعبداللہ راہب نے جب یہ شان دیکھی تو اُسے یقین ہو گیا کہ یہ سر مطہر بادشاہ دین و دنیا کا ہے ۔ اپنے صومعہ سے باہر آیا ۔ لشکر کے اور لوگوں سے دریافت کیا من زعیم القوم ۔

کہ تمہارا بزرگ کون ہے۔ لشکریوں نے بتلایا کہ خولی بن یزید ملعون راہب نے خولی بن یزید سے دریافت کیا کہ سر کس بزرگ کا ہے۔ اس نے کہا یہ حسینؑ بن علیؑ کا سر ہے اور رسولؐ خدا کا نواسہ ہے۔ اس کی ماں فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ ہے۔ راہب نے کہا تبا لکم ولما جئتم فی طاعۃ۔ وای ہو تم پر کہ تم نے اپنے پیغمبرؐ کے نواسہ کو قتل کر دیا۔ اور پھر بھی تم اطاعت رسولؐ خدا کے مدعی ہو۔ راہب نے کہا کہ ہمارے علماء نے خبر دی ہے کہ جب مسلمان اپنے نبیؐ کے نواسہ کو قتل کریں گے تو آسمان سے خون برسے گا۔ میں نے روز عاشورا محرّم آسمان سے خون کے قطرے گرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ یہ وہی رسولؐ خدا کا سر ہے۔ اب میں تم سے ایک درخواست کرتا ہوں کہ ایک ساعت کے لیے یہ سر مبارک مجھے دیدو۔ اور وقت کوچ مجھ سے واپس لے لینا۔ خولی ملعون نے سر دینے سے انکار کیا اور کہا کہ اس سر کو یزید بن معاویہ کو پیش کرنا ہے۔ تاکہ ہمیں اکرام و انعام ملے۔ راہب نے کہا یزید جسقدر درہم و دینار دے گا اسیقدر جائزہ میں دینے کو تیار ہوں۔ چنانچہ خولی راضی ہو گیا اور راہب نے حسب خواہش خولی درہم و دینار حاضر کئے۔ سر مطہر نیزہ سے اتار کر راہب کو دیا۔ جب سر مطہر امام حسینؑ راہب کو ملا تو راہب رونے لگا اور کہا یعز و اللہ علی یا ابا عبد اللہ ان لا واسیک بنفسی اے فرزند رسولؐ خدا مجھ پر بہت گراں ہے اگر میں اپنی جان آپ پر قربان نہ کروں۔ میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ مجھے آپ درجۂ شہادت عطا فرمائیں تاکہ میں شہیدان کربلا میں محشور ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے کلمۂ شہادت اخلاص سے ادا کیا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وان محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ وان

علیاً ولی اللہ وانک الامام۔ اس کے بعد راہب نے سر مطہر خولی کو دے دیا اور اپنی نگاہ اٹھا کر صومعہ کی طرف دیکھا۔ خولی ملعون اور اس کے ساتھیوں نے وہ درہم و دینار جو راہب نے دیئے تھے آپس میں تقسیم کئے۔ بعدہٗ دیکھا کہ وہ مٹی کے ہو گئے ہیں اور ان پر تحریر ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ یہ دیکھ کر لشکر کے لوگ حسرت میں رہ گئے مگر خولی بدنہاد نے کہا کہ اس معاملہ کو چھوڑو اس نے وہاں سے کوچ کیا اور عسقلان میں پڑاؤ ڈالا۔

منزل عسقلان اور ضریر خزاعی کا حمایت اہلبیتؑ اظہار میں خروج

علامہ مرحوم اپنی کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ ابی مخنف اور دیگر صاحبان مقاتل نے منزل عسقلان کا ذکر نہیں کیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس منزل کا تذکرہ سہواً رہ گیا ہو۔ البتہ ابن شہر آشوب کتاب مناقب میں تحریر کرتے ہیں کہ عسقلان ایک جگہ ہے کہ اس کو مشہد الرّاس کہتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سر مطہر امام حسینؑ علیہ السلام اس شہر میں لایا گیا ہے اسی وجہ سے سر مطہر کی طرف اس کو نسبت ہے اور مشہد الرّاس الحسینؑ کے نام سے موسوم ہے مناقب کے علاوہ معین الدین نے بھی کتاب روضۃ الشہداء میں مشہد الرّاس الحسینؑ کا ذکر کیا ہے اور خصوصی طور پر لکھا ہے کہ لشکر ابن زیاد نے ملعون عسقلان میں بھی منزل کی ہے۔ اور واقعۂ ضریر خزاعی کو اس شہر کے حالات میں مفصلاً اور تشریحاً لکھا ہے واقعہ عسقلان یہ ہے کہ۔

روضۃ الشہداء میں مسطور ہے کہ لشکر ابن زیاد اسیران اہلبیت طاہرین کو شہر عسقلان میں لایا ہے وعسقلان مدینہ بالشام یعنی عسقلان شام کا ایک شہر ہے وہی عروس الشام یہ شہر شام میں بہت خوبصورت حیثیت رکھتا ہے اسی لیے اس کو عروس شام کہتے ہیں۔ کما فی الصحاح و فی القاموس انہ بلد بالساحل الشام یحجۃ النصارٰی وکیف کان۔ یعنی کہ جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے کہ شہر ساحل شام پر واقع ہے اس شہر کا عامل یعقوب عسقلانی تھا اور وہ شام کے امیر لوگوں میں سے ایک تھا۔ اور یعقوب عسقلانی کربلا میں جنگ حضرت امام حسینؑ میں موجود تھا اور اپنا لشکر لے کر واپس چلا گیا تھا۔ جب اپنے شہر کے نزدیک پہنچا تو اس نے حکم دیا کہ شہر کو آراستہ کیا جائے اور اہل شہر عمدہ اور فاخرہ لباس پہنیں۔ اور خوشی و سرور کا اظہار کریں۔ اور فتح یزید کا جشن منائیں۔ چنانچہ شہر آراستہ کیا گیا اور طبل و دف بجائے گئے محافل شراب منعقد کی گئی۔ یہاں تک کہ اسیران کربلا کا داخلہ ہوا۔ اس وقت شہر عسقلان میں یزیدی ہوا خواہوں میں جشن منایا جا رہا تھا اور موالیان اہلبیتؑ طاہرین میں صدائے ماتم و نوحہ بلند ہو رہی تھی۔ اسی دوران ایک شیعہ مسافر بھی عسقلان وارد ہوا تھا۔ وہ شور و غل سن کر اپنی منزل سے باہر آیا۔ فرأی الخلائق یستبشرون ویتضاحکون ویرون فوجا فوجا لوگوں کو دیکھا کہ خوش خوش گروہ در گروہ رقص و سرود میں مشغول ہیں اور یزید پلید کی فتح کے ترانے گا رہے ہیں۔ ضریر خزاعی نے کسی سے دریافت کیا کہ شہر کو آراستہ کس لیے کیا گیا یہ خوشی کیسی ہے اس سے جواباً کہا کہ تو مسافر معلوم ہوتا ہے واقعہ یہ ہے کہ یزید کے خلاف عراق میں بغاوت ہوئی تھی اس کو شامی اور کوفی لشکر نے قتل کیا

ہے۔ ضریر خزاعی نے سوال کیا کیا وہ مسلمان تھا یا مشرک و کافر۔ اس پر ضریر کو جواب دیا کہ وہ نہ مشرک تھا نہ مسلمان بلکہ معاذاللہ باغی تھا۔ اور یزید امام مسلمین پر خروج کیا تھا اور اس کا دعویٰ تھا کہ میں یزید سے بہتر ہوں۔ یزید کا یہ دعویٰ تھا کہ میں بہتر ہوں۔ وہ یہ کہتا تھا کہ میرے نانا رسول خدا ہیں میرے بابا علی مرتضیٰ امام ھدیٰ اس میری ماں فاطمہ زہرا دختر رسول خدا ہیں۔ میرے بھائی حسن مجتبیٰ ہیں جو صلح کل ہیں۔ یزیدی فوج نے معاذاللہ اس باغی کو قتل کیا ہے اور ابن زیاد کا لشکر شہیدوں کے سر اور اہلحرم کو اسیر کر کے دمشق لے جا رہے ہیں۔ ضریر خزاعی نے جب یہ سنا تو کلیجہ شق ہو گیا وامصیبتاہ۔ آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا حسینؑ قتل ہو گئے۔ اس دروازۂ دمشق کی طرف دیکھا کہ جس سے قیدیوں کا قافلہ داخل ہونے والا تھا بے پناہ اژدھام نظر آیا۔ اذا قبلت الرایات وارتفعت الاصوات وجاء بالرؤس والسبایا علی وکاف البعال و اقطاب المطایا۔ علم کھلے ہوئے آگے آگے تھے نیزوں پر سرہائے شہدائے کربلا نصب تھے۔ اور ان کے عقب میں اسیران خستہ حال۔ بال پریشان سر کھلے ہوئے نبی زادیاں اور ہجوم عام۔ اور ایک ناقۂ عریان پر سید سجاد علیہ السلام۔ اونٹ کے شکم سے قدم ہائے مبارک بندھے ہوئے گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ ضریر خزاعی آگے بڑھا اور سید سجادؑ کو سلام کیا اے آقا و مولی میرا سلام قبول فرمائیے۔ ضریر خزاعی کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور ادھر امام زین العابدین علیہ السلام گریہ فرما رہے تھے۔ آپ نے اس کو سلام جواب دیا پھر دریافت کیا کہ اے جوان تم کون ہو کہ اس بیکس و مظلوم کو سلام کر رہے ہو۔ جب کہ سب لوگ خوش ہیں اور تم رو رہے ہو۔ ضریر خزاعی نے صرف اتنا کہا کہ کاش میں مردہ ہوتا اور یہاں

نہ آقا دختران فاطمہؑ اسیر ہیں اور میں دیکھ رہا ہوں۔ میں مسافر بھی ہوں تنہا بھی ہوں امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا اے جوان میں تم سے بوے محبت محسوس کر رہا ہوں ضریر خزاعی نے عرض کیا مولا کوئی خدمت کرنے کا موقعہ رحمت فرمائیے آپ نے فرمایا کہ سرہاء شہداء پر کلاں شخص موکل ہے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ سرہاء شہداء کو اہلحرم کے اونٹوں سے دور لے جائے تاکہ تماشائی لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں اور نبی زادیوں پر نظر نہ پڑے ضریر نے عرض کیا مولا ابھی جاتا ہوں چنانچہ ضریر اس کے پاس گئے اور اس کو پچاس دینار دیئے اور کہا کہ سرہاء شہداء کو اسیروں کے اونٹوں سے دور لے جا بعدہٗ ضریر خزاعی امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کوئی اور حکم ہو تو ارشاد فرمائیں ہمارے بیمار امام علیہ السّلام نے فرمایا ضریر اگر ہو سکے تو کچھ چادریں لا دو تاکہ اہلحرم اپنا سر ڈھانپ سکیں۔ ضریر گئے اور چادریں لائے۔ سید سجادؑ کے لیے عمامہ جبہ لائے۔ اور پیش کیں کہ بازار میں شور و غل برپا ہوا۔ ضریر نے نظر کی دیکھا کہ شمر ولد الحرام نشہ شراب میں مست، سگ ناپاک کی صورت میں آرہا ہے۔ اور کہہ رہا ہے کہ خوشیاں کرو۔ بعض ناروا الفاظ بھی امام علیہ السّلام کے بارے میں کہے۔ ضریر سے ضبط نہ ہو سکا آگے بڑھے اور اس مردود کے گھوڑے کی لجام تھام کر اور کہا اے شمر نیزہ پر کس کا سر بلند ہے کیا تو حسینؑ کے نانا کا کلمہ نہیں پڑھتا۔ بدبخت تو نے آل رسولؐ کو تباہ و برباد کر دیا۔ نبی زادیوں کو اسیر کیا ہے۔ لوگ تماشا دیکھ رہے ہیں تجھے خوف خدا نہیں ہے۔ جب شمر ملعون نے ضریر کا کلام سنا اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ ضریر پر حملہ کریں۔ کوئی لوگوں نے ضریر خزاعی پر حملہ کیا۔ اور وہ بے ادب لوگ سنگ باری کرنے لگے۔

اور ادھر ضریر نے بھی حملہ کیا۔ شور و غل برپا ہوا۔ ان ملعونوں نے اسقدر سنگ باری کی کہ ضریر ان میں دب گئے۔ اور لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ شہید ہو گیا ہے۔ مگر ضریر خزاعی اسی حالت میں اٹھے اور تھوڑے سے فاصلہ پر کچھ مرسلین کے مزارات تھے اور لوگ زیارت کر رہے تھے ضریر وہاں پر پہنچے دیکھا کہ یہاں پر لوگ برہنہ سر گریبان چاک ماتم و نوحہ کر رہے ہیں۔ ضریر نے اس قوم سے پوچھا کہ کیا بات ہے کہ تم ماتم کر رہے ہو۔ لوگوں نے کہا اے جوان ہم دوستداران آل رسولؐ ہیں اگر تو بھی ان کا محب و دوست ہے تو شریک ماتم ہو ورنہ یہاں سے چلا جا۔ ضریر نے اپنا سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ میں تو دوستداران محمدؐ ہوں یہ کہہ کر سُن پر گریہ طاری ہو گیا۔ اپنے ارادہ میں مضبوطی پیدا کی اور سامان حرب خرید کیا کہ خروج کریں۔ صاحب روضۃ الشہداء نے اس کے بعد کے حالات علیحدہ منضبط کئے ہیں اگر ضریر خزاعی نے خروج کیا ہو گا تو اسیران کربلا کے کوچ کرنے کے بعد تاکہ حرمت و تقدیس اہلبیتؑ اطہار دشمنوں کے ہاتھوں ضائع نہ ہو۔ العلم عنداللہ۔

یزید ملعون کو اسیران کربلا کے شام پہنچنے کی قبل از داخلہ دمشق خبر ملنا

علامہ مرحوم کتاب الرّیاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ فلما قرب خیل الکوفان من الدمشق بعد طی المراحل نزلوا منزلا الی دمشق اربعۃ فراسخ۔ جب کوفہ و شام کا لشکر سر امام حسین علیہ السّلام کو لے کر اور اہلحرم کو اسیر کر کے دمشق آرہا

تھا تو ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ پر تھا کہ ورود اہلبیتؑ اطہار کی خبر یزید کو پہنچ چکی تھی مگر پھر بھی لشکر ابن زیاد کے امیر نے یزید کو نامہ تحریر کیا اور سر ہائے شہداء کے پہنچنے کی خبر تحریر کی۔ کتاب منتخب میں ہے کہ لشکر ابن زیاد کا قاصد یزید کے پاس پہنچا تو اس وقت یزید کے سر نجس پر رومال بندھا ہوا تھا اور وہ گرم پانی کے ایک طشت (یعنی ٹب) میں بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ اعصابی درد میں مبتلا تھا اور طبیب نے گرم پانی میں بیٹھنے کی اس کو ہدایت کی تھی بنی امیہ کی ایک جماعت بھی اس وقت موجود تھی۔ کہ قاصد دروازہ سے داخل ہوا اور کہا کہ راس الحسینؑ سے تیری آنکھیں روشن ہوں۔ یزید بدنہاد نے کہا کہ تیری بھی آنکھیں روشن ہوں ابی مخنف کی طرف منسوب مقتل ہی ہے کہ قاصد نے باآواز بلند یہ کہا کہ تیری آنکھیں روشن ہوں یزید ملعون نے لوگوں میں یہ کہا کہ میں اس خبر سے خوشحال نہیں ہوں اور قاصد کو زندان بھیج دیا پھر یزید نے طبیب کی طرف توجہ کی اور کہا جو کچھ علاج کرتا ہے جلدی کرو۔ طبیب کے جانے کے بعد یزید ملعون نے اولاً ابن زیاد کا خط پڑھا۔ اور جو مصیبتیں سر امام حسینؑ پر پڑیں ان کا بغور مطالعہ کیا اور انگشت بدندان ہو کر کہنے لگا کہ جو کچھ ابن زیاد نے کیا ہے وہ میری اجازت سے نہیں کیا۔ اس نے خود امام حسینؑ کو قتل کیا ہے اور اہل حرم کو اسیر کیا ہے۔

حاضرین مجلس یزید نے جب نامہ پڑھا تو کہنے لگے کہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو بہتر تھا۔ هٰذا ما کسبت اید یکم ۔ حاصل کلام یہ ہے کہ ابن زیاد بدنہاد نے اس نامہ سے پہلے ہی یزید کو اطلاع دیدی تھی مگر یزید نے اس کو ظاہر نہیں کیا علاوہ ازیں جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ ابھی دمشق چار فرسخ کے فاصلہ تھا کہ یزید کے

خصوصی کارندوں نے اہلبیتؑ اطہار کے اسیر ہونے کی خبر دیدی تھی بہر حال جب یزید کو نامہ ملا تو اس نے حکم دیا کہ شہر دمشق آراستہ کیا جائے۔ قتل حسینؑ کی خوشیاں منائی جائیں۔ اور خود یزید کی تاجپوشی کی جائے چنانچہ دمشق شہر سجایا گیا۔ گلی کوچہ تماشائیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ لوگ فاخرہ لباس زیب تن کئے ہوئے تھے اور اس آرائش سے اہل دین شرمندہ ہو رہے تھے۔ دین اسلام پژمردہ ہو رہا تھا۔ شریعت رسولؐ خدا کے نقوش مٹ رہے تھے۔ قرآنی احکام پس پشت ڈال دیئے گئے تھے۔ اور یزید شاہنشاہ بنا ہوا تھا اہل شام سے حقیقت کو چھپایا جا رہا تھا۔ بہت کم لوگ ایسے تھے کہ جنہیں قتل امام حسینؑ کا علم ہو۔

اسیران اہلبیتؑ کا شام میں داخلہ اور ہجوم عام

مصنف کامل السقیفہ لکھتے ہیں کہ قریب قریب پانچ لاکھ مرد و زن تماشائی موجود تھے بیرون دروازۂ شام لوگوں کی کثرت اور محشر کا سماں پیش کر رہی تھی۔ اسی دوران اسیران کربلا اونٹوں پر سوار نمودار ہوئے۔ مخدرات کے سر برہنہ تھے بالوں پر گرد پڑی ہوئی تھی گویا چادر گرد پردہ کر رہی تھی شامی لوگوں نے شور مچایا کہ باغی و خارجی (معاذ اللہ) آ گئے۔ اس وقت اہلبیت اطہار میں رونے کی آواز بلند ہوئی۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بابا علیؑ آیئے۔ مزار سے نکلئے اور دیکھئے کہ آپ کی بیٹی زینبؑ کس طرح قیدی بنائی گئی ہے۔ اور سب سے زیادہ ظلم کی بات یہ تھی کہ شامی لوگ آل رسولؐ کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہہ رہے تھے اور ہمارے بیمار امام زین العابدین سن رہے

تھے۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔

شخصی سوال کرد ز بیمار کربلا ۔۔۔ کای مبتلاء کوفہ وای داغدار شام

جور کدام ورطہ شمار اعظیم تر ۔۔۔ آہی کشید و گفت کہ داد از جفای شام

کسی شخص نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے سوال کیا کہ اے مبتلاء بیداد کوفیاں اور اسے گرفتار مصیبت شام ۔ تم پر جو ظلم وستم ہوئے ہیں اور تمہاری شہادت عظیم تر ہے آپ نے ایک آہ سرد بھری اور فرمایا کہ جفاء شام کی داد چاہتا ہوں ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے اپنے پدر بزرگوار حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا حملنی علی بعیر وطاء وراس الحسین علی علم ونسوتنا خلفی علی بغال فا کفت یعنی کہ مجھے ایک لاغر برہنہ اونٹ پر سوار کیا تھا اور میرے بابا کا سر مطہر ایک نیزہ پر بلند تھا ۔ اور مخدّرات حرم خچّروں پر سوار کی گئی تھیں ہمارے چاروں طرف لشکر ابن زیاد کے لوگ تھے ۔ ہم اس طرح داخل دمشق ہوئے رسید کہتے ہیں کہ جب اسیران کربلا نے یہ شور وغل دیکھا تو جناب ام کلثومؑ نے شمر ملعون کو بلایا فقال علیک حاجۃ فرمایا کہ اے شمر میں تجھ سے ایک حاجت بیان کرتی ہوں شمر نے کہا بتاؤ کیا حاجت ہے آپ نے فرمایا ہمیں ایسے دروازے سے داخل کر کہ جہاں تماشائی کم ہوں ۔ اوران سرہاء شہداء کو ہم سے دور کردے تاکہ لوگ سروں کے دیکھنے میں مشغول ہوں ہم اولاد پیغمبرؐ خدا ہیں جب لوگ دیکھتے ہیں تو ہمیں بے صدمہ ہوتا ہے ۔ لیکن اس ملعون نے نہ مانا ۔ اور سرہاء شہداء اونٹوں سے جدا نہ کیے ۔ کتاب منتخب میں ہے کہ سہل بن سہل شہر زور لی روایت کرتا ہے کہ میں اپنے شہر زور سے بیت المقدس کی زیارت کی غرض سے نکلا ۔ وہ ایّام قتل امام حسینؑ تھے

جب شام پہنچا تو میں نے ایک اژدھام دیکھا ۔ شہر کو آراستہ دیکھا ۔ اور تماشائی لوگ لباس فاخرہ پہنے ہوئے تھے میں کسی سے سوال کیا کہ یہ آرائش شہر کیسی ہے ۔ مجھے بتلایا کہ (معاذ اللہ) کسی خارجی نے کہ جس کا نام حسینؑ ابن علی ہے یزید خروج کیا تھا ۔ وہ قتل ہوگیا اب اس کا سر اور اس کے اہلبیت داخل دمشق ہوئے ہیں جس کی خوشی میں شہر آراستہ ہوا ہے ۔ سہل نے جب نام حسینؑ ابن علیؑ سنا تو بے ساختہ کلمۂ استرجاع یعنی انا للہ وانا الیہ راجعون زبان مرجاری کیا اور کہا کہ قتل فرزند رسولؐ خدا پر یہ خوشی کا مظاہرہ ہے اسی اثناء میں شہداء کے سرہاء مبارک داخل دروازہ دمشق ہوئے ۔ سہل کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ سر امام حسین علیہ السّلام آگے آگے اور آپ کے سر کے ساتھ حضرت قمر بنی ہاشم عباس علمدار کا سر مبارک داخل ہوا ۔ چہروں سے جلالت و نور ظاہر ہو رہا تھا ۔ جب میں نے سر مبارک امام حسینؑ دیکھا تو طاقت وتاب صبر نہ رہی میں نے اپنے مونہہ پر طمانچہ مارے واحسیناہ کہہ کر رونے لگا ۔ اپنے گریبان کو چاک کر دیا ۔ قریب تھا کہ صدمہ سے میری روح نکل جائے ۔ میں نے عالم تصوّر میں روح پیغمبر خدا سے خطاب کیا یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں قیدی ہوکر شام آئی ہیں پھر میں نے پکارا ابن علی ابن ابی طالب ۔ کہ علی کہاں ہیں مولا مدد کو آئیے ۔ میں گریہ وزاری کرتا رہا مگر چونکہ بہت زیادہ لوگ تھے وہ میری طرف متوجہ نہ ہوئے اور سرہاء مبارکہ کے دیکھنے میں مشغول رہے اسی اثنا میں محمل جناب زینب خاتون گذرا ۔ میں آگے بڑھا اور کہا السلام علیکم یا اھل البیت محمد ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ان مخدّرہ نے جواب سلام دیا ۔ اور فرمایا اے عبد خدا تو کون ہے کہاں کا رہنے والا ہے کہ اس شہر میں تو نے ہمیں سلام کر دیا ہے میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت

میں شہر زوری کا باشندہ ہوں اور سہل میرا نام ہے اور میں خدمت حضرت رسولؐ خدا میں رہا ہوں ۔ اس وقت جناب زینبؑ نے فرمایا اے سہل دیکھتا ہے کہ اس قوم نابکار نے ہمیں کس طرح ذلیل و رسوا کیا ہے ۔ میں نے عرض کیا اے خاتون عصمت کوئی کام ہو تو فرمائیے ۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ ساربانوں سے کہہ کر سرہائے شہداء محملوں سے علیحدہ رکھیں تاکہ تماشائی لوگ سروں کے دیکھنے ہی مشغول ہوں اور ہمارا پردہ رہ جائے ۔ سہل کہتے ہیں کہ میرا ساتھی نصرانی تھا میں نے اس سے ذکر کیا اور ہم دونوں نیزہ دار کے پاس گئے اور اس سے درخواست کی کہ سر اسیروں سے علیحدہ لیجائے ۔ مگر وہ بدبخت راضی نہ ہوئے بلکہ ہمیں گالیاں دیں ۔ میرے رفیق نصرانی کی نظر امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک پر پڑی ۔ اس کے دل پر ایک خاص اثر ہوا ۔ اس نے دیکھا اور سنا کہ سر مطہر امام مظلوم نے اس آیت کی تلاوت کی و لا تحسبن الله غافلا عما یعمل الظالمون توفیق ایزدی اس کے شامل ہوئی وهو متقلد سیفا و شد علی القوم ایک تلوار خونفشاں اس کی کمر سے بندھی ہوئی تھی ۔ چونکہ وہ مظلومیٔ اسیران کربلا دیکھ چکا تھا اور سر مبارک کا تلاوت قرآن کرنا دیکھ چکا تھا ۔ اس نے باآواز بلند کلمہ شہادت اپنی زبان پر جاری کیا کہ اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمداً رسول الله کہہ کر مشرف باسلام ہوا ثم انتضی سیفه و شد علی القوم ۔ تلوار نیام سے نکالی اور شامیوں پر حملہ کر دیا ۔ اور ایک جماعت کو زخمی کیا اور کچھ لوگ واصل جہنم گئے ۔ اس وقت ایک بڑا ہجوم اس پر آ پڑا ۔ اور نصرانی تازہ محب آل رسولؐ زخمی ہو کر زمین پر گرا ۔ اور اس کا سر اونٹوں کے پیروں تلے کچل گیا ۔ اور روح جنت کو پرواز کر گئی ۔ ام کلثوم نے کسی دریافت

کیا کہ کیا ماجرا ہے جواب ملا کہ ایک نصرانی سر سید الشہداء دیکھ کر متاثر ہوا وہ مشرف باسلام ہوا اور اسیروں کی حمایت میں جہاد کیا اور اونٹوں کے پیروں تلے آکر شہید ہو گیا ۔ اس وقت جناب ام کلثومؑ نے فرمایا اے بے حیا قوم نصرانی تو حرمت اولاد رسولؐ خدا کرے اور تم تماشہ بنا رہے ہو ۔

علامہ مجلسیؒ بحار میں یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ سہل نے کسی سے سوال کیا کہ اسیران کربلا کس دروازے سے داخل ہوگئے ۔ کسی نے کہا کہ باب الساعات سے داخل ہوں گے ۔ مرحوم علامہ کتاب ریاض الاحزان میں فرماتے ہیں کہ شام میں اس نام کا دروازہ نہیں ہے بلکہ اس دروازہ کا نام در دار الامارۃ ہے چونکہ اس دروازہ پر اہلبیتؑ طاہرینؑ تین گھنٹہ کھڑے رہے ہیں پس یہ دروازہ باب الساعات مشہور ہو گیا ۔ بلکہ باب جیرون، باب خیزران سے گزرنے کی خبر بھی پائی جاتی ہے ۔ مقتل ابی مخنف میں باب الجابیہ کا نام آتا ہے کتاب تبر مذاب میں زہری سے منقول ہے کہا کہ جب اسیران اہلبیتؑ اطہار اور سرہائے شہداء داخل دروازہ ہوئے تو یزید ملعون دروازۂ جیرون پر بیٹھا ہوا تماشائے اہلبیتؑ دیکھ رہا تھا اس وقت ایک زاغ (کوّا) نے بلند آواز میں شور مچایا جسے یزید پلید نے فال بد تصوّر کیا ۔ اور پھر یزید نے اس مضمون پر مبنی اشعار انشاء کئے کہ اے غراب (زاغ، کوّا) کیا فریاد کر رہا ہے کیا شور مچا رہا ہے ۔ اور کس لیے تو اڑتا ہوا آیا ہے میں نے اپنا کام خود بنایا ہے یعنی حسینؑ فرزند رسولؐ خدا کو قتل کرایا ہے ۔ اور اس نے اس طرح اپنے دل سے اس غصہ کو دور رکھا ہے کہ محمدؐ عربی نے میرے اجداد کے سر کاٹے ہیں ۔ گویا محمدؐ کا قرضہ میرے ذمہ تھا کہ اُسے ادا کروں اور اس کی اولاد کے سر قطع کروں دین وہ قرضہ

ہے کہ جس کے ادائیگی کے لیے وقت مقرر ہو) یعنی کہ یزید وقت کا منتظر تھا کہ وہ تخت خلافت پر بیٹھے اور آل رسولؐ کو تباہ و برباد کرے۔

اشعار عربی یہ ہیں ؎

لما بدت تلك الرؤس واشرقت تلك الشموس علی ربی جیرون
نعب الغراب فقلت صح ام لا تصح فلقد قضیت من النبی دیون

اہل ولا کے لیے یہ اشعار مرثیہ ہیں جسے جناب اُمّ کلثومؑ نے پڑھا اور علامہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے۔

تھدی سبایا کربلا الی الشام و البلاء
قد انتعلن بالدما لیس لھن فاعل
الی یزید الطاغیۃ معدن کل و ابیتہ

شام میں ورود اہلبیتؑ اطہار اور صدر دروازہ مسجد پر حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا ایک شامی بزرگ کے ساتھ احتجاج

شیخ مفید علیہ الرحمۃ اور ابن نما فرماتے ہیں کہ جب اسیران اہلبیتؑ قریب دمشق پہنچے عبداللہ ربیع حمیری کہتا ہے کہ میں یزید کے پاس موجود تھا کہ زحر بن قیس ملعون قصر یزید کے دروازے سے داخل ہوا اُس نے دریافت کیا اے عبداللہ بن ربیع ما ورائك وما عندك تیرے نزدیک کیا خبر ہے یعنی کوئی خبر ہو

تو بیان کر۔ اس ملعون نے کہا کہ اے یزید تجھے حسینؑ پر فتح و کامرانی مبارک ہو کر حسینؑ نے اٹھارہ جوانان ہاشمی اور ساٹھ اصحاب و انصار ہمارے مقابل ہوئے اور سب کے سب قتل ہو گئے۔ اور ان کے سرہائے بریدہ ہم یہاں لائے ہیں اور ان کے لاشے بے گور و کفن۔ خون میں غلطان ریگ کربلا پر پڑے ہیں۔ دن کی دھوپ لاشوں پر پڑتی ہے اور صحرا کی گرد ان کا کفن بنی ہوتی ہے۔ اور اسیران کربلا و سرہائے شہداء تین دن سے یہاں سے چار فرسخ کے فاصلہ پر ٹھہرے رہے اور روز چہار شنبہ۔ پندرہ ربیع الاوّل کہ مدّت دو ماہ چھ روز ہوتی ہے کہ حسین علیہ السّلام شہید ہوئے تھے۔ اب وہ وارد شہر ہوئے ہیں کتاب کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ تین دن شہر شام آراستہ کیا گیا باین وجہ داخلہ اہلبیتؑ میں تاخیر ہوئی۔ اور جب دربار یزید میں تمام درباری، اموی، علماء نصاریٰ جمع ہو گئے تو جیسا کہ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ سرہائے شہداء کربلا باب جیران سے داخل کئے گئے۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی ان لوگوں میں موجود تھا کہ جو وہاں پر جمع تھے میں نے دیکھا کہ ۹۹ علم دروازے سے شہر میں وارد ہوئے جن پر شہداء کے سرہائے مبارکہ تھے اور ان کے عقب میں اسیران کربلا تھے اور سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام ایک طویل۔ یعنی کہ میں ہی طویل نیزہ والا ہوں کہ جس پر سر امام حسینؑ ہے۔ اس وقت حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا کہ اے دشمن خدا تو اس پر فخر کرتا ہے حسینؑ کہ جن کا سر تو بلند کر رہا ہے وہ ہیں کہ جبرئیل نے ان کا گہوارہ جھلایا ہے۔ اور میکائیل لوریاں دیا کرتے تھے حسینؑ کا نام قائمہ عرش پر کندہ ہے۔ حسینؑ کے نانا رسولؐ خدا ہیں اور ماں فاطمہؑ زہرا بنت رسولؐ خدا ہیں سر امام حسینؑ کے بعد حضرت علی اکبرؑ کا سر مبارک تھا۔ پھر سر حضرت عباس علمدار

تھا اور آپ کا سر جس نیزہ پر نصب تھا اس کو قشعم جعفی ملعون اٹھائے ہوئے تھا۔ اس کے ساتھ سر عون تھا۔ نیزہ دار سنان بن انس نخعی تھا اور اصحاب و یاور و انصار کے سرہائے بریدہ میں آگے آگے نیزہ پر حضرت حُر بن یزید ریاحی کا سر تھا۔ اور اس کا نیزہ اٹھانے والا شمر ولد الحرام تھا اور ابن زیاد بدکردار نے جناب حُر شہید کے کان میں ایک رقعہ لٹکایا تھا اور اس رقعہ میں جناب حُرؑ کا انشاء کیا ہوا قصیدہ تھا جس میں حُر نے بنی امیہ، یزید بن معاویہ اور ابن زیاد کی قدح و برائی نظم کی تھی اور مدح حضرت خامس آل عبا فرزند رسول خدا حضرت امام حسینؑ علیہ السلام نمایاں طور پر تھی۔ یہ رقعہ اس لیے تھا کہ یزید اس کو دیکھے تو آل رسولؐ کے خلاف جذبۂ عداوت اور زیادہ پیدا ہو سہل کہتا ہے کہ سرہا شہداء کے بعد اسیران کربلا تھے اور ان میں آگے آگے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام تھے اور اہلبیت اطہار فریاد کر رہے تھے وابتاہ وامحمداہ واعلیاہ واحسناہ واحسیناہ واعباساہ وحمزتاہ ناگاہ میں نے دیکھا کہ ایک بی بی نے مجھے اور سے پکارا میں ان کے اونٹ کے نزدیک پہنچا دریافت کیا اے مخدرہ کس لیے آواز دی ہے۔ اس مخدرہ نے دریافت کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ میں سہل بن سعد شہرزوری ہوں۔ میں آپ کے گھرانے کا غلام ہوں آپ کے گھرانے کا دوستدار ہوں۔ کوئی فرمائش تو کیجئے اُس نے امام زین العابدین کی طرف اشارہ کیا سہل حضرت سید سجاد کی خدمت میں آیا مولیٰ میں آپ کے گھرانے کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔ دوستدار ہوں کچھ حکم ہو تو فرمائیے آپ نے فرمایا اے سہل کچھ درہم رکھتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ مولیٰ ہزار درہم میرے پاس ہیں اس پر سید سجاد نے اس سے کہا کہ یہ درہم اس نیزہ والے کو دو اور اس سے کہو کہ سر بریدہ کو اہلحرم سے دور

لے جائے تاکہ وارثان عصمت پر ان لوگوں کی نظریں نہ پڑیں۔ سہل گیا اور درہم دیئے۔ اور واپس آ کر خدمت امام علیہ السلام فرمائش کے پورا ہونے کی خبر دی۔ سید سجادؑ نے یہ مرثیہ کہا۔

اقاد ذلیلا فی دمشق کاننی — من الزنج عبد غاب عنہ نصیرہ

وجدی رسول اللہ فی کل — وشیخی امیر المؤمنین وزیرہ

فیا لیت امی لم تلدنی ولم اکن — یرانی یزید لعنہ فی البلاد اسیرہ

ماحصل ان کلمات کا یہ ہے کاش میں زندہ نہ ہوتا اور یزید پلید کا موہنہ نہ دیکھا۔ اور مجھ کو وہ قیدی کی صورت میں نہ دیکھتا۔ ہمیں اس طرح قیدی بنایا گیا ہے جیسے ترک و دیلم کے اسیر ہوں میرے جدامجد حضرت رسولؐ خدا ہیں میرے دادا علی مرتضیٰ ہیں جو رسولؐ خدا کے وزیر اور خلیفہ ہیں شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کتاب اللعالی میں فرماتے ہیں کہ ایک گروہ کہ جو اسیران آل محمدؐ کے ساتھ کوفہ سے شام آیا تھا روایت کرتا ہے کہ جیسے ہی ہم وارد شام ہوئے وقت ظہر تھا۔ اہلبیتؑ رسولؐ اور ذریت فاطمہؑ زہرا برہنہ سر و چہرہ (صرف بالوں سے موہنہ چھپا ہوا تھا) تھے اور تماشائی بے حیا لوگ اپنے رسول کی اولاد کا تماشا دیکھ رہے تھے۔ اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ ما راینا سبایا احسن من ہؤلاء۔ کہ قیدی تو اس شہر میں بہت دیکھنے میں آئے ہیں لیکن ان اسیروں کی طرح بزرگ و پاکیزہ قیدی اب تک نہیں دیکھے ہم نے ان مخدرہ سے دریافت کیا۔ من انتم کہ تم کس سلسلہ سے ہو۔ سکینہ بنت الحسینؑ نے فرمایا کہ اے شخص نحن اساری من آل محمدؐ کہ ہم اہلبیت محمدؐ ہیں جو قیدی بنائے گئے ہیں اسی اثنا میں قیدی مسجد میں داخل ہوئے۔ یہاں پر تماشائیوں کی کثرت تھی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر نہوڑائے

ہوئے طوق پہنے ہوئے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں پہنے ہوئے تھے کہ آپ کے اونٹ کے نزدیک کہ شامی سن رسیدہ شخص آیا اور باآواز بلند کہا۔ الحمد للہ الذی قتلکم و اھلککم و قطع قرن الفتنہ ۔ کہ شکر خدا ہے کہ تم کو قتل و ہلاک کیا اور شاخ فتنہ کاٹ دی۔ اور اس نے جو چاہا سخت و سُست اور ناروا الفاظ کہے۔ جب وہ خموش ہوا تو حضرت سید سجادؑ اس کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا اے شیخ کہا تو نے قرآن پڑھا ہے اس نے کہا کہ کیوں نہ پڑھتا پھر آپ نے اس سے فرمایا کہ یہ آیت مجیدہ پڑھی ہے۔ قُل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ ۔ کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے حبیب کہدو کہ میں تم سے کوئی اجر رسالت نہیں مانگتا۔ سوائے اس کے کہ قرابتداروں کی مودّت کا طالب ہوں۔ اس پیر نے کہا ہاں یہ آیت پڑھی ہے پھر آپ نے فرمایا کہ وآت ذا القربیٰ حقہ پڑھی اس نے کہا کہ ہاں ضرور پڑھی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا یہ آیت کہ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للہ خمسہ وللرسول ولذی القربیٰ ۔ پڑھی ہے وہ کہنے لگا کہ یہ آیت بھی پڑھی ہے پھر امام علیہ السّلام نے فرمایا کہ یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔ پڑھی ہے اس نے اقرار کیا کہ ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے اس شیخ نے پوچھا کہ تمہارا ان آیات سے کیا رابطہ و تعلق ہے یہ تو تمام آیات اولادِ عترت رسولِ خدا سے متعلق ہیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ ہم عترت رسولِ خدا ہیں ہم اولاد فاطمہؑ ہیں ہم علیؑ کے فرزند ہیں۔ اور یہ فرما کر سید سجاد رونے لگے جب اس پیر بزرگ نے یہ سنا تو کہنے لگا آہ یہ تو آلِ رسول ہیں کہ جن کو شامیوں نے قیدی بنایا ہوا ہے۔ آلِ رسولؐ کجا اور اسیری کجا۔ صاحبان تطہیر کجا اور دربار شام کجا۔ اس

شخص نے اپنا سر اٹھایا سید سجادؑ کو دیکھا اور کہا باللہ انتم ھم کیا بخدا تم خانوادۂ رسالت سے ہو۔ آپ نے فرمایا باللہ نحن ھم کہ خدا کی قسم ہم وہی ہیں کہ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی ہیں۔ اس نے عرض کیا خدارا مجھے معاف فرمائیں مجھے آپ کی معرفت نہیں تھی العفو العفو اور پھر قبلہ رو کھڑے ہو کر کہا بارالہا میں توبہ کرتا ہوں میں یزید اور دشمنانِ آل سے بیزاری اختیار کرتا ہوں۔ اور آلِ محمدؐ سے تولّی رکھتا ہوں اس نے عمامہ زمین پر پھینک دیا اور کہا آہ حسین ابن علیؑ شہید ہو گئے اور آلِ رسول اسیر ہو گئے۔ پھر اس نے بیمار امام سے عرض کیا۔ مولیٰ میری توبہ قبول ہے یا نہیں آپ نے فرمایا اے شیخ تیری توبہ قبول ہے یہ سن کر اس نے بارگاہ خدا میں عرض کیا کہ مجھے درجہ شہادت نصیب ہو بروایت لہوف اس کی خبر یزید ملعون کو ہو گئی اور اس نے اس مرد بزرگ کو قتل کرا دیا۔ اور اس کی روح شہداء کربلا کی خدمت میں پہنچ گئی

مقدمۂ ورود اہلبیتؑ اطہار با خرابۂ شام اور شکوۂ مؤلف

جو کچھ کتب مقاتل سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار جس روز وارد خرابۂ شام ہوئے ہیں اسی روز ان کو دربار یزید میں پیش کیا گیا ہے اور ذاکرین و واعظین حضرات ایسا ہی بیان کرتے ہیں لیکن روایات کی پیروی کرنا ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے۔ کیونکہ فی زمانہ روزگار کو چمکانے کے لیے ردا، عمامہ اور عبا کا سہارا لیا جاتا ہے حالانکہ اس لباس کی زینت علم و فقہ سے عبارت

ہے رہا خواندگی مجالس کا کام سو مجالس میں اہل علم واہل نظر بھی ہوتے ہیں۔ پس حقائق اور روایت فہمی کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ بہرحال مؤلف کتاب کی دلی آرزو یہ ہے کہ واعظین وذاکرین حضرات وسعت نظر پیدا کریں اور روایات کی جانچ وپرکھ کے بعد ان کو صرف بیان قرار دیں۔ الغرض۔ بغرض محال اہلبیت النبوۃ اوّل روز شام پہنچے حالانکہ ایسا نہیں ہوا ہوگا کیونکہ شام سے چار فرسخ کے فاصلہ پر لشکر ابن زیاد نے پڑاؤ ڈالا تھا اور یزید کو خبر آمد اہلبیت ہوگئی تھی بلکہ شام میں عام طور پر خبر پھیل گئی تھی جس کی وجہ سے شام سے لے کر لشکر ابن زیاد کے پڑاؤ کی جگہ تک اژدھام تھا اور راستہ گزرنے کے لیے جگہ کا ملنا دشوار تھا چنانچہ کامل السقیفہ میں ہے اور دوسرے حضرات نے بھی لکھا ہے کہ۔ و منعہم من العبور فی المعابر والسکک من کثرۃ الخلائق وھم یبشرون یرقصون یضربون بالدفوف والمزامیر والبوقات والطبول۔ کہ تماشائی لوگوں کی وجہ سے راہ نہ ملتی تھی کہ سرہائے شہداء اور اسیروں کو شام تک پہنچائیں۔ تماشائی گروہ در گروہ رقص وسرود اور شہنائی بجانے میں مشغول تھے۔ دف بجائے جا رہے تھے۔ طبل کی آوازیں فضا میں بکھری ہوئی تھیں صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ لشکر ابن زیاد نے ہرچند چاہا کہ اہلبیتؑ کو باب الساعات سے لے جائیں یعنی اس دروازہ سے داخل شہر کریں لیکن وہ ناکام رہے۔ آخر کار اسیران کربلا اور شہداء کے سروں کو ایک دوسرے دروازہ سے کہ جس کا نام نودر تھا داخل شہر کیا۔ الشیخ صدوق فرماتے ہیں کہ وقت ظہر تھا کہ اسیروں کو جامع مسجد میں پہنچایا گیا۔ صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ بعد از زوال وقت نماز دوم اہلبیت اطہار دارالامارا کے صدر دروازہ پر کھڑے رہے ہیں اور گرد وپیش لوگوں کا اژدھام تھا۔ ابی مخنف اپنے مقتل میں

لکھتے ہیں کہ جب سرہائے شہیدان کربلا اور اسیران کربلا یزید کے دروازے پر پہنچے ہیں فاوقفوا ثلث ساعات فلاجل ذٰلک سمی بباب الساعات۔ چونکہ تین گھنٹہ تک اس دروازہ پر اسیروں کو ٹھہرنا پڑا۔ پس وہ دروازہ باب الساعات مشہور ہوگیا۔ علاوہ ازیں یہیں سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ تین گھنٹہ تک داخل دربار ہونے کا انتظار کرنا پڑا۔ لہٰذا اس روز اتنا وقت باقی نہ رہا ہوگا کہ سرہائے شہداء اور قیدی داخل دربار کئے جائیں دوسرے دربار یزید کہ جہاں وہ پلید خود بیٹھا ہوا تھا وہاں تک پہنچے ہیں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پہنچنے میں اکثر ایسے واقعات رونما ہونے کا امکان ہے کہ جس کے وجہ سے کافی وقت صرف ہوسکتا ہے پس یہی قرین عقل ہے کہ وارد شام ہونے کے دوسرے دن سرہائے شہداء اور اسیران حرم داخل دربار یزید ہوتے ہیں۔

دوسرے جناب سکینہ خاتون نے دربار میں فرمایا کہ کل شب کہ ہمیں اس درخانہ خرابہ میں جگہ دی گئی میں نے خواب دیکھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل حرم داخل دربار ہونے سے پہلے دروازۂ دارالخلافہ میں ٹھہرے اور شب بسر کی۔ اور دوسرے دن دربار میں پیش کئے گئے اور اس روز کہ جس دن شام پہنچے ہیں داخل دربار یزید نہیں ہوئے ہیں۔ علامہ مجلسیؒ بحار میں نقل کرتے ہیں ایک شخص حلبی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ جب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام مجھے کسی رفیق کے ساتھ شام لے گئے۔ جعلوہ فی بیت ان کو یعنی اسیران کربلا کو ایک خراب مکان میں ٹھہرایا۔ کہ اس کی چھت بہت بوسیدہ تھی قیدی آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہتے تھے کہ ہمیں اس جگہ اس لیے رکھا ہے کہ چھت گرے اور ہم دب کر ہلاک ہوجائیں اور جو لوگ پاسبان تھے وہ بھی ایسا

ہی کہتے تھے قطب راوندی نے بھی قریب قریب اسی مضمون کی تائید کی ہے کہ پاسبان اسیروں پر طعنہ زنی کرتے تھے کہ ان کو اس جگہ اس لیے ٹھہرایا ہے کہ سقف گرے اور یہ دب کر مر جائیں۔ غرض کہ یہاں شب کو رہنے کے بعد دوسرے دن پیش از ظہر اسیران اہلبیتؑ اطہار داخل دربار یزید پلید ہوئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ شام میں داخل ہونے کے دن۔ اسیران کربلا رسن بستہ بھی تھے اور ان کے قتل کئے جانے کا غالب گمان بھی تھا۔ مفصّل تحقیق کے لیے کتاب ریاض الاحزان ملاحظہ ہو۔

دربار یزید ملعون کا آراستہ ہونا اسیران کربلا اور سرہاء شہداء کا داخل دربار ہونا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ سرہاء شہیدان کربلا اور اسیران اہلبیت اطہار جب وارد شام ہوئے تو اُسی روز مجلس یزید میں پیش نہیں کئے گئے بلکہ ایک بوسیدہ و شکستہ مکان میں جگہ دی گئی اور شب گزارنے کے بعد دن میں قبل از ظہر داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ یزید کے دربار دوسرے ممالک کے سفراء، شام کے امراء و رؤساء اور ارکین سلطنت خون آشام موجود تھے۔ اور خود یزید پلید زرق برق لباس شاہانہ پہنے ہوئے تخت خلافت پر بیٹھا تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ شایان کسریٰ کا دربار ہے کہ جس کا اسلام سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے۔ یزید نے دوسرے لوگوں کو بھی بار اِذن حاضر دربار ہونے کا حکم دیا تھا دربار میں کھلے بندوں شراب چل رہی تھی۔ اور اسیران کربلا۔ رسن بستہ حاضر دربار تھے اور سید سجادؑ طوق و سلاسل پہنے ہوئے

تھے۔ سر و پا برہنہ تھے۔ آل رسولؐ بھرے دربار میں قیدی بنے ہوئے تھے اور عورات آل ابوسفیان پس پردہ بیٹھی تھیں۔ واحسرتاہ جن کی شان میں آیۂ تطہیر نازل ہو وہ بے پردہ دربار میں بلائی جائیں۔ ابن زیاد بدنہاد نے اعلان کیا تھا کہ جس کا دل چاہے اسیروں کا تماشہ دیکھنے آئے۔ وامصیبتاہ کہ نبی زادیاں اور امام زین العابدین شرابی کے دربار میں۔ سید سجادؑ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسن بستہ کیا تھا۔ دربار میں جب آل رسولؐ کو تازیانوں کا نشانہ بنایا تو حضرت علیا زینبؑ بیکس نے سوز دل سے اپنے بابا علی مرتضیٰ سے فریاد کی ؎

یکی بتازیانہ ہمی زد بعابدؑ بیمار
رخ سکینہ ز سیلی یکی کبود نمود

یعنی تازیانہ سید سجادؑ کو اور سکینہؑ خاتون کو طمانچے مارے گئے۔ واحسرتا حسینؑ کی لاڈلی بیٹی سکینہؑ کجا اور طمانچہ کجا۔ سید سجادؑ امام زمانہ کجا اور تازیانہ کجا۔ دربار میں سرہاء شہداء اسیروں کے سامنے تھے اور بیبیوں کو اپنے اپنے عزیز یاد آ رہے تھے کوئی بی بی علی اکبر رو رہی تھی۔ کوئی بی بی حضرت عباسؑ کو یاد کر رہی تھی کوئی بی بی قاسمؑ کی لاش پائمال سم اسپان کا تصور کئے رو رہی تھی اور زینبؑ خاتون کی نگاہوں کے سامنے سر بریدہ حسینؑ مظلوم تھا۔ سہل کہتا ہے کہ جب اسیران اہلبیتؑ دارالامارہ کے صدر دروازہ پر تھے اس وقت پانچ عورتیں یزید کے محل کے غرفہ (دریچہ) میں بیٹھی ہوئی دیکھ رہی تھیں ان عورتوں میں ایک بڑھیا عورت بھی تھی جو نہایت گندیدہ صورت اور اٹھتر سالہ تھی اس ملعون نے غرفہ سے سر امام حسینؑ پر پتھر مارا۔ واحسرتاہ پتھر امام مظلوم کے دندان مبارک پر لگا۔ سہل کہتے ہیں کہ یہ مصیبت دیکھ کر حضرت امام زین العابدینؑ بے چین ہو گئے۔ آسمان کی طرف دیکھا

اور بارگاہ ایزدی میں عرض کیا۔ اللّٰھم عجل فی عزابھا واھلک من معھا خداوندا تو اس صیغۂ ملعونہ کو اور اس کی ساتھی عورتوں کو ہلاک کر دے۔ سہل کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ابھی کلام سید سجادؑ تمام نہ ہوا تھا کہ غرفہ کی ساری عمارت منہدم ہو گئی یعنی گر پڑی اور وہ سب عورتیں واصل جہنم ہو گئیں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب اسیرانِ اہلبیتؑ اطہار داخل دربار مجلس یزید ہوئے میں تو صدائے تکبیر بلند کی۔ اور تمام درباریوں نے بھی صدائے تکبیر بلند کی۔ اور یزید نے صدائے تکبیر سنی تو دریافت کیا کہ کیا بات ہے یہ صدائے تکبیر کیسی ہے۔ بتایا گیا کہ اسیران اہلبیتؑ داخل دربار ہوئے میں یہ سن کر وہ بدنہاد خوش ہوا اور ہنسنے لگا۔ اور کہا چہ خوب کیا میں نے آل ہاشم سے انتقام لیا ہے۔ شیخ فخرالدین اپنی کتاب منتخب میں فرماتے ہیں۔ وَبَیَّنَا ھُمۡ کذٰلک اذا خرج مروان الحکم فلما نظر الی الحسین علیہ السلام الی اعطافہ جدلا طربا اس وقت کہ حضرت خامس آل عبا امام حسینؑ کا سر بریدہ دارالامارہ کے دروازہ پر لٹکا ہوا تھا ناگاہ مروان بن الحکم ملعون آگیا۔ اس کی نگاہ سر امام حسینؑ پر پڑی۔ اس بدبخت نے اظہار خوشی و مسرت کیا۔ اور رقص کرنے لگا۔ نار وا الفاظ زبان نجس پر جاری کئے۔ اس وقت اس کا بھائی عبدالرحمٰن بھی آگیا اس کی نظر سر بریدۂ امام حسین علیہ السّلام پر پڑی تو اس نے ہائے ہائے کہہ کر لوگوں کی طرف دیکھا اور بآواز گریہ کہا اما انتم فقد حجبتم عن جد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ۔ اے ظالمو تم روز محشر کیا رسولؐ خدا کو نہیں دیکھو گے اور آنحضرتؐ تمہارا گریبان پکڑ کر فرمائیں گے اور تم سے مخاصمہ فرمائیں گے۔ اور پھر کہا باللہ لا جامعکم ابداً۔ کہ میں اب ہمیشہ کے لیے تم سے جدا ہوتا ہوں اور میں تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا۔ اور یزید پلید کی صورت نہیں دیکھنا

پسند کروں گا۔ اس کے بعد اس نے سر بریدۂ امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا اے آقا مجھ پر سخت گراں ہے کہ میں آپ کے سر بریدۂ کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ یزید و ابن زیاد ملعون خوش ہو رہے ہیں اور آل رسولؐ کی بے حرمتی کی جا رہی ہے الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

قصر یزید کا آراستہ ہونا اور سرہائے شہداء کی طلبی

جناب علاّمہ کتاب الریاض میں فرماتے ہیں کہ جب مجلس یزید ملعون آراستہ ہو گئی اور ارکان دولت اور سفرائے غیر ممالک، شعراء سب دربار میں اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے اور خود یزید ملعون حامل نقص و ہر عیب بنام خلیفۃ المسلمین دربار پسندیدہ میں آگیا۔ محفل طرب آراستہ ہوئی اس وقت اس نے حکم دیا کہ سرہائے شہداء اور اسیران اہلبیتؑ کو دربار میں لایا جائے۔ چنانچہ اسیران اہلبیتؑ اس طرح دربار میں لائے گئے کہ آگے آگے شہیدوں کے سر تھے اور عقب میں اسیران اہلبیتؑ تھے ان کے آگے آگے امام زین العابدینؑ برہنہ سر گلے میں طوق۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں زنجیر تھی۔ کہتے ہیں کہ دارالامارہ کے صدر دروازے سے لے کر یزید کی مجلس تک سات دروازہ بنائے گئے تھے۔ اور ہر ایک دروازہ پر سات سو غلام پاسبانی کر رہے تھے۔ علاّمہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ ہر ایک دروازے سے اسیران اہلبیتؑ گزرے اور ہر ایک دروازہ پر اسیروں کو تازیانے برداشت کرنا پڑے۔ جب زینب خاتون ساتویں دروازے پر پہنچیں تو آپ زمین پر بیٹھ گئیں حضرت سید سجادؑ نے فرمایا کہ اے پھوپھی جان۔ یہ بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ اے سجادؑ اب زیادہ چلنے کی طاقت نہیں رہی ہے۔ چونکہ واقعات دربار یزید کثیر ہیں

بنابریں چند مجلسوں میں ان واقعات کو تقسیم کر دیا ہے۔ ان میں سے پہلے ہم سر امام حسین علیہ السّلام کے متعلق تحریر کرتے ہیں کامل السّقیفہ میں مسطور ہے کہ یزید ملعون نے سرہائے شہداء طلب کیے۔ ناگاہ بھرے ہوئے دربار میں جہاں آل رسول بھی بیٹھے ہوئے نیزوں پر سرہائے شہداء لائے گئے۔ اور ان کو نیزوں سے اتار کر چاندی کے طشت میں رکھا گیا۔ اور سر بریدۂ حضرت امام حسینؑ طشت طلاء میں رکھ کر یزید کو پیش کیا گیا۔ اور بعض دوسرے طشت میں اعزاء امام حسینؑ کے سرہائے مطہر رکھے گئے۔ بروایتے ابی مخنف۔ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت موجود تھا جب امام مظلوم کا سر پاک نیزہ سے اتارا گیا۔ اوّل سر مبارک کو خوب دھویا گیا۔ ریش اقدس میں شانہ کیا گیا اور بعدہٗ یزید کے سامنے پیش کیا گیا۔ قال الدمیری فی حیوٰۃ الحیوان ودخل امراء العراق علی یزید بن معاویۃ معھم رأس الحسین فوضعوہ بین یدی یزید۔ دمیری کہتا ہے کہ امراء عراق یعنی عمر بن سعد ملعون، شمر بن ذی الجوشن اور عمر بن الحجاج، خولی بن یزید، زجر بن قیس، بشیر بن مالک، محضرۃ بن ثعلبہ و ابابردہ بن عوف ازدی، طارق بن ابی ظبیان، و شیث بن ربعی وغیرہم جب دربار یزید میں پہنچے اولاً یزید کو سلام کیا۔ اور پھر سر امام حسینؑ نذر کیا۔ اسی طرح دوسرے شہداء کے سر بہ ترتیب کوفہ کے دوسرے بعض نامور لوگوں نے پیش کیے یہ واضح رہے ان کی ناموری کا معیار دشمنی اہلبیتؑ تھی۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ متکلم زجر بن قیس کو مقرر کیا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ شمر ولد الحرام مذکورہ گروہ کی طرف سے متکلم تھا۔ لیکن حق یہ ہے کہ زجر ملعون نے کلام شروع کیا ہے۔ شیخ طبرسیؒ اور صاحب کامل السّقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون نے ہر ایک سر کے متعلق علیحدہ علیحدہ دریافت کیا ہے کہ یہ سر کس کا ہے اور یہ سر کس کا ہے۔ زجر ملعون بتلاتا

رہا۔ پھر یزید نے سر مطہر امام حسینؑ کی طرف رخ کیا چنانچہ شیخ مفید علیہ الرحمۃ کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے سر امام حسینؑ سے خطاب کرتے ہوئے کہا ؎

تفلق ھاما من رجال اعزۃ
علینا وھم کانوا اعق واظلما

یعنی کہ اے حسینؑ تم نے عزت دار لوگوں کے سر قطع کر دیئے اور ہم پر ظلم کیا۔ مروان بن الحکم کا بھائی یحییٰ وہاں موجود تھا اسے یزید کا یہ طنز ناگوار گزرا۔ اس نے جواباً کہا۔ لھام بارض الطف ادنی قرابۃ من آل زیاد العبد ذی الحسب الرذل امیۃ امی نسلھا عدد الحصٰی و بنت رسول اللہ لیس لھا نسل ــــ یحییٰ برادر مروان بن الحکم نے کہا کہ یہ سر جو کربلا میں کاٹے گئے ابن زیاد لعین معمولی سی قرابتدار کہتے ہیں۔ بنی امیہ کو راتیں کاٹنی چاہئیں کہ ان کی اولاد بے شمار ہو لیکن دختر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ساری اولاد کربلا میں قتل ہوگئی۔ فضرب یزید لعنہ فی صدر یحیی بن الحکم وقال اسکت یزید نے یحییٰ کے سینہ پر ضرب لگائی اور کہا خموش رہ غلط نہ کہے۔ مصنف کامل السّقیفہ لکھتے ہیں کہ یحییٰ مجلس یزید ملعون سے اٹھ کر باہر آیا اور لوگوں کی نگاہوں سے غائب ہوگیا اور پھر کسی نے یحییٰ کو زندہ یا مردہ نہیں دیکھا۔

یزید کا اپنی سلطنت و خلافت پر فخر کرنا اور سر مطہر سید الشہداءؑ کے ساتھ جسارت کرنا

عن المناقب وضع رأس الحسین علی طبق من ذھب یعنی کہ سر امام حسینؑ طشت طلاء

میں رکھا تھا ایسا ہی بعض دیگر حضرات نے بھی لکھا ہے ۔ جب سر امام حسین علیہ السّلام اس ملعون کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے سر کی طرف مخاطب ہو کر کہا کیف رایت الضرب یا حسین ؑ ۔ یعنی کہ اے حسین ؑ تم نے میری تلوار کی ضرب کیسی دیکھی (مطلب یہ تھا کہ وہ بدنہاد قتل حسین ؑ کو اپنی فتح سمجھتا تھا ۔ حالانکہ قتل حسین ؑ اصل میں مرگ یزید ہے) شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ثم اقبل علی اہل مجلسیہ یعنی کہ یزید نے حاضرین دربار کو دیکھا اور کہا کہ یہ مرد آب تک زندہ ہے ۔ مجھ پر فخر کرتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا پدر یزید کے باپ سے بہتر ہے ۔ اے لوگو اس کے باپ نے میرے باپ معاویہ سے سلطنت و خلافت کے بارے میں مخاطمہ کیا ۔ یعنی جنگ کی خدائے تعالیٰ نے میرے باپ کو اس کے باپ پر فتح عطا کی ۔ یہ شخص (امام حسین ؑ) کہتا ہے کہ میری ماں یزید کی ماں سے افضل و بہتر ہے یہ کہنا درست ہے فلعمری ان فاطمۃ بنت رسول اللہ ۔ اور یہ کہتا کہ میرے نانا یزید کے نانا سے بہتر ہیں بیشک جو شخص خدا پر ایمان رکھتا ہے اور روز جزا کو مانتا ہے وہ جانتا ہے کہ رسول ؐ خدا تمام کائنات میں افضل ہیں ۔ یہ کہتا ہے کہ میں ۔ یزید سے بہتر ہوں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے قل اللھم مالک الملک تؤتی الملک من تشاء الخ صاحب کتاب الریاض لکھتے ہیں کہ یزید ملعون یہ تاثر دے رہا تھا کہ میری سلطنت و حکومت و خلافت و سلطنت تو فرعون و نمرود نے بھی کی ہے ۔ بخت النصر نے بھی سلطنت کی ہے خلافت صرف اس کے لیے ہے کہ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ پر کاربند رہے نہ کہ مخالفت کرے ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے ایک مثال کے ذریعہ استحقاق خلافت پر روشنی ڈالی ہے اس

طرح کہ ایک شخص لباس پہنے ہوئے ہے دوسرا شخص آتا ہے اور وہ اس سے لباس غصب کر لیتا ہے تو کیا وہ صاحب لباس ہو گیا ۔ ہرگز نہیں ۔ غصب کے ذریعہ خدائی عہدہ نہیں ملا کرتے ۔ تبر مذاب ذکر استدلال یزید بایہ قل اللھم کرنے کے بعد کہتے ہیں اور خوب کہا ہے ۔ اور تاریخ عین القضاء سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السّلام کا سر مقدس یزید کو پیش کیا گیا تو اس وقت اس ملعون کے چوب دستی خیزران تھی ۔ اس ملعون نے آپ کے لبہائے مبارکہ پر وہ چوب دستی لگائی ۔ اور کہنے لگا کہ میرے آباء و اجداد جو جنگ بدر میں مارے گئے زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ میں نے محمدؐ کی اولاد سے آج کیسے بدلے لیے ہیں اور ان کی اولاد کے سر قلم کر دیئے ہیں گویا یزید ملعون نے اس طرح اپنے اندرونی کفر اور ظاہری اسلام کو نمایاں کیا ہے (مسلمان اگر باطناً حامل کفر ہو تو ایسے شخص کو منافق کہتے ہیں ۔ خلافت المسلمین منافق کا حق ہے یا نہیں ۔ مسلمان خود سوچیں) مردمان شامی موجود تھے اور یزید ملعون سے کفر کے کلمات سن رہے تھے ۔ اور اہل شام یزید کے ان کفر آمیز کلمات کو سن کر اگرچہ خموش رہے مگر ان کے چہرے متغیر ہو گئے تھے خاف مما شاھد من الناس ۔ حالت اہل دربار دیکھ کر یزید کو خوف ہوا کہا اے درباریو پہچانتے ہو کہ یہ سر کس کا ہے ۔ یہ سر حسین ابن علی ؑ ہے ۔ کہ جو ہمیشہ اپنے آباء و اجداد، ماں باپ اور نانا پر فخر کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ رسول ؐ خدا کے زانو پر میں بیٹھا تھا کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ حسین ؑ میرے باغ کی خوشبو ہے ۔ حسین ؑ جوانان بہشت کا سردار ہے ۔ اور آنحضرت نے میری ذریت کے حق میں دعا فرمائی ہے پس بایں امور میں یزید سے برتر و اعلیٰ ہوں لیکن گویا کہ حسین ؑ کی نگاہ اس آیت پر نہیں پڑی کہ قل اللھم، کہ خدا بہر کہ جسے چاہے سلطنت عطا

کرے۔ اور جس کو چاہے تخت و تاج سے معزول کر دے (معاذاللہ) حسینؑ کو خدا نے قابل سلطنت نہ جانا اور مجھے نوازا۔ اس نے یہ دلیل اس لیے قائم کی کہ شامی لوگ عقل سے بے بہرہ۔ عدل الٰہی کے منکر دام فریب یزید میں آ جائیں آمدم بر سر مطلب۔ جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون کے ہاتھ میں خیزران کی چوب تھی اس زمانہ میں صاحبان شوکت چھڑی ہاتھ میں رکھتے تھے حالانکہ یہ چھڑی رکھنا جابر لوگوں کی نشانی تھی۔ مرحوم سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ دَعَا یزید بقضیب خیزرانہ۔ کہ یزید نے چوب خیزران طلب کی۔ غلام نے چھڑی پیش کی۔ فجعل ینکث به ثنایا الحسین اس نے دندان مبارک حسینؑ کو اس چوب سے کھولنا شروع کیا۔

ابن شہر آشوب، طبری، بلاذری، اور ابن اعثم کوفی لکھتے ہیں کہ جب سرہائے شہداء اس ملحد و کافر کو پیش کئے گئے۔ تو اس نے اسی چوب خیزران سے سب سروں کے ساتھ جسارت کی اور اپنی باطنی خباثت کا ثبوت دیا۔ جب وہ چوب لبہائے سر بریدہ پر لگاتا تو کہتا۔ یومٌ بیوم بدر۔ یعنی آج روز بدر کی تلافی ہو گئی۔ نکث کے از روے لغت معنی ہیں۔ خط کشیدن شخص متفکر۔ اور اظہار تفکر میں انگشت بدندان ہوتی ہے یا چوب سے زمین پر خط کھینچتے ہیں۔ اس عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نیکث ثنایا کہ یزید پلید ایک متفکر کی طرح دندان امام حسینؑ کے ساتھ بازی کر رہا تھا۔ لیکن زیارت آنحضرتؑ میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں۔

السلام علی الثغر المقروع بالقضیب اور لغت میں قرع کے معنی ہیں "مارنا اور کوٹنا" وہ معاذاللہ دندان مبارک امام حسینؑ پر چھڑی بار بار مار رہا تھا۔ چنانچہ کامل السقیفہ میں مروی ہے کہ سر بریدۂ امام حسینؑ پر پردہ پڑا ہوا تھا اور یزید ملعون نے اپنی چوب دستی سے اس پردہ کو اٹھایا اور بار بار اسی طرح جسارت کرتا رہا۔

اور بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے جب سر امام مظلوم دیکھا تو حسد اُس کے سینہ میں بھڑک اٹھی۔ ابی مخنف لکھتا ہے کہ فجعل یزید ینکث ثنایا الحسین۔ یعنی کہ یزید ملعون نے امام مظلوم کے دندان مبارک (ثنایا۔ چار دانتوں پر بولا جاتا ہے دو اوپر کے اور دو دانت نیچے کے) پر چھڑی ماری۔ یہاں تک کہ دندان مبارک ٹوٹ گئے۔ سمرہ بن جندب صحابی رسولؐ خدا وہاں موجود تھے وہ اپنی جگہ پر کھڑے ہوئے اور بآواز بلند کہا یا یزید لعنہ قطع الله یدك تضرب ثنایا طالما رایت رسول الله یقبلها دیکم مابین اے یزید خدا تیرا ہاتھ قطع کرے میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسولؐ خدا حسینؑ کے دونوں لبوں کے درمیان بوسہ لیتے تھے۔ صاحب روضۃ الشہداء نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ یزید نے سمرہ بن جندب کو اپنی مجلس سے نکال دیا اور کہا کہ مجھے اس کے صحابی ہونے کا خیال ہے ورنہ اس کی گردن کرا دیتا۔ واحسرتا صحابیت کی یہ قدر و منزلت اور پارۂ تن رسولؐ خدا کے ساتھ یہ جسارت کہ چوب خیزران اور دندان مبارک حسینؑ۔ مرحوم علاّمہ اپنی کتاب ریاض الاحزان میں لکھتے ہیں کہ جس وقت یزید نے سرہائے شہداء دیکھنے کے لیے منگائے ہیں اس وقت اسیران کربلا قصر یزیدی کے صدر دروازہ پر موجود تھے کہ جو بباب الساعات کے نام سے مشہور ہے۔ اہلحرم کی اس وقت کیا حالت ہو گی کہ جب سرہائے شہداء نیزوں سے اُتار کر مجلس یزید میں پیش کئے گئے۔ یہ بھی کتاب ریاض میں ہے کہ اہلحرم باب الساعات پر دیر تک کھڑے رہے اور لوگ کھڑے تماشہ دیکھتے رہے۔ آخر کار یزید نے اسیران اہلبیتؑ کو داخل دربار ہونے کا حکم دیا اور آل رسولؐ اسیروں کی صورت میں داخل مجلس یزید پلید ہوئے۔ ابو الحسن ابن ابی سعیدؒ کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے امام حسینؑ کے دندان مبارکہ

کے ساتھ جسارت کی سر مطہر جب پیش ہوا تو امام مظلوم کی چشم ہائے مبارک کھلی ہوئی تھیں اور ان سے نور ساطع ہو رہا تھا۔ اور اس نے یہ اشعار پڑھے ؎

لیت اشیاخی ببدر شهدو جزع الخزرج من وقع الاسل
لاهلوا واستهلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لعنہ لا تشل

یعنی کہ اے کاش بزرگان امیہ آج زندہ ہوتے کہ جو میرے اپنے تھے اور وہ بدر میں اصحاب محمدؐ کے ہاتھوں قتل ہوئے اور اس مجلس کو دیکھتے تو کسقدر خوش ہوتے کیونکہ میں نے محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے لیے ہیں اور آل رسول کو تہ تیغ کیا ہے۔

السیدؒ کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ مجلس یزید میں ابو بریدہ اسلمی موجود تھے جب انہوں نے دیکھا کہ یزید امام حسینؑ کے سر مبارک پر چوب دستی مار رہا ہے تو اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید میں نے بخدا رسولؐ خدا کو حسنؑ و حسینؑ کے دندان مبارک کو چومتے دیکھا ہے اور فرمایا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ جوانان بہشت کے سردار ہیں۔ خداوند لعنت کرے قاتلان حسینؑ پر۔ اور ان کو واصل جہنم کرے ابو بریدہ اسلمی کا یہ کلام سن کر یزید ان پر غضبناک ہوا اور حکم دیا کہ ان کو یہاں سے نکال اور یہ بھی وارد ہوا ہے کہ ان کی گردن اڑا دو۔

علامہ ریاض فرماتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ قتل ہونے کے اسقدر عرصہ بعد بھی سر بریدہ مطہر بالکل تر و تازہ تھا حالانکہ کسقدر دھوپ سر مطہر پر پڑ چکی تھی۔ غرض کہ تمام کتب معتبرہ میں ہے کہ یزید ملعون چوب خیزران سے جسارت کرتا رہا۔ اور ایک طویل نظم پڑھتا رہا جس کا ایک یہ شعر ہے کہ جس سے یزید ملعون کے عقائد کا اظہار ہوتا ہے ؎

لعبت هاشم بالملك فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

یعنی کہ (معاذ اللہ) محمدؐ عربی نے ایک کھیل کھیلا تھا نہ ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی فرشتہ آیا۔

ابی مخنف کہتا ہے کہ مجلس یزید میں مروان بن الحکم موجود تھا۔ تخت یزید کے قریب بیٹھا تھا اور وہ یزید کی وہ یزید کی جسارت دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

یزید کے اہلحرم میں سے ایک عورت کا خواب اور شہادت

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ سہل کہتا ہے کہ میں بھی اس وقت ان امام حسینؑ پر چھڑی مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کیف رایت الضرب یا حسینؑ کہ اے حسینؑ میری ضرب لگا تا دیکھتا کیسی ضرب ہے۔ یزید کی زبان نجس پر یہ الفاظ کہ ایک عورت قصر یزید سے نکلی۔ اور مجلس یزید میں آئی اور اس نے یزید کی طرف دیکھا کہ وہ چوب دستی سے جسارت کر رہا ہے۔ کہا اے یزید قطع اللہ یدیك و رجلیك و احرقك اللہ بنارك الدنیا قبل الاٰخرة۔ اس عورت نے کہا اے یزید خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کرے اور تجھے دنیا میں روز آخرت سے پہلے ہی آگ کا مزا چکھائے۔ آگ میں جلائے اے ملعون رسول خدا ان دندان مبارک کو بوسہ دیتے تھے۔ اس کر دوپ نے کہا کہ اے عورت تو کیا کہتی ہے قطع اللہ راسك ما هٰذا الكلام۔ خدا تیرا سر قطع کرے یہ کیسی باتیں کر رہی ہے۔

اور وہ بھی میری مجلس میں نہ میرے جاہ جلال کی پرواہ اور نہ میری سطوت کا خوف و ڈر۔ اس عورت نے کہا اے ظالم آگاہ ہو کہ میں نے اسی دم عالم خواب میں دیکھا کہ دریائے آسمان کھلے ہوئے ہیں اور زمین سے آسمان تک ایک زینہ بنا ہوا ہے میں نے دیکھا کہ دو جوان خوش رو، نکو خوشبو لباس پہنے ہوئے آسمان سے اس زینہ کے ذریعہ زمین پر آئے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بزرگوار اس بساط پر نور پر تشریف فرما ہوئے اور باآواز بلند فرمایا کہ یا ابا آدم اھبط اے پدر اے آدمؑ ابو البشر نیچے اُتریئے۔ آدم آئے مگر سر کھلا ہوا۔ اور رہا برہنہ گریاں گناں پھر ان بزرگ نے فرمایا کہ یا ابراہیمؑ اھبط یاموسیٰ اھبط یا اخا عیسیٰ اھبط۔ یعنی اے خلیل خدا، ابراہیم، یاموسیٰ و عیسیٰ آپ بھی نیچے اتریں۔ پس یہ بزرگوار بھی آئے اور ایسی اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ایک مستور تشریف لائیں ؎

پس بدیدم یک زنی آمد بزیر　　صورتش رخشاں تر از بدر منیر
مو پریشان دیدہ گریان اشک ریز　　دمبدم گفتے اے عزیزم اے عزیز

میں نے دیکھا کہ مستور کہ جن کا چہرہ نوران تھا۔ بال کھلے ہوئے تھے اور آنکھوں سے آنسو برساتی ہوئی آئیں اعلان ہوا کہ یہ اماں حوّا ہیں۔ بعدہٗ جناب سارا۔ مریمؑ، جناب خدیجۃ الکبریٰ اسی زینہ سے زمین پر تشریف لائیں ؎

آمد ندا آنا سرو سینہ زنان
حوریان شیون زنان و نالہ شان

اور پھر جناب سیّدہ عالمین فاطمہ زہرا تشریف لائیں۔ ان کے ساتھ حوران جنت نوحہ و ماتم حسینؑ کرتی ہوئی آئیں۔ ؎

آن حسینؑ کہ لب تشنہ بریدند سرش
لالہ سان سوخت زداغ علی اکبر جگرش

اس حسینؑ کا ماں کہ جس حسینؑ کا سر کاٹا گیا وہ حسینؑ کہ جس کا جگر علی اکبرؑ کے داغ سے سوختہ ہو گیا تھا۔ اس وقت جناب فاطمہؑ زہرا نے اپنے بابا رسولؐ خدا کی طرف دیکھا اور عرض کیا یا ابتا الاتریٰ ما فعلت امتك بولد الحسین۔ یعنی اے بابا جان کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ آپ کی امّت نے میرے فرزند حسین کے ساتھ کیا ظلم کیا ہے۔ ؎

یکہ ہزار پارہ دبر نوک نے سرش
گویم زداستان سرش یاز پیکرش
گویم گراز سرش سراُو را برید شمر
در پیش روے زینبؑ غمدیدہ خواہرش
گویم اگر ز پیکر او کرد ابن سعد
با خاک رہ ضرب سُم اسپ ہمسرش
تقصیر او چہ بود ندانم کہ تا سہ روز
از خاک تر نداشت کسی جسم انورش
با ساربان بغیر محبت چہ کردہ بود
کز نید اُو نمود جدا دست اطہرش
ابن زیاد بسکہ زدہ چوب بر لبش
اکنون یزید دست نمیدارد از سرش

خلاصہ ان اشعار کا یہ ہے کہ سیدہؑ عالم نے اپنے بابا رسولؐ خدا کی خدمت میں

عرض کیا بابا میرے حسینؑ کا جسد پارہ پارہ ہے سر حسینؑ نیزہ پر ہے۔ میں پیکر حسینؑ کی داستان بیان کروں یا سر حسینؑ کی داستان سناؤں اگر شمر ملعون نے حسین کا سر قطع کیا تو اے بابا میری بیٹی زینبؑ غم رسیدہ کے سامنے بہن دیکھتی اور اس کے بھائی کا سر قطع ہوتا رہا عمر ابن سعد نے حسینؑ کی لاش پر گھوڑے دوڑائے۔ اے بابا میرے حسینؑ کی کوئی خطا بھی نہ تھی تین دن تک لاش حسین بے گور و کفن پڑی رہی اُمت میں سے کسی کو احساس نہ ہوا۔ اے بابا ساربان نے انگشت مبارک جدا کی۔ اے بابا ابن زیاد نے حسین کے لبوں پر چھڑی لگائی۔ اور یزید نے تو حد کر دی اور بار بار دندان حسینؑ پر چوب دستی لگاتا رہا۔ پس حضرت رسولؐ خدا اس وقت بہت زیادہ روئے۔ آنحضرتؐ کے ساتھ آدمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ نے بھی گریہ فرمایا اور عورات بہشتی جو ہمراہ سیدۂ عالم آئی تھیں سب نے نوحہ و ماتم کیا میں نے اسی حال میں دیکھا کہ اسّی جوان آئے کہ جو اپنے ہاتھوں میں گرز آتشیں لیے ہوئے تھے۔ اور سب کے سب ان بزرگ کے سامنے کھڑے ہوئے۔ اور پھر ان بزرگ نے حکم دیا کہ یا نار خذی صاحب ھٰذا الدار یعنی اے آگ اس گھر والے کو جلا کر خاک کر دے پس اے یزید میں نے دیکھا کہ تو نے خوف کی وجہ سے بھاگنا چاہا۔ اور تو کہہ رہا تھا النار النار ولا مرا روالنار۔ کہ آگ سے پناہ مانگتا ہوں مگر آگ سے فرار کب ممکن ہے۔ جب اس عورت نے خواب تمام کیا تو یزید ملعون غضب آلود ہوا اور اس عورت کو گالیاں دیں بھرے ہوئے دربار میں سب کے سامنے اس زن مومنہ کو قتل کرا دیا "رضی اللہ عنہا" چند لوگوں نے یزید سے یہ بھی کہا کہ سر بریدۂ امام حسینؑ کے ساتھ اسقدر بے ادبی نہ کر۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اشخاص کو یزید نے قتل کرا دیا ہوگا۔

راس الجالوت کا یزید کے ہاتھوں قتل

ابی مخنف نے مقتل میں تحریر کیا ہے کہ جب سرہائے شہداء اور اسیران اہلبیتؑ اطہار مجلس یزید میں پیش ہوئے ہیں تو حاضرین مجلس میں یہودیوں کا عالم اور بزرگ دین موسوی راس الجالوت بھی تھا۔ شنیدہ بات دیکھی ہوئی بات کی برابر نہیں ہوتی۔ جب راس الجالوت نے یزید پلید کو سر امام حسینؑ کے ساتھ بے ادبی و جسارت کرتے دیکھا تو اس نے یزید کو ٹوکا۔ یزید نے اس کو ناروا الفاظ کہے راس الجالوت نے سر اٹھا کر یزید کو دیکھا اور کہا میرا تجھ سے ایک سوال ہے وہ یہ کہ سر بریدہ کہ جس سے تو جسارت کر رہا ہے کس کا سر ہے۔ اور اس کا معاذاللہ کیا قصور تھا۔ یزید نے کہا ھٰذا راس الحسینؑ ابن علی ابن ابی طالبؑ کہ یہ حسینؑ فرزند علی مرتضیٰؑ کا سر ہے حسینؑ کی ماں فاطمہؑ بنت محمدؐ بن عبداللہ ہے اور آنحضرتؐ مسلمانوں کے رسولؐ ہیں راس الجالوت نے دریافت کیا تو پھر فرزند رسول خدا کو قتل کیوں کیا۔ یزید نے کہا کہ ملک عراق میں کوفہ والوں نے اس کو خطوط بھیج کر بلایا تھا کہ وہ کوفہ میں اپنی خلافت کا اعلان کرے۔ اور اہل کوفہ کا راہبر و مقتدار قرار پائے۔ میرے عامل کوفہ ابن زیاد نے اس کو اثنائے سفر کربلا میں گھیر لیا اس کو اور اس کے اصحاب و انصار و عزیز و اقرباء کو قتل کر دیا۔ اور ان سب کے سروں کو اور حسینؑ کے اہلحرم کو اسیر کر کے یہاں بھیجا ہے۔ راس الجالوت نے یہ سن کر کہا کہ جب کہ حسینؑ نواسہ رسولؐ خدا ہے اور پیغمبرؐ اسلام کی ذریت ہے تو یقیناً وہ مستحق خلافت ہے پھر کہا اے یزید میرے اور داؤدؑ

کے درمیان تینتیس ۳۳ پُشتوں کا فاصلہ ہے اور بروایت اسّی ۸۰ پشتوں کا فاصلہ ہے لیکن یہودی لوگ میری تعظیم وتکریم اس حد درجہ کرتے ہیں کہ میرے قدم کی خاک کو تبرک سمجھتے ہیں اور میرے بغیر تزویج نہیں کرتے۔ لیکن تم ایسی امت مسلّمہ ہو کہ کل پیغمبر تم سے جدا ہوئے اور آج تم نے ان کے فرزند کو شہید کر دیا۔ واللہ انتم شر امۃً۔ بخدا تم تمام امتوں میں بدترین امّت ہو۔ راس الجالوت کی یہ باتیں سن کر یزید بھڑک اٹھا اور کہا اگر ایسا نہ ہوتا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے من اذی معاھداً کنت خصمہ یوم القیامۃ، یعنی اگر کوئی ایسے غیر مسلم کو اذیت دے کہ جو اسلام کی پناہ میں ہو تو اذیت دینے والے سے قیامت میں باز پرس ہوگی۔ راس الجالوت نے جب یہ فرمان پیغمبر اسلام سنا تو کہنے لگا کہ قربان رسولؐ خدا ہوں یہ کہہ کر اس نے سر بریدۂ امام حسینؑ کی طرف رخ کیا اور عرض کیا یا ابا عبد اللہ اشھدلی عند جدک انی اشھد ان لا الہ الا اللہ وان جدک محمدا صلی اللہ علیہ وآلہ رسول اللہ۔ یعنی اے آقا اپنے جدّ کے روبرو میری شہادت دیں کہ میں ان پر ایمان لے آیا ہوں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور محمدؐ بن عبداللہ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ اس وقت یزید نے کہا کہ اے راس الجالوت تو خود ہی اپنے دین سے خارج ہو گیا اور دین اسلام میں داخل ہو گیا اور میں چونکہ بادشاہ اسلام ہوں تجھ پر لازم ہے کہ میرے دشمن کی حمایت نہ کرے فقد برئنا من ذمتک۔ میں اب بری ہوں اور یہ کہہ کر اس نے جلاّد کو بلایا اور حکم دیا کہ اس یہودی کو قتل کر دے۔ جلاد مردود نے اس تازہ مسلمان کو اس وقت قتل کر دیا۔ اور اس کی لاش کو مزبلہ پر پھینک دیا اور کوئی شخص اس کے غسل وکفن ودفن کی طرف متوجہ نہ ہوں ہو سکتا ہے کہ امام زین العابدینؑ

علیہ السلام نے باعجاز امامت تکفین وتدفین کو انجام دیا ہو۔ بعض مقاتل میں ہے کہ جب راس الجالوت کو یزید نے قتل کرا دیا تو یہودی اور مسلمانوں کے درمیان غسل وکفن ودفن کے بارے میں جھگڑا ہوا مسلمان کہتے تھے کہ یہ مسلمان ہو گیا ہے اسلامی طریقہ تجہیز وتکفین ہوگی اور یہودی کہتے تھے کہ یہ ہماری قوم کا بزرگ ہے ہم کفن ودفن کا انتظام کریں گے۔ لیکن یہودی غالب رہے اور اس کو بصد احترام غسل وکفن دیا اور دفن کیا۔ واحسرتاہ کربلا میں مسلمانوں نے لاش امام حسینؑ بے گور وبے کفن چھوڑ دی لشکر عمر ابن سعد ملعون نے اپنے آدمیوں کو غسل وکفن دیا اور دفن کیا مگر پیغمبر اسلام کے نواسہ کو کسی نے دفن نہیں کیا بلکہ مسلمانوں نے نعش مطہر پر گھوڑے دوڑا دیئے۔

شہر واسط میں ایک دوستدار خدا کی موت

حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اولیائے خدا کو حقارت کی نظر سے مت دیکھو کہ روز قیامت ان کو بادشاہی عطا ہوگی۔ اگر آج وہ مقام اطاعت وبندگی میں کمزور ہوں لیکن قیامت میں مثل مہر و ماہ تابندہ ہوں گے۔ ان کے گرد آلودہ لباس کو مت دیکھو قیامت میں ان سے خطاب ہوگا اٹھو اٹھو لوگوں کو نجات دلاؤ۔ ان لوگوں کو کہ جنہوں نے دنیا میں تمہارے ساتھ نیکی کا سلوک کیا ہے ان سے خطاب قدرت ہوگا کہ اے مرد ولی اے درویش تو نے دنیا میں تکلیف اٹھائی ہے اب تیرے لیے راحت ہی راحت ہے۔ اب ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جسے گوش دل سے سنو اور دل میں جگہ دو۔ مردان حق میں سے کسی شخص نے کہا میں ایک مدّت سے شہر واسط میں

تھا ایک جوان کو دیکھا کہ جو ترک تھا اور عجمی زبان والا تھا۔ وہ ہفتہ میں ایک دن اپنے ہاتھ سے کام کاج کرتا ہے اور اس دن کی مزدوری کو اپنے پورے ہفتہ تک صرف کرتا تھا اور پھر دوسرا ایک دن ہفتہ میں کام کرتا۔ لیکن جب میں نے اس جوان کے چہرہ مہرہ کو دیکھا تو شان و شکوہ کے اعتبار سے وہ شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایک ہفتہ گزر گیا مگر وہ شخص نظر نہیں آیا۔ مجھے شوق ہوا کہ کسی عنوان وہ شخص پھر ملجائے ہیں ایسی جگہ گیا کہ جہاں نادار لوگ رہا کرتے تھے۔ کہ ایک خرابہ سے اس کی آواز بلند جو سوز دل کے ساتھ تھی گوش زد ہوئی یعنی اس کے نالہ کرنے کی آواز سنی اس آواز نے میرے دل پر اثر کیا۔ اور میری ٹانگوں کی قوت نے میرا ساتھ چھوڑ دیا ؎

ما ہیچ کسان کوی یاریم ما سوختگان روزگاریم
گنج است غم اندرون سینہ ماراست کلید آن خزینہ
دل خستہ و گریہ خون ناب ست ای وائے کہ حالتم خراب ست
این سحر کہ میزنم ترنم
بازار رحیل میکنم گرم

خلاصہ یہ ہے کہ محبت یار میں دل سوختہ ہو رہا تھا۔ اس کے سینہ میں غم کا خزانہ تھا اور اس خزینہ کی کنجی خستگی دل اور خون ناب ہے اور گریہ و بکا ہے افسوس کہ میری حالت خراب ہے اور میری آس جو رفتہ رفتہ کم ہو رہی ہیں بازار کوچ کو گرم کر رہی ہیں۔ میں اس جوان کے نزدیک گیا۔ دیکھا کہ خاک مذلت پر پڑا ہوا ہے۔ اینٹ کا تکیہ زیر سر ہے۔ ناتوانی مسلط ہے۔ چہرہ زرد ہو گیا۔ لبوں پر خشکی آگئی ہے وہ عالم غربت و ناداری میں خرابہ میں پڑا ہوا حکم الٰہی کا منتظر ہے کہ کب پیغام موت

موت آئے اور وہ لبیک کہے۔ میں نے اس کو سلام کیا جواب سلام ملا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر مجھے دیکھا میں یہ دیکھ کر خوش ہوا کہ ابھی وہ زندہ ہے۔ میں نے اس سے کہا اے جوان کوئی آرزو ہو یا کوئی مصیبت ہو تو کہو تاکہ اس سے پایۂ تکمیل تک پہنچاؤں۔ اس نے کہا رضا و خوشنودی خدا کی آرزو ہے دنیاوی کوئی آرزو نہیں ہے۔ میں نے کہا کیا کوئی دنیاوی آرزو ہے اس نے کہا نہیں۔ پھر کہنے لگا کہ عرصہ ہوا کہ پانچ آرزوئیں دل میں ابھریں۔ میں نے کہا پھر وصیت کرنا ہو تو کرو۔ اس نے کہا کہ میرے والدین حیات میں عرصہ سے میری راہ دیکھ رہے ہیں اب میری آرزو ہے کہ اپنے دوست کے نزدیک جاؤں۔ اس نے کہا اے مرد خدا اگر خدا کی راہ میں کام کرنا مطلوب ہے تو اس مہرہ کو جو میرے بازو پر بندھا ہوا ہے اور اس پر میرا نام لکھا ہوا ہے۔ میرے انتقال کے بعد سلطان ماوراء النہر نوح بن منصور کے پاس لے جانا۔ اور اس سے کہنا کہ تیرا خدا اس صاحب مہرہ کی موت سے تجھے اجر دے گا اور میری دیگر وصیت یہ ہے کہ میں اس خرابہ کے عقب میں کھلیان ہے کہ ہر ایک رات کو وہاں سے بڑے بڑے جنگلی جانور اپنی خوراک حاصل کرتے ہیں اور جب میری روح نکل جائے تو مجھے دروازہ پہ لے جانا اور مجھے اس کھلیان میں شیر کے آنے کی جگہ ڈال دینا اور مجھے دفن نہ کرنا کہ مجھے تاب فشار قبر نہیں ہے۔ یہ وصیت کی اور اس کی روح پرواز کر گئی۔ اس مرد حق نے اس جوان کے مرجانے کے بعد بموجب وصیت مہرہ اس کے بازو سے کھولا۔ وہ ایک یاقوت تھا بہت تابندہ تھا۔ اور اس پر نوح بن منصور تحریر تھا۔ اس حاصل کرنے کے بعد اس نے چاہا کہ دوسری وصیت کو بھی پورا کرے۔ اس نے میت کے پاؤں کو پکڑا اور چاہا کہ کھلیان کے پاس لیجائے ناگاہ اس کو آواز آئی کہ

دعه فانه ولی من اولیائی۔ یعنی اپنا ہاتھ اٹھائے اس کو ہاتھ مت لگا کہ یہ میرے اولیاء میں سے ایک ہے۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے کہ یہ میرا خاص دوست ہے۔ یہ مجھے دوست رکھتا تھا میں اسے دوست رکھتا ہوں اس کا غسل و کفن سب میرے ذمہ ہے۔ مرد حق کہتا ہے کہ پھر میں نے صدائے ملائکہ سنی اور غسل میت کے وقت پانی وغیرہ کے گرنے کی آواز سنی۔ تھوڑی دیر بعد جب پردہ اٹھ گیا تو جوان کو سپرد خاک کیا۔ اس کی قبر پر بیٹھکر فاتحہ پڑھی اور اس کے بعد باہر آیا اور مہر اس امین شخص کو دیا برائے والئ ماوراء النہرؒ کہ وہ اس کے والدین کو پہنچا دے۔

یقیناً ہر ایک انسان دنیا سے غریب جاتا ہے اور وہ اپنے والدین کے لیے کوئی نشانی چھوڑتا ہے کہ غریب دنیا سے رخصت ہو گیا۔ مثل اس کے کہ حضرت زینبؑ خاتون اس وقت کہ جب آپ شام سے واپس مدینہ پہنچیں اور ماں کی قبر پر گئیں تو ایک نشانی امام حسینؑ کی ان کے پاس تھی۔ اور وہ امام حسینؑ کا پیراہن چاک چاک تھا خون آلود تھا۔ اور دست بریدہ عباسؑ تھے۔ کہ جب زینب بیکس قبر زہراؑ پر پہنچیں اور عرض کیا اماں جان میں آپ کے لیے تحفہ لائی ہوں رلے اماں یہ حسینؑ کا پیراہن خون آلود ہے۔ اے اماں میں کیا ہوں جب تمہارے حسینؑ مقتل میں گئے تو تمہیں یاد کیا سلام کیا۔

مولف کتاب فرماتے ہیں کہ جب خدائے تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایک عام بندہ صالح کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے تو پھر جو اُس کے مقرّب بندے ہیں ان کے غم میں اگر کوئی آنسو بہائے۔ ان کی عزاداری قائم کرے تو اس کو خداوند عالم کسقدر بلند مقام عطا کرے گا۔ اللّٰہم اجعلنا من محبیھم۔

جاثلیق نصاری کا یزید کے ہاتھوں قتل ہونا

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید ملعون حضرت خامس آل عبا امام حسین علیہ السّلام کے سر بریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا تھا اور کلمات کفر اس کی زبان پر جاری تھے درباری لوگ ہمہ تن گوش تھے کہ اسی اثناء میں جاثلیق نصاری بھی اس کی مجلس میں وارد ہوا۔ یہ طائفہ نصاری کا رئیس و سردار تھا۔ مقتل ابی مخنف میں ہے کہ جاثلیق جب دربار میں پہنچا تو یزید چوب دستی سے سر امام حسین علیہ السّلام کے ساتھ جسارت کر رہا تھا۔ وہ تخت یزید کے سامنے کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ میں عصا تھا کہ جس کے سہارے وہ کھڑا تھا کیونکہ وہ مرد پیر تھا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا کہ اس کی نگاہ سر مطہر امام حسینؑ پر پڑی۔ دیکھا کہ نورانی چہرہ ہے جاثلیق نے یزید سے دریافت کیا یا یزیدؔ ھذا راس من۔ کہ اے یزید یہ کس کا سر ہے اس مرد نے کہا کہ یہ ایک خارجی کا سر ہے کہ جس نے عراق میں ہم پر خروج کیا تھا قتل ہو گیا جاثلیق نے سوال کیا کہ اس کا کیا نام تھا۔ یزید نے کہا حسین ابن علی، دریافت کیا کہ اس کی ماں کون تھی یزید بولا کہ فاطمہ زہراؑ دختر رسولؐ خدا محمد ابن عبد اللہ۔ اس بزرگ نصاری نے کہا تو پھر تمہارے نزدیک فرزند رسولؐ خدا واجب القتل کیوں کر ہوا؟ یزید نے کہا کہ اہل کوفہ نے اس خطوط دیکھ کر بلایا کہ وہ اس کو اپنا امام اور خلیفہ قرار دیں۔ میری حکومت کے عامل عبید اللہ ابن زیاد نے اس کے خلاف لشکر کشی کی اور اس کو قتل کر دیا۔ اس کے اصحاب و یاور و اعزا سب قتل کر دیئے۔ اس پر جاثلیق نے کہا۔ آخر اس کا معاذ اللہ کیا قصور تھا۔ اہل عراق نے اس کو بلایا تھا دوست ہے

آخر اولاد پیغمبر کا کام ہے کہ جو اُس سے اس نے انجام دیا۔ تو اس کے سرِ مطہر کے ساتھ جسارت و بے ادبی کر رہا ہے اپنی چوب دستی اس کے پاس ہٹا لے ورنہ خدا تجھے ہلاک کرے گا۔ اور سُن لے کہ میں اپنی عبادت گاہ میں تھا کہ ایک آواز زلزلہ سے مشابہ سُنی۔ میں نے آسمان کی طرف نگاہ کی۔ دیکھا کہ ایک شخص روشن چہرہ، بلکہ آفتاب سے بھی احسن تر، دلین پر آیا اور اس کے ساتھ اور بھی نورانی لوگ تھے۔ میں نے ان میں سے ایک آدمی سے سوال کیا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ مجھے بتایا کہ خاتم پیغمبران حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ؎

محمدؐ کہ دَورِ زمین عصرِ اوست | قدر قابِ قوسین در قصرِ اوست
نہیں پنج نوبت زنِ جانِ پاک | نہیں چار بالش نہ آب و خاک

ماحصل یہ ہے کہ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) زمانہ کے لیے خداوند عالم کا ایک بہترین تحفہ ہیں، اور قابِ قوسین تک ان کی نبوت کی حد ہے۔ پانچ وقت ان کا ڈنکہ بجتا ہے یعنی اذان میں ان کی رسالت کی گواہی دی جاتی ہے۔ اور ان کا وجودِ ذی جود اس وقت سے ہے کہ جب یہ چاروں عناصر یعنی آب و آتش خاک و باد پیدا نہ ہوئے تھے۔

غرض کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آدم صفی اللہ، عیسٰی روح اللہ، برائے تعزیت حسینؑ آئے ہیں۔ یزید کو اس کی گفتگو سخت ناگوار گزری اور کہنے لگا کہ میں تیرا شکم چاک کروں گا۔ تو اس قدر گستاخی کر رہا ہے کہ میرے سامنے مجھے ظالم قرار دیا ہے۔ پھر یزید ملعون نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو پکڑ لو چنانچہ یزید کے غلاموں نے اس کو گرفتار کر لیا۔ اور اس کو تازیانے مارنے شروع کیے۔ یہاں تک کہ وہ بیچارہ نزار و ناتوان ہو گیا اور اس نے سرِ مطہر امام حسینؑ کی طرف

رخ کر کے آنحضرتؐ کی نبوت و رسالت کا اقرار کیا اور شہادت دی پھر کہا تیرے پدر عالیقدر علیؑ امیر المومنین ہیں میں گواہی دیتا ہوں میں ان کو اپنا امیر مانتا ہوں قیامت برحق ہے اس کے بعد جاثلیق نے یزید کی طرف دیکھ کر کہا کہ تو مجھے قتل کر اور قتل کرنے میں جلدی کر میں پھر شہادت دیتا ہوں کہ حسینؑ اور حسینؑ کے نانا کا دین برحق ہے اور رسول خدا میرے لینے کے لیے بہشت سے تشریف لائے ہیں اور حلۂ بہشت عطا فرما رہے ہیں یہ کہہ کر جاثلیق نے دم توڑ دیا اور روح جنت اعلٰی کو پرواز کر گئی جب اسیرانِ اہلبیتؑ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو حضرت زینب خاتون نے نجف کی طرف رخ کر کے فریاد کی بابا یہود و ترسا ہماری حمایت کرتے ہیں اور مسلمان ہمیں اسیر بنا کر لائے ہیں۔ بابا یہ وقت مدد ہے ؎

ہر کہ در تنگی علیؑ گفت ای پدر | دست اُو بگرفتی از ہر رہگذر
ما کہ در بند بلائیم یا علیؑ | جملہ اولاد شمائیم اے پدر

یعنی کہ اے بابا ہم ہر ایک تنگی و مصیبت میں آپ کو آواز دیتے ہیں یا علیؑ مدد ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر آپ کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔ اے علیؑ ہم مصائب اور بلاؤں میں پھنسے ہوئے ہیں اور آپ کی ساری اولاد مصائب کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔ اے علیؑ ولی مدد ہے۔

جب جاثلیق کی روح پرواز کر گئی تو نصاریٰ لوگ جمع ہوئے اور اپنی قوم کے بزرگ و رئیس کو پورے احترام و عزت کے ساتھ سپردِ خاک کیا۔ ابوتراب کا غلام آغوشِ تراب میں سو گیا۔ واحسرتا۔ مسلمانوں نے لاشِ سید الشہداء پر گھوڑے دوڑا دیئے۔ دفن کرنا کیسا لاش صد چاک چاک پر اہلحرم کو رونے

نہیں دیا۔ اور بھرے دربار میں یزید مسلمان ہونے کا دعویدار ہے مگر سر بریدۂ امام حسین سے جسارت کر رہا ہے۔ سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

عبدالوہاب سفیر بادشاہ روم اور دربار یزید

کتاب منتخب میں شیخ طریحیؒ نے باسناد معتبرہ و ثقہ کتاب منتخب المراثی میں نقل کیا ہے کہ دربار یزید میں جگہ جگہ کے سفیر اور ایلچی اور نمائندے موجود تھے چنانچہ بادشاہ روم کا سفیر کہ جس کا نام عبدالوہاب تھا دربار یزید میں موجود تھا جب اس نے دیکھا کہ یزید سر بریدۂ امام حسینؑ کے ساتھ چوب دستی سے جسارت کر رہا ہے تو سفیر روم پہ بہت زیادہ اثر ہوا اور مظلومیت سے متاثر ہو کر رونے لگا۔ جب یزید نے اس کے رونے کی آواز سنی تو کہا اے سفیر روم تو ہماری خوشی کی محفل میں کس لیے رو رہا ہے۔ سفیر روم نے کہا ایک دفعہ میں بغرض تجارت روم سے مدینہ گیا میں نے کسی صحابی سے دریافت کیا کہ پیغمبرؐ اسلام کس قسم کے ہدیہ اور تحفہ کو پسند فرماتے ہیں۔ اس صحابی نے جواب دیا کہ از قسم عطر و خوشبو چیزیں زیادہ پسندیدہ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں عنبر واشہب مشک خرید کیا اور خانہ رسولؐ خدا کی طرف روانہ ہوا۔ حضرت رسول خدا ہو۔ حضرت رسولؐ خدا اس روز خانہ ام سلمہؓ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے اجازت طلب کی۔ اور داخل خانہ رسولؐ خدا ہوا فلما شاھدت جمالہ ازداد عینی لقائہ نورًا ساطعًا وازدنی منہ سرورًا وقد تعلق قلبی بمحبتہ۔ یعنی کہ جیسے چہرہ پُر نور رسولؐ خدا پر نظر پڑی۔ میری آنکھوں کی بینائی نہ صرف زیادہ ہو گئی بلکہ نور بصیرت اور بھی زیادہ ہو گیا ہے

ے ہر لطافت کہ نہاں بود پس پردۂ غیب
ہمہ در ہیکل زیبائی محمدؐ تا دیدم

جس قدر لطافتیں، نزہتیں، پاکیزگیاں میری نگاہ سے روپوش تھیں پس پردہ تھیں وہ سب صورت محمدؐ میں جلوہ فگن نظر آئیں۔ میں حاضر ہو کر آداب بجالایا آنحضرتؐ کہ تمہارا نام کیا ہے میں نے عرض کیا کہ عبدالشمس نام ہے اس وقت انحضرتؐ نے میرا نام تبدیل کرنے کا حکم دیا اور خود بہ نفس نفیس میرا نام عبدالوہاب تجویز فرمایا اور فرمایا کہ اگر تو اس نام کو قبول کرے گا تو ہم تیرا ہدیہ قبول کریں گے ورنہ نہیں۔ پس میں نے غور کیا اور آپ میں وہ ہی صفات حمیدہ دیکھیں کہ جن کی خبر عیسٰی ابن مریم نے دی تھی تو میں نے فورًا دین اسلام قبول کیا میں چند روز مدینہ میں رہا اور احکام اسلام آنحضرتؐ سے سیکھے۔ میں واپس گیا اور بادشاہ روم نے مجھے اپنا وزیر بنایا۔ میں نے کسی پر اسلام لانے کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس مدت میں خداوند عالم نے مجھے پانچ فرزند اور چار دختر عطا کیں۔ اور اس وقت جو تو نے مجھے گریہ کناں دیکھا وہ اس وجہ سے تھا کہ میں نے مدینہ کے دوران قیام دیکھا کہ رایت ھذا العزیز الذی راسہ بین یدیک مھینا حقیرًا قد دخل علی جدہ۔ کہ اس دوران یہ بزرگ آئے کہ جن کا سر بریدہ اس وقت موجود ہے اور تو اس کو ذلیل و حقیر قرار دے رہا ہے۔ آنحضرتؐ نے پیار کیا اور اپنی آغوش میں بٹھا لیا۔ اور فرمایا مرحبا بک یا حبیبی۔ اور پھر آنحضرتؐ نے اس شہزادے کے لبوں کو بوسہ دیا اور اس کے دانتوں کو چوما۔ اور فرمایا کہ اے حسینؑ ایک وقت آئے گا کہ تجھے لوگ شہید کریں گے خدا ان کو اپنی رحمت سے دور رکھے گا دوسری مرتبہ میں نے یہ عجیب واقعہ دیکھا کہ یہ بزرگوار (حسینؑ) اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ خدمت رسولؐ خدا میں آئے۔ بچپن

کا زمانہ تھا اور کہا اے نانا ہم نے کشتی لڑی مگر ہم ایک دوسرے پر غالب نہیں ہو سکے۔ ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ ہم دونوں میں سے کون قوت زیادہ رکھتا ہے نانا جان آپ فیصلہ صادر کریں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کشتی لڑنا تمہاری شان کے مطابق نہیں ہے بلکہ تم خط لکھو جس کا خط بہتر ہے وہی زیادہ قوت والا ہے۔

اے یزید دونوں غنچہ ہا ریاغ نبوت نے خط لکھا۔ یعنی کچھ عبارت بخط خوشنویسی لکھی۔ اور خدمت رسولؐ خدا آئے اور پھر فیصلہ صادر کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے بیٹو تم اپنی ماں فاطمہؑ زہرا کے پاس جاؤ وہ فیصلہ کریں گی۔ دونوں شہزادگان ماں کی خدمت میں آئے خط پیش کیا اور کہا اماں جا کس کی تحریر خوبصورت ہے۔ اب حضرت فاطمہؑ زہرا سوچنے لگیں کہ اگر یہ کہتی ہوں کہ حسنؑ کی تحریر عمدہ ہے تو حسینؑ کو رنج ہوگا اور اگر یہ کہتی ہوں کہ حسینؑ کی تحریر اچھی ہے تو حسنؑ کو خیال ہوگا پھر آپ نے اپنے گلوے مبارک میں جو گلوبند تھا اس میں سات موتی تھے وہ ساتوں موتی کھول کر زمین پر ڈال دیئے اور فرمایا کہ جو زیادہ موتی چنے گا جس کا خط عمدہ متصور ہوگا دونوں شہزادہ موتیوں کی طرف بڑھے اور تین تین موتی ہر ایک نے چُن لیے۔ خداوند تعالیٰ نے جبرئیل کو حکم دیا کہ اس ایک موتی کے دو ٹکڑے کر دو قبل اس کے کہ یہ موتی ان دونوں میں سے کوئی چنے۔ جبرئیل نازل ہوئے اور موتی کے دو ٹکڑے کر دیئے اور دونوں نے ایک ایک موتی کا ٹکڑا اٹھا لیا۔

اس کے بعد عبدالوہاب نے کہا اے یزید کہ اگر فاطمہؑ زہرا اور رسولؐ خدا سر بریدۂ حسینؑ کے ساتھ تیری جسارت دیکھیں اور چوب دستی کو دندان سر بریدۂ پر لگانا دیکھیں

تو کہا فاطمہؑ دوران کے بابا رسولؐ خدا خوش ہوں گے۔ یہ کہہ کر وہ سفیر روم بآواز بلند رونے لگا اور ہچکی گلوگیر ہو گئی مصنف کامل السقیفہ تحریر کرتے ہیں کہ یزید ملعون اس پر غضبناک ہوا اور قتل کرا دیا۔ لعن اللہ علی یزید۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کے ساتھ یزید کا مکالمہ

یہ مسلّم امر ہے کہ مصائب سیّد الشہداء امام حسین علیہ السّلام پر گریہ و بکا کرنا۔ ماتم و نوحہ کرنا باعث خوشنودئ خدا اور رسولؐ ہے پس موالیان اہلبیتؑ اطہار اور شیعیان حیدر کرارؑ پر فرض ہے کہ اقامہ عزا امام حسینؑ علیہ السّلام برپا کریں۔ اور اکثر اوقات اپنی آنکھوں سے خطاب کریں یا عیونی جودی بتواتر البکا کہ اے میری آنکھوں غم امام حسینؑ میں روؤ اور اس طرح برسو کہ جیسے تیز بارش ہوتی ہے کبھی اپنے قلب (دل) سے خطاب کرو۔ یا قلب جدی جد ثواکل النساء۔ کہ امام زین العابدین کو کیوں اسیر کیا گیا کیوں دربدر پھرایا گیا۔ شہر بشہر در بدر۔ اس شان سے پھرایا گیا کہ اہلحرم برہنہ سر ساتھ ہیں اور خود امام مظلوم طوق و سلاسل میں گرفتار ہیں۔ اور وہ روز بد کہ جس دن آپ دربار یزید ملعون میں اسیر ہو کر پہنچے اور دربار میں آل رسولؐ طلب کئے گئے۔ اور سرہا شہداء اسیروں کے سامنے رکھے ہوئے تھے دربار میں سات سو کرسی نشین بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ سید سجاد سامنے پیش ہوں۔

چنانچہ سید سجادؑ کو غلاموں نے پیش کیا ؎

غل بگردن مالک ملک وجود　　از خجالت سر یزید افگندہ بود

چوں ہلال یکشبہ زرد و ضعیف　　زیر زنجیر گران جسم نحیف

می شنید از ہر طرف دشنام بد

بود ساکت حاش اللہ دم نزد

یعنی کہ امام زین العابدین گلے میں طوق پہنے ہوئے۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ سر کھلا ہوا۔ شرمندگی سے سر نیچا کئے ہوئے۔ مثل ہلال یک شب چہرہ کا رنگ زردی مائل۔ کمزور اور نحیف جسم زار کے ساتھ دربار میں یزید ملعون کے سامنے پیش کئے گئے۔ دربار نجس میں اہلبیتؑ اطہار کے خلاف ناروا باتیں بحکم یزید پلید ہو رہی تھیں اور امام علیہ السلام سن رہے تھے بعض کلمات ارباب مقاتل نے نقل کئے ہیں کہ اولاً سید سجادؑ علیہ السلام اور دوسرے مردوں کو پیش یزید کیا اور بعدہٗ اسیران عورتیں اور بچے اناہلبیتؑ اطہار پیش کئے گئے۔ حتی ینجلی لکم عمود الحق وفی البحار عن ابن لما قال علی بن الحسینؑ ادخلنا علی یزیدؑ لعنہ ونحن اثنا عشر رجلا مغللون۔ حضرت سید سجادؑ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم دربار یزید پلید میں گئے تو ہم بارہ مرد تھے سب کے سب سلاسل پہنے ہوئے تھے۔ ہم یزید کے تخت کے سامنے کھڑے ہوگئے۔ یا یزیدؑ لعنہ نشدک باللہ ماظنک برسول اللہ لورآنا علی ھذہ الحالۃ اے یزید تجھے خدا کی قسم یہ بتلا کہ تیرا آنحضرتؐ کے متعلق کیا گمان ہے کہ اگر وہ ہمیں اس حالت میں دیکھتے تو ان پر کیا گزرتی۔ تو جواب دے اور جو چاہے جواب دے زبان حال سے یہ فرمایا ؎

یا آنکہ ما ز گبر و یہودیم ای یزید　　از بہر چیست پردۂ ما را دریدہٗ

این ظلم ہا نہ روا نبود باللہ ای یزید

ظالم مگر تو آل علی را خریدہٗ

یعنی کہ اے یزید (معاذ اللہ) کیا ہم آتش پرست اور یہودی ہیں آخر کس واسطے ہمارے ناموس کو بے پردہ کیا ہے یہ مظالم خدا کی قسم ہرگز روا نہیں ہیں اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کیا ہے۔ جو ایسا ظلم کر رہا ہے ابن نما تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ یزید تخت مرصع پر بیٹھا تھا اور اس کے سر پر زرنگار تاج تھا۔ اور اس مردود کے آس پاس بزرگان قریش بیٹھے ہوئے تھے جو سب ہی اموی لوگ تھے اس ملعون نے نظر غیض و غضب سے حضرت سید سجادؑ کو دیکھا۔ اور اپنے حواریوں سے پوچھا کہ یہ کون ہے لوگوں نے بتلایا یہ علیؑ ابن الحسینؑ ہیں۔ اس بدبخت نے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؑ نامی پسر امام حسینؑ کربلا میں شہید ہو چکا ہے پس یہ دوسرا علیؑ کون ہے۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے بچشم گریان فرمایا کہ تیرے لشکر والوں نے ان کو کربلا میں شہید کر دیا۔ ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ یزید نے کہا کہ عجیب بات ہے کہ تیرے پدر بزرگوار نے اپنے سب بیٹوں کا نام علیؑ رکھا ہے آپ نے فرمایا کہ میرے بابا اس چیز کو پسند فرماتے تھے کہ اپنی تمام اولاد ذکور کا نام علی رکھیں۔ مقتل میں ہے کہ یزید نے کہا کہ تو اس شخص کا فرزند ہے کہ جس نے دعوئے سلطنت و خلافت کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ حسینؑ کو سلطنت و خلافت نہ ملی۔ خدا نے مجھے مظفر و منصور فرمایا۔ اور حسینؑ کے اہل حرم اسیر ہوئے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ دنیا میں کون ایسا شخص ہے کہ جو میرے پدر بزرگوار حسینؑ ابن علیؑ سے زیادہ حقدار خلافت ہو۔ جب کہ وہ جناب سبط پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

کلیم راچہ ضرر گر حشر کند فرعون
مسیح راچہ خطر گر سیہ شود دجّال

یعنی کہ موسیٰ علیہ السّلام کا کیا نقصان ہو سکتا ہے کہ اگر فرعون ان کا مقابل بنے۔ دعوئ ربوبیت کرے وہ بہرحال میں اللہ کے نبی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ موسیٰؑ کے پاس سلطنت نہ تھی۔ اور فرعون صاحب سلطنت تھا مگر پھر بھی موسیٰ نبیؑ رسول ہیں اور سلطنت فرعون کو کوئی درجہ نہ دے سکی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ اللہ کے رسول ہیں اور دجّال لاکھ لشکر رکھتا ہو مگر پھر دجال ہے۔ کتاب بحار میں ہے کہ یزید نے یہ سن کر کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر کو میں نے قتل کیا۔ وہ بدنہاد کہنے لگا کہ تم اللہ پر افترا باندھتے ہو۔ خدا نے لعنت نہ کی شیخ مفیدؒ فرماتے ہیں کہ یزید نے کہا یا علیؑ تمہارے پدر حسین نے میرے ساتھ اچھا نہ کیا بلکہ میرے ساتھ نزع کیا۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس وقت آیت پڑھی۔ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَۃٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ۔

(سورۃ الحدید آیت ۲۲)

جتنی مصیبتیں روئے زمین پر اور خود تم لوگوں پر نازل ہوتی ہیں (وہ سب) قبل اس کے کہ ہم انہیں پیدا کریں کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) ہیں بیشک یہ خدا پر آسان ہے۔ یزید ملعون نے اس آیت کو سن کر خالد کے بیٹے کی طرف رخ کیا اور کہا کہ تو اس کا جواب دے مگر وہ جاہل کوئی جواب نہ دے سکا۔ تب یزید ملعون نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ (سورۃ الشوریٰ آیت ۳۰)

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کرتوت سے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا ہے۔ کتاب بحار میں ہے جب یزید نے یہ آیت پڑھی تو حضرت سید سجادؑ علیہ السّلام نے فرمایا کہ تو نے جو کچھ کہا اگر اجازت تو میں اس کا جواب دوں۔ یزید نے کہا ہاں جواب دیجئے۔ لیکن ہذیان نہ ہو اس پر بیمار و قیدی امامؑ نے فرمایا کہ میں تیرا قیدی ہوں میں کیونکر ناروا بات کہہ سکتا ہوں زیر گفتگو یہ امر ہے کہ میں نے کہا تھا کہ اگر رسولِ خدا اس وقت تشریف لائیں اور ہمیں طوق و زنجیر میں دیکھیں تو اُن پر کیا گزرے گی وہ تجھ سے خوش ہوں گے یا ناخوش؟ یزید اس وقت حکم دیا کہ طوق و زنجیر کھول دیئے جائیں۔

علامہ مجلسیؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب ہمارے جد بزرگوار اسیر ہو کر دربار یزید میں پہنچے ہیں تو دست و بازو۔ اور گردن میں زنجیریں تھیں۔ اور آپ کے بازوؤں میں زنجیریں تھیں اس ملعون نے جب آپ کو دیکھا تو کہا اے علیؑ شکر خدا کہ تیرے پدر کو قتل کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا لعنت کرے اس پر کہ جس نے میرے بابا کو قتل کیا اور تو نے ہی میرے بابا کو قتل کیا پس تجھ پر خدا کی لعنت ہے۔ یزید ملعون سن کر غصہ میں بھر گیا اور حکم دیا کہ اس بیمار کی گردن قطع کر دو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے قتل کرنا منظور ہے تو بی بی زادیوں کو ان کے گھر پہنچا دینے کی اجازت دے کیونکہ یہ فاطمہؑ زہرا صاحب عصمت کی بیٹیاں ہیں اور ان کو کوئی نا محرم نہیں پہنچا سکتا۔ یزید یہ سن کر خوش ہو گیا۔ اور آپ کے قتل سے باز رہا۔ اور غلام سے کہا ایک سوہان لاؤ (یعنی اوزار لوہے کا کہ جس سے دوسرا لوہا کاٹتے ہیں) بحار میں منقول ہے فاقبل بروا الجامعۃ عن عنقہ بیدہ یزید لعنہ یعنی یزید نے ایک بڑا آوارا آہنی

منگایا اور خود اپنے ہاتھ سے طوق گردن کاٹا۔ اور کہا اے فرزند حسینؑ کہ میں نے تو دیہ کام انجام دیا ہے ان لا یکون علی منۃ غیرك۔ کہ میں نے چاہا کہ کسی غیر کا ممنون احسان نہ ہوں یزید اس آیت کو بطور ترحم وکرم پڑھا کہ ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم۔ ماحصل یزید یہ تھا کہ یہ جو کچھ زنجیر وطوق و سلاسل میں تم تھے یہ تمہارے ہی ہاتھوں کی بدولت ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ عجب استدلال ہے یہ آیت ہمارے حق میں نازل ہوئی ہے اور تو اس آیت کو ہمارے لیے پیش کر رہا ہے پس امام علیہ السّلام نے فرمایا کیا تو نے اس آیت کو نہیں پڑھا۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض الخ (سورۃ الحدید آیت ۲۲) روایت میں ہے کہ یزید نے چاہا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام کی گردن سے طوق آہنی بلند کرے۔ پس جیسے ہی طوق بلند کیا آپ کی گردن مبارک میں خون جوش مارنے لگا۔ کتاب دعوات الرّاوندی میں ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کو قتل کرنے کا مصمّم ارادہ کیا تھا۔ اور اس کا خیال تھا کہ دوران گفتگو سیّد سجادؑ نے کوئی ایسا حرف زبان سے نکلے کہ یزید کو آپ کے قتل کا بہانہ مل جائے۔ امام زین العابدینؑ علیہ السّلام نے قرآن کی آیات سے استدلال قائم کر کے اُسے خموش کر دیا۔ یزید نے کہا کہ تم نے تو تسبیح کے ذریعہ جوابات دیئے ہیں۔ یعنی خدائی کلام سے۔

امام زین العابدین علیہ السّلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میرے پدر بزرگوار نے جدّ امجدّ رسولؐ خدا کا یہ ارشاد بیان کیا کہ جب کوئی شخص نماز صبح بجالائے تو بعد از تسبیح ہاتھ بلند کرے اور یہ پڑھے کہ اللھم انی اصبحت اسبحك وامجدك واحمدك واھلك بعدد ما ادیر۔ یعنی کہ تسبیح پڑھنے کے بعد ہاتھ بلند کرے اور

مذکورہ کلمات پڑھے تو صبح سے لے کر وقت خواب تک اس تسبیح کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے گا۔ لیکن بجائے اصبحت اسبحك امسیت سبحك کہے تو دوسری صبح تک ثواب تسبیح ملے گا اور میں نے یہ کلمات اقتدار رسولؐ خدا میں کہے ہیں۔ یزید ملعون نے کہا سبحان اللہ کہ جو کچھ میں کہتا ہوں آپ اس کا فوراً جواب دیتے ہیں پس وہ امام زین العابدین علیہ السّلام کے قتل سے باز رہا اور آپ کو رہا کرنے کا حکم صادر کیا اور آپ کو زنجیر وطوق سے آزادی حاصل ہوئی۔

صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ دوران مکالمۂ یزید ملعون۔ صدائے نقارۂ ونوبت سلطنت یزید شروع ہوئی خالد نے حضرت امام زین العابدین کی طرف رخ کر کے کہا کہ میرے پدر کی سلطنت کا نقارہ بج رہا ہے آپ نے اس کی آواز سنی۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا۔ ذرا صبر کرا تنے میں گلدستۂ آذان سے صدائے آذان بلند ہوئی اور موذن نے اشھد ان محمدا رسول اللہ کہا تو سید سجادؑ نے فرمایا کہ یہ ہماری نوبت ہے ہمارے جد کا نام آذان ہی لیا جاتا ہے اس وقت یزید بہت متعجب ہوا اور خموش ہو گیا دگر یز مجلس م

روز عاشوراء وقت ظہر حضرت امام حسین علیہ السّلام نے شمر سے فرمایا اب کیا وقت ہے تو شمر ملعون نے کہا کہ دہ وقت ہے کہ موذن گلدستۂ آذان سے شہادت دے گا اشھد ان محمدا رسول اللہ واحسرتاہ کہ شمر ملعون نے پھر بھی امام حسینؑ کو شہید کر دیا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ٥

یزید ملعون کی مے نوشی اور سر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت

کتاب عیون اخبار الرضا میں فضل بن ربیع سے روایت ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ من کان من شعتنا فلیتورع عن شرب الفقاع واللعب بالشطرنج یعنی کہ کوئی بھی شخص جو اپنے آپ کو ہمارا شیعہ جانتا ہے اس کو چاہیئے کہ فقاع اور شطرنج سے پرہیز کرے۔ فقاع اس خمر یعنی مے کو کہتے ہیں کہ جو سے بنائی گئی ہو۔ یہ بھی حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے جو سے تیار کردہ شراب یزید نے پی ہے جب دستر خوان پر یزید بیٹھتا تھا تو شراب فقاع موجود ہوتی تھی۔ اور جب سر بریدۂ امام حسینؑ علیہ السلام اس کے دربار میں پیش ہوا تو اس وقت بھی اس کے لیے شراب جو لائی گئی۔ خود بھی شراب نوشی کی اور اس کے ہم لقمہ لوگوں نے بھی شراب نوشی کی امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ شراب مومن کی دشمن ہے۔ شراب کہ جو بمعنیٔ خمر ہے اور اس کا پینا حرام ہے اس کے متعلق معصوم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ انہ خمر استصغره الناس وفقاع یعنی شرابی لوگ اس کو حقیر اور معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ علماء فقہ نے شراب فقاع (یعنی جو سے تیار کردہ شراب) اور شراب انگور دونوں کو یکساں طور پر حرام قرار دیا ہے۔ اور دونوں نجاست میں بھی یکساں ہیں ان کا استعمالی برتن وغیرہ بھی پاک نہیں ہوتا یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب سر امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا یزید شراب نوشی میں مشغول تھا۔

اور پھر جب نشہ ہلکا ہو گیا تو شطرنج کھیلنے میں مشغول رہا۔ (از مترجم اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جس دن اسیران کربلا داخل دربار ہوئے ہیں اگرچہ یزید پلید کے لیے سخت دن تھا مبادا ایسا نہ ہو کہ مملکت میں حمایت اہلبیتؑ طاہرین میں خروج کا جذبہ اُبھر آئے تاہم یزید ملعون مے نوشی اور شطرنج بازی میں مشغول رہا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دونوں حرام کام اس بدنہاد کی عادت بن چکے تھے۔ اس لیے شیعہ اہلبیتؑ طاہرین کا ان دونوں نجس کاموں سے کیا تعلق! یہ چیز لمحہ فکریہ کی طالب ہے)

تبر مذاب میں مسطور ہے کہ فامر یزید لعنہ لوضع الراس علی طبق من ذهب ثم دعی بالشراب فشرب ثم صب جرعة منه علی الراس وقال کیف رایت یا حسین۔ ——— (از مترجم میرا دل قابو میں نہیں ہے کہ یزید کے اس گستاخانہ عبارت کا ترجمہ کروں۔ اور مجھے یہ بھی امید ہے کہ کوئی مولائی اور شیعہ اس عبارت کے ترجمہ کو برداشت نہیں کر سکے گا) بس خلاصہ یہ ہے کہ یزید اس دور کا بدمست شرابی تھا اس نے سر مطہر سے خطاب کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اے حسینؑ تم یہ گمان رکھتے ہو کہ تمہارے بابا علی مرتضیٰ ساقی حوض کوثر میں جب تم اپنے بابا کے پاس پہنچو تو کہنا کہ یزید کہتا ہے کب مجھے آب کوثر نہ دیں گویا مجھے شراب جو کافی ہے اور اے حسینؑ تم کہتے ہو کہ چاندی سونے کے ظروف کا استعمال حرام ہے اور میں نے تمہارا سر طشت طلا میں رکھا ہے۔ تم کہتے ہو کہ میرے بابا علی مرتضیٰ قاتل کفار و مشرکین ہیں۔ میں نے آج تم سے کشتگان بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

کیفیت ورود اہلبیت اطہار بادربار یزید اور جناب فاطمہؑ جناب سکینہؑ وجناب ام کلثومؑ کو کنیزی میں طلب کرنا

جب یزید ملعون حضرت سید سجادؑ کے ساتھ مکالمہ سے فارغ ہوا تو اُس نے حکم دیا کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار میں سے مخدرات اور بچے دربار میں پیش کئے جائیں۔ کتاب الارشاد میں شیخ مفید علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ثم دعی بالنساء والصبیان۔ پھر اسیر عورتیں اور بچے دربار میں لائے گئے۔ دربار میں آنے سے قبل اسیران اہلبیتؑ، مردوزن تین گھنٹہ تک باالساعات پر کھڑے رہے ناگاہ جلاد لوگ آئے اور اسیروں کو ریسمان سے باندھ کر دربار کی طرف لے چلے۔ افتاں وخیزاں تمام مخدرات اور معصوم بچے گریہ کناں دربار میں پہنچے اس وقت محضر بن ثعلبہ ولد الحرام دربار میں پہنچا اور بآواز بلند کیا کہ میں محضر بن ثعلبہ ہوں اور خدمت امیر المومنین میں حاضر ہوا ہوں۔ جب حضرت سید سجادؑ نے یہ سنا کہ وہ مردود یزید کو امیر المومنین کہہ رہا ہے فرمایا ولدت ام محضر اشر والام یعنی کہ محضر کی ماں نے اس سے زیادہ شریر اور لئیم (بخیل) بچہ نہ جنا ہوگا۔ ابن نما نے بھی اسی چیز کو نقل کیا ہے واحسرتاہ وامصیبتاہ بنت علی وفاطمہؑ کجا اور دربار یزید پلید کجا، وارثان تطہیر کجا اور تماشائی کجا ہے

دربار گہ یزید زینبؑ چہ کند ۔۔۔ باایں ستم ایں سوختہ کوکب چہ کند

ومنی یابن فاطمۃ زہرا سیدۃ النساء یابن بنت المصطفیٰ۔ حضرت زینبؑ کے اس نالہ و فغان سے درباری لوگ متاثر ہوئے اور رونے کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ یزید ملعون خموش رہا۔ دوسری مرتبہ پھر گریہ وبکا کی آوازیں بلند ہوئیں۔ چنانچہ صاحب فصول المہمہ نقل کرتے ہیں فجعلت فاطمۃ وسکینۃ تتطاولان لتنظر الی الراس وجعل یزید لعنہ تسترہ علیہما۔ یعنی کہ فاطمہؑ اور سکینہ دونوں گردن کھینچے کھڑی تھیں کہ بابا کے سر کی زیارت کر سکیں۔ اور یزید ملعون نے سر کو پوشیدہ کر رکھا تھا ناگاہ ان کی نظریں سر بریدۂ امام حسینؑ پر پڑیں صدائے گریہ بلند ہو گئی پس پردہ جو اہل حرم یزید ملعون تھے ان سب میں گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں۔

بروایت انوار نعمانیہ ومنتخب۔ روی ان الحریم لما دخلن فی السبی الی یزید لعنہ بن معاویۃ وھن مربقات بحبل طویل وزجر بن قیس لعنہ اللہ یجرھن یعنی حرم رسالت اور پردہ داران چادر تطہیر جب اسیر وخوار ہو کر داخل دربار یزید ہوئے۔ سب ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے اور ریسمان زجر بن قیس کے ہاتھ میں تھی کہ وہ ان کو لے کر یزید کے تخت کے سامنے پہنچا اسیر کھڑے رہے۔ اس وقت یزید نے زجر سے پوچھا کہ من ھذہ۔ کہ یہ بی بی کون ہے۔ اور یہ بی بی کون ہے وہ الگ الگ ہر ایک بی بی کو دریافت کرتا رہا۔ اور زجر بن قیس بتلا دیا کہ زینبؑ بنت علی وفاطمہؑ ہے اور یہ کلثوم خواہر امام حسینؑ ہے یہ علی وفاطمہؑ کی بیٹی ہے۔ یہ سکینہ ہے یہ فاطمہؑ ہے یہ رقیہ غرض کہ ہر ایک مستورہ کا نام لے کر بتلاتا رہا۔ اس وقت یہ بیکس بیبیاں ایک ایک دوسری بی بی کے عقب میں موسہ چھپا رہی تھی۔ یزید نے ایک بی بی کے متعلق دریافت کیا من ھذہ التی لھا ستر

نامحرم و زینبؑ ای خدا ظلم ببین
خورشید رو دبرج عقرب چه کند

ماحصل یہ ہے کہ دربار یزید جو ظلم و ستم کی آماد گاہ ہے زینبؑ کیا کہے نامحرموں کا مجمع ہے اے خدا یہ ظلم دیدنی ہے کہ وہ زینبؑ خاتون کہ جس کی ماں کا جنازہ بھی پردۂ شب میں اٹھایا گیا وہ زینبؑ کہ جو واقعہ کربلا سے پہلے دن میں روضہ رسولؐ خدا پر نہیں گئی آج منکر رسولؐ کے دربار میں برہنہ سر ہے ان یزیدیوں نے آل رسولؐ اور نبی زادیوں کو اس طرح اسیر کیا تھا کہ ترک و دیلم کے اسیر بھی ایسے نہ ہوں گے ۔مجلس یزید میں اسیران خستہ جگر بال پریشان کھڑے تھے ۔ واحسیناہ کی صدائیں بلند تھیں ۔اس وقت فاطمہ دختر امام حسینؑ نے عورتوں میں سے یزید سے کہا یا یزید بنات رسول اللہ سبایا۔ اے ظالم تو نے دختران رسول خدا کو اسیر کیا ہے فبکی الناس وبکی اھل دارہ حتی علیہ الاصوات ۔ لوگوں میں شور گریہ و بکا بلند ہوا۔ (دربار یزید میں ماتم ہو رہا تھا۔ یزیدی خوشیاں کر رہے تھے آج وہی رنگ ہے مخالفین عزا ہمارے رونے اور ماتم پر اعتراض کرتے ہیں) معین الدین صاحب روضۃ الشہداء لکھتے ہیں کہ یزید نے حکم دیا کہ اسیران کربلا کو صف اوّل سے لیجاؤ۔ اور سب کو ایک جا کر کے لوگوں کے اور اسیروں کے درمیان پردہ کھینچ دو۔ لیکن مرحوم السید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ ثم وضع راس الحسین بین یدیہ و اجلس النساء خلفہ لئلا ینظرن الیہ ۔ یعنی سر بریدۂ امام حسینؑ یزید ملعون کے سامنے ہی رہا اور اہلحرم کو تخت کے عقب میں جگہ دی تاکہ عورتیں سر مطہر امام مظلوم نہ دیکھیں کہ ناگاہ حضرت زینب خاتون کی نگاہ سر امام حسین پر پڑی بے ساختہ فرمایا ہائے حسینؑ اور اپنا گریبان چاک کر لیا فرمایا یا حسیناہ یا حبیب رسول اللہ یا ابن مکہ

کہ یہ کون عورت ہے کہ جو اپنے دونوں ہاتھوں سے چہرہ کو چھپائے ہوئے ہے زجر نے کہا کہ یہ سکینہ بنت الحسینؑ ہے ۔یزید اس بچی کی طرف مخاطب ہوا اور کہا انت سکینہ کیا تو ہی سکینہ بنت الحسینؑ ہے ۔سکینہ خاتون رونے لگی ۔یزید نے پوچھا کہ اس وقت تجھے کس چیز نے رلا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ لا تبکی من لیس لھا ستر ۔ کہ وہ دختر کیوں نہ روئے کہ جو نامحرموں میں گھری ہوا اور اسیر ہو پردہ کی کوئی صورت نہ ہو۔ کہ میں اپنا چہرہ تجھ سے اور حاضرین دربار سے چھپا سکوں (اے خواتین شیعہ یہ ہے پردہ اہلبیتؑ جس کی تاسی تم پر واجب ہے) کہتے ہیں کہ اس وقت یزید مردود بھی رونے لگا اور تمام حاضرین دربار باآواز بلند رو رہے تھے ۔

کتاب منتخب اور مقتل ابی مخنف میں ہے کہ یزید سکینہ خاتون سے کہا کہ اے سکینہ تمہارے بابا حسینؑ میرے حق کا انکار کرتے تھے اور میرے لیے قطع رحم کرتے تھے ۔اور میری سلطنت کے بارے میں نزاع کرتے تھے ۔ تو نے دیکھا کہ ان کے سر پر کیسی مصیبت آئی ۔جناب سکینہؑ کو اگرچہ یزید کی یہ گفتگو انتہائی دل شکن تھی ۔جو کہ گراں گزری مگر فرمایا اے یزید میرے بابا کے قتل کرنے پر خوش مت ہو میرے بابا مطیع خدا اور رسولؐ تھے ۔ مقرب بارگاہ ایزدی تھے ۔ خدا نے ان کو داعی حق بنایا تھا وہ شہید ہو کر فائز المرام ہوئے ہیں ۔

اور اے یزید تجھے روز قیامت اپنے اعمال زشت کے جواب دہی کے لیے تیار رہنا چاہیئے ۔کیونکہ روز حساب ضرور ہے اس نے مردود نے جناب سکینہ کو جھڑک دیا اور خوش کر دیا اس وقت ایک شخص گروہ لخم سے کھڑا ہوا اور کہا اے یزید اس دختر کو میری کنیزی میں دیدے ۔جناب سکینہؑ نے سنا تو اپنی

پھوپھی اماں زینب خاتون سے لپٹ گئیں اور کہا کیا اماں جان ۔ نبی زادیاں بھی کنیزی بنتی ہیں ؟ حضرت ام کلثومؑ نے بڑی غضب آلودہ نگاہ سے اس مرد ناہنجار کو دیکھا اور فرمایا کہ خموش ہو جا۔ خدا تیری زبان قطع کرے اور تجھے اندھا کر دے اور تیرے ہاتھ خشک ہو جائیں تو اولاد محمد مصطفےٰ پیغمبر خدا کو کنیزی میں طلب کرتا ہے راوی کہتا ہے فواللہ ما استتم کلامھا حتی اجاب اللہ دعائھا ۔ کہ بخدا ابھی جناب ام کلثومؑ کا کلام تمام نہ ہوا تھا کہ خداوند عالم نے دعا قبول کی۔

اور اس ملعون نے چیخ ماری اس کی زبان خود اس کے دانتوں سے کٹ گئی ۔ اور اس کے دونوں ہاتھ اس کی گردن میں مثل طوق ہو گئے اور اس کی آنکھیں جاتی رہیں یعنی بینائی سلب ہو گئی ۔ اس وقت حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا کہ الحمد للہ الذی عجل علیک العقوبۃ فی الدنیا قبل الآخرۃ ۔ دختران رسولؐ کی بے حرمتی کرنے والے کی یہ سزا ہے۔

مؤلف کتاب کہتے ہیں کہ ام کلثوم سے حضرت زینب خاتون مراد ہیں کہ ام کلثوم کبریٰ لقب ہے پس حضرت زینبؑ مستجاب الدعوات ہیں (از مترجم ۔ بہر حال حضرت زینبؑ خاتون ہوں یا جناب ام کلثوم ہوں دونوں ہی خداوند عالم کی بارگاہ میں مقرب ہیں اور خاص مرتبہ رکھتی ہیں)

حسن بن محمدؒ بن علی الطبری کامل السقیفہ میں نقل کرتے ہیں کہ اس روز جب کہ یزید نے ورود اہلبیتؑ طاہرین کے موقعہ پر دربار کو آراستہ و پیراستہ کرنے کا حکم دیا تھا اور اپنی اراکین دربار کو اجازت دی تھی کہ جو کچھ وہ سر مطہر امام حسینؑ کے ساتھ جسارت کرنا چاہیں کر سکتے ہیں ۔ اسی اثنا میں ایک مسخرہ زہیر نامی عراقی دربار میں حاضر ہوا ۔ اور اس نے ایک نگاہ اسیروں پر ڈالی ۔ اس کی نظر جناب ام کلثومؑ

پر پڑی اور یزید کی طرف رخ کر کے کہا ۔ (معاذ اللہ) ھب لی ھذہ الجاریۃ کہ اس کو مجھے بخش دے ۔ اور اس کا اشارہ جناب کلثومؑ کی طرف تھا ۔ آپ اسیروں کے ساتھ ایک طرف کو کھڑی تھیں ۔ پس آپ نے از روئے غضب و قہر فرمایا کہ اقصر یدک عنا قطعھا اللہ ۔ یعنی اپنے ہاتھ کو کوتاہ کر یعنی ہماری طرف اشارہ نہ کر خدا تیرے دونوں ہاتھ خشک کرے ۔ جناب ام کلثوم نے اسقدر آمیز طریقہ پر فرمایا کہ زہیر مسخرہ کے جسم میں رعشہ پڑ گیا ۔ اور حیرت زدہ ہو گیا یہ دیکھ کر یہ اسیر تو عرب معلوم ہوتے ہیں کہ یہ خاتون عربی میں کلام کر رہی ہیں ۔ اس کا خیال تھا کہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں ۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مرد یہاں نبی زادیاں موجود ہیں یہ قیدی اولاد رسول خدا ہیں ۔ یہ فاطمہ زہراؑ کی بیٹی ہیں ۔ کہ تمہارے امیر نے اپنے نبی کی دختروں کو اسیر کیا ہے اور بے پردہ دربار میں حاضر کیا ہے جب وہ شخص یعنی کہ زہیر مسخرہ حالات سے باخبر ہوا مجلس یزید سے باہر آیا ۔ اور ایک چھری لے کر اپنا وہ ہاتھ کہ جو جناب ام کلثومؑ کی طرف بڑھایا تھا خود قطع کیا اور اس کٹے ہوئے ہاتھ یزید کے بائیں جانب پھینک دیا ۔ اس کے بازو سے خون ٹپک رہا تھا وہ خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں آیا ۔ اور عرض کیا فرزند رسول خدا مجھ سے خطا ہو گئی کیا میرا قصور معاف ہو جائے گا ۔ یہ کہہ کر اس نے کٹے ہوئے حصہ پر سے کپڑا اٹھایا ۔ اور عرض کیا مولیٰ میں آپ لوگوں کو نہیں پہچانتا تھا ۔ میرے جرم سے درگزر فرمائیے ۔ اور اپنی پھوپھی ام کلثومؑ سے فرمائیے کہ وہ میری خطا معاف کر دیں ۔ ان کی دعا خداوند عالم نے قبول فرما لی ۔ اب اگر آپ معاف فرمائیں تو خدا بھی میرا جرم معاف کر دے گا ۔

الشیخ صدوق علیہ الرحمتہ نے کتاب امالی میں فرمایا ہے کہ عن فاطمۃ بنت علی علیہ السلام انھا قالت لما اجلسنا بین یدی یزید لعنہ اللہ رق لنا اول شئ و الطفنا۔ شیخ امالی میں فاطمہ بنت امیرالمومنین علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ ان مخدّرہ نے فرمایا کہ جب ہمیں مجلس یزید میں اس کے روبرو لے گئے تو اس ملعون نے میری طرف نشان دہی کی اور اس نے ہمارے حال پر رقّت کی ۔ اور مہربانی کا برتاؤ کیا اس وقت اہل شام میں سے ایک احمق شخص نے یزید کی قدمبوسی کی اور کہا کہ اس عورت کو میری کنیزی میں بخشدے ۔ میں یہ سن کر خوف زدہ ہو گئی ۔ اور مجھے خیال ہوا کہ یزید ظالم ہے حاکم ہے جو چاہے کرے میں نے اپنی بہن کے دامن کو پکڑلیا ۔ کیونکہ وہ مجھ سے بڑی تھیں ۔ اور مجھ پر زیادہ شفقت فرماتی تھیں ۔ انہوں نے مرد شامی کی طرف رخ کرکے فرمایا کذبت واللہ لعنت ما ذالک لک ولا لہ تو جھوٹ کہتا ہے تو نے عترت اطہار کے بارے میں ایسی خواہش کی ہے جو تیرے لیے ممکن نہ ہو گی اور تو ملعون ہو گیا ۔ اور یزید بھی تیرے اس کام کو انجام نہیں دے سکتا ۔ یزید اس بات کو سن کر غصّہ میں آگیا ۔ اور میری خواہر سے کہا ۔ بل کذبت و لعنت کہ تو نے جھوٹ کہا (معاذاللہ) اور تجھ پر لعنت ہو ۔ اگر میں چاہوں تو کنیزی میں دے سکتا ہوں ۔ آخر کیوں ایسا نہیں کر سکتا ۔ میری خواہر نے فرمایا کہ خدا کہ خدا نے ایسا قرار ہی نہیں دیا ہے کہ عترت اطہار کے بارے میں ایسا کام کر سکے اور دین و ملت سے خارج ہو جائے ۔ یزید غصّہ میں کہنے لگا کہ میرا قلم حیا کرتا ہے کہ ایسا لکھوں مگر کیا کروں ۔ کوئی اور چارہ کار نہیں ہے پھر اس نے کہا انما خرج من الدین ابوک واخوک میری بہن نے فرمایا کہ اس دین کی میرے بھائی ، باپ اور جد بزرگوار نے تیرے باپ دادا کو ہدایت کی مقصد یہ تھا کہ اگر ہمارے

جد رسول خدا نہ ہوتے تو تیرے باپ دادا مسلمان نہ ہوتے اور پھر تجھے سلطنت کا موقعہ نہ ملتا اس ملعون نے کہا کذبت یا عدو اللہ جب میری بہن نے دیکھا کہ یزید ناروا الفاظ کہہ رہا ہے تو فرمایا امیر تشتم ظالما وتقہر سلطانا میں کیا کروں کہ آج تو امیر مملکت ہے اور میں اسیر ہوں تو مجھ پر ظلم کر رہا ہے فرمایا اے بے حیا کر ۔ یزید خموش ہو گیا اور شامی باز رہا ۔ اور پھر کنیزی کے لیے طلب نہ کر سکا ۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ شیخ مفیدؒ نے اس واقعہ کو کتاب الارشاد میں لکھا ہے لیکن اس طرح روایت کی ہے کہ از فاطمہ دختر امام حسینؑ ، کہ دختر امام حسینؑ فاطمہ نامی نے کہا ۔ اور مرحوم السیّد نے کتاب لہوف میں ابھی ایسا ہی لکھا ہے کہ ایک مرد شامی نے فاطمہ نامی بنت امام حسینؑ کو اپنی کنیزی میں لینے کے لیے یزید سے درخواست کی پس فاطمہ بنت امام حسینؑ نے اپنی پھوپھی جناب زینب خاتون کا دامن پکڑلیا اور کہا پھوپھی اماں کیا ایسا ہو سکتا ہے آپ نے فرمایا کہ اس فاسق کی کیا مجال کہ تمہیں کنیزی میں لے سکے اس مرد شامی نے دریافت کیا کہ یہ لڑکی کون ہے اور یہ بی بی کون ہیں یزید نے کہا یہ لڑکی فاطمہ بنت امام حسین ہیں اور یہ بی بی دختر علی ابن ابی طالبؑ زینب خاتون ہیں پس جیسے ہی اس شامی نے سنا تو اس نے یزید سے سر امام حسین کی طرف اشارہ کرکے کہا کیا یہ سر مبارک حسین ابن فاطمہؑ دختر رسولؐ خدا کا ہے یزید نے کہا کہ ہاں ۔ اس پر وہ شامی بولا لعنک اللہ یا یزیدؔ تقتل عترۃ بیتک وتسبی ذریتہ ۔ اے یزید خدا کی تجھ پر لعنت ہو تو نے فرزند رسولؐ خدا کو قتل کر دیا اور ان کی عترت کو ناروا الفاظ کہہ رہا ہے اور ان کو اسیر کیا ہے ان کو دربار میں بلایا ہے خدا شاہد ہے کہ مجھے یہ معلوم نہ تھا اور نہ ایسا خیال تھا کہ

ذریت و عترت رسول خدا قیدی ہیں اور تیرے دربار میں سامنے کھڑے ہیں۔ میں یہ خیال کر رہا تھا کہ یہ ترک و دیلم کے قیدی ہیں وا مصیبتاہ کہ آل رسولؐ کو قیدی بنایا ہے یزید نے اس مرد مومن کو بھی قتل کرا دیا اور اس کی روح محمدؐ و آل محمدؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئی۔

دربار یزید میں حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ

کتب معتبرہ، ارباب مقاتل، شیخ صدوقؒ اور دیگر علماء سے جو کچھ آگہی حاصل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جب اسیران اہلبیت طاہرین وارد دربار یزید پلید نہاد ہوئے ہیں تو اُس نے دربار میں اسیروں کو ایک ناپسندیدہ جگہ دی مرحوم السیّد اور بعض دیگر علما تحریر کرتے ہیں کہ تخت شاہی کے عقب میں یا ایک پوشیدہ دالان میں جگہ دی۔ اور اوّلاً یزید کے سامنے اور پھر مذکورہ صورت میں اہلبیتؑ اطہار کو جگہ دی۔ جب اسیران اہلبیتؑ یزید کے روبرو کھڑے تھے تو سر امام حسینؑ طشت طلاء میں یزید کے سامنے رکھا تھا۔ اور جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے یزید چوب خیزران سے سر مطہر کے ساتھ جسارت کر رہا تھا روضۃ الشہداء میں ہے کہ جب حضرت ام کلثومؑ کی نظر سر بریدہ پر پڑی۔ آپ نے یزید سے کہا کہ مجھے اجازت دے کہ میں سر مطہر کو اپنی آغوش میں لوں اور بوسہ دے سکوں۔ یزید نے اجازت دی عُلیا ام کلثوم نے سر مطہر کو طشت سے اٹھایا۔ اور لبوں پر اپنے لب رکھ کر خوشبوئے برادر سونگی اور پھر یزید کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے یزید بہت جلد اپنے کیے کی سزا پائے گا۔

شیخ صدوق کتاب الامالی میں تحریر کرتے ہیں کہ سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ بخدا میں نے یزید سے زیادہ سخت دل کوئی شخص نہیں دیکھا۔ اس وقت کہ جب یزید ایسے اشعار پڑھ رہا تھا کہ جس کا یہ ہے کہ آج بدر کے ہمارے مقتول زندہ ہوتے تو میری کارکردگی دیکھتے تو مجھے داد دیتے کہ میں محمدؐ کی آل سے گن گن کر بدلے۔ حضرت زینبؑ خاتون تاب ضبط نہ رہی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئیں اور احتجاج خیز خطبہ انشاء کیا۔ ہم اس خطبہ کو کتاب اللہوف سے نقل کرتے ہیں جو حسب ذیل ہے۔

قال الراوی فقامت زینب بنت علی ابن ابی طالب علیہ السلام فقالت الحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ علی رسولہ وآلہ اجمعین۔ صدق اللہ کذلک یقول ثم کان عاقبۃ الذین اساؤا السوٰی ان کذبوا بآیات اللہ وکانوا بما یستھزءون اظننت یا یزیدؑ حیث اخذت علینا اقطار الارض و آفاق السماء فاصبحنا نساق کما یساق الاساراء ان بنا ھوانا علی اللہ و بک علیہ کرامۃ وان ذلک لعظم خطرت عندہ فشمخت بانفک ونظرت فی عطفک جذلان مسرورا حین رایت الدنیا لک مستوثقۃ والامور متسقۃ وحین صفا لک ملکنا و سلطاننا فمھلا مھلا انسیت قول اللہ تعالیٰ ولا تحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین، امن العدل یا بن الطلقا تخدیرک حرائرک و امائک وسوقک بنات رسول اللہ سبایا۔

اے یزید تو اپنے آپ کو بادشاہ اور سلطان جانتا ہے کیا یہ ہی تیری عدالت

ہے کہ تیری کنیزیں تو پردہ میں ہوں اور دختران رسولؐ خدا باسر و پا برہنہ نامحرموں کے سامنے رسن بستہ کھڑی ہوں۔ قد انتهکت ستورھن و ابدیت وجوھهن تحدوا بهن الاعداء من بلد الی بلاد و یستشرفهن اهل المناخل و یتصفح وجوههن القریب والبعید والدنی والشریف لیس معهن من رجالهن ولی ولا من حماتهن حمی۔ اے ظالم تو نے آل رسولؐ کو بے پردہ کردیا حرمت پردہ برباد و ضائع کردی۔ اور ہمیں قیدی بنا کر نامحرموں کو ساربان بنا دیا۔ اے یزید شہر بشہر کے لوگ ہمارا تماشا دیکھ رہے ہیں اچھے بُرے ولی اور شریف سب تماشائی نظر آتے ہیں ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آیا کہ جو طلب خون شہیدان کرے۔ اور ہم بیکس عورتوں بچوں کی حمایت کرے وکیف یرتجی راقبة ابن من لفظ فوه اکباد الازکیاء ونبت لحمه بدماء الشهداء کس طرح امید کیجا سکتی ہے اُس کے پسر سے کہ جس نے اُحد میں شہید دل جگر اور کان نکال کر چبائے ہوں اور ان کا ہار بنا کر پہنا ہو۔ وکیف یستبطأ فی بغضنا اهل البیت من نظر الینا بالشنف والشنآن والاحن والاضغان اور کیونکر آرام مل سکتا ہے ان سے کہ جنہیں اہلبیت طاہرینؑ سے بغض ہے جو آل رسولؐ سے کینہ رکھتے ہیں۔ ثم تقول غیر متاثم ولا مستعظم واهلوا واستهلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لاتشل منحنیا علی ثنایا ابی عبد الله سید شباب اهل الجنة تنکتها بمخصرتک۔ اور از روئے جرأت جسارت کہتا ہے کہ کوئی گناہ نہیں کیا۔ اور اپنے عمل کو نہیں دیکھتا کہ تو کہتا ہے کہ اے کاش میرے بزرگ جو جنگ بدر میں مارے گئے وہ آج ہوتے تو دیکھتے کہ میں کس طرح آل رسولؐ اور اولاد علیؑ سے بدلا لیا ہے اور تو خوشیاں

منا رہا ہے اور اے یزید تیرے ہاتھ شل ہو جائیں کہ تو نے خوب بدلا لیا کہ اولا نبیؐ کو قتل کیا۔ اور اب تو لب و دندان حسینؑ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ میرے اس بھائیؑ کے ساتھ کہ جو جوانان جنت کا سردار ہے۔ چوب دستی لبوں پر لگا رہا ہے۔ و کیف لاتقول ذلك و قد نکات القرحة واستاصلت الشافة باراقتك دماء ذریة محمد و نجوم الارض من آل عبد المطلب کیوں نہیں کہتا کہ اس کلام سے زخموں پر زخم لگا رہا ہے تو نے آل عبدالمطلب کا خون بہایا ہے ذریت پیغمبرؐ خدا کہ جو زمین پر مثل ستاروں کے تابندہ ہیں اور ان کے نور ہدایت سے اسلام منور ہو رہا ہے و تهتف باشیاخك زعمت انك تناديهم فلتردن وشیکا موردهم ولتودن انك شللت و بکمت ولم تکن قلت ما قلت و فعلت ما فعلت۔ تو اپنے بزرگوں کو آواز دے اور گمان کر کہ وہ تیری آواز سن رہے ہیں اور تو بھی جلد تر ان سے ملحق ہو جائے گا اور وہاں پہنچ جائے گا کہ جو تیری جگہ ہے۔ کاش تیرے ہاتھ شل ہو جائیں۔ پس جناب زینبؑ خاتون نے اس پر نفرین کی اور اس پر لعنت کی فرمایا۔ اللهم خذ بحقنا وانتقم ممن ظلمنا واحلل غضبك فی حق من سفك لنا دمائنا و قتل حماتنا۔ اے خدائے کریم والصمد واجب الکریم اور اے روز جزا کے مالک اور ہر ایک خستہ کو لطف و کرم سے نوازنے والے۔ اے زینب بیکس کے خدا دشمنی سے ہمارا انتقام لے۔ جنہوں نے ہمارا حق غصب کیا ہے اور ہمارے جوانوں کا خون بہایا ہے۔ ان سے انتقام لے۔ انتقام لے۔ اس وقت جناب زینبؑ نے یزید کی طرف دیکھا اور فرمایا فو الله ما فریت الا جلدك ولا حززت الا لحمك ولتردن علی رسول الله بما تحملت من سفکه دماء ذریته وانتهکت

من حرمتہ فی عترة ولحمت حیث یجمع اللہ شملہم ویکتم شعثہم ویاخذلہم بحقہم
اے یزید خداوند عالم پر تیرا یقین نہیں ہے کہ تو نے ہمارے حق میں ظلم کیا۔ اور جب تو حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں روز قیامت جائے گا اور وہ بھی اس حالت میں کہ تو نے ذریّت رسولؐ کا خون بہایا ہے۔ ان کی عترت کو اسیر کیا ہے اور جگر رسولؐ خدا کو سوختہ کیا ہے۔ تو جب رسولؐ خدا تجھ سے سوال کریں گے اور ہمارا انتقام لیں گے تو تجھے اپنی فکر خود کرنی لازم ہے کہ تو نے ہمارا گھر برباد کیا ہے ؎

ای جفا کردہ دل خلق ریش — پیشۂ آزادگرفتہ بہ پیش
غافل از اندر کہ عتابیت ہست — فارغ از آن غم کہ حسابیت ہست
روز قیامت کہ بودہ آوری — شرم نداری کہ چہ عذر آوری
چند غبار ستم انگیختن! — آب خود خون کسان ریختن
آہ کسان خزد نہاد شمر — آتش سوزان چہ بزرگ و چہ خُرد
تیر ضعیفان چہ گزشت از کمان
بگذرد از نہ سپہر آسمان

خلاصہ اشعار یہ ہے کہ اے جفاکار، ستم شعار تجھ سے مخلوق کے دل زخمی ہو گئے ہیں تو نے ستم شعاری اپنا رویہ بنا لیا ہے تو اس امر سے غافل ہے کہ تیرے لیے عتاب خدا ہے کیا تو روز قیامت حساب دینے سے فارغ ہو گیا ہے۔ کچھ سوچ اُس دن تو کیا عذر کرے گا۔ روز قیامت عدل و انصاف کا دن ہے ستم و جور کی آندھیاں چلانے والے اپنی آبرو کا احساس اور دوسری کا خون بہانا۔ کسی کی آہ کو بے اثر نہیں سمجھنا چاہیے بھڑکتی ہوئی آگ کے سامنے کیا

خورد وہ تو سب کو جلا دیتی ہے۔ کمزوروں کے تیر جو کمان سے نکل چکے وہ تو آسمانوں سے گزر گئے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ۔ (سورۃ آل عمران آیت ۱۶۹)
اور جو لوگ خدا کی راہ میں شہید کئے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا وہ لوگ جیتے ہیں اپنے پروردگار کی طرف سے رزق پاتے ہیں) یعنی کیا اے یزید تو گمان کرتا ہے کہ قتیل راہ خدا مردہ ہے نہیں وہ زندہ ہے اور خدا کی طرف سے رزق پاتا ہے۔ وحسبک باللہ حاکما و محمد خصیما و جبرئیل ظھیرا و سیعلم من سول لک ومکنک فی رقاب المسلمین بئس للظالمین بدلا وایکم شر مکانا واضعف جندا پس روز قیامت مخاصمہ رسولؐ خدا تیرے عذاب کے لیے کافی ہے پھر جناب زینبؑ نے فرمایا ولئن جرت علی الدواھی مخاطبتک انی لاستصغر قدرک واستعظم تقریعک واستکثر توبیخک یعنی اے بیمروت اگر گردش زمانہ سے ایسا موقعہ آگیا کہ میں تیری مجلس میں اس ستم میں تجھ سے مخاطبہ کر رہی ہوں اور میں تیری شوکت کم کر رہی ہوں تجھے نصیحت کر رہی ہوں حالانکہ تجھ پر میرے واعظ کا کوئی اثر نہیں ہے۔ لیکن میں کیا کر سکتی ہوں۔ الا فالعجب کل العجب لقتل حزب اللہ الاتقیاء الشرفا النجباء بحزب الشیطن الطلقاء۔ پس تعجب در تعجب بلکہ بے حد تعجب ہے کہ اگر لشکر خدا میں اتقیا لوگ، عالم و شریف لوگ اگر لشکر شیطان کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اور لشکر شیطان کا راس و رئیس وہ شخص ہے کہ جو طلاق شدہ ہے یعنی رانده درگاہ ہے۔ الا یدی تنطف من دمائنا والافواہ تتحلب من لحومنا وتلک الجثث الطواھر الزواکی تنتابھا العواسل وتعفرھا امھات الفراعل۔ پس ان ہاتھوں میں

کہ جن میں خون شہیداں بھرا ہوا ہے۔ اور اے ظالم یزید۔ ہمارے جوان جو خاک و خون میں غلطاں پڑے ہیں ولئن اتخذتنا مغنما لتجدنا وشیکا مغرما حین لا تجد الا ما قدمت یداک وما ربک بظلام للعبید والی اللہ المشتکی وعلیہ المعول یعنی کہ اے یزید اگر تو ابھی ہم دختران آل رسولؐ و بتول کو اپنا مال غنیمت سمجھتا ہے تو اے یزید یہ تیری نادانی ہے جو تو نے آخرت میں بھیجا ہے وہ پائے گا۔ میں خود خدا سے تیرے ظلم کی شکایت کرتی ہوں۔ فکد کیدک واسع سعیک وناصب جھدک فواللہ لا تمحوا ذکرنا ولا تمیت وحینا ولا تدرک امدنا ولا یرحض عنک عارھا اے یزید ہر ایک مکر جو تو رکھتا ہے اسے پورا کر۔ اور ہر سعی کہ جو تو کرنا چاہتا ہے اسے عملاً کر اور اپنی سعی و کوشش کی انتہا کر دے۔ جو چاہے سو کر مگر ذات خدائے ذوالجلال تو ہمارا نام صفحۂ روزگار سے نہیں مٹا سکتا (از مترجم جناب زینبؑ خاتون کا یہ اشارہ ہے کہ آل محمدؐ میں سے ایک معصوم جو امت کا امام ہو اور رسولؐ کا خلیفہ ہو قیامت تک باقی رہے گا) اور تو اپنے اعمال زشت کو اپنے پاس سے دور نہیں کر سکتا یعنی کہ روز قیامت تیرا اعمال نامہ تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔ وھل رایک الا فند وایامک الا عدد وجمعک الا بدد یوم ینادی المناد الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔ اے یزید تیری رائے ضعیف اور باطل ہے۔ اور تیرا زمانہ بہت محدود ہے اور تیری جمعیت منتشر ہو گئی ہے۔ والحمد للہ الذی ختم لاولنا بالسعادۃ والمغفرۃ ولاخرنا بالشھادۃ والرحمۃ ونسئل اللہ ان یکمل لھم الثواب ویوجب لھم المزید ویحسن علینا الخلافۃ انہ رحیم ودود وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ـــــ

حمد و شکر ہے اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے کہ جس نے سلسلہ کائنات میں ہمیں اوّل مخلوق قرار دیا جو دلیل رحمت خدا ہے۔ اور ہمارے ہی ذریعہ سے ثواب عطا ہو گا۔ اور ہمیں محل خلافت قرار دیا۔ خدا ہی مہربان اور رحیم ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے اور وہی مددگار ہے۔

مرحوم السیّد اللہوف میں لکھتے ہیں کہ جب حضرت زینبؑ خاتون سلام اللہ علیہا نے اپنا خطبہ تمام کیا تو آپ نے فرمایا۔ یاویلک یا ملعون ھذا اماءک و نساءک ورا الستور علیھن الخدود وبنات رسول اللہ علی الاقطاب بغیر غطاء ینظر الیھن البر والفاجر وتتصدق علیھن الیھود والنصاری۔ یعنی اے یزید تجھ پر لعنت ہو۔ کہ تیری مستورات اور کنیزیں تو پردہ میں بیٹھیں۔ اور دختران رسولؐ خدا، علی و فاطمہ کی بیٹیاں شتران برہنہ پر بیٹھیں ہر کس و ناکس نظر اٹھا کر دیکھے اور یہود و نصاریٰ صدقہ دیں۔ اس وقت یزید ملعون نے دختر جناب امیر علیہ السلام کو غضب آلود نگاہوں سے دیکھا اور اہل مجلس کو یقین ہوا کہ اب یہ ملعون بنت علیؑ و فاطمہؑ کو قتل کرا دے گا۔ عبداللہ ابن عمر و عاص نے یزید سے کہا ان الذی کلمتک لیس شیٔ تاخذ بہ فسکن غضبہ۔ یعنی یہ کلام جو اس زن اسیر و بیکس نے تجھ سے کہا ہے کیا تو اس پر اس سے مواخذہ کرے گا۔ لیکن یزید خموش رہا اور اس نے پسر عمر و عاص کو کوئی جواب نہیں دیا مطلب یہ ہے کہ یزید نے کوئی مواخذہ نہیں کیا۔

بروایتِ منتخب حضرت زینبؑ خاتون کا دربارِ یزید میں احتجاج

قال الشیخ فخر الدین فی المنتخب انه لما دعی اللعین بسبی الحسین وعرضوا علیه ۔ یعنی الشیخ فخر الدین کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ یزید ملعون نے اسیرانِ اہلبیتؑ اطہار کو اپنے دربار میں طلب کیا چنانچہ اسیر حاضر دربار ہوئے شیخ مرحوم ایک دوسری جگہ اس کتاب میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا۔ قال علی بن الحسین لما وفدنا علی یزید لعنہ بن معٰویة اتونا بحبال وربقونا مثل الاغنام وکان الحبل بعنقی وعنق ام کلثوم و کیف زینب وسکینة والبنات ۔ یعنی کہ اسیرانِ اہلبیتؑ اطہار اس طرح دربار یزید میں پیش کئے گئے کہ مثل گوسفند ایک رسی میں سب بندھے ہوئے تھے ۔ اور وہ ریسمان میری گردن میں تھی اور یہی ریسمان ام کلثوم کی گردن میں تھی اور جناب زینبؑ خاتون اور سکینہ خاتون اور دوسری دختران مظلومہ کے بازوؤں میں بندھی تھی وساقونا وکلما وقصرنا عن المشی ضربونا حتی اوقفونا بین یدی یزید ہمیں دربار میں اس طرح لے گئے کہ اگر چلنے میں ذرا کمی واقع ہوئی تو دشمن ہمیں تازیانے مارتے تھے ۔ ہم دربار میں پہنچے وھو علی سریر مملکتہ ۔ یزید بر سریر سلطنت تھا ۔ مختصر یہ ہے کہ ہم روایت اوّل میں ذکر کر چکے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار ناپسندیدہ شان سے یزید کے تخت سامنے کھڑے ہوئے ۔ حضرت زینب خاتون نے یزید کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یا یزید اما تخاف اللہ سبحانہ من قتل الحسینؑ وما کفاک حتی تسحت حرم رسول اللہ من العراق الی الشام و ما کفاک انتھاک حرمتھن حتی سوقتنا الیک کما تساق الاماء علی المطایا بغیر وطاء من بلد الی بلد ۔ اے مروّت تو خداوند عالم سے نہیں خوف کرتا کہ تو نے نور چشم رسول خدا حسین فرزند فاطمہؑ کو قتل کر دیا ۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کے اہلحرم کو رسن بستہ اسیر کر کے کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لایا ہے تو نے عظمت و حرمت اہلبیتؑ کو پائمال کر دیا ۔ تو ہمیں کر دیا۔ تو ہمیں شتران بے کجاوہ پر کوفہ سے شام تک لایا ہے شہر بشہر ہمیں تشہیر کیا ہے ۔ ؎

اندر سریر ناز تو خوش آرمیدہ ۔ شادی از آنکہ راس حسین را بریدہ
چادرۂ بپردہ زنان خودای لعین ۔ خرّم دلی کہ پردۂ ما دریدہ
من ایستادہ ام سرپا و کسی نگفت ۔ بنشین کہ روی خار مغیلان دویدہ
کر بر فروش حکم کنی کہ بقتل ما ۔ ظالم مگر تو آل علیؑ را خریدہ

زینبؑ کجا و این ہمہ ظلم و ستم چرا
باشد روا بیک زن ماتم رسیدہ

بزبان حال ۔ شاعر حضرت زینبؑ خاتون کے تاثرات بیان کرتا ہے کہ آپ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے یزید تو سریر آرائے مسند سلطنت ہے یا بن سیب خوش و خرم ہے اور خوشی اس بات کی ہے کہ تو نے سر امام حسینؑ قطع کیا ہے ۔ اپنے اہلحرم کو پردہ میں جگہ دی ہے اور تیرا دل خوش ہے کہ تو حرم رسولؐ خدا کے پردہ کو چاک چاک کر دیا ہے ۔ تو نے ہماری ہر ایک فرد کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے اے ظالم کیا تو نے اولاد علیؑ کو خرید کر لیا ہے زینبؑ کجا یہ

تمام ظلم دستم دجور کس لیے ہیں کہا ایک ماتم زدہ عورت پر ایسے ظلم وستم روا ہیں۔ یزید ملعون نے کہا اے زینبؑ تمہارے بھائی حسین نے دعویٰ سلطنت کیا تھا۔ وہ اپنی خاندانی برتری ظاہر کرتا تھا۔ کہ میں نواسہ رسولؐ خدا ہوں۔ میری ماں، میرے باپ، میرے نانا۔ یزید کے باپ، ماں نانا سے افضل ہیں۔ کیا حسینؑ کو یہ معلوم نہیں تھا کہ خدا جسے چاہے ملک عطا کرے اور جس سے چاہے ملک چھین لے۔ حضرت زینبؑ خاتون نے جب یہ طنز آمیز کلام یزید سنا۔ دل برداشت ہوگئیں۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بیکسی کے عالم میں فرماتی ہیں کہ اے یزید جو خدا کی راہ میں مارے جاتے ہیں ان کو مردہ نہ سمجھ وہ تو خدا کی طرف سے رزق پاتے ہیں اور زندہ ہیں۔ یزید نے کہا پسر مرجانہ ابن زیاد نے حسینؑ کو قتل کیا ہے میں قتل حسینؑ پر راضی نہیں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے ہی قتل حسینؑ کا حکم ابن زیاد کو دیا تھا اگر تو حکم نہ دیتا تو حسینؑ سے انکار کرکے اپنے نفس کو دھوکا دے رہا ہے کاتبان قدرت تیرے قول اور عمل کو لکھ چکے ہیں جو فردائے قیامت تیرے گلے میں ڈال دیا جائے گا اور اس دم تو دندان مبارک حسین مظلوم پر چوب دستی لگا رہا ہے اور سر بریدہ کے ساتھ جسارت کر رہا ہے۔ مگر اس ملعون پر کوئی اثر نہ ہوا۔

چوب ستم بر این سر انور مزن یزید — تیر الم بجان پیغمبرؐ مزن یزید
این سر کہ بست از دلش بر تو واہمہ — بودی مدام زینت آغوش فاطمہؑ
باشد ہنوز لعل لبش اوچہ کہ سربلا — از بس کشیدہ تشنگی این سر بکربلا
این سر کہ دیدہ این جور از معاندین — آیا رواست چوب زدن باز بعد ازین

آخر بطعنہ گفت بزن خوب میزنی
ظالم ببوسہ گاہ نبیؐ چوب میزنی

دو لفظوں میں خلاصہ اشعار یہ ہے کہ آپ نے احتجاجاً فرمایا کہ اے یزید سر مطہر فاطمہؑ پر چوب دستی نہ لگا۔ اس رسولؐ خدا سے رنج والم پہنچتا ہے یہ سر بریدہ زینت آغوش فاطمہ رہا ہے۔ کربلا میں اس سر نے تشنگی اٹھائی ہے۔ اے یزید اس سر مطہر پر بار بار چوب دستی لگانا کیوں کر روا ہے آخر کار بیکس بی بی فرماتی ہیں یہ گلوے بریدہ۔ بوسہ گاہ نبویؐ ہے۔ اچھا تو اس پر خوب چوب دستی لگا۔

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

محاجہ یزید با امام زین العابدین علیہ السلام

محاجہ کے از روے لغت معنی ہیں حجت کرنا۔ اور حجت کے معنی ہیں دلیل۔ برہان، غلبہ۔ اہل علم پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ حضرت زینب خاتون نے یزید کے بھرے ہوئے دربار میں عظیم الشان خطبہ دیا ہے اور اس کی روایت کتاب لہوف میں مرحوم سید ابن طاؤس کی طرف ہے۔ شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں بعنوان زینبؑ بنت علیؑ خطبہ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کا ذکر شیخ صدوق علیہ الرحمۃ نے بھی کیا ہے۔ ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ جب اسیران کربلا وارد دربار یزید ہوئے تو ثم ان یزیدؔ قال لزینب تکلمینی فقالت ھو المتکلم۔ کہ یزید ملعون نے حضرت زینبؑ کی طرف رخ کرکے کہا کہ کچھ گفتگو کیجئے آپ نے فرمایا کہ مرد سے مرد گفتگو کرے تو بہتر صورت ہے یعنی سید سجاد علیہ السلام تجھ سے گفتگو کریں تو مناسب و بہتر ہے۔ حضرت سید سجاد نے اس وقت اسی اسیری کی حالت میں یہ اشعار انشاد کئے۔

لا تطمعوا ان یھینونا فنکرمکم — وان نکف الاذی عنکم وتوذونا

واللہ یعلم انا لا نحبکم ولا تلومکم الا تحبونا

ماحصل کلام امام زین العابدین علیہ السلام یہ ہے کہ تو یہ چاہتا ہے کہ ہمیں خوار و خفیف کرے اور ہم تیرا اعزاز و اکرام کریں۔ اگر تم کو ہم اذیت نہ دیں مگر پھر بھی تم ہم کو اذیت دیتے ہو۔ لیکن خدا گواہ ہے کہ ہم تم کو دوست نہیں رکھتے۔ اور تم کو ہم ملامت بھی نہیں کرتے کہ تم ہم کو دوست نہیں رکھتے یزید نے کہا صدقت یا غلام یعنی اے جوان تم نے سچ کہا لیکن تمہارے جد اور پدر آرزوی سلطنت رکھتے تھے لیکن الحمد للہ الذی قتلهما وسفك دمائهما شکر خدا کہ ہر دو قتل ہو گئے یعنی کہ حضرت امیر المومنین علیؑ اور امام حسینؑ دونوں قتل ہو گئے اور ان کا خون بہا دیا گیا۔ امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے یزید لم یزل النبوة والامرة لابای واجدادی من قبل ان تولد۔ یعنی کہ ہمیشہ نبوت و سلطنت ہمارے ہی خاندان میں رہی ہے اور تو ابھی پیدا بھی نہ ہوا تھا۔ بروایت ابی مخنف حضرت امام زین العابدینؑ نے جواباً فرمایا کہ آیا میرے پدر بزرگوار امر خلافت کے زیادہ حق دار تھے یا تو خود حق دار ہے جب کہ میرے والد ماجد فرزند رسولؐ خدا ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ما اصاب من مصیبة فی الارض۔ الی قوله تعالیٰ واللہ لا یحب کل مختال فخور۔ تو اے یزید۔ اپنے جاہ و جلال اور دولت و حکمرانی پر غرور نہ کر کیونکہ خداوند عالم متکبروں کو دوست نہیں رکھتا۔ یزید پلید اس سخن کو سن کر غضب میں آگیا اور جلاد سے کہا کہ اس کی گردن کاٹ دو۔ جلاد شمشیر لے کر آیا۔ اس ملعون نے آپ کے دست مبارک کو پکڑا۔ اور اسیروں میں کہرام برپا ہو گیا۔ فبکی علی بن الحسین۔ سید سجاد نے گریہ فرمایا اور اپنے جد بزرگوار کی طرف رخ کر کے فرمایا

انادیك یاجداه یاخیر مرسل حسینك مقتول ونسلك ضائع
وآبك امسوکالاما یذله تشاع لهم بین الانام فجایع
یروعمهم بالسب من لا یزوعه سباب ولا راع النبیین ذائع
وذائع املاك واملك اصبحوا بجور یزیدؔ بن الدعی وذائع
فلیتك یاجداه تنتظر حالنا نسام ونسرلی کالاما یناع

اے جد بزرگوار وائے رسولؐ خدا میری فریاد کو پہنچیے۔ کہ حسین کو قتل کر دیا اور آپ کی نسل ضائع ہو رہی ہے اور آپ کے اہلبیتؑ کو نہایت ذلت و خواری کے ساتھ قید کیا گیا ہے۔ اقاد ذلیلا فی الدمشق مکبلا ومالی من بین الخلائق شافع۔ اے جد بزرگوار میں بیمار بحالت ناتوانی و کمزوری میں ہوں اور مجھے طوق و زنجیر پہنایا گیا ہے۔ اور اب یزید میرے قتل کا ارادہ رکھتا ہے کوئی نہیں کہ جو میری شفاعت و سفارش کرے۔ چنانچہ اس وقت تمام مخدرات نے آپ کے گرد حلقہ بنا لیا اور جناب ام کلثومؑ نے یزید سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ۔ یا یزیدؔ لعنہ لقد رویت الارض من دماء اهل بیت ولم یبق غیر هذا الصبی الصغیر اے یزید تو نے خون اہلبیتؑ سے زمین رنگین کر دی ہے اور اب اس بیمار کے علاوہ کوئی دوسرا جوان نہیں ہے

این غم رسیدہ را بمن مبتلا بخش
بر ما نگہ مکن برسول خدا بہ بخش

یعنی اے یزید مجھ غم رسیدہ ستم دیدہ کو سید سجاد کو بخش دے ہم پر نگاہ مت کر بنام رسولؐ خدا اس کو قتل نہ کر۔ اس وقت تمام اسیر حضرت سید سجادؑ کے دامن سے لپٹ گئے۔ اور فریاد کرنے لگے کہ ہائے ہمارا کوئی حامی نہیں۔

فخشی یزیدلعنؑ ان تاخذ الناس الشفقۃ ۔ یزید پلید کو خوف محسوس ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ ان کی حمایت میں شورش پر اتر آئیں ۔ یزید نے امام زین العابدین علیہ السلام کے قتل کا حکم واپس لے لیا ۔ اور آپ کو قتل نہیں کرایا۔

تفسیر علی ابن ابراہیم میں ہے کہ جب اہلبیتؑ طاہرینؑ اسیر ہو کر داخل دربار یزید ہوئے تو یزید ملعون نے حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ یا علی بن الحسین الحمد للہ الذی قتل اباک ۔ یعنی اے فرزند حسینؑ خدا کا شکر ہے کہ تیرے پدر قتل ہو گئے ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا اس پر لعنت کرے کہ جس نے میرے بابا حسینؑ کو قتل کیا ہے تو مستحق لعنت ہے اس پر وہ ملعون غضبناک ہو گیا اور آپ کے قتل کے کا حکم دے دیا ۔ اس پر سید سجاد نے فرمایا کہ یزید اگر تجھے قتل کرنا ہی منظور ہے تو ہمارے اہلحرم کو مدینہ واپس کر دے ۔ کیونکہ میرے سوا ان کا محرم نہیں ہے پس یزید نے قتل نہیں کرایا اور کہا کہ تمہارے مناقب ابن شہر آشوب میں ہے کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنے اباء و اجداد کا ذکر بفخر و مباہات کیا اور اپنی ذات کو حضرت رسولؐ خدا سے نسبت دی ایسا اس لیے کہا کہ خاندان ہاشم میں ہمیشہ خلافت و وصایت اور حکومت رہی ہے جب کہ یزید کے اباء و اجداد ہمیشہ برسر جنگ رہے ہیں اور وہ سب کے سب مشرک تھے اور آپ نے یہ آیت وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ۔ کی تلاوت کی یزید ملعون غضب میں آگیا ۔ اور حکم دیا کہ سید سجاد کو قتل کر دیا جائے ۔ سر کاٹ دیا جائے اور یہیں دفن کر دیا جائے پس حضرت سید سجادؑ کو باغ میں لے جایا گیا ۔ وہاں آپ کو حکم دیا کہ اپنی قبر خود تیار کرو آپ قبر کھودنے میں مشغول ہوئے اس وقت آپ بارگاہ خداوندی میں مناجات کر رہے تھے ۔

بزبان حال یہ ہے ؎

خدایا جہان پادشاہی تراست ‏ زما خدمت آید خدائی تراست
توئی کآفریدی زیک قطرۂ آب ‏ گہرہای روشن تراز آفتاب
ہمہ زیر دستیم و فرمان پذیر ‏ توی یاوری دہ توئی دستگیر
اگر بامداد است را ہم بتست ‏ ہمہ روز تا شب پناہم بتست
بہر گوشہ کا فتم تنا خوانمت ‏ بہر جا کہ باشم خدا خوانمت
تو گفتی کہ ہر کس کہ در رنج و تاب ‏ دعای کند من کنم مستجاب
خدایا ز امت شستوہ آمدم ‏ بسوئے تو یا رب بتروہ آمدم
شکستہ چنان گشتہ ام بلکہ خورد ‏ کہ آبادیم را ہمہ باد بُرد

دلی دارم از زخشتہ رہزنان
مکن شاد بر من دل دشمنان

حاصل کلام کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے خداوند عالم سے مناجات کی کہ اے خدا بادشاہی تیرے لیے زیبا ہے اور تجھ ایسے بادشاہ کی اطاعت کرنا ہمارا فرض ہے ۔ تو نے ہی ایک قطرۂ آپ سے تابندہ اور چمکنے والے گہر پیدا کیے ہیں ۔ کائنات تیرے زیر دست قدرت ہے اور تیرا ہی حکم نافذ ہے تو ہی ہمارا مددگار و جائے پناہ ہے ۔ تو ہی قابل حمد و ثنا ہے اور ہم جہاں کہیں بھی ہیں تو ہمارا خدا ہے ۔ تو نے ہی تو فرمایا ہے کہ رنج و غم اور مصیبت کے وقت مجھے پکارو میں تمہاری دعا سنتا ہوں اور قبول کرتا ہوں ۔

خداوندا میں امت کا ستایا ہوا ہوں ۔ امت نے مجھے عاجز کر دیا ہے ۔ ستم پر ستم اٹھا رہا ہوں میں تجھ سے ملتجی ہوں کہ میرے دل میں امت کے فساد

سے رخنہ پڑ گیا ہے میرے دشمنوں کو خوش ہونے کا موقعہ نہ دے میری رہائی فرما۔ ابھی سید سجادؑ قبر کھودنے میں مشغول تھے ناگاہ ہوا میں ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس جلادؔ کے ایسا طمانچہ مارا کہ جلادؔ دور جا کر گرا۔ چیخ ماری اور واصل جہنم ہوگیا۔ خالد پسر یزید وہاں موجود تھا اس نے دیکھا کہ یہ قبر تو سید سجادؑ کے لیے کھودی گئی تھی بلکہ خود بجبر امام علیہ السلام نے تیار کی تھی لیکن جلادؔ اس قبر میں ڈال دیا گیا پس خالد اپنے باپ کے پاس گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ اور سید سجادؑ قتل ہونے سے محفوظ رہے۔

مؤلف اس ہاتھ کے نمودار ہونے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ غیبی ہاتھ۔ دست خدا تھا یعنی دست علی مرتضیٰؑ تھا کیونکہ مقام نسبت میں آپ یدُاللہ ہیں۔ یعنی کہ خدا کی قوتوں کا مظاہرہ دست علیؑ سے ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ مولیٰ کائنات مظہر قوت پروردگار سے خطاب کروں کہ مولا کربلا میں تشریف لے آتے تو حسینؑ کا سر بدن سے جدا نہ ہوتا۔ شمر ولد الحرام آپ کے سینۂ اقدس پر قدم نہ رکھتا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

دربار یزید میں اموی خطیب اور حضرت امام زین العابدینؑ کا احتجاج

مقتل ابی مخنف میں وارد ہوا ہے کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار جب دربار یزید میں حاضر ہوئے تو کچھ وقفہ کے بعد یزید نے اپنے خطیب سے کہا کہ منبر پر جا کر آل ابوسفیان کی مدح کرے اور اولاد علیؑ پر سب و شتم کرے کہتے ہیں کہ

خطیب یزید زبان آلودہ اور فصیح تھا۔ اس کی آواز بھی کافی بلند تھی۔ چنانچہ یہ بدنصیب منبر پر آیا۔ اور حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپ کی اولاد طاہرہ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ بلکہ جو نہ کہنا تھا وہ بھی کہا۔ اس وقت جناب سکینہ خاتون سے نہ رہا گیا۔ خون ہاشمی نے مجبور کیا اور غیرت ہاشمیہ متقاضی ہوئی کہ اس خطیب کی زبان بندی کی جائے۔ آپ نے فرمایا۔ یا ویلک ما اقل حیائک وای وما کان فی ابی جدای یعنی کہ فرمایا اے خطیب والئے ہو تجھ پر کسقدر بے حیائی سے کام لے رہا ہے ہمارے اب وجد کی شان میں گستاخی کر رہا ہے۔ ہمارے اب وجد کی معرفت میں لب کشائی انتہائی قباحت کی نشانی ہے اور ہمارے اب وجد کی یزید کے ساتھ کیسی برابری۔ یزید ملعون نے سن کر کہا اے لڑکی خموش رہ۔ ویلک ایما الحق بالخلافۃ ء انت ام ابی۔ اے بے حیا میں چاہتی ہوں کہ آگہی حاصل ہو کہ کون مستحق خلافت ہے۔ تو یا میرے پدر بزرگوار۔ کہ جن کے بابا علیؑ مرتضیٰ۔ جن کی ماں فاطمہ زہراؑ اور جن کے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ تجھے ان سے کیا نسبت ہے اور ان کو تیرے ساتھ مساوات کب ہے وہ تو افضل و اعلیٰ ہیں۔ تو طلیق ابن طلیق ہے اور وہ ہادیٔ برحق ہیں۔ اور علیؑ ہادیٔ برحق ہیں۔ مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ صاحب مقتل اور مرحوم السیدؒ نے کتاب لہوف میں لکھا ہے کہ اموی خطیب اور سید سجادؑ نے دو موقعوں پر خطبہ دیا ہے ایک تو یہی مجلس یزید میں اور دوسرا خطبہ مسجد میں دیا ہے لیکن دربار یزید میں سید سجادؑ منبر پر تشریف نہیں لے گئے۔ مرحوم السیدؒ لہوف میں رقمطراز ہیں کہ دعا یزید بالخاطب وامرہ ان یصعد المنبر فیذم الحسینؑ وابادہ بالغ فی ذم امیرالمؤمنین والحسین الشہید صلوات اللہ علیہما۔

اموی خطیب یزید کے کہنے پر منبر پر گیا اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور حضرت امام حسینؑ کی شان میں ناروا الفاظ کہے۔ قدح کی۔ اس وقت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے صیحہ کیا اور اس بے ادب خطیب سے کہا۔ ویلک ایها الخاطب اشتریت مرضاۃ المخلوق بسخط الخالق والے ہو تجھ پر کہ تو نے خدا کو ناراض کیا اور مخلوق کو راضی کیا اہل حق کی مدح نہ کی اور اہل شر کی تعریفیں کیں خداوند عالم تجھے واصل جہنم کر دے۔

حضرت سکینہؑ خاتون کا اپنی خواب یزید کے سامنے بیان کرنا

سید جزائری علیہ الرحمتہ نے کتاب انوار نعمانیہ واقعہ خواب جناب سکینہ بنت الحسینؑ درج فرمایا ہے کہ آپ یہ خواب اس وقت دیکھا کہ جب اسیران کربلا داخل خرابۂ یزید ہوئے ہیں اور سید صاحب مرحوم نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ جب جناب سکینہ داخل دربار ہوئی ہیں تو آپ اپنے ہاتھوں سے اپنا موہنہ چھپائے ہوئے تھیں اس کا ذکر بھی مسطور ہے کہ یزید نے آپ سے مکالمہ فرمایا ہے اور اس وقت کثرت گریہ و بکا آپ پر اسقدر طاری تھا کہ حق کادت روحها تطلع۔ کہ روح بدن سے مفارقت کر جائے جناب سکینہؑ کا یہ گریہ و بکا دراصل اس خواب کی بنا پر تھا کہ جو آپ نے دیکھی تھی۔ جب یزید نے سنا تو کہا کہ اے سکینہؑ تم اپنا خواب خود بیان کرو۔ فامز بسایق فی الوقوف۔ اسیروں پر سائق کہ (یعنی عقب اسیران چلانے والا) زجر بن قیس تھا اور اسیروں کی ریسمان اس مردود کے ہاتھ

ہی تھی۔ یزید نے اس سے کہا کہ تو سکینہ کو دیکھتا رہے تاکہ سکینہؑ اپنا خواب بیان کرنے سے گریز نہ کرے۔ جناب سکینہ نے فرمایا۔ یا یزید انی لم آتم منذ قتل الی حسین۔ یعنی اے یزید میں نے اپنے بابا کو روز شہادت سے لے کر اس خواب سے پہلے میں نہیں دیکھا تھا یہاں تک مجھے ایک لاغر اونٹ پر بغیر کجاوہ سوار کیا گیا۔ جس سے مجھے ازحد تکلیف پہنچی۔ اور اگر میں کیسقدر آرام بھی کرتی تو تمہارا یہ ساربان تازیانے مارتا تھا۔ کوئی نہ تھا کہ جو اُس ظالم کے تازیانوں سے مجھے بچاتا۔ یہاں تک میں یہاں پہنچی اور گزشتہ شب جب کہ میں خانۂ خراب میں سو رہی تھی عالم خواب میں ایک قصر نورانی دیکھا وہ قصر یاقوت کا تھا۔ میں نے اس قصر پر نظر کی تو دیکھا کہ دروازۂ قصر کھلا اور پانچ بزرگ قصر سے باہر تشریف لائے ان سے آگے آگے خدام تھے میں نے ان میں سے ایک خادم سے دریافت کیا کہ یہ سب بزرگوار کون ہیں۔ اس نے کہا کہ آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ پیغمبران خدا ہیں کہ جو اس قصر سے باہر آئے میں میں ان کی خدمت میں گئی کہ اثنا میں کہ در قصر پھر کھلا اور ایک عظیم المرتبت بزرگ برآمد ہوئے میں نے دیکھا کہ وہ اپنی ریش مبارک اپنے ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں غمگین ہیں آنکھیں اشک بار میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں جواباً کہا گیا تو نہیں پہچانتی یہ تمہارے جد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میں ان کے سامنے گئی اور سلام کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ بخدا ہمارے سب مرد مارے گئے باپ، بھائی اور مردان عزیز کوئی نہیں یا سب قتل ہو گئے۔ اے جد نامدار ہم پر پانی بند کر دیا گیا ہمیں شتران بے کجاوہ پر سوار کیا اور کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لائے ہیں پس رسول خدا نے مجھے اٹھایا اور پیار کر کے گریہ فرمایا۔ اسی دوران جناب آدم نے

میری طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے دختر بہترین خلق بس زیادہ گریہ نہ کرو تمہارے جد کو بہت صدمہ ہو رہا ہے اتنے میں ایک خادم آیا اور مجھ کو قصر میں لے گیا وہاں پانچ خواتین بیٹھی تھیں سب کے بال پریشان تھے۔ آنکھیں اشک بار تھیں سیاہ لباس زیب تن تھا اور ایک معظمہ کے ہاتھ ہی خون آلودہ قمیص تھی۔ وہ مخدرہ اس قمیص کو زانو پر رکھ کر گریہ فرماتی تھیں اور اپنے مونہہ پر طمانچہ مارتی تھیں اور سیل اشک جاری تھا میں ان بیبیوں کے بارے میں سوال کیا تب مجھے بتلایا کہ جناب حوا، جناب مریمؑ، جناب آسیہؑ، جناب موسیٰ کی والدہ، اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں۔ اور ان کے ساتھ جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہ زہرا ہیں میں نزدیک گئی اور ان کو سلام کیا، فرمایا اے بیٹی سکینہؑ۔ میں آگے بڑھی اور انہوں نے مجھے سینہ سے لگا لیا میں نے عرض کیا دادی صاحبہ مجھے بچپنے میں یتیم کر دیا۔ اے دادی صاحبہ بے پدری اور دربدری نے ہمیں ذلیل و خوار کر دیا ہے

شفیعۂ دوسرا ای حبیبۂ باری — عجیب ز حال دل بیکساں خبر داری
تراست گر بسر متکا و راحت سر — ز فرق ما برابود ند کو فیاں معجر
ترا وطن بجنان گر بخواہش دل شد — مرا بگوشۂ مطبخ خرابہ منزل شد
گل بہشت بدست تو گر مفرح روح — مرا ز خار مغیلان بماند پا مجروح
کنار چشمۂ کوثر اگر توئی سیراب — ہنوز مرغ دل ما ز تشنگی است کباب
ترا خوش است اگر دل بوصل پیغمبر — سر حسین پدر ماست پُر ز خاکستر

لباس در برِ تو گر ز سندس ست و حریر
مرا بگردن و باز و بود غل و زنجیر

ان اشعار میں شاعر اہلبیتؑ نے حضرت سکینہ بنت الحسینؑ کے بچپنے کو مدنظر

رکھتے ہوئے ان جذبات محرومی و بیکسی کی عکاسی کی ہے کہ جو کسی یتیم بچی کو اپنی ماں اور جدہ کے سامنے پیش کرنا فطری امر ہے۔

بزبان حال سکینہؑ شاعر اس طرح کہتا ہے کہ جب بچی نے عالم رویا میں اپنی دادی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دیکھا تو سکینہ معصوم نے اپنی بیکسی اور اپنی دادی کی راحت و آرام کا موازنہ کیا ہے وہ بچی کہتی ہیں اے جدۂ معظمہ آپ کو دونوں جہان میں شفاعت کرنے والی ہیں۔ آپ خدائے بزرگ و برتر کی مقرب کنیز ہیں تعجب ہے کیا آپ ہم بیکسوں کے حالات سے بے خبر ہیں۔ اگر آپ کو تکیۂ راحت و انبساط میسر ہے اور یقیناً میسر ہے لیکن ہم بیکسوں کے سروں سے کوفیوں نے اوڑھنی بھی اُتار لی ہے۔ اے جدّہ معظمہ آپ کا وطن جنت ہے اگر آپ چاہیں تو مجھے اس خرابے سے نکال سکتی ہیں۔ آپ کے دست مبارک میں بہشتی پھول ہیں جس سے آپ کی روح کو تازگی ملتی ہے۔ لیکن وا مصیبتاہ ہم بیکسوں کے پاؤں خار مغیلاں سے زخمی ہو رہے ہیں۔ آپ چشمۂ کوثر کے کنارے آپ کوثر سے تشنگی بجھاتی ہیں مگر ہم اسیروں کے دل ابھی تک پانی نہ ملنے سے جل رہے ہیں آپ کا دل آپ کے پدر بزرگوار کی زیارت سے خوش ہے مگر بابا حسینؑ کا سر بریدہ خاک و غلطاں ہے۔ اے جدۂ ماجدہ آپ کے جسم کا لباس سندس و حریر کا ہے مگر اے دادی میرے بازوؤں ریسمان و زنجیر ہے۔ حضرت سیدۂ عالمین نے سکینہ کو تسلّی دی۔ اور فرمایا کہ اے سکینہؑ میرے بیمار فرزند سیّد سجاد کا کچھ حال بیان کر۔ میں نے عرض کیا کہ دادی جان یزید نے بھائی سید سجادؑ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن بوجہ بیماری و ناتوانی اس پر رحم کیا اور قتل نہیں کیا۔ بھائی سجّاد ضعف کی وجہ سے رنجیدہ ہیں۔ لباس تن بالکل بوسیدہ ہو گیا۔ راہ چلنے کی طاقت نہیں ہے۔

شتر لاغر و بے کجاوہ پر سوار کیا گیا ہے اور اے دادی بیمار بھائی کے دونوں پیر اونٹ کے شکم باندھ دیے گئے تھے۔ اور اے دادی صاحبہ کبھی میں اپنی پھوپھی اور بہنوں کے کھلے سر دیکھتی اور کبھی اپنی بے پردگی پر آنسو بہاتی اور کبھی مظالم یزید دیکھ کر خوش ہو جاتی تھی کہ یزید کے عامل ہمیں تازیانے لگاتے تھے۔ یہ داستان غم سن کر سیدۂ عالم رونے لگیں اور زیادہ کی واحسیناہ واولداہ واقلہ ناصرہ۔ پھر سیدۂ عالم نے فرمایا کہ اے بیٹی بس اب داستان غم سنا چکی اب تاب ضبط باقی نہیں ہے۔ بی بی کہتی ہے کہ جب میں خواب سے بیدار ہوئی تو برابر رو رہی ہوں۔ گریہ ضبط کرنا چاہتی ہوں۔ مگر ضبط نہیں ہوتا یہ خواب سن کر تمام حاضرین دربار رونے لگے۔ اموی عورتیں جو پس پردہ تھیں بلند آواز سے گریہ کرنے لگیں۔ یزید ملعون نے حکم دیا کہ اسیروں کو دربار سے لیجاؤ فامرھن بالانصراف فانصرفن۔

دربار یزید سے اسیران اہلبیت اطہار کا زندان شام میں داخلہ

کتاب الریاض میں مسطور ہے ان یزید لعنۃ اللہ شاور القوم فی امرھم اخر المجلس۔ یزید ملعون کے مظالم جب قولاً وعملاً حد سے گزر گئے تو اُس نے دربار کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ اسیران اہلبیتؑ اطہار کے حق میں کیا کرنا چاہیئے۔ حاضرین مجلس یزید اور یزیدی ہوا خواہاں نے اُس کو یہ مشورہ دیا تھا کہ سید سجادؑ کو قتل کر دیا جائے تاکہ نور ہدایت ختم ہو جائے گمراہان ملت کو

یہ خبر نہ تھی کہ نورِ خدا کو کوئی نہیں بجھا سکتا۔ یریدیٰ الجاحدون لیطفئوہ۔ یعنی ایسے لوگ جو جانتے ہیں اور پھر انکار کرتے ہیں، ہرگز نور خدا کو ہرگز نہیں بجھا سکتے۔ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ الخ (سورۃ التوبہ آیت ۳۲) اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ وہ اپنے نور کو پورا کرے ایسے لوگوں میں سوائے نعمان ابن بشیر ایک ایسا آدمی تھا کہ جس نے یزید کو قتل سید سجادؑ سے روکا مگر اس نے قتل سے بھی بدتر صورت پیش کی اور کہا کہ اے یزید ذریت رسولؐ خدا کے ساتھ ایسا روش اختیار کر جیسی کہ خود آنحضرتؐ نے اپنی ذریت کے ساتھ قائم کی ہے۔ چنانچہ مرحوم کتاب السیدؒ کتاب لہوف میں حضرت زینبؑ کے خطبہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں فاوقفھم فی منزل لا یکنھم من حر ولا برد لینظر فی امرھم ویری رایہ فیھم۔ پس یزید پلید نے اہلبیتؑ رسولؐ کو ایک بوسیدہ اور کہنہ مکان میں قید رکھا کہ جہاں کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی۔ وامصیبتاہ نہ دن کو چین تھا نہ رات کو آرام اے محبان آل رسولؐ خرابۂ شام کجا اور اہلبیتؑ اطہار کجا۔ (اس سلسلہ میں مفصل آگہی کے لیے مومنین کرام کتاب ریاض الاحزان مطالعہ فرمائیں) ؎

بشام قافلۂ غم چہ بار بکشادند
برائے مسکن ایشان خرابہ جا دادند
نہ بستر نہ چراغے نہ کوزۂ آبی
نہ زاد و توشہ نہ نانی نہ بستر خوابی
نہ بود سایہ جز آفتاب بر سر شان
نمی نشست بجز خار و خارہ در بر شان

چراغشان بشب تار بود مشعل ماہ
برائے فرش بنودی بغیر خاک سیاہ
تمام بر سر خاک سیاہ خوابیدند
بتعزیت ہمہ شب ہمچو نی خروشیدند

ان اشعار میں شاعر نے روایات کی روشنی میں زندان شام کا خاکہ پیش کیا ہے ۔ کہ یزید نے دربار کے ایام ختم ہونے کے بعد اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان شام میں بھیجا یہ ایک بوسیدہ اور کہنہ مکان تھا جس میں اہلبیت اطہار کو نہ فرش میسر تھا اور نہ چادر و بستر تھا ۔ اس میں دن کی دھوپ پڑتی تھی رات کو چاند کی روشنی بھی مثل تار سیاہ ہو گئی تھی یعنی کہ روشنی پہنچنے کی کوئی صورت نہ تھی ۔ سارا وقت اہلبیت طاہرین خاک پر گزارتے اور شب بھر ماتم حسینؑ کرتے تھے۔

قال العلامۃ فی الریاض ایھم لما نجوا انفسھم من عند الطاغیۃ یزید بن معاویۃ وودوھم علی ذا الخرابۃ فارغین فی الجملۃ عن القلق والاضطراب یعنی کہ جب اسیران کربلا دربار یزید سے باہر آئے تو ان کی دربار کی اذیتوں اور روحانی تکلیفوں سے قدرے سکون ملا ۔ کیونکہ اہلبیتؑ اطہار کا دربار فاسق و فاجر میں جانا ہی دلوں کو زخمی کرنے کے لیے کافی تھا ۔ دربار سے نکلے تو ان کو خرابۂ شام میں جگہ ملی حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا ہے کہ خرابۂ شام ایک ایسا مکان تھا کہ جس کی چھت کہنہ اور دیواریں بوسیدہ تھیں ۔ عورتیں اور بچے اس سے خوف کھاتے ہیں ۔ بروایتے مناقب ابن شہر آشوب حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سب کو تسلّی دیتے اور ان کی دلجوئی فرماتے تھے ۔ اس زندان میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس ستاتی تھی ۔ فرش خاک پر سونا ہوتا تھا ۔ اس کی بوسیدہ گی کو تمام

عقائل نے لکھا ہے یہ بھی وارد ہوا ہے کہ اس خرابہ میں اسیران اہلبیتؑ دو روز تک رہے ہیں کیونکہ یزید نے ان کو رہا کر دیا تھا کتاب الریّاض میں ہے وا طلق عنا ای یفک الاغلال والحنابعد انقضنک المجلس الاول ۔ یعنی اسیران کربلا کے مردوں کے گلے سے طوق کاٹے گئے ۔ زنجیریں جدا کی گئیں ۔ اسیران کربلا میں بروایتے امام زین العابدین بارہ مرد تھے ۔ جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے ادخلنا علی یزید لعنہ ونحن اثنی عشر رجلا مغللون ۔ بحار میں علاّمہ مجلسیؒ نے نقل کیا ہے کہ تمام بارہ نفر طوق و زنجیر پہنے ہوئے تھے جب دربار یزید سے باہر نکلے تو طوق و زنجیر کاٹ دیے گئے ۔ فخرجوا من عندہ بغیرہ ثاق یعنی قید و بند سے آزاد تھے اور حضرت امام زین العابدین کوچہ و بازار اور مساجد میں تشریف لے گئے اور پھر آپ اسی منزل خرابہ میں آ گئے جہاں مخدرات اور بچے اسیر تھے ۔

صاحب ریاض لکھتے ہیں کہ اس زندان میں قتل ہونے کے خیالات سے نجات ملی ۔ اس زندان میں اسیروں کے بیٹھنے کی جگہ کچھ اس طرح تھی کہ تین چار عورات ایک گوشہ میں بیٹھ کر اپنے جگر گوشوں پر نوحہ کرتیں اور باآواز بلند گریہ و بکا کرتی ۔ یتیم بچے زانو پر سر رکھ کر روتے رہتے ۔ اور حضرت زینبؑ رات دن حسینؑ پر گریہ کرتیں اور خداوند عالم سے مناجات کرتیں ۔

لھا انس زینب بالمحروب خاسرۃ   تبدی التنیاحۃ الحانا فالحانا
مسجودۃ القلب الاان اعینھا   کالمعصرات تصوب الدمع عقبانا

یعنی کہ حضرت زینبؑ دلگیر کی حالت زار کبھی فراموش نہیں ہو سکتی ۔ ہمہ وقت آپ کی بیکسی پیش نظر رہتی ہے ۔ حضرت زینبؑ نے خرابہ میں قیام کیا تو امام حسینؑ اور اٹھارہ جوانان ہاشمیہ کے فراق میں رویا کرتی تھیں ۔ اور کبھی اپنے پدر عالیقدر حضرت امیرالمومنین

علی ابن ابی طالب علیہ السّلام سے عالم تصوّر میں کلام کرتیں کہ اے بابا آپ چلے گئے ذرا کفن سے موہنہ نکال کر زندان کو دیکھئے کہ جہاں آپ کی بیٹیاں قید میں یہاں نہ کوئی ہمارا مددگار و معاون ہے نہ مونس دیاور ہے۔ آئیے آئیے نجف سے تشریف لائیے ہم بیکسوں کی پاسبانی فرمائیے۔ اے بابا جان نجف میں یا آرام ہیں اور ہم زندان میں اسیر غم ہیں۔ آپ کے بیٹے حسینؑ ہو گئے۔ آپ کے شرف کی نشانیاں مٹائی جا رہی ہیں۔ ہم آپ کے اہلبیتؑ ہیں اے دستگیر زمانہ، اے مشکل کشائے خلق مدد فرمائیے۔ زندان کے ایک گوشہ میں حضرت ام کلثومؑ حسین مظلوم کو رو رہی تھیں کبھی حسینؑ کا ماتم اور کبھی عباس علمدار کا ماتم کرتی ہیں کبھی عالم تصور میں فرات کی طرف نگاہ اٹھتی ہے اے بھیا عباسؑ تم رات کے کنارے سو رہے ہو۔ اور آپ کی بہن زندان میں خاک پر بیٹھی رو رہی ہے۔ کبھی پھر زبان پر نام حسین آتا ہے۔

آہ حسینم حسینؑ وائی حسینم حسینؑ
آہ حسینم حسینؑ وائی حسینم حسینؑ

آؤ اے شیعو ہم سب مل کر ہائے حسینؑ ہائی حسینؑ، ہائے مظلوم کربلا ہائے علی اکبرؑ کہیں۔

اسیران اہلبیتؑ اطہار کی زندان شام میں پریشانی اور نوحہ خوانی

ستم زدہ کسی در جہان مقابل زینبؑ
نسوخت ہیچ دلی در زمانہ چو دل زینبؑ

نگشت شاد دلش از غم زمانہ زمانے
ز آب غم بسرشتند گو نیا گل زینبؑ
نہ آب بود و نہ نانی نہ شمعی و نہ چراغی
چون گشت کنج خرابہ مقام و منزل زینبؑ
چگونہ شرح غمش را کسی تواند گفت
کہ جز خدائے بنا شد کس آگہ از دل زینبؑ

ظاہر ہے کہ جب اسیران کربلا دربار یزید سے باہر آئے تو خیال ہوگا کہ دور مصائب ختم ہو گیا لیکن جب خرابہ شام میں پہنچے۔ تو خرابہ میں جن مصیبتوں کا سامنا ہوا ان کی تشریح کس طرح ہو سکتی ہے دل پر شہیدوں کے قتل ہونے کے داغ لیے کسی۔ پھر خرابہ میں قید ہونا یہ تمام چیزیں حضرت زینبؑ کی زندگی ختم کرنے کے لیے کافی تھیں۔ اسی لیے شاعر نے کہا ہے کہ حضرت زینبؑ جیسی ستم رسیدہ اور غم زدہ کوئی اور بی بی نہ ہوگی۔ کسی اور بی بی کا دل اس طرح نہ جلا ہوگا جیسی کہ سوختہ دل زینبؑ تھیں۔ غم کا پانی سر سے گزر گیا تھا۔ گویا آپ غم میں ڈوبی ہوئی تھیں خرابہ شام میں نہ آب نہ غذا۔ نہ شمع نہ چراغ خرابہ اور مقام زینبؑ۔ واہ مصیبتاہ۔ کوئی حضرت زینبؑ خاتون کے غم والم کی کیونکر شرح کر سکتا ہے پس سوائے خدا کے حال زار دل زینبؑ کوئی نہیں جانتا۔

کتاب الریاض میں ہے کہ فلما جن علیہم اللیل علت من خلفہم منادۃ الثبور، والویل از دھشتہم ظلمات الخراب وو ھشتہم ظلمات جنح الخراب۔ خرابہ کی شب اوّل اہلبیتؑ پر بہت بھیانک گزری کبھی خیال ہوتا تھا کہ شب ہو گئی اور تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے کہ اہل خانہ میں رات بسر کریں وا حسرتا

ہم زندان میں ہیں۔ علاوہ ازیں کبھی زندان کی بوسیدگی سے خوف کا احساس کبھی یہ تصور کہ زندان میں تاریکی ہی تاریکی ہے۔ سوگوار بیبیاں بچوں کو گود میں لیے بہلا رہی تھیں۔ تمام اسیران زندان کا خیال جناب زینبؑ کے پیش نظر تھا۔ ہر طرح سے ان کی دلجوئی کرتی تھیں۔ کبھی آئیں، کبھی نالے کبھی سینہ زنی، ؎

یکی بنہادہ سر بر بستر خاک — یکی آہش کشیدہ سر بر افلاک

یکی میگفت اہ اے نور عینم! — بیا ای شاہ بے لشکر حسینم

یکی میگفت عباسؑ جوانم — بیا بربادی بنگر خانمانم

یکی کردہ حوادث پائمالش

علی اکبرؑ علی اکبرؑ مقالش

ماحصل اشعار یہ ہے کہ کوئی بی بی اپنا سر بستر خاک پر رکھے ہوئے آہ جگر سوز کھینچ رہی تھی کوئی بی بی یہ کہہ رہی تھی کہ اے میری آنکھوں کے نور تو کہاں ہے آؤ اے شاہ بے لشکر اے میرے حسینؑ آؤ۔ گویا کہ بی بی یہاں انتظار میں تھیں کوئی بی بی حضرت عباسؑ علمدار کو یاد کر رہی تھی کہ آؤ اور خانماں خراب بیکسوں کو دیکھو۔ ہمارے گھر کی بربادی دیکھو اور کسی بی بی کو زمانہ کی مصیبتیں پائمال کر رہی تھیں اس کی زبان پر علی اکبرؑ علی اکبرؑ تھا۔ مگر علی اکبر وہ تو مقتل کربلا میں سو رہے تھے۔

حضرت ام کلثومؑ کا خرابہ شام میں یہ نوحہ تھا ؎

کم سیدی بکربلا — فدیة السید الغریب

کم سیدی بکربلا — للمرت فی صدورہ حبیب

کم سیدی بکربلا — عسکرہ بالعری نهیب

کم سیدی بکربلا — بسمع صوتی ولا یجیب

کم سیدی بکربلا — یقرع فی ثغرہ قضیب

تمام شب بیبیاں کربلا کربلا کہہ کر روتی تھیں سید سجاد علیہ السّلام فرماتے ہیں کہ جناب زینبؑ مرثیہ پڑھتی تھیں اور تمام مرد و زن اسیر گریہ کرتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار میں حضرت زینبؑ کے مرثیہ کو درج کیا ہے جو کہ یہ ہے ؎

اما شجاك یا سكن — قتل الحسینؑ والحسنؑ

ظمأن من طول الحزن — وكل وعدنا هل

یقول یا قوم ابی — علی البر الوصی

وفاطم امی التی — لها التقی والنائل

یعنی اے بیکس عورتوں میرے بھائی حسینؑ روز عاشورا غریب و تنہا، تشنہ لب میدان کارزار میں دشمنوں کھڑے تھے۔ پھر فرمایا اے قوم میرے پدر علی مرتضیٰ اور میری ماں فاطمہؑ زہراؑ ہیں۔ میرے بابا پیغمبرؐ اسلام کے وصی و جانشین ہیں میری ماں فاطمہؑ زہرا شفیعہ محشر ہیں۔ آج اے میرے حسینؑ اور اے میوۂ دل پیغمبرؐ میری تم سے ایک خواہش ہے ؎

منوا علی بن المصطفیٰ — بشربة تحیی بها

اطفالنا من الظماء — حیث الفرات سائل

یعنی کہ کوئی شخص میری منت فرزند رسولؐ خدا تک پہنچا دے جو کہ یہ ہے کہ ایک جرعہ آب پیاسے بچوں کے لیے مجھ تک پہنچا دے کہ وہ پیاس کی وجہ سے مر رہے ہیں ؎

قالوا لہ لا ماء لنا — الا السیوف والقناء

فانزل بحکم الادعیاء — فقال بل اقاتل

جناب زینبؑ علیا خود ہی بھائی کی طرف سے جواباً فرماتی ہیں کہ اے حسین تیرے پاس پانی نہیں ہے کہ جو پیاسے بچوں کو دیا جائے۔ بلکہ تیرا جواب نیزہ و شمشیر ہے لیکن اگر سر حکم یزید و ابن زیاد کے سامنے جھک جائے تو پانی مل سکتا ہے ورنہ نہیں امام حسین گویا فرماتے ہیں کہ میرا سر یزید و ابن زیاد کے آگے نہیں جھک سکتا۔ میں سر نہیں جھکاؤں گا خواہ جنگ ہو اور میں قتل ہو جاؤں۔ اے عورتوں پس امام حسینؑ نے کی اور سر دے دیا مگر یزید پلید کے سامنے نہ جھکے یعنی یزید کی بیعت نہیں کی جنگ ہوئی یہاں تک کہ ے

حتی اتاہ مشقص رماہ وعنا برجس
من سقر لا یخلص رجس دعی واغل

ایک ملعون نجس و مبروص نے تیر سہ پہلو امام حسینؑ کی طرف رہا کیا اس کا تیر کارگر ہوا

شیخ صدوقؒ کتاب الامالی میں لکھتے ہیں۔ باسنادہ عن الحارث بن کعب عن فاطمۃ بنت علی علیہ السلام ان یزید لعنہ اللہ امر بینا الحسین فحبس مع علی بن الحسین۔ فاطمہ دختر امیر المومنین نے خبر دی ہے کہ یزید پلید نے شہر شام میں عیال و اطفال و حرم امام حسینؑ اور حضرت زین العابدین علیہ السلام کو ایک قید خانہ میں مقید خانہ میں مقید کیا۔ اس قید خانہ میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی یہاں تک کہ تمام اسیروں کے چہروں کی رونق ختم ہو گئی تھی ان دنوں بلکہ روز شہادت امام حسینؑ سے لے کر جب تک کہ اہلحرم نے شام سے مراجعت کی ہے بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے خون موج زن ہوتا نظر آتا تھا

امام حسینؑ و اصحابہ کے سرہا مبارکہ کا درہا مسجد جامع دمشق میں لٹکایا جانا

مرحوم سید کتاب لہوف میں لکھتے ہیں۔ ثم امر بھم الی منزل لا یکنھم من حر ولا برد فاقاموا بہ حتی تقشرت وجوھھم۔ یعنی زندان شام میں جب اسیران کربلا محبوس رہے اس میں دھوپ سے بچاؤ کی کوئی صورت نہ تھی اس طرح شب کو سردی سے بچاؤ ممکن نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود عزاداری امام حسینؑ اور نوحہ خوانی برابر جاری رہی مذکورہ پر دو روایات سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ خرابہ شام میں اسیران کربلا مشغول گریہ وزاری، ماتم نوحہ خوانی رہے کتاب کامل السقیفہ میں مرقوم ہے کہ ان یزید لعنہ بعد اسکانھم فیھا امر براس الحسین ان یعلق علی منار مسجد الجامع بدمشق ویعلق سائر الرؤس علی ابواب المساجد والدروب الاہ وامصیتاہ یعنی کہ یزید نے حکم جاری کیا کہ اسیروں کو دربار سے خرابہ لیجائیں۔ چنانچہ خرابہ شام میں اسیر قید کیے گئے یزید نے یہ بھی حکم دیا کہ سرہائے شہیدان کربلا مسجد جامع دمشق کے دروازوں میں لٹکائے جائیں اور سر مطہر امام حسینؑ منارۂ مسجد پر آویزاں کیا جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ امام حسینؑ کا سر مطہر منارۂ مسجد پر اور باقی سرہائے شہداء الگ الگ درہا مسجد میں لٹکائے گئے۔ لوگ ہر روز تماشہ دیکھنے آتے رہے۔ فعلق رأس الحسینؑ علی المنارۃ اربعین یوما ولیلا امام حسینؑ علیہ السلام کا سر مطہر چالیس روز شب منارۂ مسجد پر لٹکا رہا۔ اور اس دوران حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سر مبارک کی زیارت کیا کرتے تھے اور گریہ فرماتے تھے۔ اور اس جگہ

باغی لوگوں کے نیچے گھومتے پھرتے رہتے تھے کلما بیستھر ذکرھم ویتعرف مکانھم یزداد مرادۃ الناس بھم۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسیران اہلبیت اطہار کا قیام شام میں ایک سال سے زیادہ رہا ہے اگرچہ مشہور یہی ہے کہ آل رسول اسیری کے عالم میں ایک سال شام میں رہے ہیں اس طرح عوام میں واقعہ کربلا کی شہرت اور شہیدان کربلا کا تعارف بالخصوص حضرت امام حسینؑ کا تعارف، خاندان سب پر واضح ہوگیا۔ اور عوام میں اہلبیت سے ہمدردی کا رجحان پایا جانے لگا۔ اور مرد حضرت سید سجادؑ کے پاس اور خواتین حضرت زینبؑ کے پاس پرسہ کے لیے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یزید نے اسیروں کے لیے فرش بچھوا دیئے۔ مکان کو آراستہ وصاف کر دیا اور ایک مدت تک شام کے زندان میں عزاداری ہوتی رہی اور جب تک سید سجاد علیہ السلام زندان شام سے رہا ہو کر مدینہ کے لیے آمادہ سفر ہوئے اس وقت تک پتھروں کے نیچے خون جوش مارتا ہوا نظر آتا رہا۔ طلوع وغروب کے آفتاب کا سرخ ہو جانا۔ نہ صرف غم امام حسینؑ کا اظہار تھا بلکہ قاتلان امام حسین کے لیے عذاب کی بشارت تھی۔ ابن شہر آشوب اسود بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جیسے ہی حسینؑ بن فاطمہؑ کو شہید کر دیا۔ اس دن سے لے کر چھ ماہ تک طلوع وغروب کے وقت سرخی آفتاب ظاہر ہوتی رہی۔ اس طرح بھی وارد ہوا ہے کہ طلوع وغروب شمس کے وقت سرخی چالیس روز تک نمایاں رہی۔ بعض روایات میں ہے کہ چالیس روز تک سرخی ظاہر ہوتی رہی۔ بایں سبب قیدی کی موت قید طول پکڑ گئی۔ اور سر بریدۂ امام حسین علیہ السلام منارۂ مسجد جامع دمشق، باب الساعات شہر شام کے دروازوں پر لٹکایا گیا۔

پر بھی آویزاں رہا حضرت علامہ مجلسیؒ بحار میں رقم طراز ہیں کہ یزید ملعون نے حکم کیا تھا کہ سر مطہر امام حسینؑ شام کے دروازہ پر لٹکایا گیا اور امام زین العابدین علیہ السلام ان دنوں میں ایک روز مجلس یزید میں موجود تھے۔

مرحوم السیّد کتاب لہوف میں تحریر کرتے ہیں۔ وکان یزید لعنہ یتخذ مجالس الشراب ویدعی بعلی بن الحسین۔ الی الآخر یزید نے مجلس میں شراب نوشی کی کتاب مناقب میں ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ اس وقت حضرت سید سجادؑ علیہ السلام نے یزید ملعون سے شراب حرام پینے پر احتجاج کیا اور فرمایا اے یزید ۔

ماذا تقولون اذ قال النبی لکم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم
بعترتی وباھلی بعد مفتقدی منھم اساری ومنھم ضرجوا بدم

یعنی میدان حشر میں جب رسولؐ خدا تجھ سے سوال کریں گے کہ خمر نوشی کرتا تھا اور یہ بھی آنحضرتؐ نے دریافت کیا کہ میری عترت کے ساتھ ظلم آمیز رویہ کیوں اختیار کیا اور کیا جواب دے گا یزید نے سر نیچا کر لیا اور کچھ جواب نہ دے سکا امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا ویلک یا یزید یعنی وائے تجھ پر اے یزید اگر تو عقل رکھتا ہے اور جانتا ہے۔ آخر یہ ظلم کیوں ہے کہ ہم تیرے دربار میں اسیر بنے ہوئے ہیں۔

السیّد مرحوم نے بھی کتاب لہوف میں اس مضمون کو لکھا ہے۔ روی عن ابن العابدین انہ قال لما اتی براس الحسین الی یزید کان یتخذ مجالس الشرب ویاتی براس الحسین ویضعہ بین یدیہ ویشرب علیہ۔ یعنی کہ امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب امام حسینؑ یزید کو نذر کیا گیا۔ تو اس وقت اس ملعون نے مجلس شراب منعقد کی۔ سر مبارک سامنے

رکھا تھا اور وہ ملعون شراب نوشی میں مشغول تھا۔

سفیر روم کا دربار یزید میں حکایت کنیسۂ حافر بیان کرنا اور شہید ہونا

روایت ہے کہ ایک دن یزید پلید نے مجلس شراب آراستہ کی اور سر مطہر امام حسین علیہ السّلام اس کے روبرو طشت طلا میں رکھا ہوا تھا۔ اس مجلس یزید میں مُلک روم کا سفیر بھی موجود تھا۔ چونکہ روم کے باشندوں میں سے ایک مرد بزرگ تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ یزید شراب پی رہا ہے اور ایک سر بریدہ اس کے سامنے موجود ہے سر بریدہ سے جو شان ظاہر ہو رہی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی عظیم بزرگ کا سر ہے ؎

آندم کہ ریخت دُرد شراب آن تباہ کار
در طشت زر نبرد سر آن بزرگوار

سفیر کہتا ہے کہ اس دم یزید پلید شراب اس سر مبارک پر ڈال رہا ہے کہ جو طشت طلاء میں رکھا تھا۔ سفیر روم نے دریافت کیا یا ملک العرب ھذا راس من۔ یعنی کہ اے بادشاہ عرب یہ کس بزرگ کا سر مبارک ہے کہ اس کی پیشانی سے آثار بزرگی نمایاں ہیں یزید نے کہا مالک ولھذا الراس۔ اے نصرانی تجھے اس سر سے کیا کام۔ سفیر روم نے کہا کہ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس شخص کا کیا قصور تھا اور جب میں یہاں سے اپنے ملک جاؤں گا تو بادشاہ روم دریافت کرے گا جو کچھ دیکھا سنا ہو بتلاؤ۔ تا وقت کہ مجھے اس سر سے آگہی نہ ہو کیا بتلاؤں

گا۔ یزید نے کہا کہ یہ سر حسین ابن علیؑ ہے ؎

در دلش آرزوی منصب شاہنشاہی بود
دعوی سلطنت و مدعی شاہی بود
ماند اندر دل وی آرزوی سلطنتش
گرچہ پروردۂ آغوش رسولؐ اللہ بود

یعنی کہ اس کے دل میں منصب شاہی کی آرزو تھی۔ سلطان عرب بننے کی خواہش تھی۔ مگر اس کے دل ہی دل میں آرزو رہی اگرچہ یہ آغوش رسولؐ خدا میں پلا و بڑھا تھا۔ سفیر نے کہا کہ اچھا پھر تو کیا یہ مسلمان تھا یا غیر مسلم۔ اس مادر گرامی کا کیا نام تھا یزید نے کہا کہ اس کی ماں کا نام فاطمہ بنت رسول اللہ ہے یعنی کہ رسولؐ خدا کی بیٹی اور علیؑ مرتضیٰ کی زوجہ ہے۔ یہ نواسۂ رسول خدا ہے جب سفیر نے یہ سنا تو بڑی حسرت بھری نظروں سے سر بریدۂ امام حسینؑ کو دیکھا اور کہا اے یزید اف لک و لدینک لی دین احسن من دینکم۔ اے یزید تجھ پر تف ہے اور تیرے دین پر بھی تف ہے۔ میرا دین تیرے دین سے بہتر ہے۔ جو ظلم و ستم اس سر مطہر کے ساتھ تو نے کیا ہے وہ یہود و نصاریٰ ہرگز نہیں کر سکتے۔ جب کہ تمہارے اور رسول خدا کے درمیان صرف یہی ایک صاحب سر واسطہ ہے اور تم نے اپنے نبی کی اولاد کو قتل کر ڈالا۔ سفیر نے کہا اے یزید میں حضرت داؤدؑ کی اولاد سے ہوں اور ہمارے اور حضرت داؤدؑ کے درمیان چند پشتوں کا فاصلہ ہے پھر بھی تمام نصاریٰ میری تعظیم و تکریم کرتی ہے۔ میرے پاؤں کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ سمجھتی ہے۔ لیکن پسر دختر رسولؐ خدا کے ساتھ تمہارا یہ ظلم و ستم۔ حیف ہے سفیر کہنے لگا اے یزید کیا تو نے حکایت کنیسۂ حافر سنی۔ یزید نے کہا اے نصاریٰ سناؤ وہ

کیا حکایت ہے۔ سفیر نے کہا کہ اے یزید عمّان اور شہر چین کے درمیان ایک دریا ہے کہ اس کی مسافت ایک سال کی ہے۔ اور ایک شہر میں آبادی ہے دوسرا کوئی اور شہر نہیں ہے اور وہ شہر کہ جو آباد ہے وسط دریا میں واقع ہے اس شہر کا رقبہ ۸۰ فرسخ در ۸۰ فرسخ ہے کہ روئے زمین پر اس سے عظیم تر کوئی اور شہر نہیں ہے ہر قسم کی چیزیں دوسرے شہروں کو وہاں سے برآمد کی جاتی ہیں اور وہ پورا شہر نصاریٰ کی حکومت میں ہے وہاں عیسائیوں کے علاوہ کسی اور کی حکومت نہیں ہے اس شہر میں علاوہ دوسرے عیسائی عبادت خانوں کے ایک عبادت خانہ کنیسۂ حافر کے نام سے موسوم و مشہور ہے اس کو اس نام سے اس لیے موسوم کیا گیا ہے کہ اس کی محراب میں ایک حُقّہ طلائی لٹکا ہوا ہے اور اس سونے کے حقہ میں حضرت عیسٰی بن مریم کے گدھے کا سُم ہے کہ حضرت عیسٰیؑ ایک روز اس گدھے پر سوار ہوتے تھے۔ اس سُم کو سونے کے حلقہ میں رکھ کر یہاں آویزاں کیا ہے۔ اور اطراف و جوانب کے عیسائی اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔ اس کا طواف کرتے ہیں اور اس کی حرمت و تقدیس بجا لاتے ہیں۔ اور اس کے ذریعہ اپنی حاجتیں بارگاہ خدا میں پیش کرتے ہیں لیکن وائے ہو تم پر کہ تم مسلمانوں نے اپنے نبیؐ کے نواسہ کو تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا۔ اور اس کے سر مطہر کو سامنے رکھا ہے اور اس کے ساتھ تو جسارت کر رہا ہے۔ اے یزید خدا تجھ کو خیر نہ دے۔ یزید نے جب اس سے یہ باتیں سنی تو غضب آلود ہو گیا اور حکم دیا کہ اقتلوا ھذا النصاری۔ کہ اس نصرانی کی گردن قطع کر دو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ نصرانی اپنے ملک میں جا کر مجھے بدنام کرے۔ اس نصرانی نے کہا اے نام کے مسلمان تو مجھے قتل کرنے کا خواہش مند ہے سن میں نے کل شب

حضرت رسول خدا محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے نصرانی انت من اھل الجنۃ۔ کہ تو جنت والوں میں سے ہے میں نے خواب سے بیدار ہو کر سوچا کہ یہ کیا راز ہے۔ چنانچہ مجھے اس وقت اس خواب کی تعبیر معلوم ہو گئی یہ کہہ کر اس نصرانی نے جست لگائی اور سر بریدۂ امام حسینؑ اٹھا کر اپنے سینہ سے لگایا اور کلمہ شہادت زبان سے ادا کیا توحید و نبوّت اور امامت کی شہادت دی۔ اسی اثنا میں یزید ملعون نے جلاّد کو اشارہ کیا اس نے اس تازہ مسلمان کا سر قلم کیا۔ اور اس کی روح اعلٰی علیین میں پہنچی۔ اور اس کی میّت کو نصاریٰ اور مسلمانوں نے مل کر دفن کیا۔

الالعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

بروایت لہوف زندان شام میں سکینہؑ خاتون کا خواب دیکھنا

روایاتِ صحیحہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ خرابۂ شام (زندان) اُن خرابوں میں سے تھا کہ جو گزرگاہ عام تھا۔ اور یزید نے اسی خرابۂ میں اسیران اہلبیتؑ اطہار کو قید کیا تھا۔

قال السید فی اللھوف انہ قال سکینۃ فلما کان فی الیوم الرابع من اقامتنا

یعنی حضرت سکینہ خاتون فرماتی ہیں کہ ہمیں خرابہ میں چوتھا روز تھا۔ حالانکہ خرابہ میں نہ گرمی سے بچنے کا انتظام تھا اور نہ ہی شب کو سردی سے محفوظ رہنے کا کوئی بندوبست تھا بہرحال پھر کرب و غم کے عالم میں نیند آگئی اور شب کو عالم خواب میں دیکھا کہ ایک عماّری نازل ہوئی اور اس میں سے ایک بی بی آہ زاری

کرتی ہوئی نکلیں واحسیناہ زبان پر تھا۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو ہائے حسینؑ کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جواباً کسی نے کہا کہ جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو مادر حسینؑ ہیں اور دختر حضرت رسول خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکس کا سلام قبول فرمائیے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم و ستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا اماہ و اللہ جحدوا حقنا یا امنا بددوا واللہ شملنا یا امنا واللہ اسنا حوا حریمنا یا امنا واللہ قتلوا الحسین ابانا۔

ای جدۂ مہربان کجائی — رو از چہ بمانمی نمائی
یکدم بہ خرابہ جدہ جان آئی — بر حالت زار ما بہ بخشائی
راندی بہ بہشت کشتی خویش — رو تافتی از بہشتی خویش
دائم کہ تو در بہشت جاوید — رخشندہ تری ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خواندہ — افسردہ زار و دل کبابند
لیکن متسند دختر انت — در خاک فتادہ اختر انت
یکمشت اسیر و خوار و دیلان — بی فرش و چراغ و زار و نالان
از فرقت باب تاجدارم — ای جدہ ہمیشہ اشکبارم
داغ علیؑ اکبر جوانم
افروختہ جسم ناتوانم

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مرد یا خاتون ملجائے تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمۂ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھر آیا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں رہیں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کل اے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خبر تک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸۔ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علمدار ہیں۔ آپنے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہوگا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت بریں میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد خاک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پژمردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرش نہ بستر نہ تکیہ۔ تکیہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اور اے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسینؑ کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علیؑ اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب سیدہ عالم نے جب سکینہؑ خاتون کے یہ بین سنے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بس اسیقدر مرثیہ کافی ہے اسیقدر نالہ مت کر ھذا قمیص ابیک الحسین لایفارقنی حتی القی اللہ۔ اے بیٹی سکینہؑ یہ تیرے بابا کا پیراہن خون آلود ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدۂ عالمین فاطمۂ زہرا اس خون آلودہ قمیص امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروز قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عزا قائم ہوگی اور سیدہ عالمینؑ یہ کرتا لے کر زیر عرش آئیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کروگے یہیں سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے

کرتی ہوئی نکلیں واحسیناہ زبان پر تھا۔ جناب سکینہؑ فرماتی ہیں کہ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ کون بی بی ہیں جو ہائے حسینؑ کہہ کر رو رہی ہیں۔ مجھ سے جواباً کسی نے کہا کہ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں جو مادر حسینؑ ہیں اور دختر حضرت رسولؐ خدا ہیں۔ میں آگے بڑھی اور سلام کیا کہ اے جدہ ماجدہ بیکس کا سلام قبول فرمائیے میں نے چاہا کہ بابا کے شہید ہونے کے بعد جن ظلم وستم کا ہم نشانہ بنے ہیں وہ اپنی دادی صاحبہ کے روبرو بیان کروں تاکہ دل بیکس کو تسکین ہو۔ میں نے عرض کیا۔

یا اماہ و اللہ جحدوا حقنا یا امنا بددوا واللہ شملنا یا امنا واللہ استباحوا حریمنا یا امنا واللہ قتلوا الحسین ابانا۔

ای جدۂ مہربان کجائی   رواز چہ بمانی نمائی
یکدم بہ خرابہ جدہ جان آئی   برحالت زار ما بہ بخشائی
راندی بہ بہشت کشتی خویش   روتافتی از بہشتی خویش
دانم کہ تو در بہشت جاوید   رخشندہ تری ماہ و خورشید
اولاد تو روی خاک خواندہ   افسردہ زار و دل کبابند
لیکن متسند دختر انت   درخاک فتادہ اختر انت
یکمشت اسیر و خوار و دیلان   بی فرش و چراغ و زار و نالانؑ
از فرقت باب تاجدارم   ای جدہ ہمیشہ اشکبارم
داغ علیؑ اکبر جوانم
افروختہ جسم ناتوانم

دستور زمانہ ہے کہ جب وقت مصیبت کوئی خاندانی بزرگ مرد یا خاتون ملجائے تو مصیبت زدہ کا دل آتا ہے آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو جاتا ہے اور

آہ دل زبان پر الفاظ کا لباس پہن لیتی ہے چنانچہ سکینہ خاتون نے جب اپنی جدہ ماجدہ فاطمہ زہرا کو دیکھا تو آپ کا دل بھی بھر آیا اور بے ساختہ کہا اے دادی صاحبہ آپ کہاں تھیں ہمیں اپنی صورت نہیں دکھلائی۔ قصہ یہ تھا کہ اے دادی ہم اسیر ہو گئے اور آپ نے خبر تک نہ لی۔ آج شب آپ اس خرابہ میں آئی ہیں گویا کہ آپ نے ہماری حالت زار پر کرم فرمایا ہے ہم نے اپنی کشتی بہشت کی طرف روانی کر دی جس میں ۱۸۔ جوانان ہاشمی سوار ہیں۔ اس کشتی کے ناخدا عباس علمدار ہیں۔ آپنے کشتی میں سوار ہونے والوں کو دیکھا ہوگا۔ آپ تو دائمی طور پر بہشت بریں میں رہتی ہیں لیکن اے جدہ آپ کی اولاد خاک پر سو رہی ہے۔ جن کے چہرے مرجھا گئے ہیں دل پژمردہ ہیں۔ اور آپ کی بیٹیاں خاک بسر ہیں۔ ہم سب اسیر ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اور ہمارا زندان تاریک ہے نہ چراغ نہ فرش نہ بستر نہ تکیہ۔ تکیہ ہے تو صرف ذات خداوند عالم پر۔ اور اے جدہ ماجدہ میں اپنے بابا حسینؑ کے غم میں روتی رہتی ہوں۔ آنکھوں سے آنسو برساتی رہتی ہوں۔ اور بھائی علیؑ اکبر کا داغ سینہ پر ہمہ وقت تازہ ہے جناب سیدہ عالم نے جب سکینہؑ خاتون کے یہ بَین سنے تو فرمایا کہ اے نور دیدہ سکینہ بس اسیقدر مرثیہ کافی ہے اسیقدر نالہ مت کر ھذا قمیص ابیک الحسین لایفارقنی حتی القی اللہ۔ اے بیٹی سکینہؑ یہ تیرے بابا کا پیراہن خون آلود ہے جو میرے پاس ہے اور میں اسے دیکھا کرتی ہوں اے شیعو۔ سیدۂ عالمین فاطمہ زہرا اس خون آلود قمیص امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں اور تم بھی بروز قیامت جب مجلس حشر میں مجلس عزا قائم ہوگی اور سیدہ عالمینؑ یہ کرتا لے کر زیر عرش آئیں گی اور فریاد کریں گی زیارت کرو گے یہیں سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے

کہ امام حسینؑ کی منسوب ہونے والی چیزیں قابل زیارت ہیں اس وقت جناب فاطمہؑ زیرِ عرش فریاد کریں گی کہ الٰہی ھٰذا قمیص ولدی الحسینؑ کہ یہ پیراہن حسینؑ ہے کہ جو تیروں سے چھلنی ہوگیا ہے یہ خواب جناب سکینہؑ نے خرابہ میں بیان کیا تو اسیروں میں ایک کہرام برپا ہوگیا واحسیناہ واحسیناہ۔

حضرت امام حسینؑ کی ایک کمسن بیٹی کی زندان شام میں وفات

جب اولاد رسولؐ نے دربار یزید سے زندان شام میں منزل کی تو اسیران کربلا دن رات شہیدان کربلا پر گریہ وزاری کیا کرتے تھے۔ امام حسین علیہ السّلام کی ایک کمسن دختر جس کا نام فاطمہؑ تھا اسیروں میں زندان شام میں تھی۔ زندان شام کی راتوں میں ایک رات اس دختر صغیرہ کو اپنے بابا حسینؑ کے دیکھنے آرزو ہوئی۔ روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو خداوند عالم نے جو بیٹی عطا کی آپ نے اس کا نام فاطمہؑ رکھا اور جو فرزند عطا کیا اس کا نام علیؑ رکھا اور ان میں برائے امتیاز ناموں کے ساتھ القابات رکھے جیسے علی اکبرؑ علی اوسطؑ، علی اصغرؑ وغیرہ، اسی طرح فاطمہؑ کبریٰ، فاطمہ صغریٰ وسکینہ خاتون وغیرہ۔ اس دختر کمسن کی عمر تین یا چار سال بتلائی جاتی ہے اور اس کا نام بتلایا جاتا ہے۔ حضرت امام حسینؑ اس دختر کو بہت چاہتے تھے۔ یہ دختر ہمیشہ امام حسینؑ کی آغوش کی زینت رہتی تھی۔ جب یہ معصومہ بچی لاش امام حسینؑ پر آتی ہے تو اس نے لاش سے مخاطب ہوکر عرض کیا یا ابہ اذا ظلم اللیل فمن یحمی حمای کہ اے بابا جان اگرچہ رات ہوگئی ہے

اور آپ مجھے اپنی گود میں نہیں لیتے۔ مجھے آپ کی آغوش بغیر نیند نہیں آتی کتاب ریاض میں بعض مولفین کے اقوال کی روشنی میں اس دختر مظلومہ کے حالات پائے جاتے ہیں اور ارباب مقاتل اور مرحوم السیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ روز عاشورا محرم حضرت امام حسینؑ بعد شہادت اصحاب وعزاء خیمہ میں تشریف لائے اور اپنے اہلحرم کو رخصت کیا وکان للحسین بنت عمرھا ثلث سنوات فجعل یقبلھا و قد نشقت شفتاھا من العطش

فرماتے ہیں کہ اہلحرم میں آپ کی ایک سہ سالہ تھی سامنے آئی اور آپ کا دامن پکڑ لیا۔ امام حسین علیہ السّلام نے اس کو اپنی گود میں اٹھا لیا پیار کیا وہ بچی کہتی ہے یا ابتاہ العطش العطش فان الظماء قد احرق اے بابا جان بہت زیادہ پیاس لگ رہی ہے تشنگی کی وجہ سے میرا جگر جل رہا ہے امام حسین نے اس کو تسلی دی۔ اس بچی نے جب کہ امام حسینؑ اسلحہ لگا کر میدان رزم جانے لگے پھر ایک مرتبہ دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا یا ابہ این تمضی عنا اے بابا ہمیں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو فرمایا کہ اے بیٹی تم خیمہ میں بیٹھو شاید کہ میں تمہارے لیے پانی لاؤں آپ میدان میں پہنچے کنار نہر سے لشکر اعداء کو دور کیا اور نہر میں داخل ہوکر پانی خیمہ کے لیے لیا۔ لشکر والوں نے شور مچایا کہ اے حسینؑ تم پانی پی رہے ہو۔ اور شامی لوگ خیموں کو لوٹنے آ گئے ہیں۔ امام مظلوم نہر سے نکلے خیمہ میں تشریف لائے اس مظلومہ بیٹی کو گود میں لیا۔ اور تسلی دے کر پھر میدان قتال میں آئے اور وہ وقت آگیا کہ امام حسینؑ شہید ہوگئے تو اہلحرم کے ہمراہ یہ کمسن بچی بھی آپ کی لاش پر آئی دیکھا کہ بغیر سر۔ لاش پڑی ہوئی ہے۔ بچی نے اپنے آپ کو لاشہ پر گرا دیا لیکن حضرت زینب خاتون نے اپنی گود میں اٹھا لیا۔ وہ بچی کہنے لگی

پھوپھی اماں مجھے باباکے لاشہ پر جانے دو تاکہ میں گلوے بریدہ کا بوسہ لے سکوں۔ الغرض۔ اسیران کربلا کے ساتھ یہ بچی کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے زندان شام پہنچی۔ خرابۂ شام کو دیکھ کر اس بچی کا دل گھٹنے لگا۔ یہ کمسن بچی سر زانو پر رکھے رو رہی تھی فریاد کر رہی تھی ؎

بابا دراین خرابہ سازم بہ بلینوائی
چشم براہ ماندہ شاید ز در درآئی

بودی ہمیشہ جایم دررو ی دامن تو
از تو ندیدہ بودم اینگونہ بیوفائی

یعنی اے بابا اس خرابہ شام میں آپ کا برابر انتظار ہے میں تو ہمیشہ آپ کی گود میں رہتی تھی اب آپ تشریف نہیں لاتے یہ اچھی محبت ہے۔ اسی تصوّر میں بچی رویا کرتی تھی۔ کہ اس پر نیند طاری ہو گئی۔

اور اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ سر بریدہ حسین علیہ السلام طشت طلاء میں یزید کے سامنے رکھا ہے اور وہ ملعون چوب دستی سر مطہر پر لگا رہا ہے۔ کہ ناگاہ سر بریدہ نے بارگاہ خدا میں استغاثہ کیا ؎

خدایا راضیم من بر رضایت — سر تسلیم دارم بر قضایت
چہ باشد دست تقدیرم عناں گیر — کجا بیروں توانم شد ز تقدیر
نباشم در طریق عشق معذور! — کہ بہر جانی از جانان شوم دور
شہیدم خواستی با نو جوانان — فدا کردم سر اندر راہ جانان
عیالم را اسیر و خوار اُمّت — پریشان خواستی کردم فدایت
سرم را خواستی از تن جدا شد — تنم را خواستی پا مال تو تا شد

کنوں در زیر چوب خیز رانم — تو آگاہی ز اسرار نہانم

تراکت الخلق طرّا فی ہوا کا
وایمّت العیال لکی آرا کا

ماحصل یہ ہے کہ امام حسینؑ کے سر مطہر سے یہ آواز آئی کہ اے خداوندا میں تیری رضا پر راضی ہوں اور میرا سر تیری حکم کے سامنے جُھکا ہوا ہے۔ میں نے شہادت اختیار کی اور اپنے جوانوں کو بھی تیری راہ میں فدا کیا اپنے اہل و عیال کو تیری راہ میں اسیر دیکھنا پسند کیا۔ میں نے یہ بھی بصد خوشی چاہا کہ میرا سر تیری راہ میں میرے تن سے جدا ہو۔ لیکن اس وقت میرا سر چوب خیزران کے نیچے ہے اس میں کیا راز ہے تو بہتر جانتا ہے۔ بہرحال اس کمسن بچی نے جب اپنے باباکے سر مطہر کو چوب دستی کے نیچے دیکھا بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھی۔ وابتاہ کی صدا بلند کی اور رونا شروع کیا۔ حضرت زینب خاتون نے سبب گریہ پوچھا تو بچی نے خواب بیان کیا۔ اور یہ کہہ کر وہ نالہ و فریاد کرنے لگی اور اس کا رونا بند نہ ہوا سب نے اس کو خموش کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے۔ حضرت زینبؑ خاتون اس کو تسلّی دیتی تھیں مگر وہ بچی خموش نہ ہوتی تھی۔

بزبان حال اس دختر صغیر کے یہ جذبات غم ہیں ؎

زبابم بیوفائی کی گمان بود — پدر با من لغایت مہربان بود
مگر عمّہ زمن رنجیدہ باہم — کہ کرد از آتش فرقت کبابم
اگر زندہ است باب تا جدارم — چرا زد شمر سیلی بر غدارم

تو گوی در سفر رفتہ است بابت
کند امروز و فردا کامیابت

کجا مارا امید وصل باشد
گمانم این سخن بے اصل باشد

گویا کہ دختر معصومہ کہتی ہے کہ میں اپنے پیارے بابا جان سے بیوفائی کا گمان نہیں کرسکتی۔ کیونکہ میرے پدر بزرگوار تو مجھ پر بہت ہی زیادہ مہربان تھے۔ مگر اے پھوپھی اماں کیا میرے بابا مجھ سے رنجیدہ ہیں ان کی فرقت نے جگر سوختہ کر دیا ہے اگر بابا جان زندہ ہیں تو پھر شمر نے میرے رخساروں پر طمانچے کیسے لگائے۔ اگر تم یہ کہتی ہو کہ تیرے بابا سفر میں ہیں تو آج کل میں زیارت پدر کر ہمیں کامیاب ہو گی اے پھوپھی اماں دیدار پدر کہاں ہوگا یہ ساری باتیں بے اصل ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ بابا تو شہید ہو گئے۔ میں بے پدر ہو گی۔

اس یتیمہ بچی نے اسقدر گریہ کیا کہ روح جنت کو پرواز کر گئی۔ اس وقت اہلحرم میں ایک تازہ غم کی لہر دوڑ گئی۔ گریہ وزاری اور شور بکا سے زندان گونجنے لگا۔ یہاں تک کہ عورتوں اور بچوں کے گریہ کرنے کی آواز یزید کے محل تک گئی اور جب اس نے رونے کی آواز سُنی تو سبب دریافت کیا۔ طاہر بن عبداللہ دمشقی کہتے ہیں کہ یزید اپنے زانو پہ سر رکھے ہوئے تھا اور سرابن فاطمہؑ طشت میں تھا کہ خرابہ سے شور گریہ بلند ہوا طاہر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جس طشت میں سرامام حسینؑ تھا اس سے سرپوش ایک کنارے کو ہو گیا اور سرامام پاک بلند ہوا نزدیک تھا کہ قصر کی چھت سے ملجائے پھر سرمطہر نے باآواز بلند فرمایا۔ اختی سکتی ابنتی، کہ اے بہن میری بیٹی کو خموش کرو۔

خواہر بہ بیکساں حزیںم تو یاوری
خواہر بکود گان یتیم تو مادری

یعنی کہا اے بہن زینبؑ، اے بیکس وغمگسار بہن تو ہی میرے یتیموں کی مددگار ہے تو ہی ان کی نگران ہے۔ تو ہی میرے چھوٹے بچوں کے لیے ماں ہے۔

طاہر کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ سر بریدۂ امام حسین نے چکر لگایا۔ اور یزید ملعون کی طرف رخ کر کے فرمایا۔ کہ اے یزید میں نے تیرا کیا ہے جو میرے اہلحرم کو قید کیا ہے۔ یزید پلید نے جب سُنا تو کانپنے لگا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اے طاہر کیا خبر ہے۔ میں نے کہا اے ظالم خرابہ میں ایک بچی کا انتقال ہو گیا ہے میں نے سرحسینؑ کو بلند ہوتے دیکھا اور آواز امام سنی ہے کہ جس سے تو خائف ہے یزید نے اپنا ایک غلام زندان میں بھیجا تا کہ حالات معلوم کرے۔ وہ زندان پہنچا تو حضرت سید سجادؑ نے سارا ماجرا بیان کیا۔ اس نے یزید کو واقعہ بتلایا۔ یزید نے کہا کہ اچھا اس بچی کے باپ کا سر (یعنی سر بریدۂ امام حسینؑ) زندان میں لے جاؤ۔ غلام سرامام حسینؑ لے کر زندان میں آیا۔ تمام اسیر سرمطہر کو دیکھ کر تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت زینبؑ نے وہ سر اس بچی کے سامنے رکھا اس نے سوال کیا کہ یہ سر کس کا ہے بتایا کہ یہ سرحسینؑ ہے اس یتیمہ نے اپنا موہنہ سرحسینؑ پر رکھا۔ اور بین کرنے لگی روتے روتے بیہوش ہو گئی حضرت زینبؑ خاتون نے اس کو ہلایا تو محسوس ہوا کہ روح یتیمہ جنت کو پرواز کر گئی ہے۔ اسیران اہلبیتؑ اس خرابہ میں مشغول ماتم ہوئے۔ ہم سایہ عورتوں کو جب اس دختر امام حسینؑ کے انتقال کی خبر ہوئی خرابہ میں آئیں اور پُرسہ دیا۔

غسالہ، کافور، کفن اور چراغ کا انتظام ہوا۔ غسل کے لیے تختہ آگیا۔ بچی کو غسل دیا۔ کفن پہنایا۔ اور اسی خرابہ میں دفن کر دیا۔ اس روز کہ جب اسیروں کو رہائی ہوئی اور شام سے مدینہ کے لیے قافلہ روانہ ہوا۔ تو حضرت در زندان تک

آئیں اور اپنا سر محمل سے نکال کر شام کی عورتوں سے فرمایا اے بیبیو میں اپنی ایک بچی تمہارے پاس بطور امانت چھوڑ رہی ہوں۔ ؎

بر سر قبر صغیر ما که در غربت بمرد
گاه بگذارید شمعی از دعای اہل شام

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا شام میں منبر پر تشریف لے جانا اور خطبہ دینا

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام پر جو مصائب گزرے ہیں وہ آپ کے پدر بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السّلام کے مصائب سے کمتر نہیں ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود فرمایا ہے ؎

لم یلق خلق مالقیت ولا ابتلی　　یوما بمثل بلیتی ایوب
حزنی یذوب له الجبال وعنده　　یبلوا ببنی یوسفا یعقوب

بیمار کربلا کے مصائب اور سختیوں میں سے ایک عظیم ابتلا یہ تھی کہ جب آپ اسیران کربلا کے قافلہ کو لے کر وارد دربار یزید ملعون ہوئے تو یزید کے حکم سے ایک خطیب مسجد جامع میں منبر پر گیا اور آپ کی موجودگی میں اس بدبخت خطیب نے مدح آباء و اجداد یزید کی اور حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام کی معاذ اللہ مذمت کی۔ حضرت سید سجّاد کے منبر پر تشریف لے جانے اور اموی خطیب کے خطبہ کا ارباب مقاتل نے کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ بعض ارباب مقاتل لکھتے ہیں کہ دربار یزید میں اسیران کربلا کی موجودگی میں اموی خطیب نے خطبہ

دیا اور بعض لکھتے ہیں کہ مسجد جامع دمشق میں خطبہ دیا غرض کہ دونوں واقعہ جمع کر دیئے ہیں۔

شیخ طبرسی نے کتاب احتجاج میں دکامل نے کتاب السّقیفہ میں، وابی مخنف نے مقتل میں، ابن شہر آشوب نے مناقب میں نقل کیا لیکن علاّمہ مجلسیؒ بحار میں کتاب مناقب سے واقعہ کو تفصیل سے نقل کیا ہے کہ یزید ملعون نے حکم دیا کہ لوگوں کو واقعہ کربلا سے خبردار کیا جائے اور ایک زبان دراز اموی خطیب کو حکم دیا کہ مسجد جامع میں منبر پر جا کر خطبہ دے اور آل ابو سفیان کی مدح سرائی کرے اور حضرت علی مرتضیٰ علیہ السّلام کی شان میں ناروا الفاظ کہے یعنی کہ معاذ اللہ ان کی مذمت کرے۔ پس فصعد الخطیب المنبر خطیب منبر پر گیا۔ اوّل حمد و ثنائے الٰہی ادا کی ثم اکثر الوقیعۃ فی علی والحسین۔ اس بدبخت اور محروم سعادت خطیب یزیدی نے معاویہ کی شان میں زبان کھولی اور اس کی مدح سرائی کی۔ اور کہا کہ معاویہ اور یزید دونوں کی حکومت درست ہے جب اموی خطیب سلطنت و خلافت یزید کی مدح سرائی کر رہا تھا تو حضرت سید سجاد علیہ السّلام سے ضبط نہ ہو سکا اور آپ نے بلند آواز سے کہا۔ ویلک ایھا الخاطب اشتریت مرضات المخلوق بسخط الخالق یعنی وائے ہو تجھ پر اے خطیب کہ تو نے رضاء خدا کے بدلے میں رضاء مخلوق خرید کر لی کیا تو خدا کے غضب سے نہیں ڈرتا آپ اپنی جگہ سے اٹھے اور یزید کے نزدیک جا کر بیٹھ گئے اور اس سے خطاب کیا اے یزید ایذن لی حتی اصعد ھذہ الاعود کہ مجھے بھی اجازت دے کہ منبر پر جا کر رضاء و خوشنودی خدا کے لیے خطبہ دوں تاکہ تمام لوگ اس سے استفادہ کریں یزید نے چاہا کہ سید سجادؑ خطبہ نہ دیں گر

روساء شام اور اراکین دربار نے یزید کو مجبور کیا کہ خطبہ دینے کی اجازت دی جائے۔ ہم اس ہاشمی جوان سے خطبہ سننا چاہتے ہیں یزید نے کہا اے شامیو فانہ من اھل بیت زقوم العلم زقاقا۔ کہ یہ اہلبیتؑ پیغمبر خدا سے ہے عالم و دانا ہے انہوں نے کہا کہ اچھا پھر تو سید سجادؑ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے منبر کی طرف گئے اور عرشہ منبر پر جا کر خطبہ دیا۔ لوگ ہمہ تن گوش تھے۔

اولاً آپ نے حمد و ثنا ء الٰہی ادا کی پھر اپنے جد محمد مصطفےٰ پر درود و سلام بھیجا۔ پھر فرمایا کہ خداوند عالم نے ہم کو چھ چیزیں عطا کی ہیں اور سات فضیلتیں ہمارے لیے ہیں۔ چھ چیزیں جو عطا کی ہیں وہ یہ ہیں کہ۔

۱ علم ۲ حلم ۳ سماحۃ ۴ فصاحت و شجاعت، اور محبت جو اہل ایمان کے دلوں میں ہے یعنی کہ ہر مومن ہم کو درست رکھے۔ اور سات فضیلتیں یہ ہیں کہ جو ہمارے لیے مخصوص ہیں

(۱) پیغمبر اسلام ہم میں سے ہیں۔ صدیق حیدر کرار ہمارے جد ہیں جعفر طیار ہم میں سے ہیں حمزہؑ شیر رسول خدا ہم میں سے ہیں۔ حسن و حسینؑ ہم میں سے ہیں اے تمام کے لوگو جو مجھے پہچانتا ہے۔ لیکن ہر ایک شخص تو نہیں پہچانتا اور نہ ہی جانتا ہے اب وہ پہچان لیں کہ انا ابن مکۃ ومنی وانا ابن زمزم والصفا انا ابن من حمل الرکن باطراف الرداء انا ابن خیر من انتعل واحتفی انا ابن خیر من طاف وسعی انا ابن خیر حج ولبی انا ابن من حمل علی البراق فی الھواء انا ابن من اسری بہ عن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی انا ابن من بلغ بجبرئیل الی سدرۃ المنتھی انا ابن من دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنی انا ابن صلی

ملائکۃ السماء انا ابن من اوحی الیہ الجلیل ما اوحی۔

حاصل خطبہ یہ ہے کہ میں مکۃ و منیٰ، زمزم و صفا، رکن اور اطراف رداء کعبہ (غلاف) طواف و سعی حج و نبیؐ فرزند ہوں یعنی فرزند نبی ہونے کی وجہ سے وارث کعبۃ اللہ اور ارکان حج میں سے ہوں میں صاحب معراج کی ذریت طیبہ ہوں وہ صاحب جسے خدا معراج میں لے گیا مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک (یہ مسجد فلک چہارم پر ہے جس میں شب معراج آنحضرت آنحضرت نے تمام انبیاء و مرسلین کو نماز پڑھائی ہے۔ اسی بیت المعمور کہتے ہیں) میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کی نماز جنازہ ملائکہ سماوات نے پڑھی ہے۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس پر رب جلیل نے وحی بھیجی۔

جب شام کے لوگوں نے آپ کے حالات سنے تو حیران رہ گئے۔ کہ یہ تو نبی زادہ ہے۔ اور جب کہ یزید ملعون نے یہ مشہور کیا ہے کہ یہ معاذ اللہ خارجی ہے۔ پھر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے فرمایا کہ انا ابن محمد المصطفیٰ۔ کہ میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں فرمایا کہ اب پدر بزرگوار کا نام سنو اور میرے آج کل کے القاب سنو۔

انا ابن من ضرب خراطیم الخلق قالوا لا الہ الا اللہ انا ابن من ضرب بین یدی رسول اللہ بسیفین وطعن برمحین وھاجر الھجرتین وبایع البیعتین وقاتل ببدر و حنین ولم یکفر طرفۃ العین انا ابن صالح المومنین ووارث النبیین وقامع الملحدین ویعسوب المسلمین ونور المجاھدین وزین العابدین وتاج البکائین واصبر الصابرین وافضل القائمین من آل یٰسین

رسول رب العالمین انا ابن المؤید بجبرئیل المنصور بمیکائیل المحامی عن حرم المسلمین و قاتل المارقین و الناکثین و القاسطین و المجاهد اعداء الله و افخر من مشی من قریش اجمعین و اول السابقین و قاسم المعتدین و مبید المشرکین و سهم من مرامی الله علی المنافقین و لسان حکمة العابدین و ناصر دین الله وولی امر الله و بستان حکمة الله و عیبة علمه سمح سخی بهلول الزکی الطحی رضی مقدام همام صابر صوام مهذب قوام قاطع الاصلاب مفرق الاحزاب اربطهم عنانا و اثبتهم جنانا و امضاهم عزیمة و اشدهم سکینة اشد باسل یطحنهم فی الحروب اذا ازلفت الاسنة و قربت الاعنة طحن الرحا و یذروهم بذری احدی شجری مهاجری من العرب سیدها و من الوغا لیثها وارث المشعرین ابو السبطین الحسن و الحسین ذالک جدی علی بن ابی طالب علیه السلام ۔

یعنی کہ اے گروہ مردمان شام یہ میرے جد نامدار ہیں کہ جن کے صفات و القاب و اسماء مبارکہ میں نے اس وقت بیان کئے خلاصہ یہ ہے کہ میرے جد علیؑ ولی ہیں اخی رسول خدا ہیں زوج دختر رسول خدا ہیں والد شبیر و شبر ہیں شریک صاحب معراج ہیں ؎

علیؑ کا مرتبہ اللہ اکبر　　خدا نے تلوار دی نبیؐ نے دختر

میری جدّہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا بنت رسولؐ خدا ہیں ؎

عصمتش سر بآسمان پردہ　　سایہ بر آفتاب گستردہ
روز محشر پناہ خلق جہان　　دوستان ترا مقام امن و امان

یعنی کہ میری جدہ ماجدہ فاطمہؑ زہرا دختر رسولؐ خدا شفیعہ روز محشر میں خلق خدا کو پناہ دینے والی ہیں اور اپنے محبّوں کے لیے ذریعہ شفاعت و نجات ہیں۔ وہ عصمت پوش بی بی ہیں۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا خطبہ سن کر لوگ بآواز بلند رونے لگے۔

مؤلف کتاب فرماتے ہیں کہ کتاب مناقب میں کتاب احمر سے الفاظ خطبہ قدسے مختلف ہیں اور علامہ مجلسیؒ نے کتاب مناقب سے خطبہ نقل فرمایا ہے ہم خطبہ کے مابقی کلمات درج کرتے ہیں چنانچہ خطبۂ سید سجاد علیہ السّلام میں مذکورہ صفات کے ساتھ ساتھ یہ الفاظ بھی پائے جاتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ایها الناس انا ابن المقتول ۔ یعنی کہ اے لوگو میں مقتول کا فرزند ہوں یعنی جسے لشکر یزید نے کربلا میں قتل کیا ہے۔ حالانکہ نہ میرے پدر بزرگوار نے کسی کا مال لیا تھا نہ کسی کو قتل کیا تھا کہ اس کا خون بہا ان کے ذمہ ہو۔ ان کی لاش مطہر اور ہمارے شہیدوں کے لاشے بے گور و کفن پڑے رہے۔ انا ابن المحزوز الرأس من القفاء ۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کا سر پس گردن سے قطع کیا گیا۔ انا ابن العطشان حتی قضی انا ابن طریح بکربلا۔ یعنی میں پیاسے کا فرزند ہوں اس کا بیٹا ہوں کہ جسے پیاسا شہید کیا۔ اور اس کے بدن مبارک کو سپرد خاک بھی نہیں کیا۔ انا ابن مسلوب العمامة والردا انا ابن من بکت علیه ملائکة السماء انا ابن من ناحت علیه

الحن فی الارض وایطوخی النھواء انا ابن من راس علی السنان یھدی۔ یعنی کہ میں اس کا بیٹا ہوں جس کا سر نیزہ پر بلند کیا گیا۔ شہر بشہر ہدیہ کیا گیا اور مسلمانوں ہی نے ہمیں غارت و برباد کیا۔ پھر فرمایا انا ابن من حرم من العراق الی الشام۔ میں اس کا فرزند ہوں کہ جس کے اہلحرم کو مثل اسیران کفار کوفہ سے شام لائے ہیں۔ و فی المقتل المنسوب الی ابی محنف انا ابن صریع کربلا انا ابن من راحت انصارہ تحت الثری انا ابن من ذبحت اطفالہ من غیر سوی انا ابن من اصرم الاعداء فی خیمۃ لظی انا ابن من اضحی صریعا بالتقی انا ابن من لاغسل ولاکفن یری انا ابن من دفعوا رأسہ علی القنا انا ابن من هتك

ان کلمات کے ادا کرتے ہوئے آپ کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہوگیا۔ فلما سمعوا الناس کلامہ ضجوا بالبکاء والنحیب وعلت الاصوات فی الجامع جب حاضرین نے یہ کلمات سنے شور گریہ و بکا بلند ہوا اور مسجد جامع میں ایک غلغلہ برپا ہوگیا فخاف یزید الفتنۃ یزید پلید کو خوف ہوا کہ کوئی فتنہ پیدا نہ ہو جائے اس نے موذن کو حکم دیا کہ اذان دی اور کہا اللہ اکبر امام علیہ السلام نے خطبہ بند کیا۔ اور تکبیر کہی۔ اور فرمایا کہ اے موذن تونے خدا کو بزرگی کے ساتھ یاد کیا اور حق بات کہی ہے فی المناقب لاشی اکبر من اللہ یعنی کوئی شے خدا سے بزرگ تر نہیں ہے ابی مخنف لکھتے ہیں کہ موذن نے اشہد ان لا الہ الا اللہ کہا۔ حضرت نے فرمایا۔ اشھد بھا مع کل شاھد و احتملھا مع کل جاھد فی المناقب شھد بھا شعری و

میں شہادت دیتا ہوں اپنے موئے بدن، (یعنی بال) گوشت پوست اور اپنے خون سے کہ خدا وحدہٗ لاشریک لہ ہے۔ ابی مخنف کہتے ہیں کہ موذن نے کہا اشہد ان محمد رسول اللہ۔ پس سید سجاد زار و قطار رونے لگے اور حضرت کے ساتھ ساتھ تمام لوگ رونے لگے۔ وفی نسخۃ من المقتل المخطوطۃ ثم بکی ورمی العمامۃ من راسہ ورمی بھا الی المؤذن۔ حضرت سید سجادؑ نے اپنے سر سے عمامہ اتارا۔ اور موذن کی طرف رخ کر کے فرمایا اے موذن تجھے خدا قسم ہے چند منٹ توقف کر۔ اس نے اذان میں وقفہ کیا اور امام علیہ السلام یزید کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ اے یزید محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے محمدؐ تیرے جد نہیں بلکہ ہمارے جد ہیں۔ تو جن کا کلمہ پڑھتا ہے جن کا نام اذان میں لیتا ہے اور فرزند پیغمبرؐ کو قتل کیا اور مجھے یتیم و اسیر کیا۔ یزید ملعون کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ مسجد سے نکل آیا۔ اور کہا لاحاجۃ لی فی الصلوٰۃ — امام علیہ السلام منبر سے اتر آئے اہل شام آپ کے آس پاس جمع ہوگئے اور معذرت کرنے لگے کہ اے مولیٰ ہم آپ کو نہیں پہچانتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے ساتھ منہال کوفی کی گفتگو

مسجد جامع میں جو لوگ خطبہ سننے کے لیے جمع ہوئے تھے ان میں منہال بن عمرو کوفی بھی تھا۔ منہال خدمت امام زین العابدین علیہ السلام میں حاضر ہوا اور عرض کیا کیف اصبحت یا بن رسول اللہ کہ اے مولیٰ آپ کی صبح و شام

کیسی گزری۔ حضرت نے فرمایا کہ اے منہال کیف حال من اصبح وقد قتل ابوہ و قتل ناصرہ۔ اس کا کیا حال کہ جس کے باپ، بھائی اور یار و انصار سب قتل ہو گئے ہوں اور اس کے پردہ دار اسیر ہوں۔ اور اے منہال زمانہ نے ہمیں لباس عزا پہنا دیا ہے یعنی کہ ہم سوگوار سید الشہداء ہیں۔ اور زمانہ نے ہم کو اسقدر پیس دیا ہے کہ اُمت نے ہمارے حسب و نسب کا بھی خیال نہ کیا۔ اور اب ہم شہر میں اسیر یزید ہیں منہال نے کہا اے مولا کس جگہ قیام ہے تاکہ حاضر خدمت ہو سکوں۔ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا کہ زندان شام یعنی خرابۂ شام اور آپ اسقدر روئے کہ ہچکی گلو گیر ہو گی۔ صاحب احتجاج نے منہال کی بجائے کی بجائے مکحول نام تھا جو کہ آنحضرتؐ کے صحابی تھے۔ بہر حال سید جزائری انوار نعمانیہ میں رقم طراز ہیں کہ منہال نے کہا کہ میں کوچہ و بازار دمشق سے گزر رہا تھا کہ۔ واذا بعلی ابن الحسینؑ یتوکا علی عصی و دجلا کا نہما قصبتان والدم لیسیل من ساقیہ والصفرۃ قد ازدادت علیہ۔ میں نے دیکھا کہ حضرت امام زین العابدینؑ عصا کے سہارے کھڑے ہیں۔ جب میری نظر آپ کی پا مبارک کی طرف گئی تو آپ کی پنڈلیاں بالکل خشک معلوم ہو رہی تھیں اور خون بھی جاری تھا۔ آپ کا رنگ مبارک زرد ہو گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے منہال ہمارا کیا حال پوچھتے ہو یزید ابن معاویہ نے ہمیں اسیر کیا ہے نہ ہمارے بچوں اور عورتوں کو شکم سیر ہو کر کھانا ملتا ہے نہ ہی میں شکم سیر ہو کر کھا سکا ہوں۔ منہال نے یہ سن کر عرض کیا کہ سیدی واین ترید۔ کہ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ مکان کہ جسے زندان کہتے ہیں۔ اور یزید نے ہمیں زندان میں رکھا ہے۔ اور یہ اسقدر خراب ہے کہ دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی ہے۔ میں چونکہ بیمار

ہوں اس لیے میں بازار کی طرف نکل رہا ہوں کہ کس جگہ سایہ میں سانس لوں۔ میری پھوپھی زینبؑ خاتون ہمہ وقت میرا خیال رکھتی ہیں اور زندان سے باہر نہیں جانے دیتی مبادا کوئی اور تکلیف نہ پہنچے

واقعہ ہندہ زوجہ یزید

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ یزید پلید نے اسیران اہلبیت اطہار کو خرابۂ شام میں جگہ دی تھی۔ یہ خرابہ ایک مکان تھا کہ جس میں دن کی دھوپ اور رات کی اوس پڑتی تھی جس سے اسیران حرم کے رنگ متغیر ہو گئے تھے پھول سے بچوں کے رخسار سے مرجھا گئے تھے۔ ان کے بدن کمزور ہو گئے تھے جب یزید نے ان کی حالت زار دیکھی تو کہا اسیران اہلبیتؑ کو چند روز کے لیے حرم خانہ میں جگہ دی جائے بروایتی بنا بر بخواہش ہند دختر عبداللہ بن عامر زوجۂ یزید کہ جو پہلے خدمت امام حسینؑ میں رہ چکی تھی۔ بنی ہاشم کو دوست رکھتی تھی۔ اور نبی زادیوں اور اولاد علیؑ کی محبت سے سرشار تھی۔ اس نے اپنے شوہر یزید سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ اسیروں کو زندان سے نکال کر چند روز کے لیے میرے قصر میں جگہ جائے تاکہ میں نبی زادیوں کی خاطر خواہ پذیرائی کر سکوں۔ یزید چونکہ اس کو بہت دوست رکھتا تھا اجازت دی کہ اسیروں کو اپنے مکان میں مہمان رکھے۔

شیخ کتاب منتخب میں تحریر کرتے ہیں کہ ہندہ ایک رات اسی انتظام میں مشغول رہی کہ اسیران اہلبیتؑ کے لیے چادریں اور لباس وغیرہ فراہم کیا جائے کہ ہندہ پر نیند طاری ہوئی اور عالم خواب میں دیکھا کہ در ہائے آسمان کھل گئے ہیں۔

اور ملائکہ صف در صف نازل ہو رہے ہیں۔ اور اس جگہ جا رہے ہیں کہ جہاں سر بریدہ امام حسینؑ رکھا تھا۔ فرشتے نزدیک پہنچ کر اس طرح سلام کرتے ہیں کہ السلام علیک یا ابن رسول اللہ السلام علیک یا ابن یا اباعبداللہ ہندہ کہتی ہے کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک ابر سفید نیچے آیا۔ اور اس پر بساط اور چند پُر وقار نورانی چہروں والے لوگ بیٹھے ہیں۔ وہ ابر سے نکلے اور روتے ہوئے سر مطہر کے نزدیک گئے اور سر مطہر کے لبوں اور دندان مبارک کو بوسہ دیا۔ اور آنسو بہا رہے گئے۔ اور فرمایا اے فرزند یا ولدی قتلوک اترا ھم ما عرفوک ومن شرب الماء منعوک۔ یعنی کہ اے فرزند تجھے قتل کیا۔ تجھے نہ پہچانا یعنی تیری قدر و منزلت نہ کی اور تجھے پیاسا رکھا پانی بند کر دیا۔ اور اے حسینؑ میں تیرا جد رسولؐ خدا ہوں یہ تیرے پدر علیؑ مرتضیٰ ہیں اور یہ تیرے برادر حسن مجتبیٰ ہیں یہ جعفرؑ یہ عقیل یہ حمزہ اور وہ عباسؑ ہیں۔ ہندہ کہتی ہے کہ میں خواب سے بیدار ہوئی لباس شب اتارا۔ میں یزید کو دیکھنے آئی مگر اس کو نہ پایا۔ بلکہ یزید کے رونے کی آواز سنی۔ میں اس کے پاس گئی دیکھا کہ یزید ایک حجرہ میں بیٹھا ہوا رو رہا ہے۔ اور بار بار یہ کہتا ہے مالی وللحسین۔ کہ میرا حسینؑ کے ساتھ کیا کام تھا مطلب یہ تھا کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا سب مجھے دیکھ کر کہنے لگا ہندہ یہاں کس لیے آئی ہے میں نے یزید سے اپنا خواب بیان کیا۔ اور اس سے کہا کہ اگر تو اپنے اس فعل پر نادم ہے تو مجھے اجازت دے کہ اسیران اہلبیت اطہار کو جو خرابہ میں ہیں اپنے مکان میں مہمان کروں۔ چنانچہ یزید نے اجازت دی اور جب صبح ہوئی تو یزید نے غلام کو بھیجا اور وہ اسیروں کو زندان سے یزید کے گھر لے گیا۔ (ماخوذ از کتاب منتخب) مؤلف فرماتے ہیں کہ اصل میں یزید اسیروں کو

اپنے گھر اس لیے گیا تھا کہ وہ اس کی شان و شوکت دیکھیں۔ یزید نے اس وقت سر امام حسین اپنی حرم سرا کے صدر دروازہ پر آویزاں کیا تھا۔

علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں مناقب سے، اور ابو مخنف وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان یزید امر بان یصلب الراس علی باب دارہ وامر باھل بیت الحسین علیہ السلام ان ید خلوا دارہ۔ یعنی کہ یزید ملعون نے حکم کیا کہ سر بریدہ امام حسینؑ علیہ السلام حرم سرا کے صدر دروازہ پر لٹکایا جائے اور اہلبیتؑ اسی دروازہ سے داخل ہوں چنانچہ اہلبیت اطہار اسی دروازہ سے داخل حرم سرائے یزید ہوئے تو جب سر مطہر پر نگاہ پڑی بے ساختہ با آواز بلند رونے لگے۔ ہندہ زوجۂ یزید کو جب یہ خبر پہنچی تو وہ دربار یزید میں سر برہنہ پہنچی اور یزید سے کہا کہ اے ظالم اسقدر بیداد کہ سر پسر فاطمہؑ میرے محل سرا کے دروازہ پر آویزاں کیا ہے وہ مردود بولا کہ ہاں نہیں یہ تو بتلا کہ تو برہنہ سر دربار عالم کیسے آگئی۔ تو بے شک حسینؑ پر گریہ کر نوحہ و بکا کر۔ ابن زیاد نے عجلت سے کام لیا اور حسینؑ کو شہید کر دیا۔ بہر حال اسیران اہلبیت داخل حرم سرائے ہندہ ہوئے کتاب بحار میں بحوالہ مناقب ہے کہ تمام زنان معاویہ و ابو سفیان نے ان اسیروں کا استقبال کیا اور حضرت زینب خاتون سے ہندہ نے عرض کیا کہ آپ کے لیے مخصوص فرش و مسند بچھائی ہے آپ اس پر تشریف رکھیں لیکن حضرت زینبؑ نے قبول نہ کیا فرمایا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے بھائی کی لاش خاک و خون میں غلطاں دیکھی ہے جو ریگ کربلا پر پڑی رہی تمام عورات جمع ہوئیں اور تین دن تک صف عزاء امام حسینؑ بچھی رہی اور ماتم حسین ہوتا رہا۔ حضرت زینب خاتون نے فرمایا کہ بھائی حسینؑ کا سر منگایا جائے

چنانچہ سر مطہر لایا گیا اس وقت بی بی زینبؑ نے اپنے بال کھول دیئے گریباں چاک کیا۔ اور مخدرات نے سر مطہر کے گرد حالہ بنا کر ماتم کیا۔ اور زنان شام نے ساتھ دیا۔ اور حضرت زینبؑ کہتی تھیں اے قوم میں علی و فاطمہؑ کی بیٹی ہوں میں نبیؐ کی نواسی ہوں۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

شام میں تعینؒ مکان برائے اقامۂ عزا امام حسین علیہ السلام

شیخ کتاب منتخب میں فرماتے ہیں کہ جب یزید ملعون نے ظاہراً ظلم کرنے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور زبان پر یہ الفاظ جاری کئے۔ مالی وللحسین کہ مجھے حسینؑ سے کیا کام تھا۔ یعنی کہ میں نے حسینؑ کو ناحق قتل کیا۔ اس نے اظہار ندامت کے لیے اسیران اہلبیت اطہار کو خرابہ سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرائے میں ان کو جگہ دی۔ اور حضرت سید سجادؑ سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو یہاں رہائش پذیر رہیں اور چاہیں تو مدینہ واپس تشریف لے جائیں ان دونوں باتوں میں سے جو پسند خاطر ہو آپ عمل کریں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنی پھوپھی زینب بنت علیؑ سے دریافت کر کے فیصلہ کروں گا جو وہ معظمہ فرمائیں گی عمل کیا جائے گا۔ حضرت زینبؑ نے پیغام یزید ہی سنا تو فرمایا کہ اے بیٹا سید سجادؑ اے میرے مقتول بھائی کی نشانی، جب سے حسین شہید ہوئے ہیں ہم دل بھر کر نہ رو سکے اور نہ ماتم کر سکے اولاً ہمیں اجازت دی جائے کہ ہم شہیدان کربلا پر روئیں اور نوحہ و ماتم کریں جب یزید کو یہ معلوم ہوا تو اس نے

اجازت دیدی ثم اخلیت طفق الحجر والبیوت فی الدمشق۔ پس یزید نے حکم کیا اور مکان و حجرے اسیروں کے لیے خالی کرا دیئے گئے کہ وہاں آزادی کے ساتھ ماتم حسین کریں اور اس نے اہلبیت کو اسباب عزاداری بھی فراہم کئے۔ زنان ہاشمی و قریشی کہ جو دمشق اور شام میں رہائش پذیر تھیں بغرض عزاداری آئیں اور شریک اہلبیت ہو کر نوحہ و ماتم کیا۔ ولم یبق ہاشمیۃ ولا قرشیۃ الا ولبست السواد علی الحسین وندبوہ علی ما یفعل سبعۃ ایام۔ یعنی کہ زنان ہاشمیہ و قرشیہ نے اہلبیت اطہار کے ساتھ دن تک عزاء امام حسینؑ برپا رکھی جناب زینبؑ علیا مصائب بیان کرتی تھیں۔ کبھی حضرت ام کلثوم بیان فرماتی تھیں اور جسقدر عورات اور بچے جمع ہوتے تھے امام حسینؑ غریب پر روتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ نے جناب زینبؑ خاتون کا انشا کیا ہوا مرثیہ جو آپ نے دمشق میں پڑھا لکھا ہے ریاض الاحزان کتاب میں ایسے مرثیہ پائے جاتے ہیں۔ شیخ فخر الدین نے بھی کتاب منتخب میں لکھا ہے کہ یزید نے بظاہر خجل و شرمندہ ہو کر اہلبیتؑ اطہار کو زندان سے رہا کیا اور اپنی زوجہ ہندہ کے محل سرائے میں جگہ دی یہ بھی وارد ہوا ہے کہ یزید ملعون نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے فرمایا کہ اے سجاد میں تمہاری تین حاجتیں پوری کروں گا۔ آپ اپنی حاجتیں بیان کریں۔ اس روایت کو مرحوم سید نے اپنی کتاب لہوف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ علامہ مجلسیؒ بحار میں فرماتے ہیں کہ ایک روز یزید نے حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام سے کہا کہ میں حُب سلطنت و حکومت میں اندھا ہو گیا تھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کو قتل کیا۔ اب میں استغفار کرتا ہوں اے علیؑ ابن الحسینؑ کیا میرے لیے کوئی صورت ہے یا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ بالفرض محال اگر میں تجھے معاف کر دوں اور رسول خدا صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم نہ چاہیں۔ ہمارے جد علی مرتضیٰ اور جدّہ ماجدہ نہ چاہیں تو کس طرح تیری نجات ہو سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے تجھ پر نفرین کرتے ہیں اے یزید کیا تو نے حکایت صالح بن رقعہؑ یہود کہ جس نے میرے پدر بزرگوار حسینؑ شہید کربلا کو اگرچہ کوئی خاص اذیت نہیں پہنچائی تھی نہیں سُنی ہے اور وہ حضرت رسول خدا علیؑ و فاطمہؑ کے نزدیک قابل مواخذہ قرار پایا تھا۔ آپ نے فرمایا کلا اے یزید وائے ہو تجھ پر کہ کارہائے زشت کو کرنے سے پہلے غور و فکر سے کام نہیں لیا۔ اور ہم اہلبیتؑ اطہار کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے اور فرمایا اے یزید یہ کیا ظلم ہے کہ اہل حرم کو اسیر کیا ہے جب کہ تو نے ہمارے مردوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اب تو اپنے ظلم کا مزہ روز جزا چکھے گا حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے چونکہ ہادی برحق تھے اس کو نماز غفیلہ تعلیم کی۔ کہ اس کے ذریعہ اپنے افعال زشت کی تلافی کرے مگر اس کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ نماز غفیلہ پڑھتا۔ (از مترجم) اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ کے توفیق ایزدی شامل حال نہیں ہوتی۔ پس کسی مفتی کا یہ کہنا اگر قاتل امام توبہ کرے تو بخشا جا سکتا ہے۔ کس حد تک یہ فتویٰ درست ہے اس کا اندازہ عزاداران امام حسین علیہ السلام خود کر سکتے ہیں قاتل امام حسینؑ یا کسی امام برحق کا کوئی شخص قاتل ہو اس کی نجات ہرگز نہیں ہے ہماری تصنیف عقیدہ عمل اور نجات ملاحظہ ہو۔

یزید کا ستمگاران کوفہ و شام سے قتل امام حسینؑ کے بارے میں استفسار کرنا

معین الدین روضۃ الشہداء میں تحریر کرتے ہیں کہ جب یزید بظاہر اپنے افعال زشت پر نادم ہوا اور اسیران اہلبیتؑ اطہار کو زندان سے اپنی زوجہ ہندہ کی محل سرائے میں لے گیا تو اس نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی کوئی حاجت ہو تو بیان فرمائیں میں آپ کی تین حاجتیں پوری کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار کے قاتل کو میرے حوالہ کرتا کہ میں اسے قتل کروں اور قصاص لوں یزید نے حکم دیا کہ سرداران کوفہ جو اسیروں کے قافلہ کے ساتھ کوفہ سے شام آئے ہیں حاضر کئے جائیں چنانچہ سرداران کوفہ کہ جو قتل امام حسینؑ کے مرتکب ہوئے تھے بلائے گئے۔ سب سے پہلے خولی حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ کہ تو نے امام حسینؑ کو قتل کیا ہے۔ خولی جانتا تھا کہ یزید کا کیا خیال ہے اس نے کہا کہ میرا حسینؑ کو قتل کرنے سے کیا تعلق۔ یزید نے اس سے کہا آخر پھر کس نے قتل کیا ہے اس نے کہا کہ سنان بن انس نے قتل کیا ہے یزید نے اس کو طلب کیا وہ حاضر ہوا یزید نے سوال کیا۔ آیا تو نے حسین ابن علیؑ کو قتل کیا ہے سنان نے کہا کہ قاتل حسینؑ پر خدا کی لعنت ہو میں نے انہیں قتل نہیں کیا۔ یزید نے غصہ ور ہو کر کہا پھر کس نے قتل کیا ہے کوئی تو قاتل حسینؑ ابن علیؑ ہے شمر ولد الحرام نے کہا اے یزید میں سچ کہتا ہوں کہ حسینؑ کو قتل کیا ہے یزید نے کہا اچھا کس نے قتل کیا ہے شمر ذی الجوشن نے کہا کہ اس شخص نے حسینؑ کو قتل کیا ہے کہ خزانہ کھول دیا کہ اسلحہ

جنگ خرید کیا جائے گھوڑے جنگ کے لیے خرید کیے جائیں جب یہ سارا اسلحہ جنگ فراہم ہوگیا تو لشکر ترتیب دیا اور حکم دیا کہ جاؤ حسینؑ بن علی سے جنگ کرو پھر شمر نے کہا جس نے حسین ابن علی کو قتل کیا ہے وہ یزید بن معاویہ ہے جب یزید نے یہ سنا تو کہا کہ تم میں سے ہر ایک فخریہ طور پر یہ کہتا تھا کہ میں نے حسینؑ کو قتل کیا ہے آپ سب انکاری ہیں خدا کی لعنت ہو تم پر۔ مؤلف کہتے ہیں کہ جو بھی لشکر عمر بن سعد میں امام حسینؑ سے جنگ کے لیے شریک ہوا وہ از طرف یزید بن معاویہ تھا۔ پس یزید ہی حقیقت میں قاتل امام حسینؑ ہے۔ ابن زیاد، ابن سعد خولی و شمر و سنان سب یزید کے سپاہی ہیں۔ ابن سعد اس لیے قاتل امام حسین ہے کہ آنحضرتؐ اور علی مرتضیٰ نے خبر دی ہے کہ ابن سعد قاتل امام حسینؑ ہے۔ جب کبھی عمر بن سعد کہیں جاتا تو اصحاب کہتے تھے کہ جاء قاتل الحسین۔ کہ حسینؑ کا قاتل آگیا۔ اور چونکہ امام حسینؑ نے یہ خبر بھی دی ہے کہ ابن زیاد میرا قاتل ہے۔ پس ابن زیاد قاتل امام حسینؑ ہے اور یہ سب حکم یزید کے تابع تھے لہٰذا یزید بن معاویہ قاتل امام حسینؑ ہے اور خداوند عالم نے انبیاء کو خبر شہادت امام حسینؑ دی تو فرمایا کہ یزید کو قاتل فرمایا ہے پس اوّل قاتل یزید ملعون ہے اور شمر ولدالحرام اس لیے قاتل ہے کہ اس نے سر امام حسینؑ تن مبارک سے جدا کیا اور اس وقت آپ کی روح اقدس نے جنت کو پرواز کی۔ مختصر یہ ہے کہ قاتلان امام حسینؑ بے شمار ہیں۔ ؎

در دھر کسی ندید ندیاد
یک کشتہ و صد ہزار جلّاد

ایک ذات اقدس امام حسین علیہ السلام تھی اور سو ہزار جلّاد تھے۔ اب زمانہ ظہور حضرت

قائم آل محمدؐ امام مہدی آخر الزمان عجل اللہ فرجہٗ میں قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیا جائے گا۔ جیسا کہ آیۂ مجیدہ۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۔۔۔ بیشک وہ مدد دیا جائے گا (سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۳ (اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کو (قاتل پر قصاص کا) قابو دیا ہے تو اسے چاہیئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے) (از مترجم اسی آیت میں خدا کا یہ فرمانا کہ انہ کان منصورا کہ وہ بے شک مدد دیا جائے گا کہ وہ قاتل کو قتل کرے۔ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کے وارث (یعنی قائم آل محمدؐ) کو اس لیے ہی زندہ رکھا ہے کہ قاتلان امام حسینؑ سے انتقام لیں۔ یہ انتقام دنیا کے اندر ہے اور آخرت میں اس کے لیے عذاب دائمی ہے)

یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو بلانا اور معذرت خواہ ہونا

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار کو شام میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گزر گیا۔ اور اہل شام کو یہ اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ اسیران بلا خارجی نہیں ہیں بلکہ اولاد حضرت پیغمبر اسلام ہیں اور ان اسیروں میں فاطمہ و علیؑ کی بیٹیاں قیدی ہیں۔ تو لوگوں میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا اور یزید کے خلاف لعن و طنز کی گفتگو ہونے لگی۔ یزید نے کوشش کی کہ اس کے خلاف آواز دب جائے اس پر یزید نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ ابن زیاد ملعون نے قتل حسینؑ میں جلدی کی ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ پھر یزید نے حکم دیا کہ قرآن کے الگ الگ جزو بنا کر اہل بازار کو دیئے جائیں تاکہ

وہ لوگ قرآن کی تلاوت میں مشغول رہیں اور شہادت امام حسینؑ پر تبصرہ کرنے سے باز رہیں تاکہ یزید نشانہ تشنیع نہ بنے۔ چنانچہ اسی دن سے قرآن کے تیس پارے کر دیئے گئے۔ اور اسیران اہلبیت اطہار کو یزید نے ہندہ کے محل میں جگہ دی۔ بروایت روضۃ الشہداء جناب ام کلثومؑ نے درخواست کی کہ ہمیں ایک مکان کا تعین کیا جائے کہ ہم اس میں آزادانہ طور پر عزاء امام حسین برپا کریں۔ چنانچہ ایک مکان برائے عزاداری دیا گیا۔ ہاشمی اور قریشی خواتین آئی تھیں اور امام حسینؑ کا پرسہ دیتی تھیں حضرت ام کلثوم مرثیہ پڑھتیں اور تمام عورات گریہ وزاری کرتیں۔ آپ کے مرثیہ کا فارسی ترجمہ بصورت نظم یہ ہے کہ ؎

افسوس کہ بیمونس و غمخوار بماندیم
رفتند عزیزان وز غم خوار بماندیم
آزاد شدند از غم این دام کہ ایشان
ما در مہلکہ و فتنہ گرفتار بماندیم
افکار شد از غم دل ایشان کہ برفتند
ما نالہ کنان با دل افگار بماندیم
در خاک بخفتند و دل از ما بہ نہفتند
افسوس کہ در حسرت دیدار بماندیم
عیسیٰ نفسی بود طبیب ہمہ دلہا
بگذشت و ہمہ با دل و بیمار ماندیم

ان درد بھرے اشعار میں درد و غم کی اس طرح تصویر کشی کی گئی ہے کہ وا حسرتا کہ ہم بغیر مونس و غمخوار رہ گئے یعنی ہم عاجز و بے مددگار ہو گئے ہمارے وارث

قتل کر دیئے گئے۔ قرابتدار چلے گئے۔ ہم سے رخصت ہو گئے اور ہم غم نصیب رہ گئے۔ ہم مصائب اور دشواریوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور وہ جو جام شہادت پی چکے آزاد ہو گئے۔ وہ غم سے آزاد اور ہم نالہ کناں باقی ہیں۔ وہ خاک میں سو رہے ہیں یعنی مدفون ہیں۔ اور ان کی یاد ہمارے دلوں میں پوشیدہ ہے اور ہمیں حسرت دیدار باقی ہے وہ عیسیٰ نفس تھے یعنی ہماری زندگی انہی کے دم سے تھی وہ تمام دلوں کے لیے طبیب تھے وہ گزر گئے اور ہم سب کے سب بادِل غم والم باقی ہیں۔ الحاصل امام زین العابدین علیہ السلام غالباً یزید کے کہنے پر یزید کے ساتھ کھانے میں شریک ہوتے تھے۔ جب یزید نے دیکھا کہ اب اہلبیتؑ اطہار کا زندان میں میری رسوائی کا سبب ہے تو اس نے حکم دیا کہ تمام اسیران کربلا کو زندان سے رہا کیا جائے اور ان کی رہائی کے بعد اس نے ایک خاص مجلس قائم کی اور ان بیکسوں کے سامنے زبان معذرت کھولی۔ اظہار ندامت کیا۔ مال واموال اور اسباب وغیرہ فراہم کیا۔ اور اس نے ام کلثومؑ کی طرف رخ کر کے کہا اے بنت علیؑ۔ یہ درہم و دینار بصورت عوض خون حضرت حسین ابن علی ہیں اور آپ لوگ مجھ سے راضی ہوں حضرت ام کلثومؑ نے صرف اتنا فرمایا اے بے حیا میرے بھائی کے ایک بال کی برابر یہ درہم دینار کیوں کر ہو سکتے ہیں ساری دنیا اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے۔

مرحوم السید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ یزید نے پھر امام زین العابدین علیہ السلام سے خطاب کیا اور کہا۔ اذکر حاجتك الثلاث التی وعدتك بقضائهن اے سید سجاد کوئی خواہش ہو تو بیان کرو میں تمہاری تین حاجتیں بر لاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ میری حاجت یہ ہے کہ ان تریني وجه سيدي و مولاي و ابي -

کہ ہمیں ہمارے بزرگوار حسینؑ کا سر مبارک دکھا دے تاکہ ہم ان کی زیارت کر سکیں۔ اور دوسری حاجت یہ ہے کہ ہمارا سامان جو کچھ کہ تیرے لشکر نے لوٹ لیا ہے وہ واپس کر دے۔ تیسری حاجت یہ ہے کہ اگر تو مجھکو قتل کرنا چاہتا ہے تو ایک امین دیانتدار شخص کو مقرر کر کہ وہ اہلبیتؑ نبوت کو مدینہ پہنچا دے۔ یزید نے جواباً کہا کہ تم اپنے پدر بزرگوار کا سر ہرگز نہیں دیکھ سکتے اور میں تم کو قتل نہیں کروں گا اور حرم رسالت کو کسی غیر کی سپردگی میں مدینہ نہیں بھیجوں گا۔ تم اہلحرم کو لے کر جاؤ گے۔ اور مال کے متعلق یہ ہے کہ اس کا عوض دینے کے لیے تیار ہوں بلکہ مال سے زیادہ۔ آپ نے فرمایا کہ میں تیرا مال لینا نہیں چاہتا۔ ہمارے مال و اسباب میں مقنعۂ فاطمہؑ زہرا، قلادہ، اور ان کا پیراہن ہے یہ چیزیں ہمیں واپس دلا دی جائیں۔ تاکہ دست زہرا سے مس شدہ چیزیں نامحرم کے پاس نہ رہیں۔ پس یزید نے حکم دیا کہ یہ تمام چیزیں جو لوٹ لی گئی تھیں فوراً واپس کی جائیں۔ کیا کچھ واپس ہوا اس کا کسی معتبر کتاب میں تفصیلاً ذکر نہیں ہے البتہ کتب متاخرہ میں ہے کہ جب لوٹ کا مال واپس لایا گیا تو ایک پیراہن خون آلودہ تھا جو تیروں سے چھلنی ہو گیا تھا۔ اس نے سوال کیا کہ یہ کہا خیر ہے آپ نے فرمایا ھٰذا قمیص الحسینؑ کہ اے یزید یہ حسینؑ مظلوم کا کرتہ ہے جو اخنس بن مرثد ملعون نے حضرت کے بدن مبارک سے اتارا تھا یزید نے کہا کہ یہ بوسیدہ اور کہنہ لباس حسینؑ نے کس لیے پہنا تھا۔ آپ نے فرمایا اس لیے کہ بوجہ بوسیدگی لباس کوئی اس لباس کو نہیں اتارے گا۔ اور یہ چاک چاک اس لیے ہے کہ نیزہ و تلوار و تیر سے چھلنی ہو رہا ہے اس وقت جب کہ اہلبیت اطہار نے وہ قمیص خون آلودہ

دیکھی تو گریہ و زاری کی آوازیں بلند ہو گئیں۔ روایت ہے کہ یہی خون آلودہ قمیص امام حسینؑ بروز محشر آپ کی سوگوار ماں فاطمہؑ زہرا لے کر زیر عرش اس کی اور قائمہ عرش کے پاس کھڑی ہو فریاد کریں گی خدا وندا میں انصاف چاہتا ہوں۔

یزید کا اہلبیتؑ اطہار کو مدینہ جانے کی اجازت دینا

ابی مخنف مقتل میں لکھتا ہے۔ قال الراوی فاعطاھم مالا کثیرا واخلعت علی کل واحد منھن وزاد علیھم من الثیاب والحلی والاثاث بعوض ما اخذ منھن۔ کہ یزید نے ان کو مال کثیر اور لباس ہائے فاخرہ عطا کئے۔ اور حکم دیا کہ شتران خوش رفتار لائے جائیں ان پر کجاوہ محملین سجائی جائیں ان پر پردہ ڈالے جائیں اور رئیس لشکر کو حکم دیا کہ پانچ سو سواران کے ہمراہ کئے جائیں اور پوری عزت و حرمت کے ساتھ اہلبیتؑ کو مدینہ لے جائیں بنابر مشہور نعمان بن بشیر انصاری اس حفاظتی دستہ کا کمانڈ مقرر ہوا تھا لیکن کامل السقیفہ میں ہے کہ عمرو بن خالد قرشی رئیس قافلہ تھا۔ یزید نے نعمان بن بشیر انصاری کو اس امر کی تاکید کی تھی کہ سید سجادؑ علی ابن الحسینؑ کو باحفاظت تمام و اسائش مدینہ پہنچایا جائے۔ اور اثنائے راہ اہلبیتؑ طاہرین میں سے کسی مخدرہ کو اونٹوں کے تیز رفتاری سے تکلیف نہ پہنچے۔

شیخ مفیدؒ اپنی کتاب الارشاد میں فرماتے ہیں کہ جب یہ تمام انتظامات

مکمل ہو گئے تو یزید نے حضرت سید سجادؑ سے تنہائی میں گفتگو کی اور اولاً ابن زیاد بدنہاد کو سخت بُرا کہا اور دشنام دیں اس پر لعنت بھیجی کہ ابن مرجانہ نے قتل حسینؑ میں عجلت سے کام لیا ہے۔ اگر میں ہوتا تو جو کچھ تمہارے پدر بزرگوار فرماتے اس پر عمل کرتا۔ اور میں حسینؑ کو قتل نہ کرتا۔ لیکن میں کروں خدا نے ایسا نہ چاہا اب میری آپ سے یہ خواہش ہے کہ مدینہ پہنچ کر جو کچھ حاجت ہو مجھے تحریر کریں میں اُسے پورا کروں گا۔ اس وقت حضرت سید سجاد پر گریہ طاری ہو گیا۔ یزید نے اہلبیتؑ اطہار کو رخصت کیا کہ مدینہ منورّہ واپس جائیں۔

اہلبیتؑ اطہار کی شام سے مدینۂ منوّرہ واپسی

الشیخ فخرالدین طریحی کتاب منتخب فرماتے ہیں کہ فساد القاعد بهم وكان يتقدمهم تارة وبتأخر منهم تارة۔ کہ رئیس قافلہ بشیر یا عمرو بن خالد نے اہلبیتؑ اطہار کے قافلہ کو نہایت ادب و احترام کے ساتھ کوچ کا حکم دیا۔ اہلبیت اطہار اس شہر شام میں کربلا سے پہنچے ہیں تو یہ حالت تھی کہ۔ ے

ع شامیان بستند بازوئے زینبؑ و کلثوم را

لیکن اب شام سے مدینہ روانہ ہوئے تو پردہ دار محملوں میں سوار تھے۔ قریشی عورتوں نے روانگی کے وقت الوداع کیا۔ رئیس قافلہ نے شام سے براہ راست معروف راستہ سے مدینہ منورّہ جانا چاہا مگر اہلبیت اطہار کی یہ خواہش تھی کہ کربلا ہوتے ہوئے واپسی ہو تاکہ پھر ایک مرتبہ زمین کربلا پر بسنے والوں کی قبروں کو بوسہ دے سکیں۔ اور زیارت قبور شہیدان کربلا ہوئے اہلبیت اطہار نے نعمان بن بشیر انصاری سے التماس کیا کہ ہمیں کربلا کے راستہ سے مدینہ لے

چلیے ہم شہیدوں کی قبروں کی زیارت کرنا چاہتے ہیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے کربلا کی راہ اختیار کی۔ مرحوم السید لہوف میں تحریر کرتے ہیں کہ جب اہلحرم کا قافلہ عراق پہنچا یعنی کوفہ پہنچا تب اہلبیتؑ نے رئیس قافلہ سے کربلا جانے کے لیے استدعا کی۔ قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدليل مر بنا على طريق كربلا۔ اس خبر سے اور کلام شیخ طبرسیؒ سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ حضرت امام زین العابدین مع اہلبیتؑ اطہار شام سے اوّل کوفہ پہنچے ہیں اور کوفہ سے مدینہ روانہ ہو گئے ہیں۔ بہر حال اہلبیتؑ اطہار کا کربلا پہنچنے کا حال تحریر کیا جاتا ہے ے

رُو سوئے کرب بلا کن کہ من خونشدہ دل گفتگو ہا بسر قبر برادر دارم
رُو سوئے کرب بلا کن کہ من از شعلہ آہ شمعہا بہر مزار علی اکبرؑ دارم

یعنی کہ سیدہ اہلبیتؑ اطہار زینبؑ خاتون رئیس قافلہ سے کہا کہ بسوئے کربلا چلو تاکہ میں اپنے بھائی کی قبر پر جا کر گفتگو کروں کچھ شام کے حالات اسیری بیان کروں۔ اور ہمیں کربلا لے چل تاکہ ہم قبر علیؑ پر شمع روشن کر سکیں چنانچہ نعمان بن بشیر انصاری نے اہلبیتؑ اطہار کی فرمائش پر عمل کیا اور راہ کربلا اختیار کی۔ اور جیسے منزلیں طے ہو رہی تھیں شوق زیارت قبور شہداء بڑھتا جا رہا تھا۔ اہلبیت اطہار کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ لبوں پر آئیں تھیں۔

قال السيد فی اللهوف فلما وصلوا موضع المصرع وجدوا۔ یعنی کہ جیسے قافلہ وارد قتلگاہ سید الشہداء ہوا۔ دیکھا کہ جابر ابن عبداللہ انصاری موجود ہیں اور ان کے ساتھ سادات بنی ہاشم اور آل رسولؐ بھی ہیں جو سب کے سب زیارت قبر امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے ہوئے تھے۔ پس اس وقت

گریہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ مخدرات نے اپنے موہنہ پر طمانچہ مارے واحسیناہ کی صدائیں بلند ہوتیں گریہ و بکا کا شور آسمان تک پہنچا ہے

کربلا یا کربلا یا کربلا! بازگشتہ زینبؑ از شام لا
ای زمین تا چند روز این جسم پاک ماندہ بی غسل و کفن بر روئے خاک
غیر نوک نیزہ زخمش را کہ دوخت غیر زخم تیر بر حالش کہ سوخت

یعنی کہ اے کربلا۔ اے کربلا زینبؑ خستہ جگر اسیریٔ شام سے رہا کر پھر کربلا آئی ہے اس زمین پر یعنی کربلا کی زمین پر چند روز لاش مطہر امام حسینؑ بے گور و کفن پڑی رہی سارے زخم بھر گئے ہیں مگر نوک نیزہ اور تیروں کے زخم تا حال نہیں بھرے۔ اس وقت اسقدر گریہ بلند ہوا کہ جو بھی قتلگاہ میں موجود تھا رو رہا تھا۔ اسں وقت مخدرات حرم نے اونٹوں سے اپنے آپ کو قبور شہداء پر گرا دیا تھا۔ اہلحرم نوحہ پڑھتے تھے اور تمام لوگ سر و سینہ پیٹ رہے تھے کربلا میں مجلس عزاء امام حسینؑ برپا تھی۔

بزبان حال حضرت زینبؑ خاتون نوحہ و مرثیہ حسب ذیل ہے ؎

پس از تو جان برادر چہ رنج ہا کہ کشیدم
چہ شہر ہا کہ نگشتم چہ کوچہ ہا کہ ندیدم
بسخت جانی خود اینقدر بنود گمانم
کہ بی تو زندہ ز دشت بلا بشام رسیدم!
بروں نمود در آندم چو شمر پیرہنت را
بتن ز پنجۂ غم جامہ ہر زمان بدریدم

زدم بچوبۂ محمل سر آں زمان کہ سرِ تو
بنوک نیزۂ خولی سر چو ماہ تو دیدم
میان کوچہ و بازار شام پا برہنہ
سر از خجالت نامحرماں بجیب کشیدم
شدم چو وارد بزم یزید بازوی بستہ
ہزار مرتبہ مرگ خود از خدا طلبیدم
ولی بایں ہمہ شادمانم اے شہ خوبان
کہ نقد جان بجہان دادم و غم تو خریدم

ان اشعار میں پہلا شعر جس قدر جذبات غیرت اور بیکسی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے عمر بھر رونے کے لیے کافی ہے بزبان حال شاعر کہتا ہے کہ حضرت زینب بیکس نے اپنے بھائی کی قبر سے خطاب کیا اے بھائی حسینؑ تمہارے بعد جو میں نے رنج اٹھاتے ہیں وہ کیا بیان کروں بس یہ سمجھ لو کہ تمہاری بہن زینبؑ نے اسیری کی حالت میں کون کون سا شہر نہیں دیکھا اور کون کون سے کوچوں سے گزر نہیں ہوا۔ اے بھائی ہم قیدی تھے ستمگار شہر شہر ہمیں پھراتے رہے تماشائیوں کا ہجوم تھا اور علی کی بیٹیاں برہنہ سر تھیں نمعلوم میں سخت جان تمہارے بغیر کس طرح شام کی بلاؤں میں زندہ رہی۔

اس وقت جب کہ میں آپ کا سر خولی کے نیزہ پر دیکھتی تو محمل پر اپنا سر زخمی کرتی تھی۔ میں کوچہ و بازار میں برہنہ پا تشہیر کی گئی۔ میرا سر شرم کی وجہ سے جھکا ہوا تھا جب ہمیں دربار یزید میں لے گئے تو ہمارے شانوں میں ریسمان بندھی ہوئی تھی۔ اور نامحرموں میں سر جھکا ہوا تھا۔ جب میں دربار یزید میں پہنچی تو میں نے

خدا سے بار بار موت طلب کی مگر میں بے پردگی اور اسیری کی مصیبت برداشت کرنے کے لیے زندہ رہی۔ لیکن میرا دل اس بات سے خوش ہے کہ اے شاہ زمن میں نے اس دنیا میں اپنی جان تیرے غم کے لیے وقف کر دی ہے یہ بات محقق ہے کہ اہلبیتؑ اطہار کا قافلہ شام سے مدینہ کے لیے روانہ ہوا۔ نعمان بن بشیر یا کوئی دوسرا شخص قافلہ سالار تھا یزید نے اہلبیتؑ کی روانگی کے وقت کوئی ایسا اشارہ نہیں کیا تھا کہ اہلبیتؑ کو عراق لیجائیں اور کوفہ دیکھیں غالباً ایسا اس لیے نہیں کیا گیا کہ عراق میں شیعان علیؑ زیادہ ہیں ایسا نہ ہو کہ جب لوگ حضرت سیّد سجادؑ کو اس حالت میں دیکھیں گے تو خروج و فتنہ برپا نہ ہو۔ بنابریں یزید نے حکم دیا کہ اہلبیتؑ کو مدینہ لیجاؤ۔ پس نعمان ابن بشیر بغیر اذن یزید اہلبیتؑ کو کربلا لے گیا تھا۔ قال السید فی اللهوف قال الراوی ولما بلغوا العراق قالوا للدلیل مر بنا علی طریق کربلا۔ مرحوم سیّد کے کلام سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اہلبیتؑ براہ راست مدینہ پہنچے ہیں اور عراق میں آنا اس سبب سے تھا کہ یہی راستہ عراق ہوتا ہوا مدینہ پر ختم ہوتا ہے اور یہ راستہ بہ نسبت دوسرے راستوں کے کم تر ہے۔

رئیس قافلہ جیسا کہ ذکر کیا گیا نعمان بن بشیر انصاری تھا یا کوئی اور دوسرا شخص تھا لیکن کتاب احتجاج میں شیخ طبرسی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ حضرت زینب خاتون کے خطبات اور حضرت سید سجادؑ کے کلام سے واضح ہوتا ہے کہ رئیس قافلہ حذلم بن شتر الاسدی تھا اس کے نام میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے بعض کہتے ہیں کہ نام شتر بن حذلم تھا۔ لیکن عام ذاکرین ان ناموں کی جگہ بشیر ابن حذلم کہتے ہیں یہ شخص شام سے لے کر مدینہ منورہ پہنچنے تک قافلہ اہلبیت کے ساتھ

رہا ہے۔ اس کے خطبوں کی روشنی میں روایت ہے کہ اہلبیت رسولؐ خدا شام سے واپسی پر کوفہ آئے ہیں اور مردمان کوفہ نے انتہائی احترام و اکرام کے ساتھ حضرت سید سجادؑ کی پذیرائی کی ہے مرد و عورت کا ایک اژدھام اہلبیت کے خیام کے نزدیک رہا اور اقامۂ عزا میں شریک رہا۔

اہلبیت اطہار کا دوسری مرتبہ کوفہ وارد ہونا اور جناب زینبؑ کا خطاب

روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اطہار اسیر ہو کر شام روانہ ہو گئے تو اہل کوفہ دن رات گریہ وزاری کرتے تھے اور بے چین رہتے تھے یہاں تک کہ اسیران آل محمدؐ کی شام سے واپسی ہوئی یہ نہیں معلوم کہ کسقدر عرصہ اہلبیت اطہار اسیری کی حالت میں شام میں رہے۔ لیکن اسقدر ضرور معلوم ہے کہ اہلبیتؑ اطہار بروز چار شنبہ ۱۶۔ ویں ربیع الاوّل وارد شام ہوئے تھے۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ کسقدر عرصہ قید رہے۔ البتہ یہ ضرور صحیح ہے کہ زندان کی دھوپ اور رات کی اوس سے اسیران کربلا کے چہروں کے رنگ متغیر ہو گئے تھے۔ اور چند روز اہلحرمؑ ہندہ زوجہ یزید کی فرمائش پر اس کے محل میں رہے ہیں۔ اور پھر علیحدہ ایک مکان میں رہے تاکہ حسب دستور عزاء امام حسینؑ برپا کر سکیں اور پھر مدینہ کے لیے روانگی کی ہے قافلہ اہلبیتؑ رات کو سفر کرتا تھا اور دن کو کسی مقام پر منزل یہاں کہ کوفہ پہنچ گئے ان دنوں میں ابن زیاد ملعون کوفہ میں موجود نہ تھا بصرہ یا شام چلا گیا تھا۔ اس نے چھ ماہ کوفہ میں اور چھ ماہ بصرہ میں

حکومت کی ہے۔ جب اہل کوفہ کو خبر ورود اہلبیتؑ ملی تو اہل کوفہ گھروں سے روتے ہوئے نکل آئے اسقدر مرد ماں وزنان کوفہ جمع ہوئے کہ کوفہ کے صحرا و بیابان بھر گئے۔ اور بڑے عزّو اکرام کے ساتھ اہلبیتؑ سواریوں سے اترے حضرت زینبؑ نے اس وقت اہل کوفہ کو سخت سرزنش کی اور ان کی بیوفائی پران کو شرمندہ کیا۔ جیساکہ ذکر کیا جا چکا کہ قافلہ سالار جذلم بن بشیر تھا۔ مرحوم سیدؒ نے اپنی کتاب اللہوف میں رئیس قافلہ کا نام بشیر بن جذلم لکھا ہے اور یہی نام عوام میں مشہور ہے۔ چنانچہ بشیر ابن جذلم کہتا ہے کہ جب اہلبیتؑ اطہار کوفہ میں پہنچے ہیں تو زنان کوفی گھروں سے نکل پڑیں اور ماتم حسینؑ میں گریہ وزاری کی آوازیں بلند ہوئیں مرد وزن نالہ وشیون کر رہے تھے۔ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے فرمایا هولاء یبکون علینا فمن قتلنا غیرهم یعنی اے اہل کوفہ آج تم ہم پر روتے ہو حالانکہ تم نے اہلبیتؑ نبوۃ کے سردار کو قتل کیا۔ جوانان ہاشمی کو تہ تیغ کیا۔ اس وقت حضرت زینبؑ خاتون نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے خطبۂ احتجاج کا آغاز کیا۔

حضرت زینبؑ خاتون سلام اللہ علیہا کا کوفہ میں خطبۂ احتجاج

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار شام سے رہا ہو کر بعزّت واحترام وارد کوفہ ہوئے۔ تمام مرد وزن گھروں سے نکل پڑے اور عورات کوفہ کی نظریں پردہ داران حرم رسول خدا پر پڑیں تو بیساختہ غم امام حسین علیہ السلام میں صدائے گریہ زاری

بلند ہوئی۔ لوگوں نے اپنے گریبان پھاڑ ڈالے اور واحسیناہ کی آوازیں بلند ہوگئیں۔ اس وقت جناب زینبؑ خاتون نے یہ حالت دیکھی تو آپ نے اس مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا اے لوگو خاموش ہو جاؤ۔ فارتدت الانفاس وسکنت الاجراس۔ ایسی خموشی طاری ہوئی گویاکہ سانس عقب میں چلے گئے ہیں اور اونٹوں کے جرس اور ہمہمہ کی آوازیں بالکل ختم ہوگئیں ہیں آخر کو علیؑ کی دختر ہیں ولی کائنات کی بیٹی کے ایک اشارے پر پورا مجمع بالکل خموش ہو گیا سناٹے کا عالم طاری ہو گیا تھا کہ آپ نے اپنے پدر بزرگوار خطیب منبر سلونی کے لب ولہجہ میں خطبہ کا آغاز کیا۔

ثم قالت بعد حمد اللہ والصلوۃ علی ابی رسول اللہ اما بعد یا اهل الکوفۃ و اهل الختل والغدر والخذل والمکر الافلا رقأت العبرۃ ولا هدأت الزفرۃ فانما مثلکم کالتی نقضت غزلها من بعد قوۃ انکاثا تتخذون ایمانکم دخلا بینکم هل فیکم الا الصلف والنطف والکذب وملق الاماء وغمز الاعداء کمرعی علی ملحودۃ الا بئس ما قدمت لکم انفسکم ان سخط اللہ علیکم۔

یعنی اے اہل کوفہ اے اہل مکر و دغا ہم پر گریہ کرتے ہو ہماری آنکھوں کے آنسو ابھی خشک نہیں ہوئے ہیں تمہارے ظلم وستم نے ہمارے سینے شق کر دیئے ہیں اور تمہاری مثال اس عورت کی ہے کہ جو اپنا رشتہ خود باندھتی ہے اور پھر طلاق لے لیتی ہے۔ آزاد ہو جاتی ہے تم نے رشتۂ ایمان خود مستحکم کیا اور خود ہی توڑ دیا۔ اور راہ کفر اختیار کی۔ آگاہ ہو کہ تمہارے سینوں میں سوائے بغض

کچھ اور نہیں ہے۔ تمہارے سینوں میں نرمی ایسی ہے جیسے کہ کنیز کا دل نرم ہو کہ جو جلد ہی دشمن پر اتر آئی ہے یا اس گھاس کی مانند ہے کہ جو مزبلہ وغیرہ پر ہوتی ہے۔ اے کوفیو تم نے آخرت کے لیے ایسا توشہ اختیار کیا ہے جو تمہیں ہمیشہ کے لیے جہنم میں کام آئے گا۔ ابتکون علی اخی اجل واللہ فابکوا فانکم واللہ احریا بالبکاء ابکوا کثیرا واضحکوا قلیلا فقد بلیتم بعادھا وبشارھا ترخصوھا ابدا والی ترخصوا یعنی کہ میرے بھائی کے قتل ہو جانے کے بعد گریہ وزاری کرتے ہو حالانکہ میرا بھائی اس کا مستحق ہے کہ اس پر گریہ وزاری کی جائے۔ زیادہ رونے کا حکم قرآن میں ہے اور کم ہنسنے کی تاکید کی گئی ہے جو گناہ تم نے کیا ہے یعنی فرزند خاتم النبیینؐ کو قتل کیا ہے اس سے چھٹکارا نہیں ہے قتیل سلیل خاتم النبوۃ ومھدا نا الرسالۃ وسید شباب اھل الجنۃ و ملاذ خریکم ومنار حزبکم ومقر سلمکم ومقرع نازلتکم والمرجع الیہ عند مقاتلتکم ونباء حجتکم ومنار محجتکم الاساء ما قدمتم لانفسکم ان سخط اللہ علیکم وانتم فی العذاب خالدون۔ میرے برادر ذی قدر جگر گوشۂ رسول، نور نظر بتول۔ فرزند حیدر کرار اور روشن کنندہ حجت کو تم نے قتل کر کے اپنے ہاتھ سے کھو دیا رحمت خدا تم سے دور ہو گی۔ اور دائمی عذاب تمہارے لیے مقدّر ہو گیا۔ سا ما تذرون لیوم بعثکم فتعسا نعسا و نکسا لقد خاب السعی و تبت الایدی وخسرت الصفقۃ وبؤتم بغضب من اللہ وضربت علیکم الذلۃ والمسکنۃ اے کوفیاں بے وفا تمہارے ہاتھ شل ہو جائیں۔ اور تمہاری کوششیں بار آور نہ ہوں تمہاری تجارتوں میں خسارہ ہو تم پر غضب خدا لازم ہو گیا ہے تم پر ذلّت مسلّط ہے۔

اتدرون ویلکم ای کبد لرسول اللہ فریتم وای عھد نکثتم وای کریمۃ لہ ابرزتم وای حرمۃ لہ ھتکتم وای دم لہ سفکتم لقد جئتم شیاء ارتکاد السموات یتفطرن منہ وتنشق الارض۔ اے کوفیو تم نے جگر رسولؐ خدا کو شق کر دیا تم نے ان کے اہلبیتؑ کو برہنہ سر تشہیر کیا۔ اور ان کی اولاد کا ناحق خون کیا نزدیک ہے کہ آسمان پھٹ جائیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ لقد جئتم شوا ما حرقاء صلعا و عنقا سواء نقما طلاء الارض وملا السماء۔ یہ کام جو تم نے انجام دیئے ہیں یعنی کہ اولاد رسولؐ خدا کو قتل کیا ہے احمقانہ ہیں۔ قابل لعن ونفرین ہیں۔ تم نے اپنے گناہوں سے زمین وآسمان بھر دیئے۔ فعجبتم ان تمطر السماء دما و لعذاب الاخرۃ وھم لا ینصرون۔ تعجب ہے کہ تم نے سبط رسولؐ خدا کو قتل کر کے عذاب کر لیا ہے عجیب نہیں کہ آسمان سے خون برسے اور تم عذاب آخرہ سے دوچار ہو۔ فلا یستخفنکم المھل فانہ عزوجل لا یحفزہ البدار ولا یخشی علیہ فوت الثار کلا ان ربک لنا بالمرصاد۔
اے اہل کوفہ تم فخر نہ کرو۔ غرور نہ کرو تم کو تو خدا نے مہلت دی ہے کہ ابھی تم مبتلاء عذاب نہیں ہوئے۔ خدا عاجز نہیں ہے جب چاہے عذاب نازل کرے اس کے بعد آپ نے اس جملہ پر خطبہ تمام کیا کہ اے کوفیو تم آلام ہوا اور تم نے ایسا سنگین جرم کیا ہے کہ اپنے رسولؐ کی اولاد ذکور کو قتل کیا اور نبی زادیوں کو اسیر کیا۔ اے لوگو رسولؐ خدا کو روز قیامت کیا جواب دو گے۔ اور رسول خدا دریا فرمائیں گے کہ میری اولاد کے ساتھ یہ سفّاکانہ برتاؤ کیا۔ کیا یہی میری رسالت کا اجر اور اس کی مزدوری ہے کیا میں نے یہ اجر رسالت قرار دیا تھا کہ تم میری اولاد کو تہ تیغ کرنا او

الحرم کو اسیر کرنا جب مجھے حضرت زینبؑ خاتون کا خطبہ تمام ہوا تو آپ نے ان لوگوں کی طرف سے رخ مبارک پھیر لیا۔ بشیر ابن جذلم نے کہا فو اللہ لقد رایت حیاری الناس وقد وضعوا ایدیھم فی افواھھم۔ یعنی خدا کی قسم کہ مردمان کوفہ آپ کی تقریر سن کر مثل ابر باران آنسو برسا رہے تھے اور پشت دست دانتوں پر رکھ رہے تھے جو ایک قسم کا حیرت کا مظاہرہ ہے ایک مرد بزرگ سن رسیدہ میرے نزدیک کھڑا تھا کہنے لگا۔ بابی انتم و امی کھولکم خیر الکھول و شبابکم خیر الشباب و نسوانکم خیرۃ النساء و نسلکم خیر النسل ولا تخزی ولا تبزی۔ یعنی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نے جو کچھ بیان فرمایا وہ حق ہے تمہارے عمر رسیدہ بہترین بزرگان عالم میں تمہارے جوان بہترین جوانان عالم ہیں تمہاری عورتیں تمام عالم کی عورتوں سے بہتر ہیں تمہاری نسل۔ خاندان عالم میں برگزیدہ ہے تم لوگ ہرگز خوار و ذلیل نہیں ہو سکتے۔ اور نہ کبھی مغلوب ہو سکتے ہو۔ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے اس شخص کو دیکھا تو گریہ کرتے ہوئے پایا۔ تو آپ نے فرمایا اے پھوپھی اماں پس خطبہ تمام کیجئے۔ انت عالمۃ غیر معلمۃ فھمۃ غیر مفھمۃ ان البکاء والحزن لا یردمن اباده الدھر اے پھوپھی جان خدا کا شکر ہے کہ آپ عالمۂ غیر معلمہ ہیں یعنی کہ کسی سے تعلیم حاصل نہیں کی ہے۔ دانا ان میں کوئی آپ کا مقابل نہیں ہے آپ اسقدر دل برداشتہ نہ ہوں پس حضرت زینبؑ خاتون نے بفرمودہ امام زین العابدین علیہ السّلام خطبہ تمام کیا۔ بروایت ابی مخنف اس وقت وہ مظلومہ خطبہ دے کر بیٹھ گئیں اور بھائی کی یاد میں آنسو برساتی رہیں شیخ طبرسی کتاب احتجاج میں فرماتے ہیں کہ ثم نزل علیہ السلام و ضرب فسطاطہ

وانزل نسائہ و دخل الفسطاط یعنی آپ کے خطبہ کے تمام ہونے پر سید سجّاد اپنے مرکب سے اترے اور پھر تمام اہلحرم اپنی اپنی سواریوں سے اترے اور داخل خیمہ ہوئے۔ مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ یہ غور طلب امر ہے کہ یہ حضرت زینب نے خطبہ کربلا سے کوفہ پہنچنے پر دیا ہے یا شام سے واپسی پر جب کوفہ پہنچی ہیں تو دیا تھا۔ عبارت شیخ طبرسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خطبہ دوسری مرتبہ کوفہ پہنچنے پر دیا ہے جیساکہ روایت ہے کہ قال خذلم شتر الاسدی لما اتی علی بن الحسین یعنی کہ خذلم رئیس قافلہ کہتا ہے اور یہ شخص اس قافلہ کا رئیس تھا اور شام سے بحکم یزید مامور تھا کہ اہلبیتؑ کو احترام و آسائش کے ساتھ مدینہ پہنچائے۔ اور جب اہلبیتؑ کربلا سے اسیری کی حالت میں کوفہ پہنچے ہیں تو خطبہ دینے کی اجازت و مجال نہ تھی اور آپ کے اس خطبہ کے بعد فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے بھی اہل کوفہ سے خطاب فرمایا ہے۔

جناب فاطمۂ صغریٰ سلام اللہ علیہا کا اہل کوفہ سے خطاب

مرحوم سیّد کتاب لہوف میں لکھتے ہیں کہ زید بن موسیٰ نام روایت کرتا ہے کہ مجھے خبر دی میرے پدر بزرگوار نے کہ جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا نے کوفہ میں حضرت زینبؑ خاتون کے خطبہ کے بعد اہل کوفہ سے خطاب کیا ہے الحمد للہ عدد الرمل والحصیٰ و زنۃ العرش الی الثریٰ احمدہ و او من بہ و اتوکل علیہ و اشھد ان لا الہ الا اللہ و ان محمدا رسول اللہ و ان اولا د

ذبحو بشط الفرات بغیر دخل ولا تراب ۔ یعنی حمد ہے اس خدائے بزرگ و برتر کی بعدد ذرات بیابان اور سیگینیٔ عرش تا تحت الثریٰ، اور میں ایمان رکھتی ہوں اور توکل رکھتی ہوں خدائے وحدہ لاشریک لہ پر اور شہادت دیتی ہوں کہ خدا واحد دیکھتا ہے وہی قابل عبادت ہے ۔ وہی معصوم حق ہے اور اس کے رسول محمدؐ عربی نبی برحق ہیں ۔

اور میں گواہی دیتی ہوں کہ اولاد رسولؐ خدا نہر فرات کے کنارے پیاسی شہید ہوئی ہے حالانکہ نہ ان کے ذمہ کوئی مواخذہ تھا اور نہ ہی ان کا کوئی جرم تھا ۔ پھر آپ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر فرمایا کہ اللھم انی اعوذ بك ان افتریٰ علیك الکذب وان اقول علیك خلاف ما انزلت علی نبیك من احد العھود لوصیة علی بن ابی طالب المسلوب حقه المقتول من غیر ذنب کما قتل ولدہ بالامس فی بیت من بیوت اللہ فیه محشر مسلمة بالسنتھم یعنی اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتی ہوں اس امر سے کہ میں تیری طرف افتراء سے کام لوں ، یا دروغ کو نسبت دوں ۔ یا اس کے خلاف زبان کھولوں کہ جو تو نے اپنے حبیب محمد مصطفےٰؐ پر نازل فرمایا ہے یا اس کے خلاف گفتگو کروں کہ آنحضرتؐ نے حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو اپنا وصی بنایا ہے یا یہ امر پوشیدہ رکھوں کہ علی ابن ابی طالبؑ کو بے جرم و خطا قتل کیا گیا ہے ۔ اور ان کا حق غصب کیا گیا ہے ۔ اور ان کی اولاد کو قتل کیا گیا ہے یعنی ان لوگوں نے قتل کیا ہے کہ جو تیرے نبی کے کلمہ گو ہیں ۔ تعسا لرؤسھم ما دفعت عنه ظلما فی حیوته ولا عند مماته حتی قبضته الیك محمود النقیبه طیب العریکة معروف المناقب مشھور المذاھب یعنی ایسا مسلمان ہونے پر تف ہے کہ

ان بزرگوں کی حیات میں آنحضرت سے ظلم کو دفع کیا اور نہ ہی حیات و موت کے ہنگام ضرور نقصان کو رفع کیا ۔ حالانکہ ان بزرگوار، اطہر مطہر کو مسلمانوں نے خود طلب کیا اور وہ تمہاری طرف تشریف لائے یعنی کہ امام حسینؑ کو کوفیوں نے طلب کیا اور پھر آپ سے انحراف کر لیا ۔ لم تاخذہ فیك اللھم لومة لائم ولا عذل عاذل ھذبته یا رب بالاسلام صغیرًا وحمدت یا رب مناقبه کثیرا ولم یزل ناصحًا لك و للرسولك حتیٰ قبضته الیك زاھدًا فی الدنیا غیر حریص علیھا راغبا فی الاٰخرة مجاھدا لك فی سبیلك رضیته و ھدیته الی صراط مستقیما ما بعد یا اھل الکوفة یا اھل المکر والغدر والحیل فانا اھل البیت ابتلانا اللہ بکم و ابتلاکم بنا فجعل بلائنا حسنا ۔

اے اہل کوفہ والے اہل مکر و فریب و دغا بدرستیکہ خداوند عالم نے ہم اہلبیتؑ نبوۃ کا امتحان لیا ہے اور ہمیں تمہارے ذریعہ سخت آزمائش میں ڈالا ہے ۔ اور ہماری ابتلاء کو نیکی قرار دیا ہے ۔ وجعل علمه عندنا فھمه لدینا فنحن عیبة علمه ووعاء فھمه وحکمته وحجته علی الارض فی بلادہ لعبادہ اکرمنا اللہ بکرامته و فضلنا بنبیه محمد صلی اللہ علیه وآلہ کثیرا ممن خلق تفضیلا خدائے قدوس کے ہم نزدیک ہیں اور خدا ہمارے قریب ہے ۔ علم و حلم خدا ہمارے ہی گھرانے میں ہے ۔ حکمت و فہم ہمارے ہی پاس ہے خداوند عالم نے ہم کو شرف اس طرح عطا کیا ہے کہ محمد عربیؐ ہمارے جد ہیں جو کائنات میں افضل و اعلیٰ ہیں ۔ کذبتمونا وکفرتمونا ورایتم قتالنا حلالا واموالنا نھبا کاننا اولاد ترك و کابل ۔ تم لوگوں نے (یعنی اہل کوفہ نے)

ہماری تکذیب کی ہمیں جھٹلایا ہمیں کافر و خارجی بتلایا ہے ۔ ہم کو قتل کرنا جائز سمجھا ۔ ہمارے مال و مال غنیمت قرار دیا ۔ ہمیں لوٹا اور اسباب کو غارت کیا گویا ان کے نزدیک ہم آل رسولؐ نہیں ہیں ۔ بلکہ ترک یا کابل ہیں ۔ قتلتمونا کما قتلتم جدنا بالامس وسیوفکم تقطر من دمائنا اهل البیت لحقد ۔ اے اہل کوفہ تم نے ہمارے مردوں کو قتل کیا ۔ ہمارے جد علی مرتضیٰؑ کو تلوار سے شہید کیا قرت لذلك عیونکم وفرحت قلوبکم یعنی تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوگئیں اور دل خوش ہوگئے ۔ افترا منکم علی اللہ ومکرا مکرتم و اللہ خیر الماکرین ۔ تم نے افترا (بہتان) باندھا اور خدا کے ساتھ مکر کیا لیکن تم جاننا چاہیئے کہ خدا ہر ایک مکر کو کاٹ دیتا ہے اور وہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے فلا تدعون انفسکم الی الجدل بما اصبتم من دمائنا و نالت ایدیکم من اموالنا فما اصابنا من المصائب الجلیلة والرزایا العظیمة فی کتاب من قبل ان نبراها ان ذلك علی اللہ یسیر ۔ اے کوفہ والو خوش نہ ہو اس پر کہ تم نے ہمارا خون کیا ہے ہمارا مال غارت و برباد کیا ہے ۔ ہمارے لیے یہ مصائب جو تم نے ہم پر ڈالے ہیں موجب سعادت ہیں اور خدا نے پہلے ہی سے مقرر فرما دیئے ہیں یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم ان پر صبر کریں ۔ لکیلا تاسوا علی ما فاتکم ولا تفرحوا بما اتیٰکم واللہ لا یحب کل مختال فخور تبا لکم فانتظروا اللعنة والعذاب وکانما قد حل بکم وتواترت من السماء نقمات فیسحتکم بما کنتم و یذیق بعضکم بأس بعض ثم تخلدون فی العذاب الالیم یوم القیمة بما ظلمتمونا الا لعنة اللہ علی القوم

الظالمین ۔

اے لوگو اپنے گزشتہ افعال پر شرمندگی محسوس نہیں کرتے ۔ اور جو کچھ تمہارے ہاتھ لگ گیا اس پر خوش ہو ۔ خدا ایسے لوگوں کو دوست نہیں رکھا ۔ تم منتظر عذاب نعمت رہو ۔ اور غضب الٰہی کے منتظر رہو ۔ بروز قیامت آتش جہنم میں دائمی طور پر رہو گے ۔ اتدرون ایة ید طاعونتنا منکم وایة نفس نزعت الی قتالنا ام بایة رجل مسیتم الینا تبغون محاربتنا ۔ وائے ہو تم پر اے اہل کوفہ جانتے ہو کہ تم کیسے نیزہ ہم پر چلائے ہیں ۔ اور ہمارے قتل پر راضی تھے ۔ قست قلوبکم وغلظت اکبادکم وطبع علی افئدتکم وختم علی سمعکم وبصرکم وسول لکم الشیطان اعمالکم وجعل بصرکم غشاوة وانتم لا تهتدون ۔ اے اہل کوفہ اب تم جو روتے ہو ۔ اس کا کیا فائدہ تمہارے دل سخت ہوگئے ہیں ۔ تمہاری آنکھوں اور کانوں پر پردہ پڑ گیا ہے ۔ شیطان تم پر مسلط ہے ۔ تبا لکم یا اهل الکوفة ای تراث لرسول اللہ قبلکم و ذحول له لدیکم بما غدرتم باخیه علی بن ابی طالب جدی و نبیه و عترة الطاهرین الاخیار فافتخر بذلك مفتخر فقال نحن قتلنا علیا و بنی علی بسیوف هندیة ورماح خطیة وسبینا نساءهم سبی ترك ونطحنا هم فای نطاح ۔ اے اہل کوفہ کہ تم کس قدر عداوت و کینہ رکھتے ہو اور تم نے اسی مکر و غرور کی وجہ سے رسولؐ خدا کے بھائی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو قتل کیا ۔ اور اب اولاد علیؑ کو ہندی تلواروں سے قتل کیا اور فخر کرتے ہو ۔ ان کے اہل حرم کو قیدی بنایا ۔ ایها القائل الکثکث الاثلب افتخرت بقتل قوم زکاهم اللہ و طهرهم و اذهب عنهم الرجس

فاكظم دا قم كما اقعى ابوك فانما لكل امرئ ما اكتسب وما قدمت يداه تم علیؑ اور اولاد علیؑ کو قتل کر کے فخر کرتے ہو تمہارے مونہہ میں خاک ہو کہ تم نے ان کو قتل کیا کہ جن کو خدا نے پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے جو کرتوت تم نے کئے ہیں وہ سب خدا کے علم میں ہیں۔ اور تم اپنے کیفر کردار کو پہنچو گے اور احد تمونا ویل لکم علی ما فضلنا اللہ ۔ تم پروائے ہو کہ تم ہماری فضیلتیں دیکھ کر ہم سے حسد کرتے ہو۔ ذیتا ان جاش دهرا بجورنا وبحرك ما یواری الدعا مصا۔ یعنی کیا گناہ ہے کہ اگر دریائے فضل و کرم الٰہی ہمارے حق میں جوشس زن ہوں۔ اور تمہارے لیے دریا خشک ہو جائے یعنی تمہارے شامل حال فضل خدا نہ ہے تو جب دریا خشک ہو جاتا ہے تو دریائی چیزیں بھی خشک ہو جاتی ہیں اور نظر آنے لگتی ہیں تمہارے گناہ تمہیں قیامت میں نظر آئیں گے۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء ومن لم يجعل الله له نورا فما له من نور راوی کہ زید بن موسیٰ تھا کہتا ہے کہ خدا کی قسم جب ان کلمات خطبہ پر جناب فاطمہ صغریٰ سلام اللہ علیہا پہنچیں تو جوان و پیر سب ڈھاریں مار مار کر رو رہے تھے۔ فقالوا حسبك يا بنت الطيبين فقد احرقت قلوبنا وانضجت نحورنا واضرمت اجوافنا سب لوگوں نے کہا اے پاک و پاکیزہ باپ کی بیٹی یعنی اے دختر حسین ابن علیؑ ہمارے دلوں کو تم نے گرما دیا۔ ہمارے سینوں میں تڑپ پیدا کر دی۔ اب ہم آتش حسرت سے جل رہے ہیں فسکتت پس آپ خموش ہو گئیں۔

حضرت ام کلثوم سلام اللہ علیہا کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا

قال السيد في اللهوف وخطبت ام كلثوم بنت علي عليه السلام في ذلك اليوم من وراء كلتها رافعة صوتها بالبكاء فقالت ۔ یعنی کہ سیّد مرحوم اپنی کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ اسی روز جناب ام کلثوم دختر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السّلام نے در پس پردہ بلند آواز گریہ کرتے ہوئے خطبہ دیا اور فرمایا يا اهل الكوفة سوءة لكم ما لكم خذلتم حسينا وقتلتموه وانتهبتم امواله وورثتموه وسبيتم نسائه ونكبتموه ۔ اے اہل کوفہ تمہارا بُرا حال ہو اس سبب سے کہ تم نے اپنے رسولؐ کے نواسہ کو شہید کیا ان کا مال و متاع لوٹ لیا اور غارت کیا۔ ان کی بہنوں۔ بیٹیوں اور حرم کو اسیر بنایا۔ اور ان کی لاش مطہرؑ کو بے کفن و دفن چھوڑ دیا۔ فتبا لكم وسحقا ويلكم اتدرون اى دواه دهتكم واى وزر تحملتم واى دم سفكتم واى كريمة اصبتموها واى صبية سلبتموها اے اہل کوفہ والے ہو تم پر اور تمہارے چہروں کو پُراُف ہو کہ تم نے اپنی طاقت کے بل بوتے پر کسقدر سنگین کام کیا ہے۔ اور کسقدر وزن گناہ اپنے دوش پر اٹھایا ہے۔ اور کس قدر پاک و پاکیزہ خون بہایا ہے اور کسقدر عورات مخدرات کو رلایا ہے۔ اور کسقدر پردہ داروں کے مقنع چھینے ہیں۔ قتلتم خير رجالات بعد النبيؐ ونزعت الرحمة من قلوبكم الا ان حزب الله هم الغالبون وحزب الشيطان هم الخاسرون ۔

یعنی کہ اے اہل کوفہ تے تم نے ان کو قتل کیا کہ جو بعد رسول خدا تمام عالم میں برگزیدہ تھے۔ تمہارے دلوں سے رحم بالکل جاتا رہا ہے۔ تمہارا یہ خیال ہے کہ تمہیں غلبہ حاصل ہو گیا ایسا نہیں ہے کیونکہ حزب اللہ ہمیشہ حزب شیطان پر غالب ہوتا ہے۔ پھر جناب ام کلثومؑ نے بچشم گریان یہ اشعار پڑھے ؎

قتلتم اخی صبرًا فویل لامکم   ستجزون نارًا حرھا تتوقد

یعنی کہ اے اہل کوفہ تمہاری مائیں تمہارے غم میں بیٹھیں تم نے برادر عزیز حسینؑ ابن علیؑ کو مہمان بلایا اور بڑی خواری وزاری کے ساتھ قتل کر دیا۔ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے کہ حیوانات کو بھی صبر کے ساتھ قتل نہ کرو اور تم لوگوں نے میرے بھائیوں کو گھیرے میں لے کر تلواروں تیروں کا نشانہ بنایا۔ تم آتش دوزخ کا مزہ چکھو گے ضرور چکھو گے۔ ؎

سفکتم دماء حرم اللہ سفکھا   وحرمھا القراٰن ثم محمدؐ

خون ناحق بہانا حرام ہے قرآن اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ نے خون بہانا حرام قرار دیا ہے۔ ؎

الا فابشروا بالنار انکم غدًا   لفی سقر حقًا یقینًا تخلد

وانی لابکی فی حیواتی علی اخی   علی خیر من بعد النبی سیولد

بدمع غریز مستھل ومکفکف   علی الخد منی دائمًا لیس یجمد

ماحصل یہ ہے کہ حضرت ام کلثومؑ نے فرمایا اے اہل کوفہ اور اے قاتلان حسینؑ تمہیں جہنم کی بشارت ہو اور تم ہمیشہ جہنم میں رہو گے۔ جناب ام کلثومؑ کا خطبہ جب اس مقام پر پہنچا کہ میں زندگی بھر رویا کروں گی۔ فضج الناس بالبکاء والحنین والنوح ونشرت النساء شعورھن ووضعن التراب علی رؤسھن وخمشن

وجوھھن وضربن خدودھن ودعون بالویل پس مردمان کوفہ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔ آواز گریہ فلک تک گئی۔ عورات کوفہ نے اپنے بال پریشان کر دیئے بالوں کو کاٹ ڈالا۔ موہنہ طمانچے لگائے اور سب کے سب یہ کہنے لگے کہ ہم رسول خدا اور فاطمہ زہرا کو کیا جواب دیں گے۔ وبکی الرجال ونتفوا لحاھم فلم یر باکیۃ وباک اکثر من ذلک الیوم۔ مرد وزن نوحہ وزاری کر رہے تھے۔ اور مردمان کوفہ نے اپنی ڈاڑھیاں نوچ ڈالی تھیں سروں پر خاک ڈالی تھی۔ ایسا شور گریہ اور غمگین حالت اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار جب کربلا سے اسیر ہو کر پہلی مرتبہ کوفہ میں داخل ہوئے ہیں تو اہل کوفہ ابن زیاد ملعون کے خوف کی وجہ سے گھروں میں چھپے ہوئے تھے۔ ان کی عورتیں گریہ وزاری کرتی تھیں۔ اس وقت جو پاسبان قافلہ تھے ان کے جور وستم کی وجہ سے اہلبیتؑ اطہار بھی ہراسان تھے۔ لہٰذا اس موقعہ پر خطبہ دینے کا سوال پیدا نہیں ہوتا شیخ صدوقؒ کتاب امالی میں فرماتے ہیں کہ ابن زیاد ملعون نے پہرہ دار مقرر کئے تھے کہ کوئی اہلبیتؑ کی بات نہ سننے پائے۔ اور یہی پہرہ دار لوگ اسیروں کو کوچہ و بازار میں پھراتے تھے۔ بعدہ ان کو زندان میں بھیج دیا گیا۔ اسیروں کے لیے اس وقت نہ کوئی خیمہ تھا نہ قنات تھی کہ اہلبیتؑ خیمہ سے نکل کر خطبہ دیتے۔ پس اسیران مخدرات نے دوسری مرتبہ کوفہ پہنچنے پر خطبے دیئے ہیں۔

شیخ طبرسی احتجاج میں فرماتے ہیں۔ لما اتی علی بن الحسینؑ زین العابدین بالنسوۃ من کربلا ------ الخ اور ایسا ہی دوسری روایت میں ہے کہ مرحوم سید کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ اسیران کربلا شام کی قید سے رہا ہونے

کے بعد اوّل کوفہ پہنچے ہیں اور پھر رئیس قافلہ ان کو ان کی خواہش کے مطابق کربلا لے گیا ہے۔ مؤلف کتاب ہذا کے والد ماجد اعلی اللہ مقامہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ شام سے واپسی پر اہلبیتؑ اطہار پہلے کوفہ اور پھر کوفہ سے کربلا اور بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں۔ اور مؤلف کتاب نے بھی اسی نظریہ کی تائید فرمائی ہے چنانچہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا خطبہ بھی سپرد قرطاس کیا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا شام سے واپسی پر کوفہ میں خطبہ دینا

قال الشیخ طبرسیؒ ثم نزل و ضرب فسطاط و انزل نسآئہ و دخل الفسطاط یعنی کہ جب امام زین العابدین علیہ السلام گھوڑے سے اُترے اور خدّام چاروں طرف گھیرے ہوئے تھے خیمہ جانے کی بجائے پہلے آپ نے مخدّرات اہلبیت اطہار کو باہتمام خاص سواریوں سے آتارا۔ اور ان کو خیمہ میں لے گئے بعد ازاں آپ خیمہ سے باہر تشریف لائے اس وقت ایک اژدہام مردماں کوفہ تھا اور ایک سیّد سجادؑ کی زیارت کے لیے بے چین تھا۔ اور نوحہ وزاری کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ قال حذلم بن خرج زین العابدین علیہ السلام الی الناس و اومی الیھم ان اسکتوا و ھو قائم۔ حذلم کہتا ہے کہ حضرت سید سجادؑ خیمہ سے باہر تشریف لائے اور لوگوں کے سامنے کھڑے ہوئے اشارہ کیا کہ خموش ہو جاؤ چنانچہ تمام مردماں کوفہ اور عورتیں سب خموش ہو گئے حضرتؑ نے کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا محمد اللہ و ثنی علیہ و صلی علی نبیہ۔ بعد از حمد و ثنا الہٰی و درود و سلام

پر رسالت پناہی فرمایا۔ ایھا الناس من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا علی بن الحسین اے اہل کوفہ جو مجھے پہچانتا ہے وہ پہچانتا ہے اور جو نہیں پہچانتا وہ پہچان لے میں حسینؑ شہید کربلا کا بیٹا ہوں علی میرا نام ہے۔ آیا تم لوگ جانتے ہو کہ حسینؑ کون تھے انا ابن المذبوح بشط الفرات من غیر حل و لا تراب۔ وہ حسینؑ کہ جنہیں نہر فرات کے کنارے قتل کیا گیا حالانکہ ان کا کوئی قصور نہ تھا انا ابن من انتھک حریمہ و سلب نعیمہ و انتھب مالہ و سبی عیالہ اے مسلمانوں میرا پدر مسلمان تھا بے گناہ مسلمان کو قتل کرنا گناہ ہے۔ میرے پدر کو لوگوں نے مسلمان بھی نہ سمجھا حالانکہ وہ اصل اسلام تھے۔ مسلمانوں نے ان کی بے حرمتی کی اور بعد قتل ان کی لاش کو دفن نہیں کیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا لباس بعد شہادت جسم سے اتار لیا گیا انا ابن من قتل صبرا فکفیٰ بذلک فخرًا۔ اے لوگو میرے پدر بزرگوار کو بصبر قتل کیا ہے اور یہ چیز ہمارے لیے فخر کا باعث ہے۔ اے مومنین صبر کے ساتھ قتل کرنے کو آنحضرتؐ نے منع فرمایا ہے انسان تو انسان حیوان کو بھی صبر کے ساتھ قتل کرنا منع ہے اور صبر کے ساتھ قتل کرنے کا یہ مطلب ہے کہ حیوان کو گھیرے میں لے کر اسقدر اس پر سنگ باری کی جائے کہ وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے اس طرح مارنا گناہ ہے بلکہ حکم ہے کہ اگر جانور کو ذبح کرو تو پہلے اُسے سیراب کر لو۔ پیاسا ذبح نہ کرو۔ میرے پدر بزرگوار پر ابن سعد کی فوج کا ہر سپاہی حملہ کر رہا تھا۔ کوئی تلوار، کوئی تیر، کوئی نیزہ، کوئی سنگ باری کر رہا تھا۔ ایھا الناس نشدتکم باللہ ھل تعلمون انکم کتبتم الی ابی و خدعتموہ۔ اے اہل کوفہ تمہیں خدا کی قسم ہے آگہی حاصل کرو کہ کوفہ والوں نے کسقدر خطوط بھیج کر میرے پدر عالیقدر کو بلایا تھا۔

اور پھر ان لوگوں نے مکر و دغا کی۔ عطتموه من انفسكم العهد والميثاق والبعث وقاتلتموه وخذلتموه۔ یعنی کہ کوفیوں نے میرے بابا کے ساتھ عہد و میثاق کیا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنے عہد کو توڑ دیا اور بیعت سے انحراف کیا۔ اور میرے پدر بزرگوار کو بلا کر قتل کیا۔ فتبا لكم ما قدمتم لانفسكم وسوئة رايكم باية عين تنظرون الى رسول الله اذ يقول لكم قتلتم عترتى و انتهكتم حرمتى فلستم من امتى۔ پس وائے ہو تم پر کہ تم نے اپنے لیے خود عذاب مہیا کیا ہے روز قیامت تم رسولؐ خدا کو کیا موہنہ دکھلاؤ گے۔ جب رسولؐ خدا تم کو دیکھیں گے اور فرمائیں گے کہ تم نے میری عترت کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے ان کی حرمت اور تقدیس نہ جانی۔ ان کو قتل کیا۔ میری عترت کی مخدرات کو اسیر کیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس وقت اہل کوفہ میں گریہ و زاری کا ایک شور برپا ہوا اور آپس میں کہنے لگے کہ افسوس ہم پر کہ ہم ہلاکت میں پڑ گئے۔ جب امام زین العابدینؑ نے لوگوں کو روتے ہوئے دیکھا تو فرمایا۔ رحم الله امرءً قبل نصيحتى وحفظ وصيتى فى الله وفى رسول الله وفى اهلبيته فان لنا فى رسول الله اسوة حسنة یعنی خدائے تعالیٰ رحمت کرے اور اس شخص کے گناہوں سے درگزر کرے کہ جو میری نصیحت کو سنے میری نصیحت کو حفظ کرے اور اس پر عمل کرے اور حسب فرمان رسولؐ خدا ہمیں دوست رکھے فقالوا باجمعهم نحن يابن رسول الله سامعون مطيعون۔ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسولؐ خدا ہم نے آپ کا خطبہ سنا اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ہم اس کی اطاعت کریں گے آپ کی اطاعت ہم پر واجب ہے۔ ہم آپ کی بیعت نہیں توڑیں گے۔ ہم آپ کی بیعت پر باقی رہیں گے۔ اور ہم آپ کے دشمنوں سے جنگ اور آپ کے دوستوں سے

صلح رکھیں گے۔ سید مرحوم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے کہا اے فرزند رسولؐ خدا ہمیں حکم کریں۔ لناخذن يزيد ونبرء ممن ظلمك و ظلمنا۔ یعنی کہ ہم یزید کو پکڑیں گے۔ اور آپ کے دشمنوں کو قتل و ہلاک کریں گے۔ ہمیں آپ حکم فرمائیں تو ہم طلب خون کریں گے جو کربلا میں بہایا گیا ہے۔ فقال على بن الحسين هيهات هيهات ايتها الغدرة المكرة حيل بينكم وبين شهوات انفسكم اتريدون ان تاتوا الى كما اتيتم اباءى من قبل۔

امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا افسوس افسوس یہ سب ظاہری و خیالی باتیں ہیں اے اہل کوفہ تم لوگ ہمیشہ اپنی خواہشات کے تابع رہے ہو۔ ہمارے حق میں تمہارا کیا خیال ہے۔ کیا تم وہی کام کرنا چاہتے ہو جو اباء واجداد نے کیا ہے۔ كلا ورب الراقصات الى منى فان الجراح لما يندمل من قتل ابى بالامس واهل بيته معه۔ یعنی حاشاہ وکلا یعنی ایسا ہرگز نہیں ہے میرے دل میں ناسور پڑے گا۔ ہمارے تیس جوانان ہاشمی تہ تیغ ہو گئے ہیں ولم ينسنى ثكل رسول الله وثكل ابى وقتى ابى وجدى بين لهاتى ومرارته بين حناجرى وحلقى وغصصه تجرى فى فراش صدرى۔ اے لوگو مجھے میرے حال پہ چھوڑ دو میں نے ابھی مصیبت رسولؐ خدا فراموش نہیں کی ہے۔ مصیبت پدر و برادران جانگیز ہے۔ کتاب لہوف میں ہے کہ رضينا منكم راسا براس۔ یعنی کہ ہم تم سے سربسر راضی ہیں بعدہٗ حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام نے یہ اشعار پڑھے ؎

قتيل بشط النهر نفسى فداءه جزاء الذى ارداه نار جهنما
فلا تفرحوا باهل كوفة بالذى اصاب حسينا كان ذلك اعظما

میری جان اس مظلوم پر قربان کہ جسے نہر فرات پر تشنہ لب شہید کیا۔ اس کی جزا کہ حسینؑ کو قتل کیا نار جہنم ہے۔ لیکن اے اہل کوفہ تم میرے پدر بزرگوار کو قتل کرنے فرحت و خوشی نہیں دیکھو گے جاننا چاہیئے کہ یہ مصیبت عظیم ترین مصیبت سے وامصیبتاہ حضرت سید سجاد واقعہ کربلا کے بعد چالیس سال زندہ رہے اور کسی نے آپ کو ہنستے نہیں دیکھا خطبہ تمام شد۔

تحقیقات اس بارے میں کیا جابر ابن عبداللہ انصاریؒ روز اربعین وارد کربلا ہوئے ہیں اور کیا امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے؟

سید مرحوم کتاب اللہوف میں فرماتے ہیں لما رجع نساء الحسین وعیاله من الشام و بلغوا العراق قالو للدلیل مرینا علی طریق کربلا فوصلوا الی موضع المصرع فوجدوا جابرا بن عبد الله انصاری رحمة الله علیه۔ جابر ابن عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ جب اولاد رسول خدا نے شام سے رہا ہونے کے بعد مدینہ جانے کے لیے مراجعت فرمائی اور منزلیں طے کرتے ہوئے عراق پہنچے یعنی کہ کوفہ وارد ہوئے تو رئیس قافلہ سے کہا کہ ہمیں پہلے کربلا لے چلو تاکہ ہم شہیدوں کو الوداع کہہ سکیں۔ رئیس قافلہ۔ اہلبیتؑ اطہار کو لے کر وارد کربلا ہوا۔ جیسے ہی قافلہ کربلا پہنچا اور مقتل امام حسینؑ پر نظر پڑی حضرت سید سجاد علیہ السلام اور تمام مخدرات اپنی اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور پا برہنہ مقتل میں قدم

رکھا۔ دیکھا کہ امام حسینؑ علیہ السلام کی قبر کے سرہانے جابر بن عبداللہ انصاری کھڑے ہوئے رو رہے ہیں اور ان کے ہمراہ آل رسول میں سے کچھ لوگ ہیں جو مدینہ سے بغرض زیارت قبر سید الشہداء آئے ہیں۔ شیخ طریحی نے بھی کتاب منتخب میں اس واقعہ کو لکھا ہے لیکن یہ تصریح نہیں کی کہ جابر ابن عبداللہ انصاری اہلبیت اطہار بروز چہلم امام مظلوم یعنی ۲۰۔ صفر سنہ ۶۱ھ کو کربلا پہنچے ہیں۔ وہ صفر سنہ ۶۱ھ ہجری تھا یا بعد؟ حالانکہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری سنہ ۶۱ھ والے ماہ صفر میں وارد کربلا ہوئے ہیں اور مشرف بازیارت قبر امام حسینؑ ہوئے ہیں کیونکہ مدینہ منورہ میں جیسے ہی خبر قتل امام حسینؑ پہنچی ہے تو جابر ابن عبداللہ عازم سفر کربلا ہوئے ہیں۔ اہلبیتؑ اطہار کا ماہ صفر سنہ ۶۱ھ کو وارد کربلا ہونا خلاف واقعہ ہے کیونکہ کوفہ سے اسیری کی حالت میں روانہ ہو کر شام پہنچنے کے لیے وقت درکار ہے پھر مدت اسیری کم سے کم ہو تب بھی عرصہ درکار ہے اور اسی طرح مراجعت از شام اور پھر کوفہ میں قیام اور پھر کربلا پہنچنا۔ یہ تمام امور اس واقعہ کی تائید نہیں کرتے کہ اہلبیتؑ اطہار رہائی کے بعد بروز چہلم سنہ ۶۱ھ وارد کربلا ہوئے ہیں۔ پس حضرت جابر بن عبداللہ انصاری در سنہ ۶۱ھ بیسویں ماہ صفر بزیارت چہلم آئے ہیں اور اثنائے راہ میں جب کوفہ وارد ہوئے اور قدرے وہاں قیام کیا۔ اور اس وقت کے بعض لوگ بھی زیارت قبر امامؑ کے لیے آئے ہیں۔ حسن اتفاق کہ ان دنوں میں سے کسی روز جب کہ جناب جابر ابن عبداللہ انصاری مشغول زیارت قبور شہداء تھے۔ کہ حضرت حجت حق امام زین العابدین علیہ السلام اور پردہ داران مخدرات شام سے آتے ہوئے کربلا آئے ہیں اور جناب جابرؓ نے آپ سے ملاقات کی ہے۔ اقویٰ یہ ہے کہ شہادت امام حسینؑ کے دوسرے سال یعنی سنہ ۶۲ھ ماہ صفر کی بیسویں کو دوسرے چہلم کے موقعہ

پر یہ ملاقات باہم ہوئی ہے جیسا کہ عطیہؒ عوفی کی روایت میں ہے کہ کتاب بشارت المصطفیٰ لشیعۃ المرتضیٰ کہ جو محمد بن ابی القاسم طبری کی تالیفات میں سے ایک تالیف ہے اعمش سے روایت ہے اور اعمش نے عطیہؒ عوفی سے نقل کیا ہے کہ عطیہ کہتا ہے کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ بقصد زیارت حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ اپنے گھر سے نکلا۔ فلما وردنا کربلا۔ کہ ہم جیسے ہی کربلا پہنچے دیکھا کہ اولاً جابرؓ نے نہر فرات میں غسل کیا۔ آپ کے پاس دو کپڑے تھے ایک ازار اور ایک ردا تھی جس طرح حاجی لوگ منیٰ میں احرام کے وقت لباس پہنتے ہیں یعنی جامۂ احرام کی طرح دو لباس تھے۔ چونکہ میرے آقا حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کو علم تھا کہ زیارت قبر حضرت سید الشہداء زیارت کعبۃ اللہ سے افضل ہے اللّٰھم ارزقنا۔ کہ خداوند عالم ہمیں زیارت قبر امام حسینؑ کرنا نصیب کرے۔ پس عطیہؒ کہتے ہیں کہ آپ نے وہ لباس زیب تن کیا اور خوشبو لگائی۔ اور برہنہ پا، قبر مطہر پر آئے اور قبر مبارک پر اپنے آپ کو گرا دیا۔ یعنی کہ ضبط نہ ہو سکا اور قبر پر گر پڑے بوسہ دیا۔ اور کلمات زیارت ادا کئے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ من زار الحسینؑ بکربلا کمن زار اللہ فی عرشہ۔ یعنی کہ جس نے کربلا میں زیارت قبر امام حسینؑ کی اس نے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت عرش پر کی۔ اس حدیث کا واضح سا مطلب یہ ہی ہے کہ مزار سید الشہداء بمنزلہ عرش ہے۔ اور امامؑ کی معرفت و زیارت گویا اللہ کی معرفت و زیارت ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری جب قبر امام حسینؑ پر پہنچے تو تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور قبر پر گرے اور غش کر گئے۔ عطیہؒ کہتا ہے کہ میں نے آپ پر پانی چھڑکا۔ آپ ہوش میں آئے

پھر آپ نے تین مرتبہ یا حسینؑ یا حسینؑ یا حسینؑ کہا۔ لیکن قبر سے کوئی جواب نہ آیا تو جابرؓ نے کہا کہ حبیب لا یجیب حبیبہ۔ یعنی کہ دوست۔ دوست کو جواب نہ دے۔ معذرت کی اور پھر کہا و انی لک بالجواب وقد شحطت اوداجک علی اثباجک فرق بین ذلک و راسک اے آقا و مولیٰ میں آپ سے کس طرح جواب کی توقع کروں آپ کی گردن سے مبارک قطع ہو چکا ہے میں نے تو آپ کی قبر مبارک کی زیارت کرنی یہ عجیب زیارت ہے۔ پھر عرض کیا۔ اشھد انک ابن خیر النبین و ابن سید المرسلین و ابن خلیفۃ التقویٰ۔ یعنی کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سید الانبیاء کے فرزند ہیں۔ آپ سید المرسلینؐ کے فرزند ہیں۔ آپ خلیفہ برحق کے نور نظر ہیں آپ سیدہ طاہرہ فاطمہ زہراؑ کے نور نگاہ ہیں۔ پھر آخر میں آپ نے فرمایا کہ اشھد انک مضیت علی ما مضی علیہ اخوک یحیی بن زکریا عطیہ کہتا ہے کہ جب جابر بن عبداللہ انصاری نے یہ کلمات ادا کئے تو ان کی نظر قبر مطہر کا طواف کرنے لگی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے کوئی کسی گمشدہ چیز کو تلاش کرتا ہے۔ ثم جال بصرہ حول القبر۔ گویا جانتے تھے کہ قبور شہداء (گنج شہیدان) قبر مطہر کے ارد گرد ہے۔ اور مرقد علی اکبرؑ۔ امام حسینؑ کی قبر منورہ کے درمیان ہے۔ پس آپ نے ان سب پر درود و سلام بھیجا۔ پھر جب آپ زیارت سے فارغ ہوئے تو مجھ سے فرمایا کہ اب مجھے کوفہ لے چلو ہم نے کوفہ کی راہ اختیار کی اور راستہ میں جابرؓ نے مجھے محبت محمد و آل محمدؐ کی وصیت کی۔ اور آل محمدؐ کی فضیلت کی احادیث راستہ بھر سناتے رہے یہاں تک کہ ہم کوفہ پہنچ گئے۔ مؤلف کہتے ہیں کہ اس روایت میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ جابرؓ نے دوران زیارت حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہو۔

جابربن عبداللہ انصاری کا دوسری مرتبہ روز اربعین وارد کربلا ہونا اور اہلبیتؑ اطہار کا ملنا

حضرت جابرابن عبداللہؓ انصاری کا قبر حضرت سید الشہداء و سائر قبور شہداء روز اربعین (چہلم) ۶۱ھ (سال شہادت امام حسین) وارد کربلا معلیٰ ہونا صحیح ہے اور اس تاریخ و سن ۶۱ھ میں حضرت سید سجادؑ کا کربلا میں ہونا محل اشکال ہے اور امام زین العابدین علیہ السلام سے کربلا میں ملاقات کرنا صحیح ہے مگر مذکورہ تاریخ و سنہ میں ملاقات واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ حضرت جابر جب دوسری مرتبہ زیارت کا تذکرہ کتاب مصباح الزائرین پایا جاتا ہے۔ عن کتاب مصباح الزائر — مستفیضا عن عطاء و قال کنت مع جابر ابن عبد اللہ انصاری یوم العشرین شہر صفر فلما وصلنا الغاضریۃ اغتسل۔ عطا کہتا ہے کہ میں جابر ابن عبداللہ انصاری کے ساتھ زیارت حضرت خامس آلِ عبا امام حسینؑ علیہ السّلام کے لیے گیا۔ کہ ہم ماہ صفر ۶۱ھ کی بیسویں تاریخ کو غاضریہ پہنچے اور ہم نے غسل کیا پاک و پاکیزہ لباس پہنا۔ اور ہمارے پاس خوشبو تھی وہ اپنے کپڑوں میں لگائی۔ ہم سر دیار و ہنہ مقتل پہنچے اور قبر مطہر امام حسینؑ کے نزدیک پہنچے جابرؓ نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا اور غش کھا کر گر پڑے۔ چشم بصیرت سے دیکھا تو امام حسین کے جسم مبارک کو ٹکڑے ٹکڑے پایا۔ قبر امام حسینؑ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے اور ان کے جذبات غم کو شاعر نے اسی طرح ادا کیا ہے ؎

ای حسینؑ اے کُشتۂ شمشیر عشق — ای حسینؑ اے بستۂ زنجیر عشق

ای حسینؑ اے سامع دعوات — ای حسینؑ اے قاضی الحاجات
السّلام اے نور چشم مصطفےٰ — السّلام اے سر بریدہ از قفا
السّلام ای لُولوء دریائ عشق — تن بزیر خاک و سر اندر دمشق
دہ جواب جابر اے حیؑ قدیر — از کرم یا جابر العظم الکبیر
چون توانی داد جابر را جواب — سر نداری در بدن ای کامیاب
تیغ کیں بریدہ حلق پاک تو — بی سر افتادہ تن صد چاک تو
حیف ازاین جسمیکہ از جان بہتر است — پارہ پارہ از سنان و خنجر است

آن لبانت کز عطش پژمردہ بود
شیر از پستان ایمان خوردہ بود

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کے جذبات کی منظر کشی کا حق شاعر نے ادا کر دیا کہ آپ نے خطاب فرمایا اے حسینؑ اے مقتول تیغ عشق۔ یعنی کہ امام حسینؑ دریائے عشق الٰہی میں اسقدر غوطہ زن تھے کہ گلوے مبارک پر خنجر تھا مگر لبوں پر یاد خدا تھی۔ اسی کو فنا فی اللہ ہونا کہتے ہیں اور یہ عشق کا وہ آخری درجہ ہے کہ جو کسی کو نصیب نہ ہوا۔ اور اے حسینؑ آپ ہماری دعاؤں کو سننے والے ہیں اور آپ حاجتوں کو بر لانے والے ہیں (بر لانے سے یہ مراد ہے کہ اگر ارادۂ حسینؑ شامل دعا ہو جائے وہ کبھی رد نہیں ہوتی خدا پر واجب ہے کہ دعا مستجاب کرے) اے حسینؑ تم نور چشم مصطفےٰ ہو۔ اے حسینؑ تمہارا سر پاک پس گردن سے جدا کیا گیا۔ آپ کا جسم مبارک زیر خاک اور سر مبارک دمشق میں ہے اے حسینؑ، اے کرم گستر جابر کو جواب دیجئے تیغ ظلم سے آپ کا سر بریدہ تن سے جدا کیا گیا۔ اور تیرا تن صد چاک چاک بغیر سر ہے۔ افسوس کہ تیرا جسم مبارک سنان و خنجر سے پارہ پارہ ہے اور تیرے لب پیاس کی

وجہ سے پژمردہ ہوگئے اور تو نے پستان ایمان سے دودھ پیا ہے یعنی کہ ایمان تجھ سے زندہ ہے اے حسینؑ اللہ کے نزدیک مقرب و برگزیدہ ہے تو اللہ و رسولؐ کا پیارا ہے۔

اہلبیتؑ اطہار کا وارد کربلائے معلیٰ ہونا۔

حضرت جابرؓ ابھی مشغول گریہ و بکا تھے کہ بروایت مرحوم سیدؒ۔ مندرجہ کتاب منتخب کہ اہلبیتؑ اطہار کا قافلۂ شام سے کربلا وارد ہوا۔ دیکھا کہ زینبؑ غم رسیدہ قبر برادر پر موجود ہے۔ ؎

آہ ز آندم کہ ز دل نالہ بر آورد چو رعد
بر سر قبر حسینؑ زینبؑ مضطر آمد
گفت ای جان برادر ندہد گریہ مجال
تا بگویم کہ مرا بے تو چہ بر سر آمد

یعنی اس وقت دل سے ایک نالہ پر سوز نکلا کہ جس دم دیکھا کہ زینبؑ بیکس بھائیؑ کی قبر پر موجود ہے۔ زبان حال سے آپ نے فرمایا کہ اے بھائیؑ اگر گریہ وزاری سے فرصت ملتی تو بیان کرتی کہ تمہارے بغیر زینبؑ پر کیا گذر گئی۔ اے بھیا زینب قید ہو کر دربار ابن زیاد میں گئی دربار یزید ملعون میں گئی۔ زندان شام میں رہی۔ قید خانہ میں سکینہ کو روتی اور آپ پھر تمہاری قبر پر گریہ کناں ہوں۔ اس وقت خاضریہ و کربلا کی صحرا نشین عورتیں جمع ہو گئیں۔ اور زینبؑ خاتون کے ساتھ گریہ و بکا میں شریک ہوئیں۔ اور سب کا یہ نوحہ تھا کہ ہائے حسینؑ تمہیں شمر ملعون نے خنجر سے ذبح کیا۔ سر تن سے جدا کیا۔ اس وقت ام کلثومؑ قبر حضرت عباسؑ علمدار پر اور ام لیلیٰ قبر حضرت علی اکبرؑ پر رو رہی تھی غرضکہ یہ ایک بی بی اپنے اپنے وارث کو یاد کر

کے نوحہ پڑھ رہی تھی۔ تین دن تک اہلبیتؑ اطہار کربلا میں مقیم رہے۔ چوتھے روز مدینہ کے لیے روانگی ہوئی۔ اس وقت حضرت زینبؑ قبر مبارک سے خطاب فرمایا ؎

برخیز تا ردیم برادر کہ خواہرت
تنہا بسوی روضۂ رضوان نمیرود

حضرت جابر ابن عبداللہ انصاریؒ اور زیارت اربعین

شیعہ علماء اعلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زیارت اربعین کے موسس یعنی بنیاد ڈالنے والے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری ہیں اور شیعان علیؑ مرتضیٰ اس عمل میں آپ کی اقتداء کرتے ہیں اور آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین نے اس عمل کے بہت زیادہ فضائل اور بے شمار ثواب بیان فرمایا ہے سیدؒ نے کتاب الاقبال میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا کہ علائم المؤمن خمس، کہ مومن کی علامتیں پانچ ہیں یعنی مومن ان پانچ چیزوں سے پہچانا جاتا ہے جو کہ یہ ہیں۔

(۱) نماز اکیاون رکعت پڑھنا۔
(۲) زیارت اربعین پڑھنا۔
(۳) انگشتری داہنے ہاتھ میں پہننا۔
(۴) تعفیر الجبین یعنی پیشانی پر خاک ملنا۔

(۵) نماز میں بسم اللہ باآواز بلند پڑھنا۔

ان پانچوں علامتوں میں زیارت بھی شامل ہے پس زیارت اربعین پڑھنا علامت ایمان ہے روز اربعین کے بارے میں اکثر علمار اعلام فرماتے ہیں کہ اہلبیتؑ اطہار قید شام سے رہا ہونے کے بعد اس روز وارد کربلا ہوئے ہیں اور جابر بن عبداللہ انصاری سے ملاقات ہوئی ہے۔ بعض علمار کہتے ہیں کہ اس روز اہلبیتؑ طاہرین وارد مدینہ ہوئے ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے اپنی ایک کتاب زاد المعاد میں فرمایا ہے کہ روز اربعین۔ زیارت امام حسین علیہ السلام کا جو کہ زیارت اربعین کے نام سے مشہور و معروف ہے پڑھنا موجب ثواب عظیم ہے کیونکہ اس روز امام زین العابدین علیہ السلام اور اہلبیتؑ اطہار شام سے کربلا پہنچے ہیں۔ اور سرہائے شہدار ان کے اجسام سے ملحق کیا ہے بنا بریں یہ زیارت بہت زیادہ رکھتی ہے اور اس کے پڑھنے کا ازحد ثواب ہے۔ علامہ مجلسیؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت سید سجادؑ کا روز اربعین (یعنی بیس صفر ۶۱ھ) کو وارد کربلا ہونا بعید ہے یعنی ممکن نہیں ہے اس کی بہت وجوہات ہیں اور یہ کہنا کہ بیس صفر ۶۱ھ ہی کو مدینہ وارد ہوئے ہیں یہ بات اور بھی زیادہ بعید ہے کیونکہ مسافت بہت طولانی ہو جاتی ہے۔ بعض علمار کا یہ خیال ہے کہ روز اربعین ۶۱ھ امام زین العابدین علیہ السلام شاید باعجاز امامت کربلا تشریف لائے ہیں۔ اور سرہائے شہدار بدنوں کے ساتھ ملحق کئے ہیں اس کے بعد علامہ مجلسیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کا باعجاز امامت وارد کربلا ہونے پر کوئی روایت میری نظر سے نہیں گزری بلکہ باعجاز امامت تشریف لانا بعض روایات کے منافی ہے جو میری نگاہ سے گزری ہے۔

الی اخرما قال رحمۃ اللہ علیہ۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری مکرر دفعہ زیارت امام حسینؑ کے لیے کربلا آئے ہیں۔ روز اربعین بھی اور اس موقعہ پر آپ نے حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور آپ کو امام حسینؑ کا پرسہ دیا ہے۔ جابر بن عبداللہ انصاری کا زیارت قبر امام حسینؑ بروز اربعین کہ ۲۰ ر صفر حق ہے اور ملاقات عام بھی حق ہے۔

روایت دیگر روز اربعین جابر ابن عبداللہ انصاری کے وارد کربلا ہونے پر

صاحب مخزن البکا تحریر کرتے ہیں کہ اردبیلی آخوند ملا احمد اعلی اللہ مقامہ نے فرمایا کہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کے خزانہ میں ایک کتاب میری نظر سے گزری جس میں یہ خبر آب زر سے تحریر تھی جس کا مضمون یہ کہ یحییٰ برمکی کہتا ہے کہ میں حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری کے ساتھ کربلائے معلیٰ روانہ ہوا تاکہ زیارت قبر امام حسینؑ سے مشرف ہوں۔ ہم انیسویں ماہ صفر کی شب کو کربلا سے ایک منزل کے فاصلہ پر پہنچے۔ میری زوجہ خدیجہ نامی میرے ہمراہ تھی۔ میں وہاں اس کے لیے خیمہ نصب کیا۔ اور میں خود حضرت جابر کے ہمراہ رہا۔ اور ہم ایک جگہ بیٹھ کر گفتگو کرنے لگے جابرؓ نے فرمایا کہ انشاءاللہ کل ہم وارد کربلا معلیٰ ہوں گے۔ اور آقائے مظلوم کی قبر مبارک کی زیارت کریں گے مراسم عزا بجا لائیں گے۔ ابھی ہماری گفتگو ہو رہی تھی کہ خیمہ سے کہ جس میں میری زوجہ تھی رونے اور واحسیناہ کی آواز بلند ہوئی۔ میں خیمہ میں گیا میں نے دیکھا کہ میری زوجہ مقنعہ سر سے

اتارے ہوئے واحسیناہ، وامظلوماہ کہہ رہی ہے اور بڑی بے چینی سے رو رہی ہے۔ میں نے اس سے سبب گریہ و حالت زار پوچھی تو اس نے کہا اے یحیٰی بیٹھ جاؤ میں بیان کرتی ہوں یحیٰی کہتے ہیں کہ میں بیٹھ گیا۔ زوجہ نے مجھ سے بیان کیا کہ ابھی میں سو گئی تھی کہ خواب میں حضرت خاتون جنت بی بی فاطمہؑ زہرا کو دیکھا کہ وہ تشریف لائی ہیں سیاہ لباس پہنے ہوئے ہیں بال پریشان ہیں۔ چار ہزار حوران جنت ساتھ ہیں کہ بی بی سیدہ وارد کربلا ہوئیں اور آپ کی نظر قبر امام حسینؑ پر پڑی۔ آہ جگر سوز کھینچی۔ اور فرمایا اے میرے نور نظر۔ اے شہید ظلم و ستم اے حسینؑ غریب تیری بہن زینبؑ و ام کلثومؑ اور بچے اور اہل حرم کہاں ہیں۔ اور فرماتی ہیں کہ اے فرزند تیرا سر بریدہ کہاں ہے۔ آپ کے اس درد بھرے کلام سے تمام حوران جنت رونے لگیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ ان حوروں میں ایک بزرگ حور بھی ہے جس کا نام طیبہ ہے۔ اس سے سیدہ عالمین نے فرمایا کہ اے میرے پدر بزرگوار کی قبر پر جلدی جا اور ان سے کہو کہ فاطمہؑ اس شب قبر حسینؑ پر آئی ہے یہ شب شب اربعین ہے صبح کو روز اربعین ہے۔ ان سے کہنا کہ بابا جان آپ کی بیٹی آپ کی منتظر ہے کہ آپ تشریف لائیں اور روز اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔ اور ایک دوسری حوریہ کو آپ نے نجف بھیجا اور یہی پیغام شاہ نجف کو دیا کہ آئے کربلا، کہ ہم روز اربعین عزاء حسینؑ برپا کریں۔

یا اسد الرحمٰن یا شحنۃ النجف جزاء و صبرا للحسینؑ قتیل

ای خفتہ در نجف شہ مردان بیا بیا بہر عزای نور دو چشمان خود بیا

یعنی کہ اے شاہ نجف کربلا آئیے کہ حسینؑ غریب کی عزا برپا کریں۔ اور ایک تیسری حوریہ کو امام حسنؑ کی قبر پر بھیجا کہ انہیں کربلا لے آئے۔ جب یہ بزرگوار نبیؐ اور علیؑ

اور حسن مجتبیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین تشریف لے آئے۔ تو سیدہ عالم نے قبر حسینؑ پر بین کیے اور گریہ وزاری فرمایا آپ نے فرمایا کہ اے سیدہ صبر کرو۔ علیؑ مرتضیٰ نے فرمایا کہ اے بنت رسولؐ خدا صبر کے ساتھ گریہ کرو۔ لیکن سیدہ عالم روتے روتے بے ہوش ہو گئیں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام آپ کو ہوش میں لائے وہ مومنہ کہتی ہے کہ پھر میں نے دیکھا کہ لاتعداد مرد و زن جمع ہو گئے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ کون لوگ ہیں تو حوریہ نے کہا کہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ چونکہ یہ شب، شب اربعین ہے لہٰذا یہ سب کے سب بغرض زیارت جمع ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب چہروں پر خاک ملے ہوئے تھے۔ گریہ وزاری کر رہے تھے اے شیعو اس شب اور اس روز تم بھی جہاں بھی ہو مولیٰ کو بطرف کربلا سلام کرو۔ السلام علیك یا ابا عبد الله السلام علیك یا بن رسول الله زینبؑ و ام کلثوم پر بھی سلام بھیجو۔ پس روز اربعین ۲۰ صفر کی تاریخ ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

ثواب زیارت اربعین

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ جابر ابن عبد اللہ انصاری اوّل زائر ہیں یعنی آپ نے بعد شہادت امام حسینؑ مدینہ سے کربلا آکر زیارت کربلا کی ہے اور شرف زیارت حاصل کیا ہے۔ روز شہادت امام حسین علیہ السلام سے لے کر حضرت جابرؓ کے مشرف بہ زیارت ہونے سے پہلے پہلے بہت سے حضرات نے زیارت کی ہے چنانچہ شیخ جعفر مرحوم کتاب خصائص میں فرماتے ہیں کہ اول من زاره بعد الشهادة هو الله العلى العظيم۔ کہ بعد شہادت سب سے پہلے خداوند تعالیٰ

نے اپنے عبد خاص حسین فرزند رسولؐ کی زیارت کی۔ اور یہ زیارت میں اس بنا پر ہے کہ خداوند عالم بسیط محض ہے۔ ہر جگہ حاضر وناظر ہے پس خدا ہی چونکہ اوّل ہے اور وہی آخر ہے پس زیارت کی ابتداء بھی خدا سے ہے اور اختتام بھی خدا پر ہے۔ بعدہ ثم زارہ رسول اللہ۔ کہ پھر رسول خدا نے زیارت کی۔ پھر علیؑ وفاطمہؑ اور امام حسنؑ نے زیارت کی۔ پھر ان فرشتوں نے زیارت کی کہ جو استغاثہ امام حسینؑ پر نصرت کرنے آئے تھے مگر امام مظلوم نے ان کو اجازت جہاد نہیں دی پس وہ فرشتے بعد شہادت امام حسینؑ سب سے پہلے زیارت قبر مطہر کے لیے آئے۔ پھر ذوالجناح نے زیارت کی کہ جب امام حسینؑ گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے تو ذوالجناح نے خیمہ میں اہلبیتؑ کو خبر کی اور پھر مقتل میں واپس آیا اور دیکھا کہ سر امام حسینؑ بدن اطہر سے جدا ہو چکا ہے زیارت کی اور طواف کرنے لگا۔ جنات نے بھی زیارت امام حسینؑ کی ہے۔ ان کے نوحے و مرثیہ کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ اور روز عاشوراء محرم جب منادی نے کہا قتل الحسینؑ بکربلاء، تو اہلحرم جناب زینبؑ خاتون کے ہمراہ مقتل آئے اور زیارت امام حسین علیہ السلام کی اور جناب زینبؑ آداب زیارت بجا لائیں اور اوّل اپنے نانا کو مخاطب کیا اور فرمایا۔ صلی علیک ملیک السماء ھذا حسینک مرمل بالدماء مقطع الاعضاء مسلوب العمامة والرداء۔ نانا آپ کی نماز جنازہ تو ملائکہ نے بھی پڑھی۔ لیکن کربلا میں جلتی ہوئی خاک پر خاک و خون میں غلطاں بے گور وکفن لاش حسینؑ پڑی ہے۔ یہ بیکس حسینؑ کی زیارت کرنے آئی ہے حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔ اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو رہے ہیں لوگ عمامہ اور ردا لوٹ کر لے گئے ہیں اور زائروں کو یعنی کہ ہم بیکس بے وارثوں کو لشکر عمر ابن سعد نے تازیانے مار مار کر زیارت سے روکا ہے۔ بہرحال اولاد

جناب آدمؑ میں دور شہر سے زیارت کے لیے کربلا وارد ہونے والوں میں جناب جابر بن عبداللہ انصاری گوئے سبقت لے گئے۔ گویا رسم زیارت جناب جابرؓ نے قائم کی ہے۔ اے شیعو تم جس جگہ بھی ہو دور ہوں یا نزدیک۔ کربلا کی طرف رخ کر کے زیارت سید الشہداء علیہ السلام پڑھا کرو تاکہ تمہارا شمار زائران امام حسین علیہ السلام میں ہو۔

شیعان علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہر دور میں زیارت کے لیے کربلاء معلیٰ جاتے رہے ہیں اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ لیکن بنی امیہ اور بنی عباس دونوں نے اہلبیتؑ اطہار پر ظلم کئے۔ بنی امیہ نے خانوادۂ رسالتمآب کو تباہ و برباد کیا امام حسینؑ اور ان کے عزیز و انصار کو قتل کیا اہلحرم کو اسیر کیا سید سجادؑ امام عصر کو طوق و زنجیر پہنائی تو بنی عباس نے بھی کوئی کمی نہیں اٹھا رکھی۔ بنی عباس میں متوکل ملعون نے قبر امام حسین علیہ السلام کا نشان مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مزار اقدس پر ہل چلوائے مگر حیوان امام کی حرمت جانتے تھے قبر پر آکر ٹھہر جاتے خواہ کتنا ہی ان کو مارا پیٹا جاتا مگر وہ ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھتے تھے متوکل نے نہر سے پانی قبر مبارک کی طرف جاری کیا مگر قبر مبارک بیچ میں اور پانی چاروں طرف احاطہ کئے ہوئے تھا۔ قبر محفوظ رہی۔ بنی امیہ اور بنی عباس دونوں ہی آل رسولؐ کے دشمن رہے۔ بنی امیہ نے تیغ کے ذریعہ ان کو مٹایا اور بنی عباس نے قبور مبارکہ کے نشان مٹا کر ان کو ختم کرنا چاہا۔ مگر آل رسولؐ نور خدا ہیں اور نور خدا ہولئے دین یعنی انسانی کوششوں سے نہیں بجھ سکتا۔ جس چراغ کو خدا روشن کرے وہ کب بجھ سکتا ہے زیارت قبر حسینؑ زندہ باد۔ کربلا پائندہ باد۔

حکایت ابراہیم دیرج

شیخ طوسی علیہ الرحمۃ امالی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ متوکل نے مجھے حکم دیا کہ کچھ غلاموں اور خادموں کو ہمراہ لے جاکر قبر حسین ابن علیؑ برطرف کرو اور زمین بیلوں سے جوت کر زراعت کرو۔ اور ایک نامہ جعفر بن عمار کو لکھا کہ میں ابراہیم دیرج کو کربلا بھیج رہا ہوں کہ وہ قبر حسین ابن علیؑ پر ہل چلائے۔ جعفر بن عمار کربلا کی بستی میں قاضی تھا۔ اس کو جب نامہ ملا تو اس نے میرے لیے زراعتی انتظام کر دیا۔ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ میں نے کربلا پہنچ کر قبر امام حسین علیہ السلام کو کھودوں۔ چنانچہ میں نے مزدوروں کے ساتھ قبر امام حسینؑ کو کھودا تو اس قبر میں کچھ نہ ملا۔ یعنی جسد امام حسینؑ وہاں نہیں تھا بلکہ قبر خالی تھی وہ کہتا ہے کہ میں قاضی جعفر بن عمار کے پاس گیا اس کے استفسار پر سارا واقعہ بیان کیا اس نے کہا کہ قبر زیادہ گہری کھودو۔ میں واپس آیا اور بہت زیادہ گہری زمین کھودی مگر لاش مبارک نہیں ملی۔ قاضی جعفر نے متوکل کو خط لکھا اور واقعہ سے مطلع کیا۔ اور یہ بھی لکھا کہ قبر مطہر پر پانی رواں کیا گیا مگر پانی قبر مبارک کے چاروں طرف طواف کرنے لگا اور قبر محفوظ رہی۔ ابو علی عمامی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے تنہائی میں سوال کیا کہ کربلا پہنچنے کے بعد تمہارے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ حقیقت حال سے مطلع کرو کہ تم نے وہاں کیا کیا اور کیا دیکھا۔ اس نے کہا کہ میں اپنے ایک خاص غلام کے ہمراہ قبر مبارک پر پہنچا۔ قبر کو تسگافتہ کیا۔ ایک تازہ بوریا (چٹائی) دیکھا کہ وہ قبر میں پڑا تھا۔ اور جسد مبارک یعنی جسم امام حسینؑ اس چٹائی پر رکھا

تھا ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ سو رہے ہیں فواللہ وجدت رائحۃ المسک۔ بخدا مشک سے بھی بہتر خوشبو آ رہی تھی۔ میں نے صرف اس بوریئے اور جسد مبارک پر نظر ڈالی اپنا ہاتھ نہیں لگایا۔ قبر کو بند کیا اور اس کے بعد حضرت کی قبر کے ارد گرد ہل چلانے شروع کیے۔ ہر چند کوشش کی مگر بیل قبر مبارک سے پاس جاکر ٹھہر جاتے اور پھر آگے نہیں بڑھتے تھے حتیٰ کہ میں نے ان کو بہت زدوکوب کیا مگر بیل ایک قدم بھی آگے نہ بڑھے۔ میں غلاموں سے کہا کہ اس واقعہ کی کسی کو خبر نہ کرنا ورنہ متوکل ہمیں قتل کرا دے گا کتاب امالی میں مرقوم ہے کہ ابی عبد اللہ باقطانی کہتا ہے کہ عبداللہ بن یحییٰ خاقان نے کہ میں ہارون معرّی کہ جو متوکل کے سرداروں اور امیروں میں سے ایک سردار تھا۔ اس کا گماشتہ بنوں۔ ہارون معرّی کا بدن گورا تھا مگر اس کے ہاتھ پاؤں اور چہرہ نہایت سیاہ تھا۔ اور ہمہ وقت اس کے موہنہ سے بدبو آتی تھی اور پیپ ٹپکتی تھی۔ جب میں اس کا مقرّب ہو گیا تو میں نے سوال کیا کہ تمہارے جسم کے بعض حصہ بالکل سیاہ اور موہنہ سے بدبو آتی ہے اس کا کیا سبب ہے۔ اس نے کہا کہ جب وہ مرض الموت میں مبتلا ہوا۔ پھر میں نے اس کے سامنے عہد کیا کہ میں اس واقعہ کو پوشیدہ رکھوں گا۔ تو اس نے مزید کہا کہ متوکل نے ابراہیم دیرج کے ہمراہ بھیجا تھا کہ کربلا جاکر قبر امام حسینؑ علیہ السلام کو تسگافتہ کروں۔ اور اس میں پانی بھر دوں جب میں نے چاہا کہ کربلا روانہ ہوں تو میں نے شب میں خواب میں دیکھا کہ حضرت رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ اے ابو عبداللہ۔ ابراہیم دیرج کے ہمراہ قبر حسین پر نہ جانا۔ اور جس کام کے لیے تجھے مقرر کیا ہے اس پر عمل نہ کرنا جب صبح ہوئی اور مجھے اپنے ساتھ لیجانے کے لیے ابراہیم دیرج نے لالچ وغیرہ دیا تو میں کربلا جانے کے لیے تیار ہو گیا اور کربلا پہنچ کر قبر امام حسینؑ کو تسگافتہ کیا

اور چاہا کہ متوکّل کی فرمائش پورا کروں۔ کہ رات ہو گی میں نے پھر حضرت رسولؐ خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضور تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے تجھ سے نہ کہا تھا کہ قبر حسینؑ کو غارت نہ کرنا۔ تو نے میرا کہنا نہ مانا۔ یہ فرما کر آنحضرتؐ نے ایک طمانچہ موہنہ پر مارا۔ اور تھوک دیا۔ اس رات سے اب تک چہرہ سیاہ ہے اور بدبو آتی ہے اور پیپ آتی ہے۔ اسی کتاب امالی میں یہ بھی مسطور ہے کہ فضل بن محمّد بن عبدالحمید سے روایت ہے۔ کہ کہا میں ابراہیم دیرج کے پڑوس میں رہتا تھا ابراہیم دیرج بمرض موت مبتلا ہوا تو میں اس کی عیادت کو گیا۔ اس وقت اس کے پاس ایک طبیب بیٹھا تھا میں نے دیرج سے سوال کیا کہ کیا حال ہے اور تم کو کیا ہو گیا ہے۔ ابراہیم دیرج نے بوجہ موجودگی طبیب اس وقت کچھ جواب نہ دیا تھوڑی دیر میں طبیب چلا گیا تو اس نے کہا کہ مجھے متوکّل نے حکم دیا کہ کربلا جا کر قبر امام حسین علیہ السّلام کو شگافتہ کروں۔ جسد مطہر کو باہر نکالوں اور قبر میں پانی چھوڑ دوں۔ اور قبر پر ہل چلا دوں۔ تاکہ نشان قبر مبارک مٹ جائے۔ ابراہیم دیرج کہتا ہے کہ میں کربلا گیا اور بہت سے غلام اور خادم اور بیلچہ وغیرہ لے گیا کہ قبر مبارک کو کھودوں اور متوکّل کی فرمائش پر عمل کروں۔ میں کربلا پہنچا تو رات ہو گئی تھی لیکن میں نے مزدوروں سے کام لیا اور ان کو قبر کھودنے پر مامور کیا اور کہا کہ اس کے بعد ہل چلا دیں۔ اور تخم ریزی کریں۔ میں چونکہ سفر کی وجہ سے تھکا ہوا تھا کہ رات کو نیند آ گئی۔ ناگاہ میرے کان میں شور و غل کی آواز آئی۔ غلاموں نے مجھے جگا دیا میں نے ان سے کہا ارے تمہیں کیا ہو گیا۔ انہوں نے کہا ایک ایسا امر عجیب ظاہر ہوا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی دوسرا واقعہ عجیب و غریب نہ ہوگا۔ غلام کہتے ہیں کہ ایک گروہ قبر امام حسین علیہ السّلام اور کنان متوکل کے درمیان ظاہر ہوا اور وہ لوگ ہمیں قبر مبارک کے پاس

جانے سے منع کرتے ہیں روکتے ہیں اور تیر مارتے ہیں۔ جب میں ان کے نزدیک گیا تو دیکھا کہ ایک گروہ فی الواقعی موجود ہے میں نے اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ تم بھی تیر مارو۔ میرے غلاموں میں سے جس نے بھی تیر ان کی طرف پھینکا وہ تیر پلٹ کر غلام کے آ لگا۔ اور وہیں وہ غلام بدانجام مر گیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر مجھے دہشت طاری ہو گئی اور بخار ہو گیا جو اب تک باقی ہے۔ میں نے اس وقت قبر مبارک سے تمام اسباب غارت گری اٹھا لیا۔ اور اپنا قتل ہونا اور متوکّل کے حکم کی مخالفت کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے ابراہیم دیرج سے کہا کہ اب تم متوکّل کے شر سے بالکل محفوظ ہو۔ کیونکہ کل شب باعانت منتصر۔ متوکل مارا گیا اور فی النّار ہو گیا ہے۔ دیرج نے کہا کہ میں اپنے بدن میں ایک ایسی حالت پاتا ہوں کہ زندگی کی امید نہیں ہے۔ راوی کہتا ہے کہ جب صبح ہوئی تو معلوم ہوا کہ ابراہیم دیرج واصل جہنم ہو گیا ہے۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ وہ گروہ کہ جو قبر امام حسینؑ اور کارکنان متوکّل کے درمیان ظاہر ہوا از قسم اجنّہ تھا۔ یا ملائکہ تھے کہ جو قبر امام حسینؑ کی محافظت کر رہے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ اجنّہ ہوں کیونکہ زعفر جن کا نصرت کے لیے استغاثہ امام حسینؑ پر آنا ثابت ہے مگر امام حسین علیہ السّلام نے نصرت کرنے سے روک دیا۔ اب زعفر جن نے اپنی فوج بھیجدی کہ جاؤ اور حفاظت قبر امام مظلوم کرو یا وہ ملائکہ کہ جو نصرت کے لیے نازل ہوئے تھے مگر امام حسینؑ نے ان کو بھی اجازت جہاد نہ دی پس بعدہٗ ملائکہ حفاظت قبر مطہر کے لیے آئے ہیں۔

زید مجنون اور بہلول کا برائے زیارت قبر امام حسینؑ کربلا جانا

جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ متوکلؓ ملعون نے اپنے غلاموں کو کربلا روانہ کیا کہ وہ قبر مطہر حضرت سید الشہداء علیہ السّلام کو شگافتہ کر کے نہر علقمہ سے پانی کاٹ کر محو کر دیں۔ اور کسی کو زیارت قبر منوّر کے لیے نہ جانے دیں۔ یہ خبر زید مجنون کو بھی ہو گئی کہ متوکلؓ قبر امام حسینؑ کے نشان کو مٹانا چاہتا ہے۔ زید مجنون دراصل صاحب عقل و فراست تھے ان کا دیوانگی سے کوئی تعلق نہ تھا۔ لیکن حقوق آل محمدؐ کی اشاعت اس طرح کرتے تھے۔ کہ لوگ ان پر دیوانگی کا شبہ کرتے تھے۔ زید مجنون ان دنوں مصر میں تھے۔ وہاں سے بعزم زیارت قبر امام حسین علیہ السّلام عازم سفر کربلاء معلیٰ ہوئے۔ اور بعد طے منازل کوفہ پہنچے تو وہاں بہلول دانا کو دیکھا۔ زید مجنون بھی عقل و بصیرت رکھتے تھے چشم بصیرت سے دیکھ کر بہلول کو پہچان لیا اور بہلول نے کہا کہ تم نے مجھے کیسے پہچان لیا۔ حالانکہ تم نے مجھے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ زید نے کہا کہ ارواح کو آپس میں ربط و محبت ہے عالم ارواح میں جو لوگ ایک دوسرے سے دوستی کر چکے ہیں وہ دنیا میں بھی کسی نہ کسی عنوان پہچان لیتے ہیں۔ بہلول نے سوال کیا کہ تم یہاں کس کام سے آئے ہو۔ تمہارے پاس نہ زادِ راہ ہے اور نہ مرکب زید مجنون نے سن کر کہا کہ مجھے اس امر کی خبر ملی کہ متوکلؓ شقی قبر امام حسینؑ کا نشان مٹانا چاہتا ہے اور اس نے اس کام کے لیے اپنے غلام کربلا بھیجے ہیں سب مجھے اس خبر نے انتہائی بے چین کر دیا ہے ؎۔

؎ گھر میں لگتا نہیں صحرا میں گھبراتا ہے دل

آخر کار محبت حسینؑ میں عازم سفر ہوا اور یہاں تم سے ملاقات ہو گئی۔ بہلول نے کہا اچھا میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں دونوں کوفہ سے روانہ ہوئے اور وارد کربلا ہوئے جب مقتل میں پہنچے دیکھا کہ قبر امام حسینؑ کے چاروں طرف پانی بھرا ہوا ہے مگر قبر امام حسینؑ علیہ السّلام بالکل محفوظ ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی اس خیال سے پانی پانی ہو گیا کہ حسینؑ تشنہ لب دنیا سے رخصت ہو گئے۔ پانی طواف کرنے لگا۔ اور حائر کے اندر ایک بوند تک نہیں گئی۔ اور قبر مبارک اس پانی میں بلند نظر آتی تھی جیسے چاند کے گرد ہالہ ہوتا ہے اس طرح قبر مطہر کے گرداگرد پانی تھا جب زید مجنون اور بہلول نے یہ معجزہ مشاہدہ کیا تو کہنے لگے۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (سورۃ التوبہ آیت ۳۲)

یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے موہنہ سے پھونک مار کر خدا کے نور کو بجھا دیں اور خدا اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا کر ہی کے رہے۔ اگرچہ کفّار پر گران گزرے۔ پس زید مجنون اور بہلول دانا کے یقین میں اور بھی زیادہ پختگی پیدا ہو گئی۔ اور متوکلؓ کا غلام کہ جو قبر امام حسینؑ کو مٹانے کے لیے کوشاں تھا اس کی نظر زید مجنون اور بہلول پر پڑی اس نے دریافت کیا اے شیخ کہاں سے آئے ہو۔ زید مجنون نے کہا کہ مصر سے آیا ہوں۔ اس نے پھر پوچھا کہ یہاں کیوں آئے ہو۔ اس لیے کہ متوکلؓ کا حکم ہے کہ جو شخص قبر حسینؑ کی غرض سے یہاں آیا ہوں۔ اور مجھے اس درد نے یہاں پہنچایا ہے کہ متوکلؓ قبر فرزند رسولؐ خدا مٹانا چاہتا ہے۔ پس وہ غلام زید کے قدموں پر گر پڑا کیونکہ وہ نشان قبر مٹانے سے عاجز ہو گیا تھا۔

اور کہنے لگا کہ مدتوں سے قبر مبارک کو مٹانے کی کوشش کر رہا ہوں مگر میں اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس وقت زید مجنون نے یہ اشعار پڑھے ؎

تاللہ ان کانت امیۃ قد اتت　　قتل ابن بنت نبیھا مظلوماً
فلقد اتاہ بنو امیۃ بمثلہ　　ھذا لعمرك قبرہ مھدوماً
اسفوا ان لا یکونوا شارکوا　　فی قتلہ فلیتقوہ رمیماً

یعنی کہ اگر بنی امیہ نے اولاد فاطمہؑ کو بے گناہ قتل کیا تو اولاد عباس نے باوجودیکہ پدری قرابتدار ہونے کے اولاد فاطمہؑ کی قبروں کو مٹانے کی کوشش کی ہیں۔ وہ غلام بولا کہ اے شیخ آپ کی برکت سے میں نے ہدایت پائی اور میں اپنے گزشتہ کئے پر پچھتاتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں متوکلؔ خواہ مجھے قتل کرا دے یا آگ میں جلا دے میں اس سے سارا حال ضرور بیان کروں گا چنانچہ وہ مردمومن متوکلؔ کے پاس گیا اور سارے واقعات کرامات و معجزات اس سے بیان کیا متوکلؔ ملعون غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم دیا اور اس کے پیروں میں ریسمان باندھ کر بازاروں میں کھینچا گیا۔ اور پھر اس کو سولی پر لٹکایا گیا جب زید مجنون کو اس کے قتل ہو جانے کی خبر ملی تو زید مجنون سامرہ (سُرّ من رائے) گئے اور اس لاش کو اٹھا لائے غسل و کفن کے بعد نماز جنازہ پڑھ کر اس کو دفن کر دیا۔ اور تین دن تک اس کی قبر پر تلاوت قرآن مجید کی۔ جب تیسرا دن ہوا تو بہت زیادہ صدائے گریہ و بکا سنی اور بکثرت مرد و عورت دیکھے کہ جو بال پریشان کئے ہوئے تھے چہروں پر سیاہی ملے جنکے ساتھ ساتھ ہیں زید کو یہ خیال ہوا کہ شاید متوکلؔ مر گیا دریافت کرنے پر معلوم ہوا اس کی ایک کنیز جو اس کو بہت عزیز تھی مر گئی اور اس کا جنازہ اس دھوم سے اٹھایا گیا۔ زید نے یہ سن کر کربلا کی طرف رُخ

کیا اور کہا واحسرتاہ نعش مبارک حسینؑ تین دن تک بغیر گور و کفن پڑی رہی۔ اور اس کنیز کو اسقدر احتشام سے دفن کیا گیا ہے پس زید مجنون نے کربلا کی طرف رُخ کر کے فریاد کی واحسرتاہ فرزند رسولؐ کی نعش مبارک تین دن تک بے گور و کفن خاک و خون میں غلطاں پڑی رہی۔ اور اس کنیز حبشیہ کے مرنے پر اسقدر اہتمام دفن اور اسقدر گریہ و بکا۔ پس زید مجنون نے اس بارے میں اشعار نظم کئے۔ اور ایک غلام کے ذریعہ متوکل کو بھیجے۔ وہ اشعار یہ ہیں۔

ایحرث بالطف قبر الحسین　　ویعمر قبر بنی الزانیۃ
لعل الزمان بھم قد یعود　　ویاتی بدولتھم ثانیۃ
الا لعن اللہ اھل الفساد　　ومن یامن الدنیۃ الفانیۃ

ماحصل یہ ہے کہ قبر فرزند فاطمہؑ زہرا تو مٹائی جائے اور اس کنیز زانیہ کی قبر بنائی جائے اور اہل فساد پر لعنت بھیجی۔ جب یہ اشعار متوکلؔ کی نظر سے گزرے تو بہت غضبناک ہوا۔ اور زید مجنون کو بلا کر بہت ڈرایا دھمکایا۔ زید نے اس کو بہت نصیحتیں کیں مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا متوکلؔ نے زید سے کہا کہ تم ابوتراب کی مدح کرتے ہو اس نے کہا کہ ابوتراب کی مدح تو رسولؐ خدا نے کی ہے اور ابوترابؑ کی مدح قرآن کرتا ہے۔ لیکن متوکلؔ نے زید کو زندان میں بھیج دیا جب رات ہوئی تو اس ملعون نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص اس کے سرہانے کھڑا ہے۔ اور متوکلؔ کو لات مار کر کہا اٹھو اور زید کو قید سے رہا کر ورنہ میں تجھے ابھی قتل کر دوں گا۔ پس وہ شقی خواب سے بیدار ہوا اور زید کو زندان سے بلایا اور خلعت و انعام دے کر کہا کہ جو تمہاری حاجت ہو بیان کرو تاکہ میں اُسے پورا کروں۔ زید رحمۃ اللہ نے کہا کہ میری یہ حاجت ہے کہ تو مجھے اجازت دے کہ

قبر امام حسینؑ پر عمارت بنا دوں اور تو ان کے زائروں زیارت سے منع نہ کر۔ متوکل نے کہا اچھا میں نے اجازت دی پس پس زیدؔ خوشحال اور نہایت مسرور ساداں باہر آئے اور شہر میں ندا کرتے تھے کہ جو شخص چاہے کہ وہ زیارت قبر امام حسینؑ کو جائے وہ امان میں ہے۔

زید مجنول کے تاثرات کو شاعر نے ان اشعار میں پیش کیا ہے ؎

بر مشامم میرسد ہر لحظہ بوئے کربلا
در دلم ماندہ است یاراں آرزوئے کربلا
تشنۂ آب فراتم اے اجل مہلت بدہ
تا بگیرم در بغل قبر شہید کربلا

یعنی کہ میرے مشام میں ہر لحظہ بوئے کربلا آتی ہے یعنی میرا دماغ خوشبوئے کربلا سے بسا ہوا اور اے دوستو میرے دل میں آرزوئے زیارت کربلا ہے۔ میں تشنۂ آب فرات ہوں اے اجل مجھے اتنی مہلت دے کہ میں قبر مطہر امام حسین علیہ السّلام کو اپنی آغوش میں سکوں۔ پس اگر اے شیعو تمہارے دل میں جذبۂ زیارت روضہ امام حسین علیہ السّلام ہے تو انشاء اللہ زیارت نصیب ہوگی ورنہ بعد مُردن روح بکربلا پرواز کرے گی۔ اس آرزو میں سید الشہداء کو سلام کرو السّلام علی البدن السلیب۔

اہلبیتؑ اطہار کی وطن کو بازگشت

قال السید فی اللھوف ثم انفصلوا من کربلا طالبین المدینة الخ
یعنی سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں کہ شام سے اہلبیتؑ اطہار وارد کربلا معلّیٰ

ہوئے اور پھر چند روز قیام کرنے کے بعد مدینہ منوّرہ بازگشت کی۔ لیکن اہلبیت اطہار کا یہ عالم تھا کہ جب مدینہ جانے کا تصوّر کرتے کبھی دربار ابن زیاد ملعون میں جانا یاد آتا اور کبھی دربار یزید ملعون میں جانے کا تصوّر پیش نظر ہوتا اور خجالت محسوس ہوتی کہ وطن میں کیوں کر موہنہ دکھلائیں گے۔ زنان مدینہ سوال کریں گی کہ زینبؑ، یہ شانوں میں رسن کے نشان کیسے ہیں۔ زینبؑ تم حسینؑ کو کربلا چھوڑ کر آئی ہو۔ تو میں کیا جواب دوں گی۔ یہ تصور ساتھ ساتھ ہمسفر تھا جیسے مدینہ نزدیک ہو رہا تھا زینب خاتون کا اضطراب بڑھا رہا تھا کہ مدینہ کے آثار نظر آنے لگے اس وقت جناب ام کلثومؑ نے اپنے جدّ نامدار رسول خدا صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے اپنی اسیری و بربادی کو اس طرح ظاہر کیا کہ مدینہ سے خطاب کیا ؎

مدینة جدنا لا تقبلینا — فبالحسرات والاحزان جئنا
الا فاخبر رسول الله عنا — بانا قد فجعنا فی اخینا
وانا رجالنا بالطف صرعی — بلاراس وقد ذبحوا البنینا

یعنی اے ہمارے جدنامدار، رسول مختار، صاحب لولاک کے مدینہ آج ہم بیکسوں اور غم زدوں پر یہ احساس کر کہ ہمیں اندر آنے کو قبول نہ کر۔ کہ ہم یہاں حسرت و یاس کے ساتھ آئے ہیں۔ مقام انصاف ہے کہ ہمیں مدینہ میں داخل ہونا کیوں گوارا ہو۔ ایک دن وہ تھا کہ جب مدینہ سے نکلے ہیں تو سارا کینہ ہمارے ساتھ اٹھارہ بنی ہاشم، فلک اہلبیتؑ کے چاند و ستارے تھے اور آج جب کہ ہم مدینہ واپس آئے ہیں تو واحسرتا نہ اکبرؑ ہے نہ قاسمؑ ہیں اور نہ عباسؑ ہیں۔ اے مدینہ رسول اللہ، اپنے صاحب کو خبر کر دو۔ کہ یا رسول اللہ آپ کی بیٹیاں بحالت زار واپس آئی ہیں۔ اے نانا کے شہر ہمارے نانا کو خبر کر دو کہ زینبؑ و ام کلثومؑ

بھائی کو خاک کربلا میں سُلا کر آئی ہیں۔ کربلا آباد ہوگئی اور مدینہ تاراج ہوگیا۔ نہر فرات کے کنارے ہمارے سارے جوان مارے گئے۔ ان کے سر بدنوں سے جدا کر دیئے گئے اور ہماری اولاد کو ذبح کر ڈالا۔ اب سوائے بیمار و ناتوان سید سجادؑ کوئی اور باقی نہیں ہے۔

جناب زینب نے بزبان حال یہ مرثیہ پڑھا ؎

ای مدینہ خجلم از تو قبولم منما
خجلم از بہر خدا نزد رسولم منما
این نگوئی تو کہ زینبؑ ز کجا میائی
با حسینؑ رفتی و تنہا تو چرا میآئی
از من زار نپرسی کہ علی اکبرؑ کو
قاسمؑ و حضرت عباسؑ و علی اصغرؑ کو

یعنی کہ مدینہ میں شرمندہ ہوں تو مجھے قبول نہ کر اور بہر خدا مجھے رسولؐ خدا کے پاس مت آنے دے اے مدینہ یہ نہ کہنا کہ اے زینبؑ تو کہاں سے آئی ہے تو بغیر بھائی کے حسینؑ کو چھوڑ کر آئی ؎

خرجنا منک بالاھلین جمعا
رجعنا لا رجال و لا بنینا

یعنی کہ وقت کوچ ہمارا پورا خاندان ہمارے ساتھ مدینہ سے نکلا ہے اور آج میں مدینہ میں آئی ہوں تو نہ ہمارے بھائی ہیں اور نہ اولاد ہے ہمیں یہی خجالت کافی ہے کہ اٹھارہ بھائیوں والی بہن۔ کبھی شہزادی تھی۔ اور آج بیکسی کے عالم میں تنہا آئی ہے ؎

ومولینا الحسینؑ لنا انیس!
رجعنا والحسینؑ بہ رمینا!

با برادر رفتہ بے برادر آمدم
تاج بر سر رفتہ بودم خاک بر سر آمدم

اے مدینہ۔ میں بھائیوں کو لے کر گئی تھی۔ اور اب بھائیوں کو کھو کر آئی ہوں مدینہ سے نکلتے ہوئے زینبؑ کے سر پر تاج فخر و عزت تھا اور اب واپسی پر خاک پڑی ہے۔ اب ہم روتے پیٹتے اور نوحہ کناں آئے ہیں۔ واحسیناہ واحسیناہ۔

بساط سخن ــــ در فتح مکّہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ سفر سے وطن کی طرف بازگشت موجب فرحت و سُرور ہوتی ہے۔ اور یہ فطرت کا اٹل فیصلہ ہے کہ مسافر اپنے وطن پہنچ کر خوشی محسوس کرتا ہے ؎

خار وطن از ملک سلیمان خوشتر
خار وطن از سنبل و ریحان خوشتر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّہ سے بحکم خدا ہجرت کی۔ آنحضرت کی نبوت کو تیرہ سال گزر چکے تھے۔ قریش کی عداوت زوروں پر تھی۔ بنی ہاشم کا بائیکاٹ ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو طرح طرح کی اذیتیں دی جا رہی تھیں ان اسباب مخالفانہ کی بنا پر آنحضرتؐ نے مکّہ سے مدینہ ہجرت کی۔ مدینہ میں وہاں کے لوگوں نے خیر مقدم کیا ہر طرح کی آسائش مہیّا ہوگئی۔ مگر پھر بھی آنحضرتؐ کو وطن یعنی مکّہ کی

یاد ناگزیر تھی۔ وطن کی یاد ہمہ وقت تازہ تھی دسویں ماہ رمضان ۸ھ کو دس ہزار کی جمعیت سے رسول اللہ مدینہ سے بقصد فتح مکہ روانہ ہوئے۔ فتح مکہ کی آرزو کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ وہ آپ کا آبائی وطن تھا۔ عشاء کے وقت مراد الظہران میں لشکر اسلام اترا۔ اور آنحضرت نے ایک ایک ہزار کی ایک ایک جماعت علیحدہ کر کے حکم دیا کہ آگ روشن کریں۔

اس شب ابوسفیان، بدیل بن ورقاء و حکیم بن حزام ایک جگہ بیٹھے ہوئے مصروف گفتگو تھے کہ ابوسفیان نے کہا اے دوستو دل چاہتا ہے کہ صحراء میں گھوم پھر کے فرحت و سرور حاصل کریں۔

پس یہ لوگ اپنی جگہ سے اٹھے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر صحرا کا رخ کیا۔ کہ سرپشتہ مراء الظہران پہنچے کہ جہاں لشکر اسلام فروکش تھا اور آگ روشن تھی ابوسفیان کی کی نظر اس طرف گئی دیکھا کہ جگہ بجگہ آگ روشن ہے اس نے اندازہ کیا کہ کوئی لشکر پڑاؤ ڈالے ہوتے ہے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا کہ یہ قوم خزاعہ کا لشکر معلوم ہوتا ہے ابوسفیان نے کہا کہ قوم خزاعہ تو ذلیل تر اور کمزور تر ہے اس کے پاس اتنا عظیم لشکر کہاں سے آسکتا ہے یہ لوگ اپنی جگہ واپس آگئے اتفاق کی بات جناب عباس بن عبد المطلب اپنے لشکر سے باہر نکلے تھے کہ راستہ میں ابوسفیان سے ملاقات ہو گئی۔ عباس اس کو اپنے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کی طرف لے آئے ابوسفیان اس وقت خالی ہاتھ تھا۔ از قسم اسلحہ وغیرہ کچھ پاس نہ تھا۔ لیکن وہ اس وقت جناب عباس بن عبد المطلب کی پناہ میں تھا۔ اسی کو حضرت عمر نے جو دیکھا تو موقعہ کو غنیمت سمجھ کر اس کی طرف بڑھے کہ اس کو قتل کر دیں۔ مگر جناب عباسؓ نے کہا کہ اس کو میں نے اپنی امان میں لیا ہے۔ اور ابوسفیان

کو قتل نہ ہونے دیا۔ جناب عباس بن عبد المطلب اور ابوسفیان دونوں گھوڑوں پر سوار تھے۔ خدمت آنحضرتؐ میں پہنچے تھوڑی دیر میں حضرت عمر بھی آگئے اور کہا یا رسول اللہ یہ موقعہ اچھا ہے ابوسفیان کو میں قتل کر دوں۔ عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ میں نے اس کو اپنی امان میں لیا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے عباس اس کو اپنے ساتھ لیجاؤ صبح کو اپنے ہمراہ لے کر آنا۔ میں نے شب بھر کے لیے اس کو مہلت دی ہے۔ دوسرے دن صبح ہوتے ہی جناب عباس بن عبد المطلب۔ اس کو لے کر حاضر خدمت رسولؐ خدا ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا اے ابوسفیان کیا ابھی تک تیرے نزدیک اسلام لانے کا وقت نہیں آیا۔ کہ حضرت عمر آگئے عباسؓ نے کہا کہ جلدی سے مسلمان ہو جا ورنہ عمر تجھے قتل کر دے گا۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی گھبرا کر اپنی زبان پر کلمہ شہادت جاری کیا اور کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمدا رسول اللہ اور مسلمانوں میں داخل ہو گیا۔ حالانکہ اس نے اسلام لانے سے پہلے آنحضرتؐ کو کافی صدمات پہنچائے تھے۔ مگر چونکہ وجود پیغمبر خدا عالمین کے لیے رحمت ہے۔ آنحضرتؐ نے درگزر فرمایا۔ اور خانہ ابوسفیان کو جاء امن قرار دے دیا۔ ارشاد فرمایا من دخل دار ابی سفیان فھو امن۔ یعنی کہ جو کوئی ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے اس کے امان ہے۔ اور آنحضرتؐ نے اس کو خلعت دیا۔ کتاب کنز الذاکرین میں ہے کہ ابوسفیان وہی خلعت پہن کر مکہ آیا ہے۔ اور ابوسفیان کے بعد وہ خلعت عید کے موقعہ پر اس کے فرزند معاویہ نے پہنا تھا تاکہ دوسرے مسلمانوں پر فخر کرے علاوہ ازیں وہ خلعت بہت قیمتی تھا۔ اور پھر معاویہ کے بعد بھی خلعت یزید کو ورثہ میں ملا اور اس ملعون نے وہ خلعت اس روز پہنا کر جب آل رسولؐ قیدی ہو کر

دربار یزید میں پہنچے ہیں اور سر بریدۂ امام حسینؑ طشت طلا میں رکھا تھا اور یزید پلید سر مطہر کے ساتھ چوب دستی سے جسارت کر رہا تھا۔ وامصیبتاہ۔ کہ فرزند رسولؐ خدا کے سر مطہر کے ساتھ یہ بےادبی اور حسینؑ کے نانا کا عطا کردہ خلعت اس قابل کہ دربار میں پہن کر فخر کرے۔

آنحضرتؐ کی مدینہ منورہ سے وطن مالوف (مکہ) تشریف آوری

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بارہ ہزار کا لشکر جرار لے کر عازم مکہ معظمہ ہوئے اور منزل مراۃ الظہران میں لشکر اسلام نے پڑاؤ ڈالا۔ اور عباس ابن عبدالمطلب کے خوف سے ابوسفیان مسلمان ہوگیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اے عباس آج کی شب تم اس کو مہمان رکھو۔ آب و طعام سے نوازو۔ جناب عباس اس کو اپنے خیمہ میں لے گئے اور رات بھر شدکت اسلام کا تذکرہ کرتے رہے صبح ہوئی تو غلغلہ اذان سے فضاء لشکر گونج گی۔ ابوسفیان نے عباس سے دریافت کیا کہ اے برادر یہ کیسا شور و غل ہے۔ عباس نے کہا کہ جب ہم نماز پنجگانہ پڑھتے ہیں تو پہلے اذان کہتے ہیں اس اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرتے ہیں اور پھر آنحضرت کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں اور اللہ کی عبادت کا فریضہ ادا کرتے ہیں نماز سے پہلے ہم وضو بھی کرتے ہیں۔ جب ابوسفیان نے آنحضرتؐ کا یہ جلال و شکوہ دیکھا تو خندہ پیشانی کے ساتھ عباسؓ نے کہا کہ میں نے کسی بادشاہ، قیصر و کسریٰ میں ایسا جاہ و جلال نہیں دیکھا کہ جیسا میرے بھتیجے محمدؐ میں

ہے اور اے ابوسفیان تو نے ابھی کچھ نہیں دیکھا ہے غرض کہ ابوسفیان آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مکہ جانے کے لیے اجازت طلب کی۔ آنحضرت نے اس کو اجازت دی کہ مکہ جا سکتا ہے۔ جب ابوسفیان نے مکہ کا رخ کیا تو عباس نے آنحضرتؐ سے عرض کیا ایسا نہ ہو کہ ابوسفیان مکہ پہنچ کر مفاد اسلام کے خلاف کوئی تدبیر کرے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اس کے عقب میں آدمی بھیجے جائیں۔ جہاں بھی ابوسفیان اس کا تعاقب کیا جائے۔ عباسؓ خود اس کے عقب میں روانہ ہوئے۔ اور اس کو جا لیا۔ اور اس سے فرمایا اے ابوسفیان جیسے ہی ابوسفیان نے دیکھا تو قدرے اُسے بدگمانی ہوئی اور کہنے لگا کہ اے اہلبیتؑ نبوت تم بنی ہاشم مکر و غدر کرتے ہو۔ عباسؓ نے کہا کہ ہم بنی ہاشم نہ مکر کرتے ہیں اور نہ غدر کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم ذرا توقف کرو جب تک کہ لشکر اسلام اسلحہ لیس ہو۔ تم دیکھتے کہ مشرکین آمادہ ہیں کہ لشکر اسلام کو تکلیف پہنچائیں۔ آنحضرتؐ جب حکم دیں گے تو یہاں سے روانہ بطرف مکہ ہوں گے اور اے ابوسفیان تم ہمارے ساتھ رہو گے۔ پس سب سے پہلے جو ابوسفیان تک پہنچا وہ خالد بن ولید تھا جو ایک ہزار فوجی دستہ کا سالار تھا۔ اس کی فوج کے دو علم تھے۔ ایک علم عباس بن مرداس کے پاس اور دوسرا کسی اور شخص کے پاس تھا جب ابوسفیان کی نظر اس لشکر پر پڑی وہ کانپنے لگا۔ عباسؓ نے دریافت کیا ابوسفیان کیوں کانپ رہے ہو۔ آخر کیا بات ہے۔ کہ یہ خالد بن ولید ہے اور یہ جماعت قبیلہ بنی مسلیم سے ہے۔ اور جب خالد اس کے پاس سے گزرا تو اس کے لشکر نے تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ اور مکہ کو روانہ ہو گئے۔ پھر اسی طرح زبیر بن العوام پانچ سو جوانان عرب کے ساتھ، ابوغفاری تین ہزار جوانوں کے ساتھ۔ بنو کعب پانچ سو۔ سواروں کے ساتھ،

ابوسفیان کے پاس سے گزرے اور سب نے تین تین مرتبہ اللہ اکبر کہا۔ ابوسفیان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ بعدہٗ قبیلۂ مزینہ کہ اس کے ایک ہزار جوان تھے، قوم جہینہ، بنولیث، بنوحمزہ، بنوسعد، قبیلۂ اشجع کے لوگ تھے جو سب کے سب اسلحہ سے آراستہ تھے ان سب کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس کی سواری نکلی۔ اسلحہ سے سجے ہوئے انصار دیا در ساتھ ساتھ تھے۔ اور لشکر اسلام کا علم حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کے دست فتح نشیم میں تھا۔ حضرت رسولؐ خدا ناقہ غضبا پر سوار تھے۔ اور سایۂ علم حیدر کرار آنحضرت کے سر مبارک پر سایہ فگن تھا۔ الحاصل آنحضرتؐ اس جاہ و جلال لشکری اور عظمت نبوتی، وصولت حیدری کے ساتھ داخل مکّہ ہوئے۔ اور اس طرح فاتحانہ انداز میں اپنے وطن مالوف (مکّہ معظمہ) داخل ہوئے۔ مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے اور خداوند عالم نے آٹھ سال پھر وطن مالوف داخل کیا۔ آنحضرتؐ نے کجاوۂ شتر غضبا پر سجدہ شکر ادا کیا مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر ادا کیا۔ لیکن آنحضرتؐ پر گریہ طاری ہوگیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ علیؑ کی جان آپ پر قربان۔ گریہ کس لیے طاری ہوا ہے یہ وقت سرور ہے نہ کہ وقت گریہ فرمایا اے علیؑ اس وقت مجھے مکّہ سے ہجرت کرنا یاد آگیا۔ اور اب میں بازگشت دیکھ رہا ہوں خدا کا شکر ہے کہ ہم نے اس شان و شوکت کے ساتھ مراجعت کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ رسول خدا سے سوال کروں یا رسول اللہ آپ اپنے وطن تشریف لائے تو اس شان و شوکت کے ساتھ اور آپ کی بیٹیاں زینبؑ و ام کلثومؑ شام کی قید سے رہا ہو کر مدینہ واپس آئی ہیں تو اس شان سے کہ بیبیوں کے شانوں پر رسن کے نشان تھے۔ سیاہ لباس پہنے ہوئے تھیں۔ اور واحسیناہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ اس وقت

یہ حالت تھی ؎

آج قبر مصطفےٰؐ پر ایک ہجوم عام ہے
آگئی زینبؑ مدینہ میں بپا کہرام ہے

اسیران اہلبیتؑ اطہار کا شام سے رہائی کے بعد

مدینہ پہنچنا

جب اسیران اہلبیتؑ اطہار شام سے رہا ہو کر مدینہ پہنچے تو فضاء مدینہ گریہ و زاری کی صداؤں سے گونج رہی تھی اور جناب ام کلثومؑ کی زبان پر یہ نوحہ تھا ؎

مدینۃ جدنا لا تقبلینا
فبالحسرات والاذان جئنا

اے ہمارے نانا کے شہر اے ہمارے وطن مالوف۔ ہم تو حسینؑ کربلا کی خاک سلا کر آئے ہیں۔ یہاں سے گئے ہیں تو تجھے یاد ہوگا کہ ہماری کیا شان تھی اور اب ہم کیسے ہو کے یہاں آئے ہیں۔ اے مدینہ ہم مدینہ میں رہنے کے لائق نہیں رہے۔ بنی ہاشم جب عباس کو دریافت کریں گے تو ہم کیا جواب دیں گے مادر گرامی کو ہم کیوں کر موہنہ دکھائیں گے۔ فاطمہ صغریٰ، حسینؑ کی ایک بیٹی جو مدینہ میں رہ گئی تھی جب سوال کرے گی کہ بھیّا علی اکبر کہاں ہیں تو زینبؑ کیا جواب دے گی۔ غرض کہ قافلہ اسیران اہلبیتؑ اطہار۔ بصد آہ و بکا قریب شہر مدینہ پہنچا۔ اور شہر کے آثار دیکھنے اس وقت قریب مدینہ سید سجادؑ علیہ السّلام اپنی سواری سے اترے اور حکم دیا کہ اس جگہ خیمہ نصب کئے جائیں۔ خیام نصب ہوئے اور مخدّرات اپنی

سواری سے اتریں اور داخل خیمہ ہوئیں ۔ حضرت سیّد سجادؑ نے بشیر ابن جذلم کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ خدا تیرے باپ پر رحمت کرے وہ اشعار کہتا تھا کیا تجھے بھی اشعار انشاد کرنا آتا ہے اس نے کہا اے مولا و آقا میں بھی شاعر ہوں آپ نے فرمایا اچھا شہر میں جاؤ اور ہمارے آنے کی خبر کرو ۔ بشیر گھوڑے پر سوار ہوا شال عزا گلے میں ڈالے ہوئے ، سر برہنہ کئے ہوئے شہر میں داخل ہوا ۔ اور باآواز بلند گریاں کناں کیا ۔

یا اہل یثرب لا مقام لکم قتل الحسینؑ وادمعی مدار
حسینؑ را در غریبی سر بریدند تن پاکش بخاک و خون کشیدند
الجسم منہ بکربلا مضرّج والرأس منہ علی القناۃ یدار

تنش در کربلا عریان فتادہ
سرش بر نیزہ ہائے کین نہادہ

یعنی کہ اے اہل مدینہ اب مدینہ رہنے کے قابل نہیں رہا حسینؑ قتل کر دیئے گئے خون حسین بہہ گیا اور لاش مبارک خاک و خون میں غلطاں پڑی رہی ۔ اور آپ کا سر مبارک گردن سے جدا کر کے نیزہ پر بلند کیا گیا ۔ جب اہل مدینہ نے یہ خبر وحشت اثر سنی ۔ تو عورت و مرد روتے پیٹتے گھروں سے نکل پڑے واحسیناہ کی آوازیں بلند ہو گئیں لوگوں نے دریافت کیا کہ تم کہاں سے آئے ہو بشیر نے کہا اے لوگو جلدی کرو کربلائی لوگ آ گئے ہیں ۔ وھذا علی بن الحسین مع عماتہ واخواتہ فدخلوا بساحتکم ۔ کہ یہ امام زین العابدین علیہ السلام ہیں کہ پھوپھیوں ۔ اور بہنوں سمیت تمہارے شہر کے باہر ٹھہرے ہوئے ہیں ۔ اور مجھے امام زین العابدین نے بھیجا ہے کہ قتل امام حسینؑ کی سنائی پہنچاؤں ۔ سیّد کتاب لہوف میں فرماتے ہیں

کہ مہاجر و انصار اور بنی ہاشم سب روتے ہوئے گھروں سے نکل پڑے ۔

فما بقیت فی المدینۃ مخدرۃ ولا محجبۃ الا برزن من خدورھن مکشوفۃ شعورھن مخمشۃ وجوھھن ضاربات خدودھن یدعون بالویل والثبور ،

کہ مدینہ میں ایک زن مخدّرہ بھی ایسی نہ تھی کہ جو گھر سے باہر نہ نکل آئی ۔ بشیر کہتا ہے کہ میں نے ایک جوان عورت کو دیکھا کہ وہ میری طرف متوجہ ہوئی اور سوال کیا اے مرد کیا چیز ہے کہ جو ہمیں سنا رہا ہے اور ہمارے غم کو تازہ کر دیا ہے ۔ کیا تو خبر مرگ سلطان حجاز لایا ہے ۔ تو نے ہمارے دل زخمی کر دیئے بشیر ابن جذلم نے کہا کہ میں بشیر ابن جذلم ہوں اور امام زین العابدین علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ہے کہ خبر قتل امام حسینؑ دوں اور امام زین العابدین نبی علیہ السلام مدینہ کے نزدیک فلاں جگہ فروکش ہیں پس جیسے ہی یہ سنا تمام مرد و زن نے مدینہ کے دروازہ کا رخ کیا ۔ اور ہائے حسینؑ ہائے حسین کرتے ہوئے اس جگہ پہنچے کہ جہاں امام زین العابدین تشریف فرما تھے ۔ زنان مدینہ جناب زینبؑ کی خدمت میں روتی ہوئی آئیں اور احوال کربلا پوچھا ۔ زینبؑ بیکس حالات بیان کرتی رہیں اور عورتوں میں کہرام برپا ہوتا رہا کیونکہ عورات گروہ در گروہ آ رہی تھیں ۔ اور فاطمہ دختر امام حسینؑ نے جب یہ سنا کہ کربلا کا قافلہ مدینہ پہنچ گیا ہے تو آپ نے ام نعمان اور جناب ام سلمہؓ کو بلایا ۔

جدّہ بیا کہ کوکب بختم سر آمدہ
ایّام وصل گشتہ ہجران سر آمدہ

کہ اے نانی اماں جلدی آئیے کہ میرے بخت نے یاوری کی جن کی یاد تڑپایا کرتی تھی وہ آ گئے ہیں ۔ کنیزوں کو حکم دیا کہ مکان کا دروازہ کھول دے پانی کا چھڑکاؤ کرے اور مکان کو صاف کرے ۔ فرش بچھایا جائے کبھی عالم تصور میں علی اکبر کی آمد کا خیال کرتی

افتاں و خیزاں وہ اپنے گھر سے نکلی کہ استقبال کرے ۔ لیکن وہاں تو عالم ہی دوسرا تھا بشیر کہتا ہے کہ جب مرد و زن مدینہ اسیران کربلا کے استقبال کے لیے صدر دروازہ مدینہ پر پہنچے دیکھا کہ ایک طفل کھڑا ہوا رو رہا ہے ۔ اس نے بشیر سے کہا کہ خدارا یہ بتلا کہ عباس بن علیؑ بھی آئے ہیں بشیر نے سوال کیا اے صاحبزادہ تم کس کے فرزند ہو ۔ اس نے کہا کہ میں عباس کا فرزند ہوں اگر وہ آئے ہیں تو میں لباس فاخرہ پہن کر استقبال کروں گا ۔ بشیر کہتا ہے کہ جب اس نے بہت اصرار کیا تو میں نے کہا کہ جاؤ سیاہ لباس پہن کر آؤ عباس قتل ہو گئے ۔ غرض کہ اہل مدینہ جمع ہو گئے تو حضرت سید سجاد نے حکم دیا کہ کرسی بچھائی جائے ۔ آپ اپنے خیمہ سے باہر آئے اور کرسی پر بیٹھ گئے ۔ آنکھوں میں آنسو، اور لبوں پر آہ ۔ جگر پر قابو نہیں، پھر بھی فرمایا اے لوگو سنو میں تمہیں داستان کربلا سناتا ہوں ۔ یہ کہہ کر آپ نے حمد و ثنائے الٰہی ادا کی اپنے جد رسولؐ خدا پر درود و سلام بھیجا اور پھر فرمایا کہ اہلبیتؑ پیغمبرؐ کی مصیبتیں عظیم ہیں ان کا امتحان عظیم ہے سنو کہ ہم پر کربلا، کوفہ، اور شام میں کیا کچھ نہ گزر گیا بابا حسینؑ شہید ہو گئے ۔ چچا، بھائی ۔ سب مارے گئے ۔ حد ہو گئی کہ پھوپھی زینبؑ اور اہل حرم اسیر ہوئے اور سب اسیر ایک ہی رسن میں بندھے ہوئے تھے وارد ہوا ہے کہ اس مجمع میں صوحان بن صعصعہ موجود تھے عرض کیا اے فرزند شہید کربلا ۔ جب تمہارے پدر بزرگوار نے سفر عراق اختیار کیا ہے تو میں اس وقت میں علیل تھا اور چلنے پھرنے کے قابل نہ تھا ۔ ورنہ میں حسینؑ بن علیؑ کے ہمرکاب ہو کر شہید ہوتا ۔ اب میری اور اس سارے مجمع کی یہ التماس ہے کہ آپ اور اہلبیتؑ داخل شہر ہوں اور جن گھروں میں قفل لگے ہوئے تھے پھر آباد ہوں ۔ پس اسیران کربلا نے شہر مدینہ میں داخل ہونے کا

عزم کیا ۔ اس وقت چاروں طرف لوگ روتے پیٹتے چل رہے تھے اور درمیان میں اسیران کربلا تھے گویا بعد شہادت حسینؑ سوگواروں کا یہ پہلا جلوس عزا تھا ۔ اور ان کا یہ نوحہ تھا ۔ حسینًا واحسینا واحسینًا ؛ شهيدًا واشهيدًا واشهيدًا

هدموا انهك مقتولا بكته ملائكة الاله من السماء

حسينا واحسينًا واحسينًا

تمام مرد و زن ہا حسینؑ ہا حسینؑ کہہ رہے تھے سر و سینہ پیٹ رہے تھے کہ یہ قافلہ مسجد نبویؐ پہنچا اہل حرم داخل روضہ رسولؐ خدا ہوئے اور حضرت زینبؑ علیا حرم رسولؐ خدا کے نزدیک پہنچیں ۔ اور قبر رسولؐ پر گرا دیا اور عرض کیا اے جدنامدار قتلوا ولدك الحسينؑ ۔ اے رسولؐ خدا تمہارا فرزند حسینؑ قتل ہو گیا ۔ ؎

الا يا جدنا قتلوا حسينا ولم يرعوا جناب الله فينا

لقد هتكوا النساء وحملوها على الاقتاب قهرا جميعا

پس حضرت زینبؑ خاتون کے اس نوحہ سے حرم رسولؐ خدا میں کہرام برپا ہو گیا ۔ جناب زینبؑ خاتون نے عرض کیا یا جداہ الیك المشتكى مما رايت بالشام من اللئام ۔ اے نانا جان آپ کی امت نے آپ کے بعد ہمیں نشانۂ ظلم و ستم بنایا ۔ ہمیں اسیر کر کے شام لے گئے ۔ ہمیں تازیانے مارے گئے ۔ اے نانا جان اب زینب بھائیوں کو کھو کر یہاں آئی ہے الا لعنة الله على القوم الظالمين ۔

وارد ہوا ہے کہ پھر حضرت زینبؑ اپنی ماں کی قبر پر گئیں ۔ جیسے ہی ماں کی قبر پر نظر پڑی ۔ غش کھا کر گر پڑیں اور بعدہ اٹھیں اور فرمایا کہ اماں جان میں کربلا سے ایک نشانی لائی ہوں وہ حسینؑ کا خون بھرا کرتہ ہے ۔ اور پھر ام کلثومؑ نے نوحہ پڑھا کہ اے اماں جان میرا سلام قبول ہو ۔ اماں ذرا قبر سے نکل کر دیکھو کہ آپ کی بیٹیوں کے

شانوں میں رسن کے نشان ہیں۔

صاحب مخزن البکا لکھتے ہیں کہ اسی اثنا میں عورات ہی شور ماتم بلند ہوا۔ دیکھا کہ ام المومنین ام سلمہؓ زوجہ رسولؐ خدا خون آلودہ شیشی ہاتھ میں لیے ہوئے اوران کے ہمراہ دختر امام حسینؑ فاطمہ صغریٰ آئیں۔ جب ان کی نظریں زینبؑ وام کلثوم پر پڑیں، ہا حسینؑ کہا اور بے ہوش ہوگئیں خصوصاً دختر امام حسین پر عجب اضطراب طاری تھا۔ کبھی بابا کی یاد کبھی بھیّا علی اکبرؑ کو یاد کرکے نوحہ کرتی تھی۔

حضرت سیّد سجادؑ سے محمدؐ حنفیہ ابن علی مرتضیٰؑ کی ملاقات

کتاب مخزن البکا میں ہے کہ جب اہل مدینہ کو بشیر ابن جذلم نے اسیران کربلا کی آمد خبر دی کہ اہلبیت اطہار شام کے زندان سے رہا کر مدینہ آگئے ہیں اور شہر سے کچھ فاصلہ پر امام زین العابدین علیہ السّلام خیمہ زن ہیں اس خبر کے سنتے ہی بنی ہاشم کے مرد وزن میں شور ماتم برپا ہوگیا۔ یہ خبر جناب محمدؐ حنفیہ پسر امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے گوش زد ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھے۔ گھوڑے پر سوار ہوئے اب جب کہ باہر نکلے دیکھا کہ تمام مرد وزن مدینہ سروں پر خاک ڈالے ہوئے ہیں۔ آہ و زاری کر رہے ہیں شور گریہ وبکا سے سارا مدینہ سوگوار معلوم ہوتا ہے روضۂ رسول خدا پر اداسی ہے قبر فاطمہؑ جنت البقیع میں زینبؑ کی بیکسی پر رو رہی ہے۔ سیاہ علم کے لیے ہوئے ہیں۔ آپ گھوڑے سے بے تابانہ اترے سید سجاد علیہ السّلام کو خبر ہوئی کہ عم نامدار محمد حنفیہؑ آرہے ہیں۔ بیمار کربلا بھی خود اپنے خیمہ سے باہر نکلے کہ ان کا

استقبال کریں۔ دیکھا کہ محمد حنیفہ غش میں پڑے ہوئے ہیں آپ ان کے سرہانے پہنچے اوران کا سر اپنی گود میں لے لیا۔ محمد حنیفہ نے آنکھیں کھولیں یتیم بھتیجے کو دیکھا۔ حسینؑ کی تصویر نگاہوں میں پھر گئی۔ آہ سرد دل سے کھینچی اور فرمایا یابن اخی، میرے بھائی حسینؑ کہاں ہیں۔ میرے سر کا تاج کہاں ہے آہ میں بے حسین ہوگیا اور زندہ ہوں۔ سجاد میری بہن زینبؑ کہاں ہیں۔ سید سجاد پر سکتہ کا عالم طاری ہوگیا کیسے فرمائیں۔ کہ حسینؑ مارے گئے۔ ایک دوپہر ہی سارا گھر تباہ ہوگیا۔ بھائی بھتیجے، چچا انصار واقربا سب قتل ہوگئے زینبؑ اسیر ہوگئی۔ اے چچا کس طرح عرض کروں میرے گلے میں طوق اور ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں پاؤں میں بیڑیاں تھیں۔ اور پھوپھی زینبؑ اور سب مخدرات کا سر کھلا تھا اور ہم اسیر ہوکر ابن زیاد ملعون کے دربار میں گئے اور دربار یزید میں الحرم کھڑے رہے۔ یہ بھی روایت میں ہے کہ جناب محمدؐ حنفیہ نے سید سجاد کی گردن میں باہیں ڈالیں۔ تو آپ نے فرمایا چچا جان گردن میں طوق گرانبار کی وجہ سے زخم پڑگیا ہے۔ بعدہ آپ اپنی بہنوں کے پاس گئے۔ جیسے آپ کی نگاہ زینبؑ تفتیدہ جگر پر پڑی۔ آپ پہچان نہ سکے کہ یہ زینبؑ ہیں۔ صرف اتنا کہا انت اختی، کیا تو ہی میری بہن زینبؑ زبان حال سے اتنا کہا ؎

اگر تو زینبی پس کو حسینت
اگر تو زینبی کو نور عینت

حضرت زینبؑ نے فرمایا ؎

حسینؑ را در غریبی سر بریدند
تن پاکش بخاک وخون کشیدند

مختصر یہ ہے کہ جناب محمدؓ حنفیہ اس واقعہ کے بعد تین دن تک گھر میں رہے اور باہر نہیں نکلے تین دن گزرنے کے بعد گھوڑے پر سوار ہوئے اور صحرا کی طرف چلے گئے اس وقت تک کے لیے کہ جناب مختار نے خروج کیا ۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین ۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السّلام کا نعمان قافلہ سالار کو رخصت کرنا

صاحب مخزن البکا تحریر فرماتے ہیں کہ نعمان بن بشیر کہ جو شام سے روانگی کے وقت سے قافلہ سالار تھا اور اس نے اہلبیتؑ اطہار کو بغیر کسی زحمت واذیت مدینہ پہنچایا چنانچہ تین دن تک مدینہ میں مجالس عزاء امام حسینؑ منعقد ہوتی رہیں اور نوحہ و ماتم برپا رہا لیکن اہلبیتؑ اطہار نے نوشبانہ روز صف عزاء امام حسینؑ بچھائی اور شہیدان کربلا پر گریہ وبکا ہوتا رہا کہ نعمان قافلہ سالار حضرت سیدّ سجادؑ علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اذن مراجعت طلب کیا ۔ بروایت اخبار الدّول جب قافلہ سالار نے اذن رخصت طلب کیا ۔ تو حضرت سیدّ سجاد علیہ السّلام نے اپنی پھوپھی حضرت زینبؑ خاتون سے فرمایا کہ نعمان قافلہ سالار اب واپس جانا چاہتا ہے اس کو رخصت کریں اور اس کو اس کی زحمت سفر پر بطور شکریہ کچھ احسان بھی کریں فصول المہمہ لکھتے ہیں کہ حضرت زینبؑ خاتون نے فرمایا کہ اے بیٹا سجادؑ اب ہمارے پاس نہ مال وزر ہے نہ زیور بس دو عدد دست بند، دو عدد بازو بند اور خلخال پا ہیں حضرت زینبؑ خاتون نے یہ تمام چیزیں ایک کنیز کو دیں کہ وہ قافلہ سالار کو ہماری طرف سے بطور استحسان پیش کرے ۔ اور اس سے

عذر کرے کہ اگر اس سے زائد کچھ ہوتا تو ہم ضرور دیتے ۔ بروایتے فصول ہمّا قافلہ سالار نے وہ زیورات قبول کئے بلکہ عرض کیا کہ میری طرف سے مخدّرات اہلبیتؑ سے کہو کہ میں نے خوشنودی خدا ورسولؐ کے لیے آپ لوگوں کی خدمت کی ہے البتہ میری ایک خواہش ہے اور وہ یہ ہے کہ میدان حشر میں آپ میری سفارش کریں پس نعمان اہلبیتؑ اطہار سے رخصت ہوا ۔

مدینہ میں صف عزاء امام حسینؑ علیہ السّلام

اسیران آل محمدؐ نے مدینہ پہنچ کر بروایت تین دن تک صف عزاء امام حسینؑ بچھائی اور عورات مدینہ جوق درجوق پرسہ دینے آتی رہیں ۔ مردان مدینہ امام زین العابدین علیہ السّلام کے پاس پرسہ دینے آتے اور کربلا کے حالات سنتے تھے ۔ پوری فضاء فضاء مدینہ سوگوار تھی ۔ بعدہٗ اسیران آل محمدؐ اپنے اپنے گھر چلے گئے ۔ ویران گھر آباد ہوئے مگر شہید ہونے والوں کی یاد تڑپاتی رہی ۔

علامہ مجلسیؒ بحار جلد میں رقمطراز ہیں کہ واھدی للکلبیۃ جونا لتسعین بھا علی ماتم الحسین ۔ ایک روز کسی نے حضرت امام حسینؑ کے مکان میں آپ کی زوجہ ام رباؑب کے لیے مرغ بریان بھیجا جناب ام ارباب نے فرمایا کہ لنا فی عرس ۔ یعنی کہ یہ گھر خوشی کا گھر نہیں ہے نہ خانۂ عروسی ہے ۔ خانۂ بیصاحب ہے یعنی اس گھر کا مالک کربلا میں مقتل میں سو رہا ہے آپ نے بریان مرغ قبول نہیں کیا ۔ وہ مرغ بریان چلا گیا یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آسمان پر چلا گیا یا زمین میں قریب قریب چھ سات سال تک اہلبیت اطہار کے گھروں سے دھواں بلند نہیں ہوا ۔ اور عمدہ غذا نہیں

پکائی ٹھنڈا پانی اسقدر دیا کرتے تھے کہ پانی میں اشک ملجاتے تھے اور پھر وہ پانی پھینک دیتے تھے حضرت سید سجاد علیہ السلام ہمہ وقت امام حسینؑ کو یاد کر کے روتے تھے۔ فرماتے تھے یا اباہ وا اسفاہ لقتلک - کبھی فرماتے کہ ہائے بابا تمہیں پیاسا شہید کیا۔ ایک مرتبہ آپ کے ایک آزاد غلام نے عرض کیا مولیٰ کب تک روئے گا۔ آپ کا حزن و اندوہ بڑھتا جا رہا ہے تو آپ نے فرمایا کہ اے غلام یعقوب پیغمبر کے بارہ فرزند تھے۔ ایک ان میں سے نظروں سے پوشیدہ ہو گیا تھا۔ آپ اسقدر روئے کہ حزن و ملال کا اثر آپ کی بینائی پر پڑا۔ میں کیونکر نہ روؤں میرے سامنے میرے پدر بزرگوار امام حسینؑ اور اٹھارہ ہاشمی جوان کہ جن کا مثل و نظیر نہ تھا دوپہر میں قتل کر دیئے گئے۔ صعصعہ کہتا ہے کہ واقعہ کربلا کے چند سال بعد میں حضرت سید سجادؑ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ سجادۂ عبادت پر ہیں اور سر مبارک سجدہ میں ہے لیکن آپ اپنا ایک پاؤں دوسرے پر رکھنے میں کبھی بدل دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ ایسا کیوں ہے آپ نے عبا کا دامن ہٹایا دیکھا کہ آپ کی پنڈلیاں زخمی ہیں اور ان پر زنجیروں کے نشان ابھی تک باقی ہیں۔ اور زخموں کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے امام زین العابدین علیہ السلام پر ہی کیا منحصر ہے بلکہ تمام اہلبیتؑ اطہار رسن بستہ تھے زیارت ناحیہ میں وارد ہوا ہے وایدیھم مغلولة علی الاعناق - کہ ان کے ہاتھ پس گردن سے بندھے ہوئے تھے۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جب مختار علیہ الرحمۃ نے عمر بن سعد اور حرملہ بن کاہل اسدی ملعون کے سر امام زین العابدین علیہ السلام کی نذر کئے ہیں تب اہلبیتؑ اطہار نے سوگ اٹھایا ہے۔ عورات نے بالوں میں کنگھی کی ہے۔

تحقیق دربارۂ دفن سر بریدہ امام حسین علیہ السلام

اہل خبر و سیر میں دفن سر بریدہ امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض محققین کہتے ہیں کہ یزید ملعون نے چند روز سر مطہر امام حسینؑ صدر دروازہ پر آویزاں رکھا بعدہٗ حکم دیا کہ اسے خزانہ میں محفوظ رکھا جائے۔ وہ خزانہ۔ خزانہ بنی امیہ تھا یہاں تک کہ سلیمان عبد الملک کے زمانہ آیا اور اس زمانہ تک سر مطہر خزانہ میں رہا نہ سر مبارک کی تازگی میں فرق آیا اور نہ خوشبو و رنگ میں فرق آیا۔ ہنوز سر مطہر معطر و خوشبو خیز تھا۔

سلیمان عبد الملک نے حکم دیا کہ سر مطہر امام حسینؑ کو ایک چھوٹے صندوق میں رکھا جائے چنانچہ سر مطہر صندوق میں رکھا گیا۔ پاکیزہ خوشبو اس پر لگائی کفن اس پر ڈالا گیا اور مسلمانوں کے قبرستان میں اعزاز و اکرام کے ساتھ دفن کیا گیا۔ جب زمانہ عمر بن عبد العزیز آیا اور وہ سر مطہر کے حالات سے باخبر ہوا۔ اس نے حکم دیا کہ وہ جگہ کہ جہاں سر مطہر دفن ہے کھودی جائے۔ چنانچہ قبر سے صندوق نکالا گیا دیکھا کہ سر مطہر اسی طرح ہے کوئی تغیر نہیں ہوا ہے کہتے ہیں کہ اس نے وہ سر مبارک کربلا بھیجا۔ اور وہاں دفن کیا گیا۔

منصور بن جمہور سے روایت ہے کہ میں یزید بن معاویہ کے خزانہ میں گیا دیکھا کہ سر امام حسینؑ رکھا ہوا ہے اور خوشبو سے مہک رہا ہے۔ رنگ خضاب ریش مبارک نمایاں ہے۔ میں نے اپنے غلام سے کہا کہ کپڑا لاؤ تاکہ سر مبارک کو دفن کر دوں۔ چنانچہ اس نے قیمتی کفن دے کر سر مبارک کو برج سوم کے نزدیک بجانب شرقی دفن

کیا۔ اہل مصر کی ایک جماعت کہتی ہے کہ شہر ماحائی میں مشہد الرأس کے نام سے ایک جگہ مشہور ہے کہتے ہیں کہ وہاں سر مبارک امام حسین علیہ السلام دفن ہے اور مخصوص شب ہائے متبرکہ میں لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔

بعض علماء بیان کرتے ہیں کہ یزید کے سامنے سر امام حسینؑ طشت میں رکھا ہوا تھا اور وہ ملعون شراب پینے میں مصروف تھا۔ کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر مطہر کو لے گئے اس طرح سر مبارک دربار سے غائب ہو گیا۔ یہ بھی وارد ہوا ہے کہ سر امام حسینؑ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی قبر مبارک کے نزدیک دفن کیا گیا ہے اور شیعہ حضرات کا عقیدہ و عمل اس بات پر ہے کہ سر مطہر امام حسینؑ علیہ السلام کو بعد طواف قبر امیر المومنین علیہ السلام حضرت امام حسینؑ کے بدن مبارک سے ملحق کر کے کربلا میں دفن کیا گیا۔ یہ ہی حق بات ہے علامہ مجلسیؒ کتاب بحار میں تحریر فرماتے ہیں کہ جیسے سر مطہر امام حسینؑ وارد مدینہ کیا گیا چاروں طرف شور گریہ و بکا بلند ہوا اس وقت اہل مدینہ نے یہ آواز سنی کہ دو سر بریدہ تھے اور دونوں سرہائے حسینؑ کہلاتے تھے کہ ان شخصوں پر ضربت لگی یعنی قتل ہوئے اور ان کے قتل سے حکومت یزید بظاہر مستحکم ہوئی۔ ثم اخذ بیدہ قضیبا فجعل ینکت وجہہ و یقول پس مروان ملعون نے اس سر منور پر چوب دستی ماری۔ اور کہا کہ شکست پائی اور کہا کہ یزید نے بھی ایسا ظلم نہیں کیا تھا۔ اس وقت میں حاکم مدینہ عمرو سعید تھا وہ منبر پر گیا اور اس نے لوگوں سے کہا کچھ خبر ہے کہ امام حسینؑ قتل کر دیئے گئے اور آج اہل و عیال امام حسینؑ واپس آئے ہیں اور لوگوں نے سر امام حسینؑ دیکھا دیکھا تو گریہ و زاری کا شور بلند ہوا۔ اس نے کہا کہ کاش یہ سر مبارک مروان ملعون کو نہ ملتا اور اس کی بے حرمتی نہ ہوتی پہلے سے پاس یہ سر مبارک ہوتا تو میں اس کو

قبرستان بقیع میں حضرت فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا کی قبر کے نزد دفن کرتا۔ الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین۔

مؤلف کتاب ہذا فرماتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ شکر ہے کہ کتاب مستطاب ریاض القدس المسمیٰ بحدائق الانس پایۂ تکمیل کو پہنچ کر زیور طبع سے آراستہ ہو گئی ملتمس ہوں کہ کہ مومنین کرام کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد سورۂ فاتحہ سے نوازیں۔

ترجمہ تمام شد

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

فہرست کُتب

ولی العصر ٹرسٹ رتہ متہ ضلع جھنگ

برائے ۱۰-۱۴۰۹ھ بمطابق ۹۰-۱۹۸۹ء

فارسی و عربی کُتب کا ترجمہ

- مفتاح الجنتہ (چار چار کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ ... روپے
- انوار الخمسہ (پانچ پانچ کے اعداد پر مجالس کا مجموعہ) از آقائی مقدس زنجانی - ہدیہ روپے
- انوار الزہرا علیہا السلام از آقائی سید حسن ابطحی - (زیر طبع)
- علیؑ فی القرآن از سید صادق حسینی شیرازی ہدیہ ... روپے
- پروازِ روح از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ روپے
- رجعت یا حکومت اہل بیت رسول از آقائی خادمی شیرازی (زیر طبع)
- عزاداری از دیدگاہ مرجعیت از علی خلخالی - ہدیہ ۳۲ روپے
- تاریخچہ عزاداری حسینی از آقائی شہرستانی (زیر طبع)
- معالی السبطین (زیر طبع)
- نفس المہموم از آقائی شیخ عباس قمی (زیر طبع)
- ریاض القدس (زیر طبع)
- مہیج الاحزان (زیر طبع)

درحالات امامِ زمانہ علیہ السلام

- امام المہدی من المہدی الظہور از آقائی سید کاظم قزوینی ہدیہ روپے
- جزیرہ خضراء از ناجی نجار ہدیہ روپے
- طول عمر امام زمانہ از علی اکبر مہدی پور ہدیہ روپے
- مُصلحِ غیبی از آقائی سید حسن ابطحی ہدیہ ۳۶ روپے
- ملاقات بہ امام زمانؑ از آقائی حسن ابطحی (زیر طبع)
- المہدی الموعود المنتظر از جعفر بن محمد عسکری (زیر طبع)
- مہدیؑ موعود از علامہ مجلسی علیہ رحمۃ (زیر طبع)
- مہدی فی القرآن (ہدیہ روپے)
- دعائے ندبہ و زیارت ناحیہ (زیر طبع)
- صحیفۃ المہدیہ (زیر طبع)
- تحفہ و لطائف ابرارِ کامل (زیر طبع)
- عالمِ ارواح عجیب (زیر طبع)

نایاب ہندوستانی کُتب کے جدید ایڈیشن

- تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین از مظفر حسن سہارنپوری اعلیٰ اللہ مقامہ - روپے
- الشہید المسموم فی تاریخ المعصومؑ از سید مظفر حسن سہارنپوری اعلیٰ اللہ مقامہ ہدیہ روپے
- ذبحِ عظیم از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ روپے
- صحیفۃ العابدین از سید اولاد حیدر بلگرامی ہدیہ روپے
- علوم کاظمیہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی ہدیہ روپے
- تحفہ رضویہ از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
- دُرِ مقصود از سید اولاد حیدر فوق بلگرامی (زیر طبع)
- تذکرۃ المعصومین از سید علی نقی جائسی (زیر طبع)

فارسی عربی کُتب کے ترجمے

- ولایت و علم امام از آقائی سید حسن مجتہد (زیر طبع)
- حضرت فاطمۃ الزہراؑ ولادت سے شہادت تک از آقائی محمد کاظم القزوینی (زیر طبع)
- مہج الدعوات (زیر طبع) / العدد القویۃ از آقائی سید محمود المرعشی (زیر طبع)

مجموعہ زندگانی چہاردہ معصوم علیہ السلام از: آقائی سید حسین عمادہ زادہ (زیر طبع)

اسرار الشہادت جلد اول و دوم، آقائے دربندی - ریاض الاحزان جلد اول و دوم آقائے قزوینی - مقتل مکرم عبدالرزاق مکرم

اسٹاکسٹ: ۹ شیر شاہ بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن - لاہور